دشتِ وحشت
ایم اے راحت

دشتِ وحشت

ایم اے راحت

القریش پبلی کیشنز

سرکلر روڈ چوک اُردو بازار لاہور

فون: 042-37652546 , 042-37668958

www.alquraish.com E.mail:info@alquraish.com

سورج کی تپش سے سرخ، سنگلاخ پہاڑوں کی سرزمین، اب وہ روایتی زمین نہیں رہی' جس کا تذکرہ راجپوتانہ کی لوک کہانیوں میں ملتا ہے۔ البتہ خوفناک گہری گھاٹیاں اور بے آب وگیاہ سرخ چٹانوں والے پہاڑ اب بھی اپنی روایات کے ساتھ موجود ہیں، لیکن جدید دور کی ایجادات اور سہولتوں نے جہاں جہاں انسان آباد ہیں' وہاں سب کچھ فراہم کر دیا ہے اور جہاں پھولن دیوی اور ڈاکو مان سنگھ کی ناقابل گھاٹی موجود ہے، وہیں چتوڑ کے نواحی علاقے مانڈا اگری میں ایسے خوبصورت باغات اور گالف گراؤنڈ ہیں جنہیں دیکھ کر انسانی آنکھ کی روشنی بڑھ جائے۔ مہابیر جگت چوہان کی نسلوں میں کوئی راجہ نہیں ہوا لیکن پرتھوی راج چوہان کی قوم کا یہ جاگیردار کسی راجہ سے کم نہیں تھا۔ بے شمار زمینیں، باغات اور جے پور، جودھ پور کے آس پاس ملوں اور فیکٹریوں کی آمدنی نے اسے راجاؤں سے زیادہ دولت مند بنا دیا تھا۔

اسے دیکھ کر قسمت کے کھیل پر یقین آ جاتا تھا۔ ہر طرف سے دولت کی برسات نے اس سے اس کی عمر چھین لی تھی اور یہ آج بھی سو جوانوں کا ایک جوان نظر آتا تھا۔ اسے ہر طرح کے فنونِ حرب، کھیل کود اور جسمانی مقابلوں سے دلچسپی تھی اور مانڈا اگری کے قرب وجوار میں پہلوانوں اور دوسرے فنون حرب کے ماہر آباد تھے۔ ہر صاحب فن کو یہاں سے بہت کچھ ملتا تھا۔ مہابیر جگت چوہان کا سب سے بڑا شوق مہم جوئی تھا اور سال کے بیشتر مہینوں میں وہ دنیا بھر کی خطرناک ترین جگہوں کی خاک چھانتا پھرتا تھا۔ اکثر لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ بھی بدقسمتی کا ایک رخ ہے۔ اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی جگت چوہان جنگلوں اور پہاڑوں میں موت کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے، اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی اسے خزانوں اور دفینوں کی تلاش رہتی ہے۔ ایسا وہ لوگ کہتے تھے جو شوق کے نشے سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اس نشے میں کئی ملکی اور غیر ملکی مہابیر کے شریک تھے۔ انہی میں راج بھگت رائے بھی تھا' جو کشمیری کا رئیس تھا۔ تیج تیواڑی کے تہوار سے مہابیر کو کوئی دلچسپی نہ ہوتی' اگر اس میں فنون سپہ گری اور کھیل تماشے شامل نہ ہوتے' لیکن مہابیر کے مزاج کے مطابق اس کے حواریوں نے پچھلے نو سال سے اس میں خطرناک کھیل تماشے بھی شامل کر لئے تھے۔

ویسے تو یہاں بہت سے خطرناک کھیل ہوتے تھے' جن میں اسپین کا بل فائٹنگ کھیل بھی شامل ہوتا تھا' لیکن ان سب سے خطرناک کھیل ایک اور بھی تھا۔ مئی، جون میں پڑنے والی شدید گرمی سے پہاڑوں کی برف پگھلتی تھی اور بہت دور سے برفانی پانی کا ایک ریلا ایک ایسے خوفناک نالے کو سیراب کرتا ہوا مانڈا گری کے ایک وسیع و عریض میدان سے گزرتا تھا' جس کی آواز پہاڑوں کو لرزا دیتی تھی۔ اس طوفانی نالے کو بہاؤ کی مخالف سمت سے تیر کر عبور کیا جائے اور اس تیز اور تند طوفانی بہاؤ کو شکست دی جائے۔ اس کے لئے مہابیر جگت نے بہت بڑا انعام رکھا اور اس انعام کے لالچ میں اب تک سترہ افراد زندگی کی بازی ہار چکے تھے۔

یہ بڑے تیراک تھے، یہاں تک کہ کچھ تیراک غیر ممالک سے بھی آئے۔ پہلے تو ان کے حوصلے اس نالے کا بہاؤ دیکھ کر ہی پست ہو گئے' لیکن اگر کسی سر پھرے نے یہ ایڈونچر کرنے کی کوشش کی بھی تو موت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہو سکا۔ پچھلے دو سالوں سے کوئی ایسا بانکا جوان نہیں آیا تھا' جو اس نالے کو عبور کرنے کے لئے تیار ہو جاتا' لیکن اس بار ایک جوان نے اس کی حامی بھر لی اور اپنے آپ کو اس نالے کو عبور کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ پہلی بار مہابیر جگت کو تھوڑا سا تردد ہوا تھا' کیونکہ اس کی اطلاع اس کے بہت ہی جگری دوست راج بھگت رائے نے دی تھی۔

''کون ہے وہ بھگت رائے جو اس نالے کو شکست دینے کے لئے تیار ہو گیا ہے؟ کیا وہ پہلی بار مانڈا گری آیا ہے؟ ابھی تک اس نے اس نالے کو دیکھا نہیں ہے؟''

''وہ آیا ضرور پہلی بار ہے' مگر اس نے نالہ دیکھ لیا ہے۔''

''ہے کون......؟''

''میرا ایک غلام ہے۔ میری حویلی میں کام کرتا ہے۔ ویسے جوان بہت شاندار ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا مجھے ملے ہوئے' لیکن میں نے دل میں سوچ لیا تھا کہ اس بار اگر ہم کہیں باہر نکلے، میرا مطلب ہے مہم جوئی کے لئے تو میں اسے ضرور اپنے ساتھ رکھوں گا۔''

''آج تک کوئی اس نالے کو شکست نہیں دے سکا، بے شمار شاندار جوانوں کی جانیں جا چکی ہیں۔ کیا یہ بات وہ جانتا ہے؟ کیا نام ہے اس کا؟''

''سالار خان!۔''

''خان......! مسلمان ہے؟'' جگت چوہان نے پوچھا۔

''ہاں......!۔''

''کہاں ہے......؟''

''باہر کیمپوں میں' میں نے کہا نا داس ہے میرا اور اسے میرے حوالے ایک ایسے آدمی نے کیا

ہے جس کی میں دل سے عزت کرتا تھا بلکہ یقینی طور پر تمہیں بھی خان مراد یاد ہو گا۔''

''ہاں! خان مراد تو کئی مہمات میں ہمارے ساتھ رہا ہے، مجھے اس کی موت کا بہت افسوس ہوا تھا۔'' جگت چوہان نے خان مراد کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

''خان مراد کی موت عجیب و غریب حالات میں ہوئی تھی، تم جانتے ہو وہ ایک ماہر شکاری تھا۔ ان لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا' جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں ایک بھی کارتوس ضائع نہیں کیا۔''

''مجھے معلوم ہے، وہ بہترین نشانہ باز تھا۔ خاص طور پر مجھے آسام کی وہ مہم یاد ہے جس میں اس نے ... ہاتھی ۹ ...کار کیے تھے اور جے گئی قبیلے نے اسے دیوتا مان لیا تھا۔''

''اسی خان مراد کی بات کر رہا ہوں، کوئی دس گیارہ ماہ پہلے کی بات ہے، وہ اچانک میرے پاس آیا۔ سالار خان بھی ساتھ تھا۔ کہنے لگا یہ سالار خان ہے۔ میں اسے تمہارے پاس نوکر کرانا چاہتا ہوں۔''

''کون ہے یہ......!۔'' میں نے اس خوبصورت جوان کو دیکھتے ہوئے کہا جو اپنے نقوش سے کسی ہمالیائی علاقے کا باشندہ نظر آتا تھا لیکن قد و قامت میں غیر معمولی تھا۔

''اس کی تفصیل بعد میں بتا دوں گا، پہلے بتاؤ تم اسے اپنی مہمات میں ساتھ رکھنا پسند کرو گے، یہ بہترین تربیت یافتہ اور دلیر نوجوان ہے۔''

''تمہارا اتنا کہہ دینا کافی ہے خان مراد......''

''سالار اب ہمارا ساتھی ہے۔'' میں نے جواب دیا، پھر اسی رات اس نے مجھے اس جوان کے بارے میں بتایا۔

''بہت پرانی بات ہے جب یہ دو یا اڑھائی سال کا ہو گا' تمہیں معلوم ہے میری کوئی اولاد نہیں ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میری بیوی صحرائے گوبھی کے قبیلے منگوشی کی بیٹی تھی جو چنگیز خان کے سب سے بہادر اور جنگجو قبیلے میں شمار ہوتا ہے، ایک طوفانی رات میں ایک زخمی شخص جس کا سینہ کوئی آٹھ انچ کھلا ہوا تھا اور بدن پر اور کئی زخم تھے، اس بچے کو سینے میں بھینچے ہوئے میرے گھر کے دروازے پر آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ وہ اس بچے کو میری تحویل میں دینا چاہتا ہے کیونکہ اس کے دشمن اسے قتل کر دینا چاہتے ہیں۔

میں تو جھجک رہا تھا' لیکن میری بیوی نے آگے بڑھ کر اسے اپنی گود میں لے لیا اور اس شخص کو تسلی دی کہ ہم اس بچے کی حفاظت کریں گے۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور واپسی کے لئے پلٹا تو ہم نے اسے روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ زخمی ہے، اسے مدد کی ضرورت ہے مگر وہ بولا کہ اس کا یہاں رکنا خطرناک ہے۔ اس کا یہاں سے دور چلے جانا بہتر ہے تاکہ دشمنوں کی توجہ اس طرف نہ ہو۔

پھر وہ چلا گیا۔ میری بیوی اس خوبصورت بچے کے آجانے سے بہت خوش تھی اور اسے بہت محبت سے پروان چڑھا رہی تھی۔ کچھ دن تک ہم اس تجسس کا شکار رہے کہ بچہ آخر کون ہے اور اس کے دشمنوں کو اس کی تلاش کیوں ہے۔ پھر آہستہ آہستہ ان باتوں کو بھول گئے۔ میں اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا اور میری بیوی جو خود بھی ایک جنگجو قبیلے کی فرد تھی، اسے جنگی تربیت دینے لگی۔ اس نے اس کا نام سالار خان رکھا تھا۔ یہ ہمارے ساتھ پلتا رہا مگر اس کی فطرت کچھ عجیب سی ہے۔ بہت ملنسار، خوش اخلاق ہے، لیکن کھویا کھویا رہتا ہے، فنون حرب کا ماہر ہے، بہترین نشانہ باز ہے، تمہیں معلوم ہے میری بیوی مر چکی ہے اور اب ہم دونوں اکیلے رہ گئے ہیں۔''

''ہاں میں جانتا ہوں...... ایک سوال میرے ذہن میں آیا ہے۔'' خان مراد سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تو میں نے کہا۔ ''اس وقت تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہے، تم اسے میرے حوالے کیوں کرنا چاہتے ہو؟''

خان مراد کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار تھے۔ کچھ لمحے کے بعد بولا۔ ''کیونکہ میں موت کے بالکل قریب ہوں، بہت جلد میرا اس دنیا سے رابطہ ٹوٹ جائے گا۔''

خان مراد کے ان الفاظ پر میں نے اسے حیرانی سے دیکھا اور کہا۔ ''کیسی باتیں کرتے ہو خان مراد! موت کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں ہے کہ کب آئے گی، تم اتنے اعتماد کے ساتھ یہ بات کیسے کہہ رہے ہو؟''

''افسوس اس کا جواب میں تمہیں نہیں دے سکوں گا، اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔''

''خیر یہ مت سمجھنا کہ میں اسے اپنے ساتھ رکھنے سے کترا رہا ہوں، حالانکہ تم نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ تم اسے میرے پاس چھوڑ رہے ہو بلکہ تم نے یہ کہا ہے کہ ہم اسے اپنی مہمات میں ساتھ رکھیں گے۔''

''مگر میرا مقصد وہی ہے جو تم نے سمجھا، میں اسے تمہاری تحویل میں دینا چاہتا ہوں۔''

''سر آنکھوں پر...... مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

خان مراد چلا گیا اور یہ میرے پاس رہنے لگا۔

جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ یہ بہت ہی اعلیٰ فطرت کا انسان ہے۔ پڑھا لکھا بھی ہے۔ بہت اچھی انگریزی بول لیتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بہترین شطرنج کھیلتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ شطرنج میری کمزوری ہے۔''

''وری گڈ!'' جگت چوہان نے تعریفی انداز میں کہا پھر بولا۔ ''خان مراد کی موت کے بارے میں، میں نے بھی تفصیل سنی تھی۔''

''ہاں جیسا کہ اس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا تھا کہ بہت جلد اس کی موت واقع ہو جائے گی تو ایسا ہی ہوا۔ خان مراد کی رہائشگاہ کے سامنے ایک بہت قدیم درخت تھا، خان مراد کی لاش اس درخت سے لٹکی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کی گردن میں رسی کا پھندا پڑا ہوا تھا، جبکہ کسی بھی طرح یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اس نے پھندا خود اپنی گردن میں ڈال کر خودکشی کی ہے۔ جس شکل میں وہ لاش ملی تھی۔ اس طرح خودکشی نہیں کی جا سکتی تھی۔''

''واقعی بڑی عجیب سی صورتحال رہی، اس پر کیا ردعمل ہوا تھا؟''

''بے پناہ دکھی تھا۔ دو دن تک کھانا نہیں کھایا تھا اور خاموش بیٹھا رہتا تھا۔ وہ تو میرے گھر میں تمہیں پتہ ہے کہ خاصے افراد ہیں، بیٹے، بیٹیاں اور دوسرے رشتے دار سب کے سب اس سے مانوس ہیں اور اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے ہیں، انہوں نے اسے بہلا لیا اور رفتہ رفتہ یہ معتدل ہو گیا۔''

''تم نے تو بڑا اشتیاق پیدا کر دیا ہے اس کے لئے میرے دل میں...... کل سے تیغ تیواڑی کے کھیل شروع ہو رہے ہیں، میرا خیال ہے اس کے بعد ہی اس سے تفصیلی ملاقات رہے گی۔''

''ہاں......!''

''ایک بار پھر میں تم سے درخواست کروں گا کہ اسے اس نالے کے کھیل سے دور رکھنے کی کوشش کرو، ہم ایسے شخص کو کھونا نہیں چاہتے۔''

''میں کوشش کروں گا۔'' بھگت رائے نے کہا۔

تیغ تیواڑی کے کھیل شروع ہو گئے۔ جگت چوہان نے خان سالار کو میلے میں ہی دیکھا تھا۔ ابھی تک اس سے کوئی باقاعدہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ جگت چوہان، بھگت رائے کے ساتھ میلے کی تفریحات سے لطف اندوز ہو رہا تھا، تب بھگت رائے نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ ہے خان سالار......! میں اسے سالاری کہہ کر مخاطب کرتا ہوں۔''

جگت چوہان کی پرتجسس نگاہوں نے اس جوان کا جائزہ لیا۔ واقعی وہ قابل دید نوجوان تھا۔ لمبا، چوڑا، خوبصورت، اس کے چہرے کے نقوش میں ہمالیہ کی ترائی کے کسی علاقے کی جھلکیاں ملتی تھیں، البتہ قدوقامت ان سے بہت مختلف تھا۔ جگت چوہان نے تعریفی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''شاندار جوان ہے، کیا یہ دوسرے جسمانی مقابلے یا فنون حرب کے مقابلوں میں حصہ نہیں لے گا؟''

''شاید نہیں، اس نے ان چیزوں میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔'' بھگت رائے نے جواب دیا، پھر ان لوگوں نے ساری پبلک کو نالے کے آس پاس جمع ہوتے ہوئے دیکھا۔ جو لوگ ان مقابلوں کا

انتظام سنبھالے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس نوجوان کے بارے میں اعلان کیا تھا کہ وہ نالے کی مخالف سمت تیرنے کے لئے تیار ہے۔

جگت چوہان کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ سترہ افراد کی موت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ یہ شاندار جوان بھی شاید ہی اس خوفناک نالے کی لہروں کا مقابلہ کر سکے گا اور بالآخر پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو جائے گا۔

اس نے بھگت رائے کی طرف دیکھا۔ بھگت رائے بھی جگت چوہان کی کیفیت کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''نالے کی بھیانک طغیانی میں بھی دیکھ رہا ہوں، یہ تو تناور درختوں کو بہا کر لے جا سکتی ہے لیکن میں اسے نہیں روک سکتا۔''

''کاش وہ اس ضد سے باز رہتا۔ آؤ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔'' وہ دونوں بھی آگے بڑھ کر لوگوں کے درمیان پہنچ گئے۔

نالہ طوفانی گرج کے ساتھ زمین کو دہلاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ پیروں کے نیچے ہلکے زلزلے جیسی کیفیت تھی۔ لوگوں کے چہروں پر خوف کا تاثر تھا۔ دو سال کے بعد پھر اس خونی کھیل کا آغاز ہو رہا تھا' جو لازمی طور پر کسی انسانی زندگی کے اختتام پر ختم ہوتا تھا۔

بھگت رائے، سالار کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی معصوم سا بچہ کسی کھلونے سے لطف اندوز ہونے جا رہا ہو۔

منتظمین کی طرف سے اشارہ ملتے ہی سالار نالے کی طرف دوڑا اور اس نے فضاء میں کافی اونچا اچھل کر نالے میں چھلانگ لگا دی۔ تیز رفتار پانی نے اسے اس سے بھی زیادہ اونچا اچھال کر اس کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی' لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ پانی میں دوبارہ گرنے سے پہلے کسی سانپ کی طرح پلٹا اور پانی کی خوفناک لہروں پر جم گیا، اس کے بعد اس نے بہاؤ کی مخالف سمت تیرنا شروع کر دیا۔

لوگوں کے سانس بند تھے' لیکن جیسے ہی وہ چند گز آگے نکلا، انہوں نے حلق پھاڑنا شروع کر دیا۔ وہ اس کی ہمت بڑھا رہے تھے اور اسے مسلسل آگے بڑھتے دیکھ کر بری طرح چیخ رہے تھے۔

بھگت رائے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ ''وہ خان مراد کا تربیت یافتہ ہے اور ایک منگول عورت نے اس کی پرورش کی ہے، اے کاش وہ زندہ رہے۔''

جگت چوہان کی آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ دوسری طرف سالار کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی تھی، اس نے پانی کے بہاؤ کو بھرپور شکست دیدی تھی، وہ اسے خاطر میں ہی نہیں لایا تھا یہاں

تک کہ وہ مطلوبہ جگہ پہنچ گیا۔

لوگ چیخ چیخ کر پاگل ہوئے جا رہے تھے اور شاید ان کی یہ آوازیں سن کر ہی وہ بھی ترنگ میں آ گیا تھا، چنانچہ منزل پر پہنچ کر وہ قلابازی کھا کر پلٹا اور پانی کے خونی بگولے اسے بہا کر لے چلے۔ آوازیں بند ہو گئیں، لوگ یہ سمجھے کہ پانی نے اس پر قابو پا لیا ہے۔ لوگ آنکھیں پھاڑے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی خوشیوں کو اچانک غم نے گھیر لیا تھا۔ یہاں تک کہ آن کی آن میں وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے مخالف سمت کے سفر کا آغاز ہوا تھا۔

یہاں پھر چونکا دینے والا منظر سامنے آیا۔ وہ پہلے ہی کی مانند سانپ کی طرح پلٹا اور پھر مخالف سمت تیرنے لگا۔ گویا اسے اس کھیل میں مزا آیا تھا۔ لوگوں کا جوش و خروش پھر بڑھ گیا، اس بار وہ پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا۔

جب تیسری بار بھی اس نے یہی عمل کیا تو جگت چوہان بمشکل بولا۔ ''روکو...... کوئی اسے روکو...... وہ پاگل ہو گیا ہے، روکو اسے، یہ ٹھیک نہیں ہے۔''

لیکن بھگت رائے کا ہذیانی قہقہہ ابھرا تھا۔ ''اس نے پانی کی روانی کو دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا ہے۔ جگت رائے...... اس نے پہاڑوں کا مان توڑ دیا ہے۔''

''اسے روکو...... بھگوان کے لئے اسے روکو!'' جگت چوہان کو خوف ہو رہا تھا کہ بار بار نالہ عبور کرتے ہوئے کہیں اس کا سانس نہ اکھڑ جائے۔

تب لوگوں نے بری طرح شور مچا کر اسے باہر آنے کے لئے کہا اور جب وہ کنارے پر آ گیا تو لوگ اس سے لپٹ گئے۔

''آؤ بھگت رائے! چلیں، میرا دل گھبرا رہا ہے۔ وہ اب ہمارے ہاتھ نہیں لگے گا۔'' جگت نے کہا اور واپس حویلی چل پڑا۔ بات بالکل ٹھیک تھی۔ رات ہی کو جگت رائے کے کہنے پر سالار حویلی میں آیا تھا۔ جگت کے گھر کے لوگ بھی حویلی کے لان پر جمع تھے۔ سب دلچسپی سے اس جوان رعنا کو دیکھ رہے تھے، سب ہی کو پتہ چل گیا تھا کہ سترہ افراد کی موت کے بعد اٹھارہویں جوان نے یہ بہت بڑا انعام جیتا ہے۔

جگت چوہان نے اس سے کہا۔ ''تمہیں پانی کی طاقتور ریلے سے ڈر نہیں لگا؟''

''نہیں!'' وہ سادگی سے بولا۔

''کیا تم بہت بہادر ہو؟''

''نہیں......!'' اس نے کہا اور سب ہنس پڑے۔ وہ بدستور معصومیت سے ایک ایک کی صورت دیکھنے لگا۔

"تم نے بہت بڑا انعام جیتا ہے، تم اس رقم کا کیا کرو گے؟"

"مجھے رقم کی ضرورت کبھی نہیں ہوتی، میرے سارے کام رائے مہاراج کر دیا کرتے ہیں۔" اس نے بدستور معصومیت سے کہا۔

"تم اپنے ہاتھوں سے اپنا کوئی کام نہیں کرتے؟" جگت چوہان کو اس سے باتیں کر کے لطف آ رہا تھا۔

وہ کسی قدر جھینپا جھینپا سا نظر آنے لگا۔ پھر پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔ "نہیں اپنے سارے کام تو میں خود ہی کرتا ہوں، میرا یہ مطلب تھا کہ......!" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور سب اس کی باتوں سے لطف لیتے رہے۔ سبھی کو یہ سیدھا سادہ نوجوان پسند آیا تھا۔

جگت چوہان کی دھرم پتنی سوشیلا نے اس سے سوال کیا۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ نالے کو اس طرح پار کرتے ہوئے تمہیں ڈر نہیں لگا، اس کی تو آواز ہی اتنی خوفناک ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کوئی خطرناک جگہ ہے، میں نے تو بس یہ سمجھا تھا کہ ایک کھیل ہے اور بس، مگر مجھے بہت اچھا لگا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں بار بار یہ کھیل کھیلتا رہوں مگر لوگوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا تھا اس لئے میں باہر نکل آیا لیکن کیا بعد میں آپ لوگ مجھے اجازت دیں گے؟"

"تجھے بھگوان کا واسطہ میرے شیر! دوبارہ اس نالے کی طرف مت جانا۔" مہابیر جگت چوہان نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ خاموش ہو گیا۔

دل لوٹ لیا تھا اس نے یہاں رہنے والوں کا' بعد میں جگت چوہان نے بھگت رائے سے کہا۔

"بھگت! اسے حویلی ہی میں کیوں نہ جگہ دے دی جائے۔ وہاں کیمپ میں اتنے بڑے آدمی کا رہنا اچھا نہیں لگتا اور پھر لوگ اسے سکون نہیں لینے دیں گے۔"

"میرا ایک طریق کار ہے، نوکر کو نوکروں ہی کی طرح رہنے دیا جائے، ورنہ سر پر چڑھتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے، جیسی تمہاری مرضی...... ویسے حیرت انگیز انسان ہے۔"

تیج تیواڑی کا یہ میلہ کئی دن تک جاری رہتا تھا۔ اب جب بھی سالار میلے میں نکلتا، لوگ اس کے پیچھے لگ جاتے اور اس سے اس کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے۔ وہ بھی ان سے دور نہیں رہتا تھا بلکہ ان کے ساتھ گھلا ملا رہتا تھا۔

اس دن جب رائفل کے مقابلے ہو رہے تھے اور نشانہ باز نشانے لگا رہے تھے، اس نے بھی رائفل کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ اسے رائفل لوڈ کر کے دے دی گئی اور پھر اس نے نشانہ بازی کے جو کمالات دکھائے، انہوں نے یہاں موجود لوگوں کو ششدر کر دیا۔

بات جگت چوہان کے کانوں تک پہنچی تو جگت چوہان نے بھگت رائے سے کہا۔ "بھگت! سچی

بات یہ ہے کہ اب اس نوجوان کو چرا لینے کو دل چاہتا ہے۔"

"چرانے کی کیا ضرورت ہے، تم چاہو تو میں اسے تمہارے پاس چھوڑ سکتا ہوں، ویسے بھی میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کوئی نئی مہم ترتیب دی جائے اور اسے اپنے ساتھ رکھا جائے۔"

"بہت جلد ہم ایسا کریں گے۔"

اور یہ اتفاق تھا کہ اس گفتگو کے دوسرے ہی دن جگت چوہان کو ایک اطلاع ملی اور وہ خوشی سے بھگت رائے کی جانب دوڑا۔

"بھگت رائے! جان کرسٹوفر آ رہا ہے۔"

"کون جان کرسٹوفر؟" بھگت رائے نے یادداشت پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ارے کیا ہو گیا تمہیں......؟"

"اپنا جان کرسٹوفر، ابھی دو تین سال پہلے ہم لوگ......!"

"یہی تو میں حیران ہو رہا تھا، دو تین سال سے مجھے تو اس کی کوئی خبر نہیں ملی، کیا تم سے رابطہ رہا ہے؟"

"زیادہ نہیں، اتفاق کی بات یہ ہے کہ تم سے بھی تذکرہ نہیں ہوا۔ اس نے اپنی بیوی کی موت کے بعد شادی کر لی۔"

"ہاں یہی میں تم سے پوچھ رہا تھا، مسز کرسٹوفر کی موت کی خبر تو مجھے بھی ملی تھی۔ غالباً کسی حادثے کا شکار ہوئی تھی۔"

"ہاں کار کے حادثے میں ہلاک ہوئی تھی۔ خود ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ تو اتفاقیہ طور پر اس کی بیٹی بچ گئی جسے اس نے یونیورسٹی پر اتارا تھا اور خود کسی کام سے وہاں سے چلی گئی تھی کہ راستے میں حادثہ ہو گیا۔"

"یہ اطلاع مجھے مل گئی تھی' مگر اس کے بعد جان کرسٹوفر کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی۔ ہماری دو سال پہلے والی مہم میں بھی وہ شریک نہیں تھا۔"

"بس مجھے بعد میں پتہ چلا کہ اس نے شادی کر لی ہے۔"

"تو کیا وہ اپنی بیوی کے ساتھ آ رہا ہے؟"

"ہاں......! مجھے یہی پتہ ہے کہ وہ کوئی منصوبہ لے کر آ رہا ہے۔"

"گڈ......! تو پھر اب کیا ارادہ ہے؟"

"کچھ نہیں، شہر جانا ہوگا، اسے ہم اپنے ساتھ ہی مانڈا گری لائیں گے اور یہ بھی اچھی بات ہے کہ ابھی تیج تیواڑی کے میلے میں چند روز باقی ہیں اور وہ بھی اس میلے میں کافی دلچسپی لیتا رہا ہے، دو

بار وہ میلے میں شریک ہو چکا ہے۔"

یہ لوگ کافی دیر تک جان کرسٹوفر کے بارے میں باتیں کرتے رہے جو شاید ان کا کوئی بہت ہی پسندیدہ اور اچھا دوست تھا۔ ظاہر ہے ایک مہم جو تھا۔

پھر دوسرے دن بھگت رائے اور جگت چوہان شہر کی جانب چل پڑے۔ وہ خود جان کرسٹوفر کا استقبال کرنا چاہتے تھے۔ جہاز نے مقررہ وقت پر رن وے چھو لیا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے جان کرسٹوفر کو امیگریشن ہال سے باہر آتے ہوئے دیکھا۔ جگت چوہان نے اسے پہچان لیا تھا' لیکن بھگت رائے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس نے کہا۔

"وہ جان کرسٹوفر ہی ہے نا......؟"

"ہاں!" مہابیر جگت چوہان نے کسی قدر حیران لہجے میں کہا۔ پھر بولا۔ "اسے کیا ہو گیا، یہ تو بہت اچھی صحت کا مالک تھا۔ اب تو یوں لگ رہا ہے جیسے وہ کسی بہت ہی مہلک مرض میں گرفتار ہو، میں تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا ہوں۔"

"وہ دیکھو، وہ دیکھ رہے ہو، اس کی بیٹی میلینا کو تو میں نے پہچان لیا' مگر وہ عورت، ذرا اسے دیکھو یہ کیا شے ہے بھئی!۔"

سانولے سلونے رنگ کی ایک عورت جس کی آنکھیں بے حد خوبصورت تھیں اور بدن انتہائی قیامت خیز......! جان کرسٹوفر کے بازو میں بازو ڈالے چلی آرہی تھی جبکہ جان کرسٹوفر خاصا نڈھال سا نظر آتا تھا۔

"مائی گاڈ! یہ تو سوکھ کر کانٹا ہو گیا، کیا ہوا ہے اسے۔ میرے خیال میں اب یہ کسی مہم میں حصہ لینے کے قابل تو نہیں رہا ہے۔"

وہ لوگ تبصرہ کرتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد جان کرسٹوفر ان کے پاس پہنچ گیا۔ جگت چوہان اور بھگت رائے بڑے پرجوش انداز میں اس سے ملے تھے۔ میلینا کو بھی دونوں نے پیار کیا اور پھر وہ عورت کی جانب متوجہ ہوئے تو جان کرسٹوفر نے کہا۔ "یہ میری مسز شیروک کرسٹوفر ہیں۔"

"ہیلو!" جگت چوہان نے اس پراسراری عورت کو غور سے دیکھ کر کہا جس کی خوبصورت آنکھوں میں ایک عجیب سی مقناطیسی چمک تھی۔ چہرہ بے شک دلکش نقوش کا حامل تھا لیکن اس میں کوئی بہت ہی عجیب سی بات تھی' جو ایک نگاہ دیکھنے پر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

جگت چوہان کے ساتھ ساتھ بھگت رائے نے بھی اسے حیرانی سے دیکھا تھا' لیکن اس حیرانی کا اظہار نہیں کیا اور ہندوستانی انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا۔ عورت نے فوراً ہی اسی انداز میں جواب دیا تھا۔

جگت چوہان نے خود کو سنبھال لیا اور بولا۔

"ہمیں آپ کی شادی کی اطلاع تو مل گئی تھی' لیکن اس شخص نے نہ تو ہمیں اپنی شادی میں شرکت کی دعوت دی اور نہ ہی اس کے بعد ہندوستان آیا۔ بہرحال ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

"شکریہ!" شیروک نے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

یہ مسکراہٹ بھی بہت عجیب تھی۔ اس کے دانت ضرورت سے زیادہ سفید تھے اور نیچے سے نوکیلے......! یوں لگتا تھا جیسے کوئی بھیڑیا ہونٹ سکوڑ کر غرایا ہو۔ اس کے بعد یہ لوگ ان لوگوں کو لے کر گاڑیوں کی جانب بڑھ گئے۔

"آج کل مانڈا گری میں تیج تیواڑی کا میلہ تو چل رہا ہوگا؟" جان نے پوچھا۔

"ہاں...... اور تم بڑے اچھے موقع پر آئے، دو تین دن کے بعد وہ میلہ ختم ہو جائے گا۔"

"جانتے ہو یہاں آنے کا اچانک فیصلہ کس نے کیا؟"

"یقیناً تمہاری مسز نے!۔"

"ہاں شیروک بہت دلچسپ خاتون ہے۔ یہ پراسرار علوم کی ماہر ہے اور مزید پراسرار علوم سیکھ رہی ہے۔ نسلاً سپینش ہے اور اسپین ہی کے ایک جادوگر کی شاگرد ہے۔ اس کا اصرار تھا کہ اس کا ہندوستان جانا بہت ضروری ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ ہندوستان میں میرے کئی مہم جو دوست رہتے ہیں تو اس نے مجھ سے تفصیل پوچھی اور میں نے مانڈا گری اور تیج تیواڑی کے بارے میں بتا دیا تو یہ خوشی سے اچھل پڑی۔ کہنے لگی کہ اس سے اچھی تو اور کوئی بات نہیں ہے، اس نے ہندوستانی دیہاتوں کے ان میلوں وغیرہ کے بارے میں کافی پڑھا ہے۔ بس بے چین ہو گئی اور مجھے فوری طور پر تیاریاں کرنا پڑیں۔ یوں سمجھ لو ہمارا یہ پروگرام صرف چار دن پرانا ہے۔ چار دن میں ہم نے تیاریاں کیں، اتنی جلدی آنا آسان کام نہیں تھا' لیکن بہت سی مشکلیں حل ہو گئیں اور ہم لوگ آخر کار ہندوستان پہنچ گئے۔"

"ہم تمہیں اور مسز کرسٹوفر کو ہندوستان میں اور خاص طور پر مانڈا گری میں خوش آمدید کہتے ہیں۔" جگت چوہان نے کہا۔

"میں نے شیروک کو تمہارے بارے میں کافی باتیں بتا دی ہیں۔" کرسٹوفر بولا۔

"ہاں...... اور میری ایک دیرینہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔ ویسے یہ سچ ہے کہ میں ہندوستان کبھی نہیں آئی' لیکن نہ صرف ہندوستان بلکہ کوہ ہمالیہ کے بیشتر علاقوں کے بارے میں اتنا جانتی ہوں، جتنا کوئی ہندوستانی جان سکتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گی کہ شاید ہی وہاں کے مقامی باشندوں کو بھی اتنا نہ معلوم ہو۔"

"ویری گڈ! آپ ویسے ہی ہمیں کافی ذہین نظر آتی ہیں میڈم شیروک!۔" بھگت رائے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دو تین گاڑیاں ساتھ آ رہی تھیں اور یہ لوگ بڑے پرسکون انداز میں سفر طے کر رہے تھے اور پھر جب یہ مانڈا گری میں داخل ہوئے تو شیروک نے بڑی دلچسپی سے مانڈا گری کے گرد و نواح میں اس ہجوم کو دیکھا' جو اس میلے کی وجہ سے یہاں نظر آ رہا تھا۔ مختلف علاقوں کے لوگ تیج تیواڑی کے تہوار کے موقع پر مانڈا گری کے میلے میں آیا کرتے تھے اور یہاں کی شاندار تفریحات سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ دور دور تک کیمپ لگے ہوئے تھے جن میں آنے والوں کا قیام تھا، چھوٹے موٹے بازار بھی لگے ہوئے تھے۔

شیروک نے دلچسپی سے کہا۔ "ونڈرفل! یہ واقعی ہندوستان کی روایات میں سے ایک ہے جسے اتنی جلدی میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی، اس کی مجھے امید نہیں تھی۔"

اس دوران بھگت رائے اور جگت چوہان نے مسلسل یہ بات محسوس کی تھی کہ جان کرسٹوفر کی بیٹی میلینا مسلسل خاموش ہے۔ چند رسمی الفاظ کے سوا اس نے اور کوئی لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کی وجہ سوتیلی ماں ہو جو بہت پراسرار اور جان کرسٹوفر پر ضرورت سے زیادہ حاوی نظر آ رہی تھی۔

آخر کار گاڑیاں مہا بیر جگت چوہان کی شاندار حویلی کے بڑے پھاٹک سے اندر داخل ہو گئیں۔ جگت چوہان کے اہل خانہ نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔ شیروک بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ وہ ہندوستانی عورتوں سے بڑے پیار اور محبت سے ملی۔

معزز مہمانوں کے لئے جو کمرے تیار کئے گئے تھے۔ وہ انہیں بہت پسند آئے۔ جان کرسٹوفر اور اس کی بیوی کو الگ کمرہ دیا گیا تھا اور میلینا کے لئے برابر کا ایک دوسرا کمرہ تیار کرایا گیا تھا۔ یہ لوگ کمرے میں منتقل ہوئے تو بھگت رائے اور جگت چوہان اپنے کمروں میں چلے گئے۔ طے کیا گیا تھا کہ جان کرسٹوفر اور اس کی بیوی اور بیٹی سفر کی تھکن دور کر لیں تو اس کے بعد نشست ہوگی۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر بھگت رائے نے کہا۔ "ویسے تو معزز مہمان ہر طرح سے قابل قدر ہیں لیکن کچھ پراسرار باتیں محسوس ہو رہی ہیں مثلاً جان کرسٹوفر کی صحت جو حیرت انگیز طور پر کافی خراب ہو گئی ہے۔ اس کی بیوی شیروک کی پراسرار شکل اور پراسرار انداز اور بیٹی کی خاموشی......! میلینا کی خاموشی تو اس وجہ سے بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی سوتیلی ماں سے ناخوش ہو، باقی رہی اس سپینش عورت کی فطرت تو اس میں کچھ پراسرار باتیں ضرور ہیں، جان کرسٹوفر کے کہنے کے مطابق وہ پراسرار علوم سے دلچسپی رکھتی ہے اور کسی افریقی جادوگر سے یہ پراسرار علوم سیکھ بھی رہی ہے۔ چہرے مہرے سے عام

عورتوں سے کافی مختلف نظر آتی ہے' لیکن اس کے ملنے جلنے کا انداز بہت پرخلوص ہے۔ جان کرسٹوفر کی صحت اور اس کا بجھا بجھا سا انداز بتاتا ہے کہ وہ کسی مشکل میں گرفتار ہے۔"

شیروک نے تھوڑے ہی وقت آرام کرنے کے بعد ایک ملازم کے ذریعے پیغام بھیجا کہ وہ جگت چوہان سے ملنا چاہتی ہے۔ جگت چوہان نے بھگت رائے کو ساتھ لیا اور خود جان کرسٹوفر کے کمرے میں پہنچ گیا۔ رسمی باتوں کے بعد اس نے کہا۔ "میں تو اس لئے آپ سے دور ہٹ گیا تھا کہ آپ لوگ سفر کر کے آئے ہیں، تھوڑا سا آرام کر لیں اس کے بعد ہم آگے کا پروگرام بنائیں۔"

"ہم جہاز میں آئے ہیں اس لئے بالکل نہیں تھکے، میں تو کرسٹوفر سے ایک مطالبہ کر رہی ہوں جواب میں براہ راست تم سے کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بتایئے!۔"

"میں چاہتی ہوں کہ جب تک تمہارے اس علاقے میں یہ میلہ لگا ہے، میرے لے بھی میلے میں کیمپ لگوا دیا جائے۔ ایسے کسی کیمپ میں قیام میرے لئے انتہائی دلکش ہوگا، میں مقامی لوگوں سے ملوں گی۔ اس سے اچھا موقع مجھے اور کون سا مل سکتا ہے، آہ کاش مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں اس وقت یہاں پہنچ گئی ہوتی جب یہ میلہ لگایا جا رہا تھا، میرے لے یہ سب کچھ بہت دلکش ہے۔"

"آپ کا کسی کیمپ میں رہنا ہمارے لئے بڑی شرم کا باعث ہوگا، مسز شیروک! ہاں آپ اس میلے کی تفریحات میں برابر کے شریک ہوں گے، جب تک آپ کا دل چاہے، وہاں رہیں لیکن قیام کے لئے......!۔"

"یہ میری ایک درخواست ہے، آپ پلیز مجھے اس کا موقع دیں۔ ایسے کیمپ میں رہنا میرے لئے بڑی دلکشی کا باعث ہوگا، جان کرسٹوفر آپ کے دوست ہیں۔ میں بالکل یہ مطالبہ نہیں کروں گی کہ یہ میرے ساتھ رہیں۔ بس مجھے وہاں میلے میں تنہا چھوڑ دیا جائے اور اگر آپ نے میری یہ درخواست نہ مانی تو میں روپوش ہو جاؤں گی، وہاں جہاں یہ میلہ لگا ہوا ہے۔"

جگت چوہان نے جان کرسٹوفر کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "اگر یہ آسانی سے ممکن ہو سکے مسٹر چوہان تو آپ براہ کرم یہ کر دیجئے۔"

"وہاں ہمیں زبردست سکیورٹی کا انتظام کرنا ہوگا۔" جگت چوہان نے کہا۔

"بالکل نہیں، مجھے صرف ایک اچھے خیمے کی ضرورت ہے، سکیورٹی کا وہاں بالکل کوئی گزر نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بھی میری ایک درخواست ہے۔"

"ہم آپ کا احترام کرتے ہیں اور آپ مطمئن رہیں، سب کچھ آپ کی خواہش کے مطابق کر دیا جائے گا۔"

شیروک نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ بات اتنی مشکل نہیں تھی، چنانچہ جگت چوہان نے اپنے خاص آدمیوں کو ہدایت کر دی اور ایک انتہائی پرفضا جگہ ایک عالیشان خیمہ لگوا دیا گیا۔

ملازموں وغیرہ کی پیشکش کی گئی تو شیروک نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ''نہیں پلیز اگر یہ سارا اہتمام کیا گیا تو پھر اکیلے رہنے کا فائدہ کیا، میں وہاں بالکل تنہا رہنا چاہتی ہوں۔''

اس کی ضد کو پسند تو نہیں کیا گیا تھا' لیکن بہرحال اس کی خواہش کی تکمیل کی گئی تھی۔ شیروک اسی شام خیمے میں منتقل ہو گئی۔ اس نے جان کرسٹوفر کو بھی اپنے ساتھ لے جانا پسند نہیں کیا تھا، البتہ سب کو یہ بات بہت عجیب لگی تھی اور انہوں نے یہ اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ شروک جان کرسٹوفر کو ذرا بھی خاطر میں نہیں لاتی۔

ان کے دلوں میں بہت سی باتیں تھیں' لیکن فوراً ہی سب کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا، البتہ رات کو ڈنر کے بعد جان کرسٹوفر نے خود ہی کہا۔

''ایک لحاظ سے یہ بہت اچھا ہوا کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں ہے اور ہم کھل کر بات کر سکتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرا مذاق نہ اڑاؤ کہ میں نے یہ شادی کیا سوچ سمجھ کر کی اور اس کے بعد کیا زندگی گزار رہا ہوں۔'' جان کرسٹوفر نے خود ہی اس گفتگو کا آغاز کر دیا تھا جس کے خواہشمند یہ دونوں دوست تھے۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ ''یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ میری بیوی ایلسا اچانک موت کا شکار ہو گئی تھی، میں ایلسا سے محبت کرتا تھا اور وہ بھی مجھے بہت چاہتی تھی، ہم لوگ بڑی اچھی زندگی بسر کر رہے تھے حالانکہ میں زیادہ تر مہم جوئی میں مصروف رہتا تھا' لیکن یہ بھی تم لوگ جانتے ہو کہ وہ میرے ساتھ ان مہمات میں شریک ہوا کرتی تھی اور میلینا بھی...... پھر تقدیر نے ایلسا مجھ سے چھین لی، میں اور میلینا بڑی دکھی زندگی گزارنے لگے۔ آہستہ آہستہ ہم دونوں اس غم کو سہنے کے عادی ہو گئے۔ میری کوئی بھی تفریح ہوتی، میلینا میرے ساتھ ہوا کرتی تھی لیکن ایک رات ہم دونوں کی تفریحات علیحدہ علیحدہ ہو گئیں میلینا کو اپنی کسی دوست کی برتھ ڈے میں جانا پڑا اور میں معمول کے مطابق ایروز کلب پہنچ گیا جہاں میں ہر دوسرے تیسرے دن جاتا رہتا تھا اور میلینا بھی میرے ساتھ ہوا کرتی تھی میں ایروز کلب میں اپنی میز پر بیٹھا ایک مشروب سے شغل کر رہا تھا کہ اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی چیز میری پیشانی میں چبھ رہی ہو، میں نے نگاہیں اٹھا کر سامنے دیکھا تو دو خوبصورت آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں نے کئی بار سر کو جھٹک کر اپنے آپ کو ان آنکھوں کے سحر سے آزاد کرنے کی کوشش کی لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے روشنی کا کوئی سفید سا ہالہ میرے پورے چہرے کے گرد پھیل گیا ہے اور وہ آنکھیں مسلسل میرا جائزہ لے رہی تھیں، تب تھوڑی سی تبدیلی ہوئی اور مجھے وہ مسکراتے ہونٹ نظر آئے۔ میں زیادہ تجسس پیدا کرنے کی کوشش نہیں کر رہا۔ یہ چہرہ

شیروک کا ہی تھا جو مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ایک مشروب میں اسٹرا ہلا رہی تھی۔ مجھ پر سحر طاری ہو چکا تھا، میں اسے دیکھتا رہا اور وہ مجھے دیکھتی رہی۔ اچانک مجھے یوں لگا جیسے کوئی آواز مجھ سے کہہ رہی ہو کہ اگر میں اس کی میز پر آنا چاہوں تو آ جاؤں اور آپ لوگ یقین کریں کہ میں مشینی انداز میں کھڑا ہوا۔

اس طرح اٹھنے یا اس کے پاس جانے میں میری قوت ارادی کو کوئی دخل نہیں تھا' بس میرے قدم اس کی جانب بڑھے اور میں اس کی میز کے قریب پہنچ گیا۔

''بیٹھیے مسٹر کرسٹوفر!'' اس کی آواز ابھری اور اچانک ہی جیسے مجھے ہوش آ گیا۔

میں نے متوحش نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بے اختیار کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ میرے اوپر ایک بوکھلاہٹ سی سوار تھی۔ میں نے کہا۔ ''معافی چاہتا ہوں میڈم! بس بے اختیار سا ہو کر یہاں تک آ گیا اور آپ کی اجازت لئے بغیر بیٹھ گیا۔''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں نے خود آپ کو یہاں آنے اور اپنے سامنے بیٹھنے کی دعوت دی ہے۔''

''اوہ! بے حد شکریہ...... مجھے یوں لگا جیسے آپ نے مجھے میرے نام سے پکارا ہو۔''

''ہاں مسٹر جان کرسٹوفر! میں نے آپ کو آپ کے نام ہی سے پکارا ہے، اچھے اب یہ بتائیے آپ کے لئے کیا منگواؤں؟'' اس نے انتہائی خوش اخلاقی سے کہا۔

''میں ایک مشروب لے رہا تھا۔''

''جو کچھ آپ کر رہے تھے یا کرتے رہے ہیں، اسے بھول جائیے، میں آپ کے لئے کچھ منگواتی ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے ویٹر کو اشارہ کیا اور ایک آرڈر دے دیا۔ میں نروس ہو رہا تھا لیکن اس کے سامنے بیٹھ کر مجھے کچھ اچھا بھی لگ رہا تھا۔

''آپ کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتی، کیا آپ اپنا داہنا ہاتھ میز پر پھیلائیں گے؟''

اس نے کہا اور میں نے اپنا داہنا ہاتھ سیدھا کر کے اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اسٹرا نکال کر میرے ہاتھ کی لکیروں پر پھیرنے لگی جیسے لکیروں کا جائزہ لے رہی ہو۔

مشروب کی کچھ بوندیں میرے ہاتھ پر لگ گئی تھیں لیکن مجھے برا نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی۔ ''بہترین زندگی گزاری ہے آپ نے، دولت بھی کافی ہے آپ کے پاس، مہم جوئی آپ کی فطرت کا حصہ ہے اور مجھے آپ کی یہی بات پسند ہے۔''

میں خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا، جو مجھے بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ وہ میرے ہاتھ پر جھکی ہوئی تھی۔ اس نے نظریں جھکائے جھکائے کہا۔ ''کیا تم مجھ سے شادی کرو گے؟'' میرے ذہن کو جھٹکا

لگا۔ ایسے سوال کی مجھے ہرگز توقع نہ تھی۔ اب وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ دوبارہ بولی۔ "تمہارا ذہن آزاد ہے، تم سوچ سمجھ سکتے ہو، میں تمہیں دولت کے بستر پر سلا دوں گی، مجھ سے تعاون کرو گے تو کبھی مشکل میں نہیں پڑو گے۔" یقین کرو میرے دوستو! اس کے ان الفاظ کے ساتھ مجھے یوں لگا جیسے میرا دماغ کسی وزن سے آزاد ہو گیا ہو، میں نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

بمشکل تمام میں نے کہا۔ "خاتون......! آپ کون ہیں اور کیا آپ نے مجھ سے کچھ کہا ہے؟"

"وہی جو تم نے سنا ہے اور جس پر تم حیران ہو۔"

"کیا تم مجھ سے شادی کرو گے اور حیران نہ ہو میں آج یہاں صرف تمہارے لئے آئی ہوں، میرے علم نے مجھے تمہاری شناخت کرائی ہے اور مجھے بتایا ہے کہ میرے مقصد کی تکمیل میں تم میرے مددگار ثابت ہو سکتے ہو۔"

"آہ......! میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"میں سمجھاتی ہوں، میرا نام شیروک ہے، میری عمر......مگر چھوڑو، اصل چیز عمر نہیں ہوتی، دل ہوتا ہے، میری زندگی کا ایک مقصد ہے اور مجھے اس کی تکمیل کرنی ہے، اس میں تم میرے معاون ہو سکتے ہو، مجھے پراسرار علوم سے دلچسپی ہے، تھوڑا سا جادو بھی جانتی ہوں اور مزید جادو سیکھ رہی ہوں، میرا استاد اسپین میں رہتا ہے اور اکثر مجھ سے ملتا رہتا ہے۔ اس نے میری رہنمائی تمہاری طرف کی ہے، اس سے زیادہ سچی باتیں اور کوئی تمہیں نہیں بتا سکتا۔"

"کیا تم اسپینش ہو......؟" میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایں......لیکن......مگر کہہ سکتے ہو، کیوں تم نے ایسا کیوں سوچا؟"

"تمہارے چہرے سے یہی ظاہر ہوتا ہے خاص طور سے تمہاری آنکھیں سپین کے رہنے والوں جیسی ہیں۔"

"لوگ یہی سمجھتے ہیں مگر یہ بات قابل غور نہیں ہے، میں نے تم سے جو سوال کیا، اس کا جواب دو۔"

"یہ سب اتنی جلد بازی میں نہیں ہوتا، مجھے سوچنے کا وقت چاہئے۔"

"جو کام ضروری ہوتا ہے، اس پر سوچا نہیں جاتا، بس اسے کر لیا جاتا ہے اور یہ کام تو کرنا ہی ہے کیونکہ ضروری ہے۔" اور دوستو! ضروری کام ہو گیا۔ ہماری شادی ہو گئی، مجھے اس وقت پتہ چلا جب میلینا نے مجھ سے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "آپ نے میرا اعتماد چکنا چور کر دیا ڈیڈی! میں آپ کی خوشی سے بھلا منحرف ہو سکتی تھی، آپ نے مجھے اپنی شادی میں بھی شریک نہیں کیا؟" اس کے

الفاظ پر میں ششدر رہ گیا۔

"شش شادی......!" پہلے تو میرے منہ سے حیرانی سے نکلا پھر کچھ دھندلے دھندلے سے نقوش میرے ذہن کے پردے پر ابھر آئے۔ مجھے یوں لگا جیسے واقعی شیروک سے میری باقاعدہ شادی ہوئی ہو، چرچ، پادری، میرے دوست، دلہن کے لباس میں شیروک......! یہ سب کچھ ہوا تھا۔ میلینا اس پروگرام میں بالکل شریک نہیں تھی۔ سب کچھ خواب جیسا تھا۔ مکمل تصدیق اس وقت ہو گئی جب میں نے اپنے بیڈروم سے شیروک کو باہر نکلتے دیکھا۔

* * *

وہ شب خوابی کا لباس پہنے ہوئے تھی اور چہرے سے یوں نظر آ رہا تھا جیسے وہ اردگرد کے ماحول سے بالکل مطمئن ہو۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی اور بڑے محبت بھرے انداز میں میرے بازو میں ہاتھ ڈالتی ہوئی بولی۔ ”کہاں گھوم رہے ہو ڈارلنگ، مجھے بھوک لگ رہی ہے، ناشتے کے کمرے میں آ جاؤ۔“ یہ کہہ کر وہ میرا بازو پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی اندر لے گئی۔ میں نے کچھ فاصلے پر میلینا کو دیکھا جس کی آنکھوں میں نفرت کے آثار تھے، ناشتے پر وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ میلینا شیروک سے ناخوش ہے، بہرحال میں عجیب سی الجھن کا شکار ہو گیا تھا لیکن شیروک کی یہاں آمد مجھے ناگوار نہیں گزری تھی۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو میرے لئے ناپسندیدہ ہوتی۔ کوئی ایک یا ڈیڑھ ہفتے کے بعد ایک دن میلینا مجھے اس طرح مل گئی کہ شیروک آس پاس موجود نہیں تھی۔

”میلینا مجھ سے بات کرنا پسند کرو گی۔ کتنے دن ہو گئے تم نے مجھ سے بات نہیں کی۔“

”جی ڈیڈی، آپ خوش ہیں نا؟“

”میں خوش ہوں یا نہیں میلینا، لیکن تم مجھے خوش نظر نہیں آتیں، مجھے بتاؤ تمہیں کیا تکلیف ہے؟“

”ڈیڈی آپ نے مجھے جس طرح نظر انداز کر دیا ہے۔ ظاہر ہے میں برداشت نہیں کر سکتی، لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ مجھے کوئی حق نہیں ہے کہ میں آپ سے کوئی شکایت کروں، شادی آپ کا حق تھا آپ نے کر لی، مگر آپ نے مجھے نظر انداز کیا ڈیڈی، مجھے اس بات کا دکھ ہے۔“

”سوری میلینا، بس یوں سمجھ لو کہ میں ابھی تم سے کسی بات کی وضاحت کرنے کے قابل نہیں ہوں۔“

”میں جانتی ہوں کہ چھپ کر کسی کی باتیں سننا قابل نفرت عمل ہے، آپ لوگ یقین کیجئے کہ میں اتفاقیہ طور پر ادھر نکل آئی تھی۔ مجھے آپ کے اور میلینا کے درمیان ہونے والی گفتگو پوری طرح سمجھ میں آ گئی ہے۔ میں اس وقت میلینا سے کچھ کہنا چاہتی ہوں، ڈیئر میلینا! میں نہیں جانتی کہ تمہیں

مجھ سے نفرت کیوں ہے، البتہ یہ تمہیں ضرور بتانا چاہتی ہوں کہ اپنے کام سے کام رکھو۔ تمہیں جو بھی ضرورت ہو بے شک اپنے ڈیڈ سے کہو، میں تمہاری ضرورتوں کا راستہ کبھی نہیں روکوں گی، لیکن اگر تم نے میرے خلاف کوئی عمل کرنے کی کوشش کی تو پھر مجھے اپنے عہد پر قائم رہنا مشکل ہو جائے گا۔“ اچانک شیروک نے اندر آ کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم نے ڈیڈی پر اس طرح قبضہ جمایا ہے کہ شاید ان کے کانوں تک میری آواز بھی نہ پہنچے۔“ میلینا اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے بعد میلینا نے کبھی اس کی طرف، نہ میری طرف رخ کیا۔ وہ نہ مجھ سے بات کرتی ہے اور نہ شیروک سے۔ اس نے اپنی دنیا الگ ہی بسا رکھی ہے، جبکہ اس سے پہلے ہم دونوں باپ بیٹی کے درمیان بڑی انڈرسٹینڈنگ تھی، مگر اب وہ مجھ سے بات کرتے ہوئے بھی کتراتی ہے، یوں ہماری زندگی چل رہی ہے۔“

”لیکن جان کرسٹوفر تمہاری صحت کو کیا ہوا؟“

”ہاں یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تم یقین کرو اندر سے مجھے کبھی کوئی کمی نہیں محسوس ہوئی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن میرا وزن روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے اور میں بہت سی جگہوں پر خود کو بے بس محسوس کرنے لگا ہوں۔“

بھگت رائے نے مہابیر جگت چوہان کو دیکھا اور بولا۔ ”بڑی عجیب سی کہانی ہے۔ جان کرسٹوفر ہمارا بہت ہی اچھا دوست ہے لیکن اس کی بیوی کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے ذرا جھجک محسوس ہوتی ہے کہ کہیں جان کرسٹوفر ہماری بات کا برا نہ مانے۔“

”نہیں میرے دوستو! جب ہندوستان آنے کی بات ہوئی تو وہ جیسے ایک دم چونک سی پڑی۔ اس نے کہا کہ وہ ہندوستان جائے گی، وہ ہندوستانی روایات سے بہت متاثر ہے اور تیج تیواڑی کے میلے کو دیکھنا چاہتی ہے۔ عموماً یہی ہوتا ہے کہ میں اس کے کسی فیصلے سے انکار نہیں کر سکتا، بس دل چاہے نہ چاہے لیکن وہی عمل شروع ہو جاتا ہے جس کی وہ خواہش مند ہوتی ہے۔ میلینا کو ساتھ لانے میں بھی اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔“

”میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ خوں آشام تو نہیں ہے، یعنی ڈریکولا ٹائپ کی کوئی چیز۔“

راج بھگت رائے نے باقاعدہ جان کرسٹوفر کے قریب آ کر اس کی گردن پر دانتوں کے نشانات تلاش کئے لیکن ایسا کوئی نشان اس کی گردن پر موجود نہیں تھا۔

وہ اپنا کام کر کے گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ”نہیں ایسا کوئی نشان نہیں ہے اور میں نے یہ کام صرف مذاق میں نہیں کیا۔ مجھے شبہ ہے کہ ایک ایسی عورت جو عجیب و غریب شکل اور عجیب و غریب

صفات کی مالک ہے، کچھ بھی ہوسکتی ہے، لیکن کوئی ایسا نشان نہیں ہے۔"
"تم نے جس جگہ نشانات تلاش کئے وہاں واقعی کوئی نشان نہیں ہے لیکن ذرا میرے بازوؤں کو
دیکھو۔" یہ کہہ کر جان فرسٹوفر نے اپنی قمیص اتار دی۔ اس کے بازوؤں پر کندھوں سے کوئی چھ انچ کے
فاصلے پر لاتعداد باریک باریک سرخ نشانات پھیلے ہوئے تھے۔ یہ نشانات دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے۔
"یہ کیا ہے؟"
"یقیناً کسی چیز کے چبھنے کے نشانات اور اکثر ان نشانات کے کناروں پر میں نے خون کی
پڑیاں سی محسوس کی ہیں، جیسے ان سوراخوں سے خون نکلا ہو۔"
بھگت رائے اور مہابیر جگت چوہان نے کافی دیر تک ان نشانات کا جائزہ لیا۔ یوں لگ رہا تھا
جیسے کندھوں پر سوئیاں چبھوئی جاتی ہوں اور ان کی وجہ سے خون کی بوندیں باہر نکل آتی ہوں۔ اب
ان خون کی بوندوں کا کیا معرف ہوتا ہے کیا انہیں چاٹا جاتا ہے۔"
"یار تم لوگ مجھے ڈرا کیوں رہے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ڈریکولا نہیں ہے، یہ الگ بات ہے
کہ یہ اس کا کوئی جادوئی عمل ہو۔ یعنی اس طرح میرے بازوؤں پر سوئیاں چبھو کر ان سے خون کی
بوندیں حاصل کی جاتی ہوں اور ان کا کوئی معرف ہو۔"
"کیا تم نے کبھی ہوش وحواس کے عالم میں ایسی کوئی بات محسوس کی ہے۔"
"بالکل نہیں، لیکن اگر تم میری کمزوری کو ان نشانات سے منسلک کرو گے تو میں تردید نہیں
کروں گا۔"
کافی دیر تک یہ دونوں جان کرسٹوفر سے بات کرتے رہے تھے اور وہ اس عورت کی
پراسراریت کے قائل ہوگئے تھے۔ بلکہ مہابیر جگت چوہان نے کہا تھا۔
"یار ایک بات بتاؤ، کیا یہ یہاں ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے؟"
کرسٹوفر نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، پھر اچانک ہی بھگت رائے نے پوچھا۔ "اچھا
ایک بات بتاؤ۔ اس نے اپنے کسی اپینی جادوگر استاد کا تذکرہ کیا تھا۔ کیا تم نے ایسے کسی شخص کو
دیکھا۔"
"میں تمہیں بتانے ہی والا تھا۔ میں نے کبھی ایسے کسی شخص کو نہیں دیکھا، لیکن بارہا مجھے شیرو ک
کے کمرے سے کسی مرد کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ شیروک کی آواز بھی اس میں شامل ہوتی
تھی۔ وہ الفاظ آج تک میری سمجھ میں نہیں آئے، پتہ نہیں کیا زبان استعمال کرتے ہیں یہ لوگ شاید
اسپینش جو مجھے نہیں آتی۔ لیکن وہ نادیدہ وجود آج تک میری نگاہوں میں نہیں آیا۔"
مہابیر جگت چوہان نے پریشان لہجے میں کہا۔

"یار ڈر لگنے لگا ہے، بہتر یہی ہے کہ میڈم وہیں خیمے میں رہیں۔"
جان کرسٹوفر نے افسوس بھری نگاہوں سے مہابیر کو دیکھا، پھر بولا۔
"تمہارا سوچنا بجا ہے، لیکن میرے دوست میں اس کے ایما پر یہاں آیا ہوں۔ تمہارے ذہن
میں اگر اسے یہاں سے بھگانے کی کوئی ترکیب ہو تو یقین کرو، جب تم اس ترکیب کا استعمال کرو گے
تو میں ذرہ برابر اس بات کا برا نہیں مانوں گا۔ میں خود بھی اسے کسی ایسی جگہ نہیں رکھنا چاہتا جہاں کسی
کے لئے کوئی خطرہ ہو۔"
"مگر اس کا انداز گفتگو تو بڑا ہی دلکش اور دلنشیں ہے، بلکہ میری مسز تو خاص طور پر اس کی
تعریف کر رہی تھیں کہ بہت ہی نرم خو عورت ہے۔" مہابیر نے کہا اور وہ لوگ پرخیال انداز میں گردن
ہلانے لگے۔
اس کے بعد کسی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا، لیکن یہ تفصیل بڑی عجیب تھی۔ ان لوگوں کو جان کر
سٹوفر سے ہمدردی ہوگئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک ہلکا سا خوف کا احساس بھی دل میں بیدار ہوگیا
تھا۔
ایک دن مہابیر جگت چوہان نے اپنی بیوی اور بیٹی سمیتا سے پوچھا۔ "ہمارے نئے مہمان تم
لوگوں کو کیسے لگے؟"
"ڈیڈی! میلینا سے تو دو بار پہلے بھی ملاقات ہو چکی ہے، اس کے اندر بہت زیادہ تبدیلی ہوگئی
ہے۔ اب وہ کافی بجھی بجھی سی رہتی ہے۔"
"تم نے اس کی وجہ نہیں پوچھی۔" جگت چوہان نے بیٹی سے سوال کیا۔
"نہیں! ابھی تک موقع بھی نہیں ملا۔"
"میں نے کہا نا پتا جی ابھی مجھے اس سے بات کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔"
"اصل میں، میں چاہتا ہوں کہ میلینا سے اس کی سوتیلی ماں سے متعلق معلومات حاصل کی
جائیں۔ وہ بہت عجیب سی عورت لگی ہے مجھے۔"
"حالانکہ بڑی اچھی طرح بات کرتی ہے اور اس کے لہجے میں ایسی میٹھا اور ایسا پیار ہوتا ہے کہ
من اس میں الجھ جائے، پر وہ تو یہاں رکی بھی نہیں۔"
"واپس آجائے گی، اصل میں ان غیر ملکیوں کو ہمارے ہاں کے میلوں ٹھیلوں سے بہت زیادہ
دلچسپی ہوتی ہے، وہ اسی میں مگن ہے، تیج تیواڑی کا میلہ دو تین دن میں ختم ہو جائے گا تو وہ واپس آ
جائے گی۔ ویسے سمیتا میں چاہتا ہوں تم میلینا سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔"
"میں کوشش کرتی ہوں، پتا جی۔"

اور پھر موقع ملتے ہی سمیتا نے میلینا کو جالیا۔ وہ بولی۔ "حالانکہ ہم اجنبی نہیں ہیں میلینا، لیکن معاف کرنا اس بار میں محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارے اندر ایک اجنبیت سی ہے، کیا تم یہاں آ کر خوش نہیں ہو یا ہم سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔"

"ارے نہیں ڈیئر سمیتا، تم لوگ تو اتنے سوئٹ ہو کہ دل چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ ایک لمبا عرصہ گزارا جائے۔ ویسے میں تمہیں بتاؤں میرا خیال ہے، ایک مہم تیار ہو رہی ہے۔ لازمی بات ہے کہ ڈیڈی مجھے اس مہم میں شریک رکھیں گے۔ سمیتا...... پہلے بھی ہم دو بار مہمات میں حصہ لے چکے ہیں، تمہیں یاد ہے پچھلی......"

"ہاں مجھے یاد ہے، مگر یہ بھی یاد ہے کہ پچھلی بار تمہارا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا تھا، بلکہ بعد میں تمہاری طرف سے بات چیت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔"

"سوری اس کی کچھ وجوہات تھیں جو میں تمہیں بعد میں بتا دوں گی۔"

"مجھ سے میرے پتا جی نے کسی مہم کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں کیا۔"

"شاید انکل جگت چوہان کو بھی ابھی اس مہم کے بارے میں نہیں ضرور جگت انکل سے بات کریں گے۔"

"کیا انکل کرسٹوفر نے تمہیں اس بارے میں کچھ بتایا ہے؟"

"نہیں، میں دراصل میڈم شیروک کی کچھ باتوں سے یہ اندازہ لگا سکی ہوں۔"

"کیا وہ انکل جان کرسٹوفر سے اس بارے میں کچھ کہہ رہی تھیں۔" سمیتا نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"انکل جان کرسٹوفر سے نہیں، بلکہ ایک دن وہ ٹیلیفون پر کچھ لوگوں سے بات کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ ہمالیہ کی ترائیوں میں بے شمار پراسرار واقعات بکھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ لوگ تیار رہیں، انہیں معمول کے مطابق میڈم شیروک کے ساتھ جانا ہوگا۔"

"میڈم شیروک، تو کیا تم آنٹی شیروک کو ماما وغیرہ نہیں کہتیں؟"

میلینا کے چہرے پر نفرت کے آثار پھیل گئے۔ "ڈیڈی اگر میری گردن پر چھری بھی پھیر دیں، تب بھی میں اس ڈائن کو ماما نہیں کہوں گی۔"

"ڈ......ڈ......ڈائن......"

"تم نے اسے غور سے نہیں دیکھا وہ جادوگرنی ہے اور اس نے ڈیڈی پر جادو کر کے اپنے قبضے میں کیا ہے، یہ بات میں زندگی بھر نہیں بھول سکتی۔"

"تم نے میرے اندر بڑا تجسس جگا دیا ہے میلینا، براہ کرم مجھے اپنا دوست سمجھو، اور تھوڑا سا

مجھے اس بارے میں بتاؤ۔"

میلینا کے چہرے سے یوں لگا جیسے وہ خود بھی اپنے دل کا راز کھولنا چاہتی ہو اور اس کے اندر سارا غبار بھرا ہوا ہو۔ کچھ لمحے وہ خاموش رہی پھر بولی۔ "ممی کی موت کے بعد میں اور ڈیڈی گہرے دوست بن گئے تھے۔ اتنے گہرے دوست کہ ڈیڈی میرے بغیر ایک لمحہ رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہم ہر جگہ ساتھ ہوا کرتے تھے، ایسے بہت کم مواقع آئے جب میں اور ڈیڈی الگ رہے۔ البتہ ایسے ہی ایک موقع پر مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے ڈیڈی کو اکیلا چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی، ڈیڈی اپنے کاروباری امور کے لئے باہر بھی رہتے تھے۔ ایک رات جبکہ میں اپنے ایک پروگرام میں شریک تھی اور ڈیڈی کلب گئے ہوئے تھے۔ وہاں سے واپسی کے بعد صورتحال ایک دم بدل گئی۔ شیروک نے ہمارے ہاں آنا جانا شروع کر دیا اور ایک دن ڈیڈی نے مجھے بتایا کہ انہوں نے اس سے شادی کر لی ہے، لیکن تم یقین کرو مجھے یوں لگا تھا جیسے ڈیڈی کو خود بھی اس شادی کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔"

"کیا مطلب، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ایسا ہی ہوا تھا ڈیئر، میں تمہیں بتا چکی ہوں وہ جادوگرنی ہے اور اکثر میں نے اسے پراسرار کاموں میں مصروف دیکھا ہے۔ وہ طرح طرح کے عمل کرتی رہتی ہے۔ ویسے بھی تم نے دیکھا ہوگا کہ اس کی آنکھوں میں سحر ہے۔"

سمیتا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بولی۔ "تمہارے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہے؟"

"بس ایک بار اس نے مجھے دیکھ کر کہا تھا کہ میلینا خبردار میرے بارے میں کسی غلط انداز میں مت سوچنا۔ مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے، تم جان کرسٹوفر کی بیٹی ہو، بیٹی رہو۔ کبھی میرا راستہ روکنے کی کوشش مت کرنا۔ میں ابھی تمہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ جتنا چاہو خرچ کرو، جہاں چاہو جاؤ۔ گھومو پھرو، لیکن میری ٹوہ میں مت رہنا۔ ورنہ میرے گرد پھیلی ہوئی پراسرار قوتیں تمہیں کوئی نقصان پہنچا دیں تو مجھ سے کوئی شکایت مت کرنا۔

تم یقین کرو سمیتا اس دن سے میں ڈر گئی ہوں، میرے دل میں اس کے لئے بے پناہ نفرت ہے کیونکہ میں یہ بات جانتی ہوں کہ ڈیڈی اس کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ وہ اس سے محبت بالکل نہیں کرتے بلکہ حیران رہتے ہیں کہ وہ کون ہے اور کس طرح ان کی زندگی میں شامل ہو گئی ہے۔"

"کیا کبھی انہوں نے اس کا کوئی تذکرہ کیا ہے تم سے؟"

"ہاں۔ دبے دبے الفاظ میں۔" میلینا نے جواب دیا۔

سمیتا نے پوری تفصیل جگت چوہان کو بتا دی اور جگت چوہان نے بھگت رائے کو۔ تب بھگت رائے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تو کیا تم بھی ڈر گئے مہاشے......؟''

''کیا مطلب......؟'' جگت نے کہا۔

''میرے لئے تو یہ بڑی خوشخبری ہے کہ جان کرسٹوفر کسی بھی وجہ سے سہی، کسی مہم کی تیاری کر رہا ہے۔ ہم کتنے عرصہ سے بیکار بیٹھے ہیں، اگر ایسی کوئی دلچسپ صورت پیدا ہو رہی ہے تو یہ خوشی کی خبر ہے۔ خاص طور سے اس لئے کہ اس بار ایک پراسرار کردار بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔''

''واقعی یہ تو ہے، میں نے اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔''

''میں تو اس پوری سچویشن سے لطف لے رہا ہوں۔ مزہ آئے گا یار اور پھر ایک نہیں دو دو انوکھے کردار ہمارے ساتھ ہوں گے۔ شیروک اور سالار، سالار بھی اس مہم میں ہمارے لئے دلچسپیاں مہیا کرے گا۔ تم نے کچھ باتوں پر غور نہیں کیا۔ اب میں خان مراد کی پراسرار موت پر غور کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے، جیسے اس کی وجہ سالار خان بھی ہو سکتا ہے۔ آخر وہ کون ہے اور وہ پراسرار شخص کون تھا جو اسے لے کر خان مراد کے پاس آیا تھا۔''

''خیر یہاں ایک نکتہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ خان مراد نے تو اسے پالا تھا۔ اس دوران وہ کیوں نہ مر گیا۔''

''یہ بھی غور طلب بات ہے۔'' بھگت رائے نے کہا۔ پھر انہیں ایک اور خبر ملی جو جگت چوہان کے دو خاص آدمی لائے تھے۔

''مہاراج ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم آپ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کریں۔''

''کیا بات ہے پربھودیو۔''

''بھگت مہاراج کے ساتھ جو مہمان آئے ہیں، وہ جنہوں نے نالہ عبور کر کے سب کو حیران کر دیا تھا، اب دن رات مانڈا گری کے رہنے والوں کو حیران کر رہے ہیں۔''

''کیا مطلب ہے؟'' جگت نے پوچھا۔

''دن میں انہیں جب بھی موقع ملتا ہے وہ نالے میں کود جاتے ہیں۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ دور دور تک۔ اس نالے کو عبور کرتے ہیں، نہ صرف عبور کرتے ہیں بلکہ اس کے بیچوں بیچ رک کر اس میں نہاتے بھی ہیں۔ انہوں نے تو اس کے خوفناک بہاؤ کی مٹی پلید کر دی ہے۔ اب مانڈا گری کے بہت سے جوان بھی نالے میں اترنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے جو واقعہ ہوا ہے وہ بڑا خطرناک ہے، مہاراج۔''

''کیا ہوا ہے؟'' جگت نے چونک کر پوچھا۔

''مہمان نے خطرناک نالے کا کھیل اتنا عام بنا دیا ہے کہ پہلے جو دور سے آنے والے نالے [illegible] سن کر سہم جاتے تھے، اب وہ نالے کے بالکل کنارے پر پہنچ گئے ہیں اور بڑے معمولی سے [illegible] میں مہمان کو نالہ عبور کرتے دیکھتے ہیں۔ مانڈا گری کے جوان کہتے ہیں کہ وہ کسی سے کم تو نہیں [illegible] انہوں نے اس نالے کے بہاؤ سے خوفزدہ ہونا شروع کر دیا ہے۔ باہر کا ایک جوان، جب [illegible] میں کودا تو پانی کی لہروں نے اسے تنکے کی طرح اچھال کر اپنے بہاؤ میں لپیٹ لیا، وہ تو مہمان [illegible] موجود تھا۔ وہ تیزی سے بہاؤ پر بہتا ہوا اس جوان کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اسے پکڑ لیا اور [illegible] باہر نکال لایا۔ اس طرح جوان کی جان بچ گئی، ورنہ وہ مرنے والا اٹھارہواں جوان ہوتا۔ مہاراج ایک بات ہم بتائے دیتے ہیں کہ مہمان جو کچھ کر رہے ہیں، اس کے نتیجے میں پہلے تو سال [illegible] میں ایک آدھ ہی جان جاتی تھی، اب بڑے لوگ مرنے والے ہیں۔ وہ مہمان سے پوچھ [illegible] آخر وہ اتنی آسانی سے نالہ عبور کیسے کر لیتے ہیں۔''

''مائی گاڈ، مائی گاڈ۔'' جگت چوہان نے کہا پھر بھگت رائے سے مخاطب ہو کر بولا۔ ''بھگت رائے اسے یہیں حویلی میں بلالو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک شاندار جوان ہے، لیکن یہ لوگ بھی سچ کہتے ہیں، نوجوانوں کو غیرت آئے گی تو وہ جان دینے پر تل جائیں گے۔ وہ لڑکا تو پتہ نہیں کیا شے ہے، لیکن علاقے کے بہت سے لوگ مارے جائیں گے۔''

''نہیں، میں اس کو یہاں بلالیتا ہوں۔''

بھگت رائے کا پیغام ملتے ہی سالار حویلی پہنچ گیا تھا۔ بھگت رائے نے اس سے کہا۔ ''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تم یہیں حویلی میں رہو گے۔ اس لئے کہ تم ہماری اجازت کے بغیر نالے کو بار بار عبور کر رہے ہو۔''

''معافی چاہتا ہوں بھگت جی، بس مجھے وہ کھیل اچھا لگا تھا۔''

''تم باہر آرام کرو، تمہارے لئے یہیں قیام کا بندوبست کر دیا جائے گا۔'' بھگت رائے نے کہا اور اس نے پھر گردن جھکا دی۔ اسے حویلی میں ملازموں کا جو رہائشی علاقہ تھا وہاں اسے ایک جگہ رہنے کے لئے دے دی گئی اور یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ اجازت کے بغیر حویلی سے باہر نہ نکلے۔

پھر دوسرا واقعہ بھی ہو گیا۔ اچانک ہی شیروک حویلی واپس پہنچ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا۔ لیکن اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔

رات کو جب حویلی میں مکمل سناٹا طاری ہو گیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جان کرسٹوفر اس وقت جاگ رہا تھا۔

''کیا ہوا شیروک، خیر تو ہے تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟''

شیروک کے چہرے پر ایک پراسرار تاثر چھایا ہوا تھا۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ ''کرسٹوفر! یہاں میں نے ایک انوکھے وجود کو دیکھا ہے۔ اسے دیکھ کر میں دنگ رہ گئی ہوں۔ اگر میں تم سے یہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ میں اسی وجود کی تلاش میں نجانے کب سے دربدر ماری ماری پھر رہی ہوں۔ وہ مجھے یہاں نظر آیا لیکن اس سے پہلے کہ میں اس تک پہنچتی وہ میری نگاہوں سے گم ہو گیا ہے۔ اس وقت یہاں میلہ لگا ہوا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے کے لئے اپنا علم بھی استعمال کر سکتی تھی، لیکن اتنے لوگوں کے درمیان اس علم کا استعمال مشکل تھا۔ میں یہ سوچ کر آئی تھی کہ یہاں حویلی میں آنے کے بعد تم سے اس بارے میں مدد لوں گی اور کہوں گی کہ میرے ساتھ اس شخص کی تلاش میں مدد کرو، لیکن جب میں یہاں داخل ہوئی تو مجھے حویلی کے اندر اس کی خوشبو محسوس ہوئی اور اس کے بعد سے مسلسل میں اس کی خوشبو محسوس کرتی رہی ہوں۔ وہ اسی حویلی میں ہے اور میں اب اسے تلاش کرنا چاہتی ہوں۔''

''مگر وہ کون ہے......؟'' جان کرسٹوفر نے سوال کیا۔

شیروک اسے دیکھنے لگی، پھر اس نے عجیب سے انداز میں گردن جھٹکی اور بولی۔ ''لیکن میرا پیچھا نہیں کرو گے۔''

''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔''

''میں نے جو کہا ہے تم نے اسے سنا، تم میرا پیچھا نہیں کرو گے۔'' وہ بولی اور مسہری سے نیچے اتر کر دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ دروازے سے باہر نکلی، لیکن ظاہر ہے جان کرسٹوفر اس طرح اس کے اس عمل کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بھی بے آواز باہر نکل آیا۔ تب اس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ شیروک زمین سونگھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں کے بل چل رہی تھی اور اس وقت انتہائی بھیانک لگ رہی تھی۔ اس کے چلنے کا انداز بڑا غیر انسانی سا تھا۔ رک رک کر وہ زمین سونگھتی اور اس کے بعد سیدھی کھڑی ہو جاتی۔ پھر آگے بڑھ کر ادھر اُدھر دیکھتی اور اس کے بعد جھک کر زمین سونگھنے لگتی تھی۔

اس طرح وہ آگے بڑھتی ہوئی آخر کار اس جگہ پہنچ گئی جہاں ملازموں کی رہائش گاہ تھی۔ چھوٹے چھوٹے گھر بنے ہوئے تھے۔ یہاں خاص ملازم رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ اس جگہ رک گئی جہاں سالار کا قیام تھا۔ وہ دروازے کے پاس بیٹھ گئی اور پھر جھک کر زمین سونگھنے لگی۔ اس کے حلق سے خرخر کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ چند لمحات وہ زمین سونگھتی رہی اور اس کے بعد اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ اسی وقت اندر کچھ آہٹیں ہوئیں اور شیروک نے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ بالکل اتفاق سے

ایک ایسا چوڑا درخت یہاں سے کچھ فاصلے پر تھا جس کے پیچھے کوئی باسانی چھپ سکتا تھا۔

دروازہ کھول کر باہر نکلنے والا سالار ہی تھا۔ جب اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اس چوڑے درخت کی جانب بڑھا تو اچانک ہی شیروک اس طرح درخت پر چڑھنے لگی، جیسے کوئی گلہری اوپر چڑھتی ہے۔ اوپر چڑھنے کا یہ انداز بڑا عجیب تھا۔ اسے کسی بھی چیز پر گرفت نہیں قائم کرنی پڑ رہی تھی۔ بس وہ سیدھی اوپر جا رہی تھی اور کافی اوپر جانے کے بعد وہ ایک شاخ پر رک گئی۔ سالار نے درخت کے گرد چکر لگایا اور اس کے بعد تین چار منٹ تک وہاں کھڑا رہا اور آخر کار وہاں سے واپس چل پڑا اور کوارٹر میں داخل ہو کر اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

شیروک ایک دو منٹ وہیں انتظار کرتی رہی۔ کافی فاصلے پر کھڑا جان کرسٹوفر اس انوکھے کھیل کو دیکھ رہا تھا۔ پھر شیروک نیچے اتری اور اس کے بعد پھرتی سے دوڑتی ہوئی اندرونی حصے کی جانب چل پڑی، لیکن جان کرسٹوفر اس سے پہلے ہی چھلانگ لگا کر بیڈروم کے دروازے پر پہنچ چکا تھا اور جس وقت شیروک اندر داخل ہوئی تو وہ بستر پر لیٹا ہوا اس طرح گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے گہری نیند سو رہا ہو۔

شیروک ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ اپنا سانس درست کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کچھ لمحے کے بعد وہ آہستہ آہستہ سے بولی۔ ''اٹھ کر بیٹھ جاؤ، میں جانتی ہوں تم جاگ رہے ہو اور مجھے نہایت افسوس ہے کہ تم آج تک مجھ سے مخلص نہیں ہوئے، جبکہ میری ذات سے تمہیں اور نہ تمہاری بیٹی کو کوئی نقصان پہنچا، اب اگر تم نے اسی طرح سونے کی اداکاری جاری رکھی تو میرا خون کھول جائے گا۔''

جان کرسٹوفر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''وہ کون سی ترکیب ہوگی جس سے تمہیں مجھ پر کم از کم اس حد تک اعتماد پیدا ہو جائے کہ میری ذات کسی طور تمہارے لئے تکلیف دہ نہیں ہے، بلکہ یوں سمجھ لو کہ میں اپنی زندگی کا ایک عمل کر رہی ہوں اور اس کی تکمیل چاہتی ہوں اور اس میں تم میرے معاون بنو گے، چاہے اپنی مرضی سے یا مجبوری سے، کیا سمجھے۔''

جان کرسٹوفر شکست خوردہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، پھر اس نے کہا۔ ''سوری! میں انسان ہوں، میرے ذہن میں تجسس جاگنا فطری عمل تھا۔''

''ٹھیک ہے، میں سمجھتی ہوں، سنو میں نے تو تم سے کبھی کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کی، بس تم لی مجھ سے منحرف رہے ہو۔ چلو چھوڑو ان شکوے شکایت کو، میرا کام ہو رہا ہے اور تقدیر نے مجھے آخر کار شدید ترین جدوجہد کے بعد ایک اچھا موقع فراہم کر دیا ہے۔ میں نے جس شخص کا تم سے تذکرہ کیا تھا کہ وہ مجھے میلے میں نظر آیا تھا اور یہ وہی شخص ہے جس کی مجھے تلاش ہے اور جس پر مستقبل

میں مجھے شدید محنت کرنی ہے۔ پھر وہ گم ہو گیا لیکن یہ میری خوش بختی تھی کہ جب میں یہاں آئی تو مجھے اس کی خوشبو مل گئی۔ میرے اندر خوشبو سونگھنے کی صلاحیت ہے اور میں اس سے پتہ لگا لیتی ہوں کہ میرا مطلوبہ شخص اس وقت کہاں ہے۔ جان! وہ اسی کوارٹر میں ہے، وہ کون ہے؟ یہ تم مجھے بتاؤ گے۔ تم نے وہ کوارٹر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جہاں میں جا کر رکی تھی۔ درخت پر چڑھ کر اپنے آپ کو روپوش کرنا پڑا۔"

"ہوں...... تمہیں اس سے کیا دلچسپی ہے۔"

"وہ ایک ایسا پراسرار وجود جس کی کہانی مجھے معلوم کرنی ہے اور یوں سمجھ لو کہ یہ میری زندگی کا سب سے اہم مقصد ہے، اب تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

جان کرسٹوفر نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ "اس کا نام سالار ہے، وہ بھیری نامی ایک بستی میں رہتا ہے اور بھیری کے رئیس بھگت رائے کے ساتھ یہاں آیا ہے۔ اس نے جگت چوہان کے ایجاد کردہ ایک عجیب و غریب کھیل کو تماشا بنا کر رکھ دیا ہے۔"

جان کرسٹوفر نہایت احتیاط کے ساتھ شیروک کو تفصیل بتانے لگا، اس نے خان مراد یا سالار خان کے بارے میں کوئی بات نہیں بتائی تھی۔

"اس شخص سے تمہارے کیسے تعلقات ہیں جس کا نام بھگت رائے ہے۔ یعنی وہ جو کسی اور علاقے سے یہاں آیا ہے۔"

"کئی مہمات میں ہم لوگ ساتھ رہے ہیں۔"

"نہیں میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ نوجوان لڑکا، جس کا نام تم نے سالار بتایا ہے۔ وہ بھگت رائے کے پاس کب سے ہے اور وہ اس کے بارے میں کیا جانتا ہے؟"

"نہیں، میری بھگت رائے سے اتنی گہری دوستی نہیں ہے کہ میں اس کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کروں۔"

"میں ایک اور سوال کرنا چاہتی ہوں، تم بھگت رائے کے ساتھ پہلے بھی مہمات میں شریک رہے ہو؟"

"ہاں کئی بار۔"

"کیا ان مہمات میں وہ لڑکا اس کے ساتھ ہوتا تھا؟"

"کبھی نہیں، میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔" جان کرسٹوفر نے جواب دیا۔

"ہوں...... جان! تم یہ سمجھ لو کہ اگر تمہیں مجھ سے کبھی کوئی شکایت رہی بھی ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گی۔ میں تمہارے ساتھ اتنا تعاون کروں گی کہ تم خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے لیکن

ہمارے ایک منصوبے پر عمل کرنا ہے اور یہ عمل صرف تم ہی کر سکتے ہو جو انتہائی ضروری ہے۔"

جان سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ بولی۔ "میں تمہیں پوری تفصیل بتاتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ بہت دیر تک جان کرسٹوفر کو سرگوشیوں کے انداز میں کچھ بتاتی رہی۔ جان کرسٹوفر کے چہرے پر ...ان کے سے آثار تھے۔

"اور تمہیں یہ سب کچھ ضرور کرنا ہے؟" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"جان یہ سب بہت ضروری ہے، سمجھ لو یہ میری زندگی کا سب سے اہم مقصد ہے، کیا سمجھے؟"

"مجھے ایک بات کا جواب دو شیروک، کیا واقعی تم اسی نوجوان کی تلاش میں تھیں، اگر کوئی غلط فہمی ہوئی تو سارا کام بگڑ جائے گا؟"

"ہاں، میں اسی کی تلاش میں تھی اور تم اب وہی کرو گے جو میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہو، بلکہ انہیں کسی بھی طرح اس بات پر آمادہ کرو کہ یہاں سے وہ مہم کے لئے تیار ہو جائیں مگر سنو، یہ تو تم مجھے ایک دوبارہ بتا چکے ہو کہ ان دونوں کو بھی ہیروں اور دفینوں کی تلاش ہے، اچھا ٹھہرو تمہیں ایک منصوبہ دیتی ہوں، تمہیں اس پر کام کرنا ہوگا۔" شیروک نے کہا اور اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے سامان میں سے کچھ نکالنے لگی۔

اس نے سامان سے ایک چمڑے کی ڈائری نکالی اور اسکے ایک صفحے کو کھول کر جان کرسٹوفر کے سامنے بیٹھ گئی اور اسے کچھ سمجھاتی رہی۔ جان کرسٹوفر تھوڑی دیر تک تو اکتایا اکتایا سا رہا، لیکن شاید اس ڈائری میں کوئی چیز ایسی تھی جس نے آہستہ آہستہ اس کی دلچسپیوں کو جگا دیا اور اب اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

"سنو میری بات سنو، یہ تو بہت ہی دلچسپ بات ہے، ہماری مہماتی زندگی میں بھی بہت سے واقعات پیش آئے ہیں، لیکن یہ جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر یہ سچ ہے تو بہت دلچسپ ہے۔"

"اور تم ایک بات جانتے ہو کہ جب میں تمہیں اپنی زندگی کا ایک مقصد بتا رہی ہوں۔ تب تم خود سوچ سکتے ہو کہ میں تم سے سچ ہی بولوں گی۔"

جان کرسٹوفر پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔

✤ ✤ ✤

جان کرسٹوفر کا تعلق اس نسل سے تھا جو بہت سوچ سمجھ کر فیصلے کرتی ہے، ان لوگوں کو شیروک کی حقیقت بتانا بھی بہت ضروری تھا اور بیشک اس نے جو کچھ بتایا تھا اس میں سر مو جھوٹ نہیں تھا۔ وہ خود بھی شیروک سے غیر مطمئن تھا اور جانتا تھا کہ جگت چوہان اور بھگت رائے بھی اس کے لئے متجسس رہیں گے، اس لئے انہیں سب کچھ بتانا ضروری ہے۔ لیکن اس وقت شیروک نے بالکل مختلف رویہ

اختیار کیا تھا اور اسے ایک ایسا راز بتایا تھا جو جان کرسٹوفر کے لئے کافی دلچسپ اور منافع بخش تھا۔ کچھ پراسرار واقعات بھی ہوئے تھے جیسے سالار کی انوکھی شخصیت، جس کی مزید تصدیق شیروک نے کر دی تھی۔

سالار حقیقتاً ایک انوکھا وجود تھا، لیکن فوراً ہی شیروک کو اس کے بارے میں بتا کر بھی وہ ان لوگوں کا اعتماد نہیں کھونا چاہتا تھا اور نہ ہی اب وہ شیروک کے منصوبے کے بارے میں انہیں پوری سچائی سے سب کچھ بتانا چاہتا تھا۔ اس نے ایک درمیانی راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ دراصل آہستہ آہستہ سارے رازوں کا انکشاف چاہتا تھا۔ یہ تمام فیصلے اس نے رات بھر میں کئے تھے۔

بالآخر تیج تیواڑی کے میلے کا آخری دن آ گیا۔ اختتامی تقریبات ہوئیں، انعامات تقسیم کئے گئے۔ آتش بازی کے مظاہرے ہوئے۔ شیروک ہی نہیں میلینا نے بھی اس تقریب سے خوب لطف اٹھایا۔ سالار بھی ایک ہیرو کی حیثیت سے تقریب میں شریک تھا۔ بلکہ اس بار اس خونی نالے کو شکست ہوئی تھی اور سالار کو بڑے انعام سے نوازا گیا تھا۔ میلینا نے پہلی بار سالار کو دیکھا تھا اور اسے کچھ عجیب سا احساس ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہی تھی، پھر بالکل اتفاق سے اس کی نگاہ شیروک کی طرف اٹھ گئی تھی اور اس نے محسوس کیا تھا کہ شیروک کسی بھوکی بلی کی طرح اسے گھورے جا رہی تھی۔ میلینا کو اس کی یہ کیفیت بری لگی تھی، اس نے سمیتا کو اس طرف متوجہ کیا۔

"سمیتا اس جوان نے یہ بھیانک نالہ عبور کیا تھا۔ وہ واقعی انعام کا مستحق ہے۔"

"سالار ہے اس کا نام۔ چاچا بھگت رائے کے ساتھ کشمیر ہی سے آیا ہے۔"

"ارے واہ حویلی میں تو کبھی نہیں دیکھا۔"

"پہلے حویلی میں نہیں رہتا تھا، اب میں نے اسے نوکروں کے کوارٹر میں دیکھا ہے۔" سمیتا نے جواب دیا۔

"نوکروں کے کوارٹر میں کیوں؟"

"وہ بھگت رائے چاچا کا نوکر ہے۔"

"اوہ..... شکل وصورت سے تو وہ کسی ریاست کا راجکمار لگتا ہے۔"

بات ختم ہو گئی۔ وقت گزرتا رہا۔

تیسرے دن جان کرسٹوفر نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ "تم لوگوں نے شیروک پر کوئی خاص غور نہیں کیا۔"

"وہ تمہاری بیوی ہے کرسٹوفر، ہم اس رشتے سے صرف اس کا احترام کر سکتے ہیں۔" جگت چوہان نے کہا۔

"مگر میں تمہارا دوست ہوں۔"

"ہاں..... پھر؟"

"اور تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے کسی پراسرار عمل کے زیر تحت اس سے شادی کی ہے۔ تم نے اس کی [illegible] اور میرے شانوں پر وہ سوراخ بھی دیکھے ہیں جن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ کیا تمہیں مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے؟"

"جو کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو جان کرسٹوفر۔"

اس بار بھگت رائے نے کہا۔

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سلسلے میں؟"

جان کرسٹوفر گردن جھکا کر چند لمحے سوچتا رہا، پھر بھاری لہجے میں بولا۔ "یہاں آ کر اس نے مجھے ایک کہانی سنائی ہے اور پہلی بار اپنے بارے میں کچھ ایسی باتیں بتائی ہیں، جو ذہن سے نکلتی نہیں ایں، لیکن جس انداز میں اس نے پوری تفصیل بتائی ہے اس پر سوچنا بھی پڑ رہا ہے۔"

"کیا تم ہمیں وہ تفصیل بتا سکتے ہو؟"

"ہاں میرے دوستو، میں ایسا نہ کر پاتا، اگر وہ مجھے اس کی اجازت نہ دیتی، لیکن اس نے جانے کس جذبہ کے تحت مجھے یہ سب کچھ بتایا۔ یہاں آنے سے پہلے میں نے اسے تم لوگوں کے بارے میں بتا دیا تھا اور کہا تھا کہ میری تم سے ملاقات مہمات کے سلسلے میں ہی ہے، میں نے محسوس کیا کہ وہ یہاں آنے کے لئے بے چین ہو گئی تھیں اور پھر اس نے مجھے بتایا کہ وہ یہاں صرف ہندوستان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے نہیں آئی بلکہ اس کا اپنا ایک مقصد بھی تھا جو یہاں آ کر اسے پورا ہوتا نظر آ رہا ہے اور تم وہ واحد ہستیاں ہو جس کی اسے تلاش تھی۔ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ اگر میں بہت سی دولت اور بہت سے ہیرے حاصل کرنا چاہوں تو کیا اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جاؤں گا اور کیا میں اپنے مہم جو دوستوں کو بھی اس کے لئے تیار کر سکوں گا۔ وہ کہتی ہے کہ اگر تم دونوں بھی تیار ہو جاؤ۔ ایک شاندار ایڈونچر تمہارے لئے موجود ہے۔"

بھگت رائے اور جگت چوہان کی آنکھوں کی تیز روشنی بتاتی تھی کہ انہیں یہ گفتگو بڑی دلچسپ لگ رہی ہے، جگت چوہان نے پرہوس لہجے میں کہا۔ "بھگوان جانتا ہے کہ میں نے اپنے نوادرات میں سے کبھی ایک دمڑی کی کوئی چیز فروخت نہیں کی، بھگوان کی دیا سے مجھے اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی، لیکن ایسی چیزوں کا حصول میری اور بھگت رائے کی زبردست آرزو رہی ہے اور ہم نے کبھی کسی ایسے موقع کو نہیں چھوڑا جہاں ہمیں اس طرح کے ایڈونچر کا موقع مل سکے۔"

"مجھے اس بات کا اندازہ ہے اور اسی لئے میں نے شیروک سے کہا تھا کہ میرا خیال ہے میرے دوست اس کام کے لئے خوشدلی سے تیار ہو جائیں گے۔ وہ کہنے لگی کہ اگر وہ اس کام کے لئے تیار ہو جائیں تو اس مہم کا فوراً آغاز کیا جا سکتا ہے۔"

"ہمیں اس کے لئے جانا کہاں ہوگا؟"

"پھولا کھانچن سے ایک لمبا سفر طے کر کے اس کی ترائیوں میں ایک قبیلے تک، جس کا کوئی نام نہیں ہے۔"

"پھولا کھانچن، ہمالیہ کی وہ چوٹی ہے جو ابھی تک سر نہیں ہوئی۔"

"ہاں لیکن ہمیں چوٹیاں سر نہیں کرنی ہوں گی، ہمیں ہمالیہ کے دامن میں ہی سفر کرنا ہوگا، پھولا کھانچن کی چوٹی کے آس پاس۔"

"گڈ، اب ایک سوال جو بنیادی حیثیت رکھتا ہے وہ یہ کہ شیروک وہاں کیوں جانا چاہتی ہے؟"

"یہی تو سب سے دلچسپ بات ہے، بات اس نامعلوم قبیلے کی ہے جسے ہم اپنی مرضی سے کوئی بھی نام دے سکتے ہیں، لیکن اس قبیلے کا کوئی نام نہیں ہے، شیروک خود کو اسی قبیلے کا بتاتی ہے۔"

"اوہ...... ویری گڈ۔"

"اور وہ کہتی ہے کہ وہ اس قبیلے کی دیوی ہے۔"

"دیوی؟"

"ہاں...... قبیلہ اسے پوجتا ہے، بڑی عجیب وغریب اور دلچسپ کہانی سنائی ہے اس نے اس سلسلے میں۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کا باپ نسلاً منگول تھا، بہت بہادر بہت طاقتور اور بہت ہی جنگجو۔ کسی طرح وہ دریائے مستونگ میں بہتا ہوا اس قبیلے تک جا پہنچا تھا۔ وہاں اسے گرفتار کر لیا گیا اور قبیلے کے رسم و رواج کے مطابق جب ایک سوئمبر رچایا گیا تو قبیلے کی نئی شہزادی نے ور مالا اس کے گلے میں ڈال دی۔ اس طرح اس کی نہ صرف جان بچ گئی بلکہ وہ وہاں کی معزز ہستیوں میں شمار ہونے لگا۔ قبیلے کے عجیب وغریب رسوم و رواج ہیں۔ وہاں جادوگروں کا راج ہے اور جادوگر ہی سارے فیصلے کرتے ہیں۔ شیروک اس لڑکی کی اولاد ہے، جسے منگول قیدی کے ساتھ بیاہ دیا گیا تھا۔ شیروک جڑواں پیدا ہوئی، اس کی بہن کا نام شراکہ تھا۔ جادوگروں نے فیصلہ کیا کہ جڑواں لڑکیاں قبیلے پر نحوست لا سکتی ہیں اور انہیں اس وقت تک قبیلے کا حکمران نہیں بنایا جا سکتا، جب تک کہ ان میں سے ایک لڑکی کو قتل نہ کر دیا جائے۔ قرعہ اندازی ہوئی اور فیصلہ شیروک کے خلاف نکلا، جادوگروں نے اس کے قتل کے احکامات دے دیئے اور اسے کچھ لوگوں کے حوالے کر دیا اور کہا کہ وہ اسے جنگل میں لے جا کر قتل کر

دیں۔ شیروک کی ماں نے بڑا احتجاج کیا لیکن اس کی کوئی بات نہیں سنی گئی۔ ایک بچی وہیں رہ گئی اور شیروک کو وہ لوگ قتل کرنے لے گئے لیکن جو لوگ اسے قتل کرنے لے گئے تھے۔ ان کے دل میں اس بچی کو دیکھ کر رحم آ گیا اور وہ اسے لے کر دور دراز کی آبادیوں میں پہنچ گئے۔

انہوں نے ایک جگہ رہائش اختیار کی اور محنت مزدوری کر کے شیروک کو پروان چڑھانے لگے۔ ادھر شراکہ مستقبل کی ملکہ کی حیثیت سے پروان چڑھ رہی تھی، قبیلے والے شیروک کو بھول گئے تھے۔ پھر اچانک شراکہ کا انتقال ہو گیا۔ اور قبیلے والے پریشان ہو گئے۔ مگر جادوگروں نے اس کا حل تلاش کر لیا۔ انہوں نے ایک اور لڑکی منتخب کی اور عام لوگوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی کہ شراکہ مر چکی ہے۔ انہوں نے اس لڑکی کو شراکہ کا نام دیا اور مستقبل میں اسے قبیلے کی ملکہ بنانے کا فیصلہ کیا اور اب وہ نقلی لڑکی شراکہ بن کر اس قبیلے پر حکمرانی کر رہی ہے۔ یہ ہے شیروک کی کہانی۔"

وہ سب گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر بھگت رائے نے سوال کیا۔ "شیروک بچپن سے وہاں سے نکل گئی تھی، پھر اسے بعد کی کہانی کیسے معلوم ہوئی......؟"

"اپنے پراسرار علوم سے۔ تم خود دیکھ چکے ہو کہ وہ پراسرار علوم کی ماہر ہے اور یہ علوم اسے ورثے میں ملے ہیں یعنی اس کے خمیر میں شامل ہیں۔ اس نے اپنی ذات میں پوشیدہ ان علوم سے واقفیت حاصل کی اور انہیں آگے بڑھایا۔ اسی دوران اس کی اس حیثیت سے واقف ہو کر ایک اسپینش جادوگر اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس نے اسے اپنی شاگردی میں لے لیا۔ اس جادوگر نے پیش گوئی کی ہے کہ آخرکار شیروک اس قبیلے کی ملکہ بنے گی اور اب شیروک اپنے آبائی قبیلے میں جانے کا عزم رکھتی ہے۔ آپ لوگوں کی شخصیت سے واقف ہو کر وہ اس بات کی خواہشمند ہے کہ آپ ایک مہم ترتیب دیں اور اسے اس کے قبیلے تک لے جا کر اسے اس کا حق دلائیں۔"

"گویا جادوگروں سے جنگ کریں۔" جگت چوہان نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کہتی ہے اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ جونہی انہیں معلوم ہوگا کہ وہ شراکہ کی دوسری بہن شیروک ہے، وہ اسے سر پر بٹھا لیں گے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کے عوض وہ ہمیں دنیا کے قیمتی ہیروں کے انبار دے گی اور ہم دنیا بھر میں مقبول ہو جائیں گے۔"

"تم کیا کہتے ہو جان کرسٹوفر؟" بھگت رائے نے پوچھا۔

"پہلے میں اس سے بیزار تھا، لیکن اس داستان کو سن کر میری حس مہم جوئی جاگ اٹھی ہے۔ اب تم بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟"

"ہمیں سوچنے کا موقع دو۔"

"ضرور......"

تنہائی ملی تو جان کرسٹوفر نے شیروک کو صورتحال بتائی اور وہ مسکرانے لگی۔ "میرا علم کہتا ہے کہ وہ تیار ہو جائیں گے۔"

"لیکن شیروک کیا یہ کہانی سچی ہے جو تم نے ان تک پہنچائی ہے۔"

"نہیں۔" شیروک نے جواب دیا۔

* * *

جان کرسٹوفر جو جواب سننا چاہتا تھا، شیروک کا جواب اس سے بالکل مختلف تھا۔ وہ چونک پڑا اور اس نے حیران نگاہوں سے شیروک کو دیکھا۔

"مطلب یعنی وہ کہانی جو تم نے مجھے سنائی ہے۔"

"جان کرسٹوفر تم ایک ذہین انسان ہو، لیکن بعض اوقات تم ایسی احمقانہ باتیں کرنے لگتے ہو کہ میں الجھ جاتی ہوں۔ کرسٹوفر میں نے تمہارا انتخاب ایک اچھے ساتھی اور ایک طاقتور شخص کی حیثیت سے کیا ہے، تمہیں اپنے بارے میں یہ بھی نہیں معلوم کہ میں نے کتنی محنت کی ہے تم پر۔ تم مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ یہ کہانی سچ ہے یا جھوٹ، میری زندگی کے سب سے اہم مسئلے کو اگر تم ایک بار بھی جھوٹ کہو تو میرے لئے دکھ کی بات ہے۔"

جان کرسٹوفر حیران ہو رہا تھا۔ یہ عورت اس کے ساتھ بار بار چوہے بلی کا کھیل کھیل رہی ہے، شیروک کی آواز ابھری۔

"مجھے صرف یہ بتا دو کہ آج تک تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہے یا تمہاری بیٹی میلینا کو، حالانکہ تمہیں خود بھی اس بات کا اندازہ ہے کہ میلینا مجھ سے بے پناہ نفرت کرتی ہے۔ میں اگر چاہتی تو اپنے علم کے ذریعے تمہارے دل میں اس کے لئے نفرت ڈال کر اسے اپنے راستے سے ہٹا سکتی تھی۔ لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی میری ذات سے آئندہ بھی کبھی کسی کو کوئی تکلیف پہنچے گی۔"

"تم نے اتنی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی، یہ نہیں بتایا کہ یہ کہانی سچ ہے کہ نہیں۔"

"شٹ اپ، اب اس کے بعد مجھ سے یہ سوال مت کرنا۔" شیروک کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔

خاصی دیر تک وہ خاموش رہی، پھر بولی...... "اور تم مہم جوؤں کے لئے جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ دریائے مستونگ کے وہ ہیرے ہیں' جو ایک ایسی جگہ محفوظ ہیں کہ تیز پانی کا بہاؤ بھی انہیں وہاں سے باہر نہیں لے جا سکتا۔ میں تمہارے منہ ان ہیروں سے بھر دوں گی، کیا سمجھے۔"

جان کرسٹوفر کی رگ ظرافت بھڑک اٹھی۔ اس نے کہا...... "ارے تم نے ایسا کیا ڈارلنگ تو بھلا ہم میں سے کون زندہ بچے گا۔ ان میں سے ایک آدھ ہیرا ہمارے پیٹ میں بھی چلا جائے گا۔ اور

بس......"

"نہیں جان کرسٹوفر اس وقت مذاق کی بالکل گنجائش نہیں ہے، میری زندگی کی کہانی بہت عجیب ہے، بہت ہی عجیب۔ میں تمہیں کیا بتاؤں...... تم نے ان لوگوں کو کیا واقعات سنائے ہیں؟"

"میں نے انہیں وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو تم ان کے کانوں تک پہنچانا چاہتی تھیں۔"

ان کا ردعمل کیا ہے اور انہوں نے سوچنے کی گنجائش کیوں طلب کی ہے، حالانکہ انہیں اسی لمحے اپنی تیاری کا اظہار کر دینا چاہئے تھا۔"

وہ اس مہم جوئی کے لئے تیار ہو جائیں گے اور میرا خیال ہے بہت جلد وہ براہ راست تم سے رابطہ کریں گے۔ لیکن شیروک جو کہانی تم نے مجھے سنائی ہے وہ بہت عجیب ہے اور جہاں تک تم نے سالار کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی بڑی انوکھی بات ہے، آخر اس نوجوان لڑکے کا تمہاری زندگی کے ان واقعات سے کیا تعلق ہے؟"

اچانک ہی شیروک کی ناک کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے اور پھر اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور ان سرخ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جان کرسٹوفر نے اس کی اس کیفیت کو بھی پہلی بار دیکھا تھا، آج تک اس نے کبھی شیروک کو روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، اس کی گلوگیر آواز ابھری۔ "تم سالار کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔"

"تو سنو کرسٹوفر، وہ میری اولاد ہے، وہ میرا بیٹا ہے سمجھے میرا بیٹا ہے۔" شیروک یہ کہہ کر بری طرح سسکنے لگی۔

جان کرسٹوفر پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے، وہ تعجب سے شیروک کو دیکھ رہا تھا، شیروک جس طرح رو رہی تھی بلک رہی تھی، وہ مصنوعی نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ کیا کہانی ہے۔ یہ تو بالکل ہی انوکھی ہے' لیکن پتہ نہیں شیروک کو اس بات کا کوئی علم تھا کہ نہیں کہ دروازے کے باہر سالار دروازے سے کان لگائے یہ ساری باتیں سن رہا ہے۔

* * *

بھگت رائے اور جگت چوہان مہمات کے دیوانے تھے اور زندگی میں بہت کچھ کر چکے تھے، لیکن یہ چسکا ایسا ہوتا ہے کہ شاید موت تک نہیں چھوٹ سکتا۔ بس کوئی دلچسپ اور دلکش مہم ہاتھ آ جائے۔ جان کرسٹوفر نے جو کہانی سنائی تھی اس نے انہیں بری طرح متاثر کیا تھا اور جیسے ہی دونوں کو موقع ملا سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ دونوں کے چہروں پر شدید تجسس تھا، بھگت رائے نے مسکرا کر کہا۔ "اور مجھے اندازہ تھا کہ تم بھی اتنے ہی بے چین ہو گے جتنا میں، کہو کیا کہتے ہو اس بارے میں؟"

"ساری باتیں اپنی جگہ ہیں، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ انتہائی دلکش مہم ہے۔ پھولا

کھانچن کا علاقہ ہمالیہ کی ترائیوں میں سب سے پراسرار علاقہ کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں طرح طرح کی روایات مشہور ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سدھارتھ (گوتم بدھ کا اصل نام) نے پھولا کھانچن ہی کے ایک غار میں طویل عرصے تک چلہ کشی کی تھی اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارے سامنے ایک انتہائی پراسرار کردار موجود ہے، یعنی شیروک، جس کی داستان اس قدر حیران کن ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، اگر واقعی دریائے مستونگ کا کوئی حصہ جو پہاڑوں میں پوشیدہ ہے، اس طرح کے ہیروں سے بھرا ہوا ہے جن کی کہانی ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی ہے تو وہ ایک ایسا دلکش علاقہ ہوگا کہ اس کے لئے سو بار زندگی قربان کی جاسکتی ہے۔"

"خیر...... زندگی ہوتی ہی جانے کے لئے ہے اور اپنے کسی بہترین شوق کی تکمیل میں اگر زندگی چلی جائے تو ظاہر ہے اس سے اچھی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی، بس وہ عورت ذرا کچھ عجیب سی لگتی ہے۔"

"وہ ایک پراسرار وجود ہے اس میں شک کی بات نہیں ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں اس مہم کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔"

"یار بس مجھے صرف اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں تم دل سے اس مہم کو قبول نہ کرو۔"

"کیوں ایسی کیا بات ہے، ویسے بھی بھمیری میں پڑے پڑے سڑ رہا تھا، وہ تو شکر ہے تمہارے اس تیج تیواڑی کے میلے کا، کم از کم بھمیری سے نکلنے کا موقع مل گیا۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" وہ لوگ ابھی باتیں کر رہے تھے کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور جگت چوہان نے کہا۔ "کون ہے اندر آجاؤ؟" لیکن اندر داخل ہونے والے شخص کو دیکھ کر چونک پڑے تھے، یہ سالار تھا جو آج تک کبھی اس انداز میں ان کے پاس نہیں آیا تھا۔

اندر داخل ہو کر اس نے کہا...... "شما چاہتا ہوں، اپنی اس گستاخی پر شرمندہ ہوں، لیکن اس وقت میں ذہنی طور پر سخت پریشان ہوں۔"

"آؤ سالار آؤ، کیا بات ہے، کیوں پریشان ہو؟"

"اگر آپ اجازت دیں تو دروازہ اندر سے بند کر دوں؟" سالار نے کہا۔

"یہ مزید حیرانی کی بات تھی۔ بھگت رائے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں ہاں بند کر دو ایسی کیا بات ہے؟"

سالار نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا تھا اور ان دونوں کے چہروں پر سخت تجسس کے آثار پھیل گئے تھے۔ پھر وہ ان کے قریب آگیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں نے کوشش کی ہے بھگت مہاراج کہ اپنی کسی بات سے آپ کو شکایت نہ ہونے دوں۔ میرے محسن خان مراد نے اور

میری "ماں۔" نے، گو وہ میری ماں نہیں تھی، مجھے یہی سکھایا تھا کہ ہمیشہ سچ سے دوستی رکھوں۔ سو میں نے رکھی ہے۔ میں آپ لوگوں کے درمیان رہ کر اخلاق و آداب بھی سیکھ گیا ہوں۔ اس لئے میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب آپ جان کرسٹوفر سے باتیں کر رہے تھے تب میں ایک کام سے آپ کے پاس آیا تھا اور اندر ہونے والی باتیں اتفاقیہ طور پر میں نے سن لی تھیں، لیکن مجھے یوں لگا جیسے ان باتوں کا تعلق مجھ سے ہے۔ اس کے بعد مجھے تجسس ہوا اور میں نے جان بوجھ کر جان کرسٹوفر اور شیروک کی باتیں سنیں اور وہ باتیں یہ تھیں...... سالار نے وہ تمام باتیں تفصیل سے ان دونوں کو بتائیں اور وہ دنگ رہ گئے۔

پھر سالار نے کہا...... "یہ ساری باتیں سن کر میں شدید ہیجان کا شکار ہو گیا ہوں، میں آپ لوگوں کی رہنمائی چاہتا ہوں۔ آپ تجربے کار ہیں، میرے محسن ہیں بلکہ میرے مالک ہیں۔ میں آپ کا نمک کھا رہا ہوں، آپ کا وفادار غلام ہوں۔ میں آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں۔ یہ جاننا چاہتا ہوں میں آپ سے کہ کیا وہ عورت میری میری ماں ہوسکتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس سچائی کا پتہ کیسے چلایا جائے، نیز یہ کہ جیسا کہ مجھے میری پرورش کرنے والی ماں نے بتایا اور جیسا کہ مجھے میرے حقیقی باپ، خان مراد نے بتایا کہ ایک شخص جو زخمی تھا اور مجھے ان کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ نہ وہ جانتے ہیں اور نہ میں آج تک جانتا ہوں کہ وہ کون تھا۔ مجھے کہاں سے لایا تھا، لیکن ایک اور بات میں آپ کے کانوں تک پہنچا دیتا ہوں، وہ یہ کہ میری آنکھوں میں مٹے مٹے کچھ خواب ہیں اور ان خوابوں میں ہمیشہ مجھے وہی مناظر نظر آتے ہیں جو پہلے نظر آچکے ہوتے ہیں۔ عظیم الشان پہاڑوں کی بلندیاں ان کے درمیان بنے ہوئے راستے، وہ پراسرار لوگ جو خاص قسم کے گھر بنا کر رہتے ہیں اور کچھ عجیب وغریب باتیں جو کبھی میری سمجھ میں نہیں آئیں، ان میں سب سے زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ وہاں ان پراسرار لوگوں کی عورتیں اس عورت جیسے نقوش رکھتی ہیں، اس کا نام شیروک ہے اور جو کہتی ہے کہ وہ میری ماں ہے اور وہ یہ الفاظ ادا کر کے بلک بلک کر روتی ہے۔ میرے محسنو! میری یہ مشکل دور کر دو، تم دنیا کو مجھ سے بہت زیادہ جانتے ہو، مجھے بتاؤ کیا میں اس عورت کا بیٹا ہوسکتا ہوں۔"

بھگت رائے اور جگت چوہان اب سنبھل چکے تھے، ویسے بھی سالار ان کے لئے ایک نہایت پسندیدہ شخصیت تھا۔ وہ اس بے مثال نوجوان کو کسی مشکل میں تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ جگت نے کہا۔

"سالار آؤ بیٹھو۔"

"قابل احترام مالک! میں اپنے منصب کو یاد رکھنا چاہتا ہوں، آپ کے سامنے میں صرف زمین پر بیٹھ سکتا ہوں، آپ کے قدموں میں، آپ کے حکم کی تعمیل اسی شکل میں کر سکتا ہوں۔" یہ کہہ کر سالار زمین پر بیٹھ گیا۔

"حالانکہ ہم تمہارا ایک ہیرو کی طرح احترام کرتے ہیں، لیکن تمہاری خوشی ہمیں عزیز ہے۔
اصل میں انسانی زندگی کا جذبات سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے اور ہم مشرق کے لوگ بلکہ یہ کہا جائے تو
غلط نہیں ہوگا کہ ہندوستان کے لوگ دل کو ہر معاملے میں بڑا پریشان کرتے ہیں اور اسے دکھ دیتے
ہیں۔ ہم بیوقوف ہندوستانی جب دماغ سے کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے تو وہ مسئلہ دل کے حوالے کر دیتے
ہیں۔ ذرا غور کر کے تم میرے سوالات کے جواب دو، پہلا سوال یہ ہے کہ جب وہ عورت تمہیں اپنا بیٹا
کہہ کر رہی تھی تو کیا تمہارا دل دکھ رہا تھا۔ کیا تمہارے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ تم دروازہ
کھول کر اندر جاؤ اور اپنی ماں سے لپٹ جاؤ۔ کیا اس کی آواز اور اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو
تمہیں رنج دے رہے تھے۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دو؟"

سالار حیران نگاہوں سے جگت چوہان کو دیکھنے لگا۔ کچھ سوچتا رہا اور اس کے بعد بولا۔ "نہیں!
میرے دل پر ایسا کوئی اثر نہیں ہوا تھا، بلکہ میں اس کے الفاظ سن کر حیران رہ گیا تھا اور میری آنکھوں
میں ماضی کے تمام نقوش ابھر آئے تھے۔ جن میں میرا منہ بولا باپ اور میری منہ بولی ماں بنیادی
حیثیت رکھتے تھے، جو محبت مجھے اپنی ماں سے تھی اور جب وہ اس دنیا سے گئی تو میرا جو حال ہوا تھا وہ
بہت مختلف تھا۔ میں نے اسے برسوں یاد کیا تھا اور اس کے لئے آنسو بہائے تھے لیکن میرے دل کی وہ
کیفیت نہیں ہوئی، میرا مطلب ہے شیروک کے آنسوؤں نے مجھے متاثر نہیں کیا۔"

دوسری بات یہ کہ وہ عورت شیروک چاہتی ہے کہ ہمارا ساتھ حاصل کر کے پھولا کھاچن کے ان
علاقوں کی طرف جائے جہاں اس کے کہنے کے مطابق اس کا قبیلہ آباد ہے اور وہ اس قبیلے کی ایک
معزز ہستی ہے، اگر ہم وہاں جانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور تم سے کہتے ہیں کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو تو
تم کیا جواب دو گے؟"

"میں خلوص دل سے وہاں جانا پسند کروں گا۔ آپ کے غلاموں کی حیثیت سے، مجھے اس زیادہ
اور کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میرے مالک بھگت رائے جن کے سپرد خان مراد مجھے کر گئے ہیں
جس چیز کو پسند کریں گے، میں اسے سچے دل سے انجام دینے کی کوشش کروں گا، آپ اگر وہاں اس
مہم پر جائیں گے تو آپ کے ساتھ یقیناً غلاموں کی کوئی ٹیم ہوگی، میں بھی اس ٹیم کا حصہ بن کر آپ کی
خدمت کرنا پسند کروں گا۔"

"تم یقیناً کوئی بہت بڑے انسان ہو۔ یہ بات میں اپنے تمام تر تجربے کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں
خان سالار۔" جگت چوہان نے اس کے الفاظ سے متاثر ہو کر کہا اور سالار نے گردن جھکا لی۔
بھگت رائے فخریہ نگاہوں سے سالار کو دیکھ رہا تھا، پھر اس نے کہا...... "اور میں اسے اپنی
انتہائی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ سالار جیسے بے مثال نوجوان کی قربت مجھے حاصل ہوئی۔ سالار اپنے

ذہن سے ہر بوجھ، ہر غلط احساس مٹا دو، تم نے ہمارے ارادوں کو تقویت دی ہے۔ واقعی یہ مہم ہمارے
لئے بڑی دلکشی کی حامل ہے، کیونکہ ہم نے ساری زندگی اسی طرح کی مہمات میں گزاری ہے، دوسری
بات یہ کہ دو دلکش کردار ہمارے ساتھ ہیں، اگر وہ شیروک تمہیں اپنا بیٹا کہتی ہے تو ہمیں نہ سہی لیکن
جان کرسٹوفر کو وہ یہ جواب دینے کے لئے مجبور ہے کہ آخر تم کس طرح اس کے بیٹے ہوئے۔ ہم
دیکھیں گے کہ اس بارے میں وہ کیا کہتی ہے، لیکن فوری طور پر یہ سارے سوالات کر کے ہم اپنی اس
مہم کو خراب نہیں کریں گے۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔" سالار نے کہا۔

"تو بس پھر جاؤ، اگر تمہاری تسلی ہوگئی ہے تو آرام کی نیند اختیار کرو اور اگر کوئی غیر معمولی بات
ہو، میرا مطلب ہے شیروک کی طرف سے تو ہمیں اس بارے میں اطلاع دو، خود بھی ہم شیروک پر نگاہ
رکھیں گے، اس طرح کہ اسے کوئی شک نہ ہو اور تم یہ نہ محسوس کرو کہ ہم تمہارے بہت ہی ذاتی
معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔"

"میں آپ پر مکمل اعتماد کرتا ہوں عظیم مالک۔" سالار نے ادب سے کہا اور اس کے بعد جانے
کی اجازت طلب کی، وہ تو چلا گیا لیکن بھگت رائے اور جگت چوہان اس بارے میں بہت دیر تک
باتیں کرتے رہے تھے۔ دونوں کا مؤقف بالآخر ایک ہو گیا، یہ طے کیا گیا کہ جان کرسٹوفر سے آمادگی
کا اظہار کر دیا جائے اور اس مہم کے لئے تیاریاں شروع کر دی جائیں۔

بھگت رائے کہنے لگا...... "کئی باتیں ہیں بھگت، اول یہ کہ ہم بہت عرصے سے کسی سنسنی خیز مہم
کے لئے ذہنی طور پر تیار تھے، بس یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے، میرے خیال میں یہ بہترین
موقع ہے اور اس پر کام شروع کر دیا جائے تو بہتر ہے۔"

"طریق کار کیا اختیار کریں۔"

"جان کرسٹوفر سے بات کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اس مہم کے لئے تیار ہیں، لیکن اس
سلسلے میں شیروک کو بھی مکمل طور پر اعتماد میں لینا چاہئے، وہ جس کہانی کی بات کرتی ہے ہم اسے صحیح
تسلیم کرنے کا اظہار کریں لیکن اس بات کو مدنگاہ رکھیں کہ اس میں کوئی اور بھی کارروائی ہو سکتی ہے۔"

"مہم جوئی کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم ہر طرح کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو
تیار رکھیں، ذرا دیکھیں تو سہی یہ پراسرار عورت کیا چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ میں خصوصی طور پر تم سے
کہہ رہا ہوں بھگت رائے کہ ہمیں سالار کے کردار کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ اس نے جو انوکھا انکشاف کیا
ہے، یعنی اپنے خواب۔ ان خوابوں کی حقیقت کیا ہے، یہ تمام باتیں ذہن میں رکھنا ہوں گی۔
بہت سے معاملات طے ہو گئے اور پھر جان کرسٹوفر نے ہی ان سے یہ سوال کیا۔" کیا فیصلہ کیا

تم لوگوں نے اس مہم کے بارے میں؟"
"جان کرسٹوفر، پوری زندگی ہی ہم لوگوں نے مہم جوئی میں گزاری ہے، ایک اور مہم سہی بے
شک معاملات پراسرار ہیں اور یہ پراسرار کردار خود ہمارے درمیان موجود ہیں، لیکن کچھ چیزیں بے
حد ضروری ہیں۔"

"مثلاً۔"

"کیا میڈم شیروک ہمیں اعتماد میں نہیں لیں گی......؟"
اس نے یہی بات آج مجھ سے کہی ہے کہ اس مہم کے بارے میں تم لوگوں سے پوچھ لیا
جائے۔"

"کیا وہ ہمیں اپنی کہانی سنانے کے لئے تیار ہوگی......؟"

"یقیناً ہوگی کیونکہ آگے اسی روشنی میں کام کرنا ہے، یہ الگ بات ہے کہ کہیں کسی مرحلے پر
صورتحال مختلف ہو جائے؟"

"تو پھر ٹھیک ہے، یہ میٹنگ ارینج کرلو۔"

"اور اس میں لازمی طور پر سالار کو بھی شریک کیا جانا چاہئے۔"

اس مسئلے کے حل ہونے کے بعد آخر کار ایک وقت طے ہو گیا جب انہیں بیٹھ کر اس بارے میں
سوچنا تھا۔ اس کا انتظام جگت چوہان نے بہت عمدہ کیا تھا، میٹنگ کے شرکاء میں میلینا اور سمیتا بھی
تھیں، سالار بھی اس میٹنگ میں بلایا گیا تھا۔

پھر شیروک جان کرسٹوفر کے ساتھ آ گئی، اس کے ہونٹوں پر بڑی پرخلوص مسکراہٹ تھی۔ ان
کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ "گفتگو کا آغاز میں ہی کئے دیتی ہوں کیونکہ مجھے احساس ہے کہ
آپ لوگوں کے درمیان صرف میں اجنبی ہوں۔"

"اب آپ اجنبی نہیں ہیں میڈم شیروک، خصوصی طور پر اس لئے کہ آپ ہمارے بہت پیارے
دوست جان کرسٹوفر کی شریک حیات ہیں اور ہماری معزز مہمان ہیں۔" جگت چوہان نے کہا......

"شکریہ، ایک اجازت اور چاہتی ہوں۔"
شیروک نے کہا۔

"ضرور...... کہئے؟"

"آپ کا پورا نام مہابیر جگت چوہان ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو مہابیر کے نام
سے پکاروں یہ مجھے اچھا لگتا ہے۔"

"اوہ...... ضرور...... بلکہ مجھے خوشی ہوگی' کیونکہ بہت کم لوگ میرا پورا نام لیتے ہیں اور میرے

نام سے اب جیسے مہابیر ختم ہی ہوتا جا رہا ہے، جگت چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بڑی نفسیاتی ضرب تھی۔ جو شیروک نے بیٹھتے ہی لگائی تھی۔ کسی کو یہ احساس دلانا کہ وہ کسی
خصوصی توجہ کا مرکز ہے، بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ شیروک نے آگے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔" اپنے
بارے میں، مجھے اعتراف ہے کہ میرے شکل وصورت، میرا اسٹائل آپ جیسے خوبصورت لوگوں کی طرح
نہیں ہے، لیکن تھوڑی سی ہمدردی سے غور کریں تو اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ آپ لوگوں کی طرح
میں بھی تقدیر کی قائل ہوں۔ آپ اسے میری تقدیر سمجھئے کہ میں کچھ غیر معمولی معاملات کی حامل
ہوں۔ اسی لحاظ سے میرا چہرہ اور حلیہ مختلف ہے۔

"آپ ہمارے لئے انتہائی معزز ہیں میڈم شیروک، ہم آپ کی عزت کرتے ہیں، اس کے
الفاظ نے اور لہجے نے سبھی کو متاثر کیا تھا۔

"میں آپ کی اپنائیت، دوستی اور اعتبار چاہتی ہوں اور اس بات کی خواہش مند ہوں کہ مجھے
غیر نہ سمجھا جائے، جان نے آپ کو میرے بارے میں بہت کچھ بتا دیا ہے، اسے ذہن میں رکھ کر آپ
مجھ سے کچھ پوچھنا چاہیں تو پوچھیں۔"

"آپ بچپن میں اپنے قبیلے سے جدا ہو گئیں، پھر آپ کو اپنے بارے میں اتنی تفصیل سے کیسے
معلوم ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو اپنی جڑواں بہن اور اپنا نام تک معلوم ہے......"

"آپ اس بات کو تسلیم کریں کہ دنیا میں پراسرار علوم کا وجود ہے۔ آپ کی دنیا مہذب ہے اور
تہذیب کی روشنی نے اسے فوکس کر کے ان قدیم علوم سے دور کر دیا ہے جن کا وجود اس کائنات میں
موجود ہے، جبکہ اس روشنی سے دور کے لوگ، دور دراز علاقوں میں رہنے والے قبائل، آج بھی زندگی
بسر کر رہے ہیں۔ آپ کی جدید ترین سائنس بھی ان علوم کو باطل قرار نہیں دے سکی جس کا ٹھوس ثبوت
میں ہوں۔"

"آپ کو آپ کے قبیلے کے بارے میں بھی علم ہوگا......؟"

"کیا......"

"اس کے طور طریق، کیا وہ اب بھی آپ کو قبیلے کی سربراہ کے طور پر قبول کر لیں گے جبکہ
انہوں نے تو آپ کو ختم کرا دیا تھا۔"

اس سوال پر وہ مسکرا دی، پھر بولی......" میں نے ابھی آپ کو ان پراسرار علوم کے بارے میں
بتایا تھا۔ انہیں کچھ عرصہ کے بعد ہی میری زندگی کا پتہ چل گیا تھا۔"

"انہوں نے آپ کو تلاش نہیں کیا؟"

"دو گروپ ہیں وہاں۔ ایک چاہتا ہے کہ میں واپس قبیلے میں نہ آؤں۔ دوسرا میری واپسی

چاہتا ہے۔"

"آپ کو تلاش کیا گیا؟"

"آج تک کیا جا رہا ہے۔"

"وہ اپنے علوم کی مدد سے آپ کو نہیں پا سکے۔"

"میرے ایک استاد ہیں ان کا تعلق اسپین سے ہے۔ انہوں نے مجھے اپنے علوم کی تاریک چادر میں چھپا رکھا ہے۔ میرے علوم میں ان کی رہنمائی شامل ہے۔"

"گویا وہاں آپ کے راستے روکے جائیں گے۔"

"ہاں...... اور وہیں مجھے آپ کی مدد درکار ہوگی۔"

"آپ اپنے قبیلے تک جانے کے راستوں سے واقف ہیں۔"

بس ایک سوال اور...... اس بار بھگت رائے نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا...... "آپ نے جان کرسٹوفر سے شادی سے پہلے کہاں وقت گزارا اور کس کے ساتھ رہیں۔"

"اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔"

"حالانکہ یہ ایک اہم سوال ہے۔"

"مگر میں جواب نہیں دے سکتی۔" پہلی بار اس کا رویہ کچھ خشک سا ہو گیا۔

"خیر...... میڈم شیروک...... ہم خلوص دل سے آپ کی اس مہم میں شرکت کے لئے تیار ہیں۔"

"مجھے آپ کا تجربہ...... اور آپ کی جدوجہد کی ضرورت ہے، اخراجات میرے ذمے ہوں گے اور ساتھ ہی مستونگ کے اس پراسرار حصے میں ہیروں کی دلکش پیشکش، جن کا مہذب دنیا میں کوئی نام نہیں ہے لیکن جو مہذب دنیا کے نایاب ترین ہیروں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ یہ اس کا نمونہ ہے۔"

یہ کہہ کر شیروک نے اپنے لباس سے چمڑے کی ایک قدیم طرز کی تھیلی نکالی اور اسے میز پر الٹ دیا۔ پورا کمرہ رنگین ستاروں سے سج گیا اور وہ سحر زدہ ہو گئے۔ وہ سب ان ہیروں کو سکتے کے عالم میں دیکھتے رہے تو وہ بولی...... "انہیں اٹھا کر دیکھو...... اور اگر ہیروں کی پرکھ ہے تو مجھے بتاؤ، ایسے نایاب ہیرے پہلے کبھی دیکھے ہیں۔" جگت چوہان اور بھگت رائے اپنے تجسس کو نہ روک سکے۔ انہوں نے ہیرے اٹھا کر دیکھے، واقعی وہ بے مثال تھے۔

"اس سوال کا جواب بھی صیغہ راز میں ہے۔ میرے علوم کو چیلنج نہ کرو۔" اس کی آواز میں ایک غراہٹ سی پیدا ہو گئی۔ لیکن چند ہی لمحوں میں اس نے خود پر قابو پا لیا۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"سوری۔"

ماحول پر خاموشی طاری رہی، پھر وہ مدھم لہجے میں بولی...... "میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس مہم

کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ......؟"

"ہم تیار ہیں...... اور آپ کے ساتھ پورا تعاون کریں گے۔" بھگت چوہان نے کہا۔

اور اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اجازت لے کر جان کرسٹوفر کے ساتھ چلی گئی جبکہ باقی لوگ وہیں بیٹھے رہے تھے، جگت چوہان نے بھگت رائے سے کہا......

"مجھے معاف کرنا بھگت، میں نے تم سے پوچھے بغیر فیصلہ سنا دیا۔"

"وہ تمہارا نہیں میرا بھی فیصلہ تھا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اب اس میں بالکل تاخیر نہ کی جائے۔ ہم آج ہی رات تیاریوں کے بارے میں فیصلہ کر لیں گے۔ کل میں بھمیری چلا جاؤں گا۔ کچھ اور لوگوں کو بھی اس مہم میں شامل کرنا ہے جو ضروری ہے، تمہیں کمالی یاد ہوگا۔"

"ہاں تم نے بڑے بڑے کردار جمع کئے ہوئے ہیں، وہ ٹھیک تو ہے نا......؟"

"پہلے دنیا کے چار ملکوں کو اس کی تلاش تھی جن میں دو کا اضافہ اور ہو چکا ہے۔ مگر تم جانتے ہو کہ وہ بھمیری کو اپنی پناہ گاہ اور مجھے اپنی چھتری کہتا ہے۔"

"غضب کا انسان ہے، کیا بھمیری میں ہے......؟"

"نہیں، اس وقت نیپال میں ہے۔ وہ ہمارے لئے بہت شاندار ہوگا کیونکہ آج کل انہی علاقوں میں کام کر رہا ہے۔"

"اور تم خطروں کے کھلاڑی اسے ضرور ساتھ رکھو گے۔"

"تم خود بتاؤ...... غضب کی شخصیت ہے نا۔"

"ٹھیک ہے......" "اب تم بتاؤ لڑکیو...... تم اس دوران بالکل خاموش رہی ہو۔" جگت نے میلینا اور سمیتا سے سوال کیا اور دونوں چونک پڑیں۔ میلینا نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں انکل...... ڈیڈی مجھے اپنی ہر مہم میں شامل رکھتے ہیں۔"

"آپ مجھ سے بھی پوچھیں گے پتا جی۔" سمیتا نے کہا۔

"نہیں...... تم تو میری رائٹ ہینڈ ہو...... اب تم جاؤ ہم ذرا اپنے شہزادے سے باتیں کریں گے۔" جگت چوہان نے سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میلینا اور سمیتا دونوں ہی کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ یہاں سے نہیں جانا چاہتیں، ویسے بھی دونوں چور نگاہوں سے بار بار سالار کو دیکھتی رہی تھیں اور کئی بار ایک دوسرے کی چوری پکڑ چکی تھیں۔ تاہم جگت نے صاف الفاظ میں انہیں جانے کے لئے کہا تھا، اس لئے انہیں اٹھنا ہی پڑا۔

ان کے جانے کے بعد بھگت نے سالار سے کہا...... "تم نے یقیناً اس دوران کچھ اندازے قائم کئے ہوں گے۔"

"صرف ایک مالک، وہ یہ کہ وہ کسی طور میری ماں نہیں ہے۔ اس نے کئی بار مجھے دیکھا اور میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق اپنے دل میں جھانکا۔ مجھے ایک بار بھی اس کے اندر ماں نہیں نظر آئی، البتہ کوئی خاص بات ضرور ہے، وہ مجھ سے نظریں نہیں ملاتی۔"

"اوہ...... یہ نیا انکشاف ہے۔ ہاں مجھے یہ بھی بتاؤ کہ تم خوشی سے ہمارے ساتھ اس مہم میں شرکت کرو گے؟"

"ہاں...... خوشی سے مگر میں آپ سے کچھ رعایتیں بھی مانگوں گا۔" سالار نے کہا اور بھگت رائے ایک خوش گوار حیرت سے اسے دیکھنے لگا پھر جگت کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اس سے قبل سالار نے آنکھیں بند کر کے میری ہر ہدایت پر عمل کیا ہے، اس نے پہلی بار کسی رعایت کی بات کی ہے کہ رعایت مانگو گے تم سالار۔"

"مجھے اس کے لئے وقت دیا جائے۔"

"ابھی نہیں بتاؤ گے۔"

"نہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں مالک......! اجازت چاہتا ہوں۔" سالار نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"تقریباً تمام ضروری امور طے ہو گئے تھے۔ دوسرے دن بھگت رائے نے اجازت مانگی۔ سالار ابھی اس کے ساتھ ہی چلا گیا تھا۔"

جان کرسٹوفر نے خفیہ طور پر انہیں بتایا۔ "شیروک سالار کے جانے سے بڑی جزبز ہوئی ہے۔ اس نے مجھے بہت مجبور کیا کہ میں بھگت رائے سے بات کروں اور اس سے کہوں کہ سالار ہمارے ساتھ کشمیر ہی آجائے گا۔ بمشکل میں نے اسے سمجھایا کہ وہ یہاں مہمان ہے اور سو فیصد بھگت رائے کا آدمی ہے۔ اس پر وہ بڑی اداسی سے خاموش ہو گئی ہے۔"

"لیکن اس نے مجھ سے مطالبہ کر دیا ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہاں سے کشمیر کی روانگی ہو جانی چاہئے، میں آپ لوگوں کو اس کے لئے مجبور کروں۔"

"بڑی دلچسپ اور پراسرار بات ہے، تاہم یہ پراسراریت ہی اس مہم کی سب سے بڑی خوبی ہے، بہرحال ہم لوگ بھی اب زیادہ دیر نہیں کریں گے تم اپنے طور پر اسے اطمینان دلا دینا۔ اس کے علاوہ مجھے بتاؤ جان کرسٹوفر کہ تم نے ایک شوہر ہونے کی حیثیت سے اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی، اس نے سالار کی ماں ہونے کا دعویٰ کس بنیاد پر کیا ہے۔ سالار کا باپ کون تھا وغیرہ۔"

"تم جانتے ہو میرے دوست کہ میں اس کے سامنے بڑی کمتر چیز ہوں جس سوال کا جواب وہ

نہ دینا چاہے اس کے لئے سختی سے مجھے انکار کر دیتی ہے اور میں اس سوال کو دہرا نہیں سکتا۔ وہی بات کہ بہت سی چیزیں وقت سے پہلے منکشف نہیں کی جا سکتیں اور یہ راز بھی ایسا ہی ایک راز ہے، میں جس طرح دیگر معاملات میں خاموش ہوتا آیا ہوں، اسی طرح اس معاملے میں بھی مجھے خاموش ہونا پڑا ہے۔"

جگت چوہان گردن ہلا کر رہ گیا تھا۔

✤ ✤ ✤

بہت کم ایسا موقع آیا تھا جب شیروک نے میلینا کو خود سے مخاطب کیا ہو۔ میلینا اس سے دور دور ہی رہتی تھی اور اس کے قریب جانے کی کوشش نہیں کرتی تھی، لیکن اس وقت وہ خود میلینا کے پاس پہنچی تھی اور میلینا اسے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"اور اب ایسا بھی نہیں ہے کہ تمہارے پاس آنے سے مجھے گریز ہو۔ کیا تم مجھے کچھ وقت دو گی......؟"

"جی...... آیئے۔"

میلینا نے کسی حد تک خوش اخلاقی سے کہا......

شیروک اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ "جیسا کہ میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے کہ میں کسی طور تمہارے راستوں کی رکاوٹ نہیں ہوں، تم اپنے طور پر جیو اور میں اپنے طور پر جی رہی ہوں۔ بے شک میں جانتی ہوں کہ ایک روایتی عمل کے تحت ہمارے درمیان تھوڑی سی کھنچاوٹ ہے لیکن وہ اپنی جگہ۔ اگر کبھی تمہاری کوئی مشکل میرے ذریعے حل ہوئی تو تمہاری دوستی حاصل کرنے کے لئے میں تمہاری اس مشکل میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"

"شکریہ میڈم شیروک۔" میلینا اس سے اسی طرح مخاطب ہوتی تھی۔

شیروک نے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کان کا رخ اس جانب کر دیا۔ میلینا جانتی تھی کہ شیروک ہوا کے دوش پر آنے والی آوازوں کو سن لیا کرتی ہے اور یقیناً اس وقت وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ دروازے کے آس پاس کوئی موجود ہے یا نہیں، تب اس نے مطمئن لہجے میں کہا...... "میلینا میرے ساتھ تو پہلی بار تم کسی مہم میں شرکت کر رہی ہو اور یہ بات میرے لئے ایک حیرت انگیز دلچسپی کا باعث ہو گی۔ خطرناک حالات میں وہ کس طرح اپنا تحفظ کرتی ہے اور مہم جو کو اپنی بیٹی پر کسی حد تک اعتماد ہوتا ہے، تاہم تم ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی ہو، اس بار جن راستوں پر سفر کیا جا رہا ہے، ان کے بارے میں جان کرسٹوفر کا کہنا ہے کہ وہ اس طرف پہلے کبھی نہیں گیا، لیکن میلینا وہ میرا علاقہ ہے، میں بہت چھوٹی سی عمر میں وہاں سے جدا ہو گئی ہوں، لیکن اس علاقے کا چپہ چپہ

میرے ذہن میں بسا ہوا ہے اور بہت سی جگہوں کو میں حیران کن طریقے سے جانتی ہوں۔ وہاں اگر کسی طرح کوئی خطرہ پیش آیا تو یقین کرو بے غرض ہو کر میں تمہاری مدد کروں گی۔"

"شکریہ میڈم شیروک، آپ کے الفاظ مجھے اچھے لگے ہیں اور اپنے اپنے محسوس ہوئے ہیں۔"

"کوئی بھی کام بے مقصد اور بے غرض نہیں ہوتا، شاید ہی کبھی ایسا کوئی موقع آیا ہو۔ یا آیا بھی ہو تو ایک آدھ بار جب میں خود آ کر تم سے ملی ہوں، اس وقت میں تمہارے پاس ایک خاص مقصد کے تحت آئی ہوں۔"

"جی آپ بے دھڑک فرمایئے، میرے لائق اگر کوئی کام ہوا تو میں اس سے گریز نہیں کروں گی۔"

"اتفاقیہ طور پر یہ کام ہم دونوں کا مشترکہ ہے، میں سالار کے بارے میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

میلینا ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی، پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بولی۔

"جی فرمایئے۔"

"وہ ایک پراسرار اور انوکھا کردار ہے اور میلینا میرے پاس کچھ پراسرار علوم ہیں، اس کے علاوہ عمر کا تجربہ بھی ہے، میں بہت سی باتیں بہت دور سے دیکھ اور سمجھ لیتی ہوں۔"

میلینا کا دل زور سے دھڑکا، شیروک کے ان الفاظ میں ایک دھمکی جیسی چیز کوئی چھپی ہوئی تھی، تاہم وہ سوالیہ نگاہوں سے شیروک کو دیکھتی رہی۔

"میلینا، میری آنکھوں نے دیکھا ہے کہ تمہارے دل اور تمہارے ذہن میں اچانک ہی سالار کے لئے کوئی جذبہ پیدا ہو گیا ہے، لفظوں میں ہیر پھیر کی ضرورت نہیں ہے، شاید تم اسے پسند کرنے لگی ہو، شاید تم اس سے محبت کرنے لگی ہو۔"

میلینا نے اس بات سے انکار کرنا چاہا، لیکن نجانے کیوں اس کے منہ سے انکار کے الفاظ نہ نکل سکے اور وہ خاموشی سے شیروک کو دیکھتی رہی۔

"کوئی سوال نہیں کروں گی، تمہارا ہر جواب میرے ذہن میں محفوظ ہے، کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ جگت چوہان کی بیٹی سمیتا بھی اسے اسی طرح پسند کرنے لگی ہے جس طرح تمہارے دل میں اس کی جگہ پیدا ہو گئی ہے، بولو مجھے جواب دو، کیا میرا یہ خیال غلط ہے۔"

"گڈ، اس کا مطلب ہے کہ تم مجھ سے تعاون کر رہی ہو، دیکھو میلینا! سمیتا بھی تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک ہو گی، ہم لوگ بھمبری جا رہے ہیں، سب سے بڑی بات یہ کہ بعض اوقات ہمارا واسطہ کچھ ایسے لوگوں سے پڑتا ہے جو شرمیلے اور اپنے آپ میں مست اور مگن ہوتے ہیں، تمہیں تیزی سے

آگے بڑھنا ہے۔ سمیتا سے پہلے سالار کے کانوں تک یہ بات پہنچا دو کہ تم اسے چاہتی ہو، اسے پسند کرتی ہو، میرا خیال ہے اس اظہار سے تمہیں فائدہ ہوگا، یہ انسانی فطرت ہے۔ بعض اوقات سالار ٹائپ کا کوئی شخص جو اظہار محبت نہیں کر سکتا، اگر کسی کی زبان سے محبت کے الفاظ سن لے تو ایک طرح سے اس کی مشکل حل ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنے احساس کے اظہار میں آسانی محسوس کر کے پوری طرح اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے، سمیتا بھی ایک بے باک لڑکی ہے، اگر وہ پہلے سالار سے یہ الفاظ کہہ بیٹھی تو پھر سالار کا ذہن اس کے بارے میں سوچے گا۔"

نجانے کیوں میلینا کو پہلی بار شیروک سے ایک دلچسپی کا سا احساس ہوا۔ بے شک سالار اس کے ذہن پر اثر انداز ہوا تھا، لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ کوئی چالاک ہستی اس کے احساس کو اتنی جلدی محسوس کر لے گی اور اب میلینا کو اس طرح سے شیروک سے ہلکی سی انسیت پیدا ہو گئی تھی، شیروک اسے بغور دیکھ رہی تھی اور جیسے اس کے دل و دماغ میں جھانک رہی تھی وہ بولی......

"اور اگر میں تم پر ایک اور انکشاف کروں تو تم حیران رہ جاؤ گی، بہتر ہے کہ یہ الفاظ میرے منہ سے ادا نہ کرواؤ بلکہ اپنے ڈیڈی سے اس بارے میں پوچھو۔" میلینا نے سوالیہ نگاہوں سے شیروک کو دیکھا تو بولی...... "ہاں...... تم اپنے ڈیڈی سے یہ سوال کر سکتی ہو کہ کیا سالار سے میرا کوئی رشتہ ہے۔"

میلینا پھر اچھل پڑی، اب اس نے غور سے شیروک کو دیکھا تو ایک دم اسے احساس ہوا کہ سالار کے نقوش میں شیروک کے نقوش کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ اب یہ پتہ نہیں کہ یہ ایک علاقے کی بات تھی یا پھر کوئی اور مسئلہ، وہ مدھم لہجے میں بولی...... "آپ خود مجھے نہیں بتائیں گی میڈم شیروک؟"

"بتاؤں گی، تفصیل سے تمہیں بتاؤں گی، لیکن میری خواہش ہے کہ اس بارے میں تم جان کرسٹوفر سے سوال کرو اور جو کچھ میں نے کہا ہے میلینا بھمبری پہنچتے ہی تمہیں سالار سے اپنے دل کی بات کہہ دینا ہوگی، تم ایک بے باک لڑکی ہو، ان ہندوستانی عورتوں کی طرح شرم کی پڑیا نہیں ہو، یہ تو آدمی بیوقوف ہوتی ہیں، شاید سمیتا اپنے دل کی بات سالار سے نہ کہہ سکے، یا پھر وہ اگر اندر سے بہت ہی تیز اور بے باک لڑکی ہوگی تو کہہ بھی دے گی، مگر اس سے پہلے تم سالار کے دل و دماغ میں داخل ہو چکی ہوگی اور اسی میں تمہاری جیت ہے، مجھے جواب دو، پہلی بات تو یہ کہ کیا تم میرے اس خیال سے انحراف کرو گی؟"

"نہیں۔"

میلینا نے جواب دیا۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کرو گی؟"

"انتہائی کوشش کے ساتھ۔"

میلینا نے کہا۔

''ویری گڈ بے بی ویری گڈ۔''

شیروک نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی لیکن میلینا کے دل و دماغ پر وہ عجیب سے اثرات چھوڑ گئی تھی۔

وہ لاتعداد وسوسوں کا شکار ہوگئی، حالانکہ یورپ کی پروردہ تھی جہاں بے باکی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے' لیکن جس ماحول میں اس نے پرورش پائی تھی وہ بالکل مختلف تھا۔ کتنی ہی بار جان کرسٹوفر کے ساتھ مہمات میں شریک ہوئی تھی، جان کی بازی لگانی پڑتی تھی کبھی کبھی، لیکن وہ ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوتی تھی۔ بہترین نشانہ باز تھی۔ موقع کی نزاکت کو دیکھ کر ہر طرح کا عمل بھی کرنا جانتی تھی، لیکن عشق و محبت کے معاملے میں تھوڑا سا صفر رہی تھی، کوئی ایسا شخص ہی سامنے نہیں آیا تھا' جس نے اسے شدید متاثر کیا ہو۔

پھر شیروک کی آمد کے بعد تو وہ بہت زیادہ بجھ گئی تھی، لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سالار کو دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکنیں عجیب سے انداز میں تیز ہوگئی تھیں۔ اس نے کئی بار سالار کو گہری نگاہوں سے دیکھا تھا اور پھر بالکل اتفاقیہ طور پر یہ بھی محسوس کیا تھا کہ سمیتا بھی سالار کی جانب راغب ہے، وہ ایسی ہی پرکشش شخصیت کا مالک تھا۔

سمیتا کو اس کی طرف راغب دیکھ کر میلینا کو ایک رقابت کا احساس ہوا تھا، لیکن ظاہر ہے سالار اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اور اب شیروک نے اس سے جو کچھ کہا تھا وہ اس کے لئے خاصی دلچسپی کا باعث تھا، تاہم اس نے موقع ملتے ہی جان کرسٹوفر کو جالیا۔

''تیاریاں ہو رہی ہیں ڈیڈی۔''

''ہاں میلینا، یقین کرو اب سے کچھ دیر کے بعد میں تنہائی میں تم سے ملنا چاہتا تھا۔ ساری تفصیلات تمہارے سامنے ہیں، میں جانتا ہوں تم بھی ایڈونچر پسند طبیعت کی مالک ہو' لیکن پھر بھی تم سے اس بارے میں بات کر لینا میرے لئے بہت ضروری تھا، کیا تم خوشدلی کے ساتھ اس مہم میں شرکت کر رہی ہو؟''

''فرض کیجئے ڈیڈی، اگر میں اس بات سے انکار کروں تو؟'' میلینا نے کہا۔

جان کرسٹوفر کے ہونٹ سکڑ گئے، کچھ لمحے وہ سوچتا رہا پھر بولا...... ''اگر ایسی بات ہے تو میں تمہیں واپس بھیج دوں گا، وہاں مس کول مین تمہارے ساتھ رہیں گی، تم خود بھی انہیں پسند کرتی ہو۔''

''توبہ ڈیڈی توبہ...... جب آپ اس مہم سے واپس آئیں گے تو میرے ہاتھ میں پتھر ہوں گے اور میں لوگوں کو پتھر مار رہی ہوں گی۔''

جان کرسٹوفر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا'' اب اتنی بوڑھی تو نہیں ہیں مس کول مین۔''

''اچھا ڈیڈی مجھے ایک بات بتائیے بالکل سنجیدگی کے ساتھ۔''

''ہاں بولو۔''

''وہ کون سا ایسا راز ہے جو میڈیم شیروک آپ کو بتا چکی ہیں؟''

''راز......۔''

''ہاں ڈیڈی سالار کے سارے میں۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا میں سمجھا نہیں، کیا کہنا چاہتی ہو؟'' میلینا نے سوال کیا۔

جان کرسٹوفر اسے تعجب سے دیکھنے لگا پھر بولا'' بیٹے میں جواب آپ کو ضرور دوں گا، لیکن سوال کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔''

''وجہ......؟''

میلینا کے انداز میں ہچکچاہٹ پیدا ہوگئی وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی......

''حقیقت یہ ہے ڈیڈی کہ اب مجھے آپ پر وہ پہلا جیسا اعتماد نہیں رہا جو تھا۔ آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر شادی کر لی۔ آج بھی میڈم شیروک مجھے پسند نہیں۔ آپ نے مجھے اس بارے میں جو کچھ بتایا ہے، اس پر میں نے اس لئے خاموشی اختیار کر لی کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا'' تاہم...... اس نے مجھ سے سالار کے بارے میں بات کی ہے......''

میلینا نے اس سلسلے میں اپنے ملوث ہونے کا اعتراف نہ کرتے ہوئے صرف شیروک کے حوالے سے پوری تفصیل اور شیروک کی خواہش بتا دی۔

جان کرسٹوفر کے چہرے پر کسی قدر ناخوشگواری کے آثار تھے۔ پھر اس نے سرد لہجے میں کہا...... ''تم نے مجھ پر بے اعتباری کا اظہار کر کے مجھے دکھ پہنچایا ہے...... خیر میرے بارے میں تمہارے جو بھی نظریات ہیں، میں انہیں بدلنے کی کوشش نہیں کروں گا، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ تم نے اس عورت پر غور نہیں کیا...... میں اس کی پراسرار قوتوں کا شکار ہوا ہوں۔ جان بوجھ کر میں نے یہ سب نہیں کیا...... اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس نے تم سے جو کچھ کہا ہے...... تم وہ کرنا چاہتی ہو......؟

''میرا ہر عمل آپ کے حکم کے مطابق ہوگا۔''

میلینا نے کہا۔

''میں کوشش کروں گا کہ اپنی طرف سے تمہارا دل صاف کر دوں...... اس نے جو انکشاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ سالار اس کا بیٹا ہے۔''

''کیا......؟''

میلینا کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

"ہاں...... وہ یہی کہتی ہے۔"

"اور سالار......؟"

میلینا نے پوچھا۔

"وہ بھی اس انکشاف پر دنگ رہ گیا لیکن بعد میں اس نے حتمی طور پر اس سے انحراف کیا اور کہا
کہ یہ کسی طور ممکن نہیں ہے، تاہم میلینا میری خواہش ہے کہ تم اس کی ہدایت پر عمل کرو...... تم نے
میرے ساتھ کئی مہمات میں حصہ لیا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ دلکش اور سنسنی خیز مہم اور کوئی نہیں ہو سکتی۔
اس میں ہم پراسرار ترین واقعات میں لپٹے ہوئے اسرار و رموز کی سرزمین کا سفر کریں گے۔ قدم قدم
پر تجسس ہوگا۔ اس کا تمہیں وہاں جا کر خود اندازہ ہو جائے گا۔"

"گویا مجھے وہ کرنا ہے جو میڈم شیروک نے کہا ہے۔"

"اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو......" جان کرسٹوفر نے کہا۔

✤ ✤ ✤

میلینا سوچ میں ڈوب گئی۔ کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر اس نے جان کرسٹوفر کا چہرہ دیکھا اور چونک پڑی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گئی۔ "میں آپ کی بیٹی ہوں ڈیڈی، میری زندگی کا ہر راستہ آپ تک جاتا ہے۔ آپ کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ میرے جذبات سمجھ رہے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ میں ان سوچوں کی مجرم تو ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ واپسی کے لئے مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

جان کرسٹوفر کچھ لمحے سنجیدگی سے دروازے کی طرف دیکھتا رہا، پھر بے اختیار اس کے ہونٹوں پر ایک شفقت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

✤ ✤ ✤

زیادہ لوگ نہیں تھے لیکن انتظامات زیادہ تھے۔ ایک پندرہ سیٹر لینڈ کروزر تھی۔ دو جیپیں تھیں، جنہیں دیکھنے سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ دشت و دریا پہاڑ ان کے لئے بے معنی ہیں۔ جگت چوہان سمیتا، میلینا، شیروک اور جان کرسٹوفر، ساتھ چار ہٹے کٹے ملازم جو مہمات کے لئے بغور خاص تیار کئے گئے تھے۔ زبردست اسلحہ اور دوسری ضروریات زندگی۔

کافی طویل سفر طے کر کے وہ آخر کار بھمیری میں داخل ہو گئے۔ بھمیری بھی بہت حسین جگہ تھی بھگت رائے اور کچھ دوسرے لوگوں نے، جن میں سالار بھی شامل تھا ان کا شاندار استقبال کیا تھا۔ بھگت رائے کی عالیشان حویلی میں مہمانوں کے لئے کمرے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔ ڈنر میں کچھ باہر کے لوگ بھی شامل تھے جن میں کنور دلاور بھی اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ موجود تھے۔

بھگت رائے نے کہا۔ "کنور دلاور ساؤتھ افریقہ سے آئے ہیں، وہاں ان کا بڑا کاروبار ہے، لیکن ان کے اجداد کا تعلق ہندوستان سے ہی ہے اور آخر کار وطن کی محبت انہیں وطن لے آئی اور اب یہیں ان کا قیام ہے۔ ہمارے ہم ذوق ہیں اور افریقہ میں بیشمار مہمات سر کر چکے ہیں۔ مجھ سے کاروباری تعلقات ہیں اور مہم جوئی کا رشتہ بھی، تم سے ملنا چاہتے تھے...... سو میں نے بلا لیا۔"

جان کرسٹوفر اور شیروک نے بھی پرتپاک انداز میں ان سے ہاتھ ملایا تھا۔ شیروک نے فوراً

کہا۔ "اور ہم بڑے خلوص سے انہیں اپنے ساتھ اس مہم میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔"

"لیجئے...... جس کام کے لئے اتنے گھمبیر انداز میں سوچا جا رہا تھا وہ خود بخود ہو گیا۔ کنور صاحب کی بھی دلی خواہش تھی کہ وہ ہمارے ساتھ اس مہم میں حصہ لیں، لیکن میں نے ان سے صاف کہہ دیا تھا کہ اس مہم کے کرتا دھرتا آ رہے ہیں، ان سے درخواست کی جائے گی، اگر انہیں اعتراض نہ ہوا تو......" بھگت رائے نے کہا۔

"یہ فیصلہ خود کنور صاحب کو کرنا ہے کہ ہمالیہ کی ترائیوں کی مہم میں ان کا تجربہ کیا کہتا ہے، اگر یہ ان علاقوں میں اپنا تحفظ کر سکتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" جگت رائے چوہان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میری بیوی جے سیکا موزمبیق کے ایک بہت بڑے مہم جو جیکان سوامی کی بیٹی ہے اور ناریہ کو ماں اور نانا کی خصوصیات ورثے میں ملی ہیں۔ مسٹر جیکان سوامی سے میری ملاقات افریقہ میں ہی ہوئی تھی۔"

"اوہ، جیکان سوامی تو بہت بڑے مہم جو کی حیثیت سے مشہور ہیں۔" جگت چوہان نے کہا۔

"بس پھر اس حوالے سے ہم مسٹر کنور دلاور کو اپنی مہم میں شریک کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔" بھگت رائے نے خوش دلی سے کہا۔

باقی لوگوں نے اس گفتگو میں حصہ نہیں لیا تھا، اس طرح اس مہم میں تین اور افراد شامل ہو گئے۔

بھگت رائے کی اس عظیم الشان حویلی میں جگہ کی کوئی کمی نہیں تھی، سب کو ان کی خواہش کے مطابق رہائش ملی تھی۔ میلینا پہلی منزل کے ایک کمرے میں تھی، اس کے سپرد جو ذمے داری کی گئی تھی اس کا آغاز وہ جلد کرنا چاہتی تھی، کیونکہ اس میں اس کی اپنی خوشی بھی شامل تھی۔ اس وقت بھی وہ اس سوچ میں تھی کہ اپنے کام کا آغاز کہاں سے کرے؟ ابھی تو اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس حویلی میں سالار کی رہائش کہاں ہے۔

تمام امور سے فراغت کے بعد وہ ایک کھڑکی کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔ اس نے کھڑکی کھولی تو ایک عجیب سی ناگوار بو محسوس ہوئی۔ یہ انسانی گوشت کے جلنے کی بو تھی۔ یہ حویلی کا عقبی حصہ تھا۔ دوسری طرف ایک انتہائی لمبا چوڑا میدان تھا جس میں جگہ جگہ عجیب وغریب سی عمارتیں بنی ہوئی تھیں، یہ عمارتیں جنہیں کسی کی رہائش گاہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا ناقابل فہم تھیں۔ تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ سے سفید دھواں اٹھ رہا تھا اور اس دھوئیں کے دامن میں کچھ چنگاریاں روشن تھیں۔ تیز ہوا چل رہی تھی، جس سے یہ چنگاریاں منتشر ہو رہی تھیں۔ میلینا کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں

سے اس عجیب وغریب منظر کو دیکھنے لگی، تبھی اسے اپنے عقب میں قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پلٹ کر دیکھا تو سمیتا مسکراتی ہوئی اندر آ رہی تھی۔

"آؤ سمیتا، ادھر آؤ ذرا یہاں سے باہر کا منظر دیکھو۔"

"دیکھ کر آئی ہوں، میرا کمرہ تمہارے کمرے سے پانچواں ہے اور یہ ویران منظر ہر جگہ سے نظر آتا ہے۔"

"مگر یہ بو اور وہ عجیب سی روشنی کیسی ہے وہاں کوئی انسان تو نظر نہیں آ رہا کیا ہے یہ؟"

"ہندوؤں کا قبرستان...... ہمارے دھرم میں مردے جلائے جاتے ہیں، انہیں دفن نہیں کیا جاتا، وہاں چتا جل رہی ہے۔"

"میں نے سنا ہے انسانوں کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے۔ او مائی گاڈ! یہ انسانی گوشت جلنے کی بدبو ہی ہے۔ کیا یہاں بدبو ہر وقت رہتی ہے؟"

"نہیں تھوڑی دیر کے بعد ہوا میں منتشر ہو جائے گی۔ ویسے دیکھو کتنی پرسکون جگہ ہے، کیا موت کے بعد انسان کو اسی طرح سکون مل جاتا ہے؟"

"پتہ نہیں، میں کبھی مری نہیں ہوں۔" میلینا نے ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کھڑکی بند کر دیں، یہ بدبو بہت بری لگ رہی ہے، تمہارے پاس ایئر فریشنر ہے؟"

"ہاں ہے' میں لاتی ہوں۔" کھڑکی بند کر دی گئی اور میلینا نے اپنے سامان سے ایئر فریشنر نکال کر پورے کمرے میں سپرے کر دیا۔ پھر بولی۔

"بیٹھو تمہارا آنا مجھے اچھا لگا ہے، میں خود بھی دوستی کی قائل ہوں۔"

"شکریہ...... ہمیں دوست بننا چاہئے کیونکہ ہم ایسے پراسرار ویرانوں میں جا رہے ہیں جہاں ایک دوسرے کو رفاقت کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔" دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئیں، سمیتا ہنس کر بولی۔ "ہمارے درمیان ہماری عمر کی ایک اور لڑکی بھی شامل ہوئی ہے جس کا نام ناریہ ہے۔"

"اچھی بات ہے اپنی ہم عمر لڑکیاں ساتھ ہوں تو ہنسنے بولنے کا لطف بھی آئے گا۔"

"ہم لوگ کوشش کریں گے کہ ایک ہی جیپ میں رہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"ایک بات کہوں میلینا، کیا تمہارے ذہن میں اس قدر گنجائش ہے کہ نازک موضوعات پر بھی آسانی سے بات کر لوں؟"

"سالار ذہن میں ہے؟" میلینا نے خود کو بہت آگے کی چیز ہونے کا مظاہرہ کیا۔

سمینا ہنس پڑی پھر بولی۔ "ہاں...... اصل میں اس وقت جب وہ ہمارے سامنے بیٹھا ہوا تھا،

میں نے تمہاری نگاہوں کو دیکھا تھا اور مجھے یقین ہے کہ تم نے بھی مجھے خاص طور پر پڑھنے کی کوشش کی تھی، ہم دونوں کو یہ احساس ہوا تھا کہ ہم سالار کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔"

"یہ بالکل سچ ہے۔"

"اور ایک اور سچ یہ ہے کہ ہم نے اسے کسی کی جانب متوجہ نہیں دیکھا۔"

"گڈ، سمیتا تم مجھے مزید پسند آئی ہو، اس گفتگو کے بعد۔"

"اور تم بھی مجھے پسند آئی ہو، دیکھو، یہ زندگی کے سچے کھیل ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اب وہ دور نہیں رہا کہ ہم زبردستی کسی کو اپنی مٹھی میں بند کرنے کی کوشش کریں، میرا خیال ہے ہم دونوں کو سالار کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہئے۔ ہم اپنی اپنی کوشش کر کے دیکھ لیں۔ وہ جس کی جانب بھی متوجہ ہوا، دوسرا اسے بہکانے کی کوشش نہیں کرے گا اور اس کے حق میں دستبردار ہو جائے گا۔"

"مگر میری ایک بات اور سنو ڈیئر سمیتا، اگر وہ کوئی فراڈ نکلا اور اس نے ہم دونوں ہی سے رجوع کرنے کی کوشش کی تب کیا کرو گی؟"

"یہ تو بڑی دلچسپ بات ہوگی۔ پھر ہم دونوں مل کر اسے بیوقوف بنائیں گے۔"

"اور اگر بات کسی حد تک سنجیدہ ہو گئی؟"

"نہیں ہم سنجیدہ نہیں ہونے دیں گے، ہاں اپنی پسند کے حصول میں کوئی بات نہیں ہے، اگر کسی شکل میں ہماری پسند ہمیں مل جاتی ہے تو پھر ٹھیک ہے، پھر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک......تو پھر اب کیا کہتی ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ موقع ملتے ہی ہم اس سے بات کرتے ہیں۔"

"پہلے تم یا میں۔" سمیتا نے ایک ٹیڑھا سوال کر ڈالا اور پھر خود ہی بولی......"چلو ٹاس کر لیتے ہیں۔"

ٹاس میلینا نے جیت لیا تھا، ٹاس جیتنے کے بعد میلینا نے اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھا دیا اور دونوں نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔

* * *

کنور دلاور بہت دلچسپ آدمی تھا۔ ہنسنے بولنے والا۔ جیسیکا بھی ان سب کو پسند آئی تھی۔ البتہ ناریہ خود کو لئے دیئے رکھنے کی عادی تھی۔ سمیتا اور میلینا نے اپنے منصوبے کے مطابق ابھی اسے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ لیکن دونوں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ بعد میں اس سے دوستی کر لی جائے گی۔

رات کو کھانے کے بعد کافی دیر تک گپ شپ رہی، سمیتا بھی میلینا کے ساتھ تھی۔ شیروک پوری طرح سنجیدہ ہو کر مردوں کے ساتھ اس مہم کی تیاریوں کے سلسلے میں اپنے مشورے دے رہی

تھی۔ اس وقت وہ بالکل نارمل عورت لگ رہی تھی، البتہ اس کی شخصیت جیسیکا اور ناریہ کے لئے بہ ان کن تھی اور ماں بیٹیوں نے شاید اس موضوع پر بات بھی کی تھی۔

خاصی رات گزر گئی تو میلینا کو نیند آنے لگی، ابھی تک سالار سے اس کا سامنا نہیں ہو سکا تھا۔ اس نے طے کیا کہ کل دن کی روشنی میں سالار کو تلاش کرے گی۔ وہ ٹاس تو جیت ہی چکی تھی اس لئے بظاہر خطرہ نہیں تھا کہ سمیتا بددیانتی کرے گی۔

اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ تھوڑی سی گھٹن محسوس کر رہی تھی۔ عقبی سمت کی کھڑکی کھولنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کیونکہ کل جو بدبو آئی تھی وہ کافی دیر تک پریشان کرتی رہی تھی، لیکن اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار بھی نہیں تھا، چنانچہ اس نے کھڑکی کھولی اور سامنے نگاہ دوڑانے لگی۔ لیکن آج وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ عمارتیں جو چھوٹی چھوٹی اور بس یادگار عمارتیں ہی کہی جا سکتی تھیں۔ ان میں سے ایک عمارت میں مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ یہ روشنی غالباً چراغ کی تھی۔

نجانے کیوں میلینا پر ایک عجیب سے کیفیت طاری ہو گئی۔ اس کا دل چاہا کہ قریب سے جا کر اس روشنی کو دیکھے۔ پھر روشنی کو قریب سے دیکھنے کی خواہش اس قدر بڑھ گئی کہ وہ تیار ہو کر اپنی جگہ سے نکل آئی۔ حویلی سے باہر جانے کے راستے بہت سے تھے جو اس نے دن میں دیکھے تھے۔ اسے ایک دروازے کے بارے میں علم تھا جو میدان کی جانب کھلتا تھا۔ چنانچہ وہ اس دروازے سے باہر نکل آئی، وہ روشنی اسے تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہی تھی۔ وہ بے خوفی سے آگے بڑھنے لگی، تبھی اس نے ایک سائے کو دیکھا اور ایک دم اپنی جگہ ٹھٹک سی گئی، کوئی اور بھی اس راستے کی جانب جا رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے دیکھا۔ تاروں کی مدھم چھاؤں میں اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ اس طرف جانے والی کوئی عورت ہے۔ انوکھی وہ اس لئے لگی تھی کہ اس نے سر سے پاؤں تک ایک سیاہ لبادہ اوڑھا ہوا تھا جس میں اس کا چہرہ تک چھپا ہوا تھا۔ البتہ لبادے کی تراش بہت خوبصورت تھی۔ کبھی ہوا سے اس کے ہاتھ کھل جاتے تو یوں لگتا جیسے روشنی چمکی ہو۔

یہ کون ہے اور کہاں جا رہی ہے؟ میلینا نے سوچا۔ تاہم اب وہ محتاط ہو کر آگے بڑھنے لگی پھر کچھ ہی لمحوں کے بعد اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کا رخ بھی اس عمارت کی طرف ہے جہاں مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ یہ سب کچھ بہت پراسرار تھا۔ میلینا کا اندازہ تھا کہ یہ جو کوئی بھی ہے اس کا تعلق حویلی سے ہی ہے۔ ویسے اس نے ابھی تک حویلی کے تمام مکینوں کو نہیں دیکھا تھا۔ بہرحال پُرتجسس بات تھی، وہ چپ چاپ آگے بڑھتی رہی اور آخرکار اس انوکھی طرز کی عمارت کے پاس پہنچ گئی جسے عمارت نہیں کہا جا سکتا تھا۔ یہ شاید مرنے والوں کی، یادگاریں تھیں جوان کی ارتھی جلانے کی جگہوں پر بنا دی گئی تھیں۔ دروازہ جس کے دوسری طرف کوئی پانچ فٹ مربع جگہ تھی، جس کی دیواروں میں طاق بنے ہوئے

تھے۔ اس عمارت کے ایک طاق میں وہ چراغ روشن تھا جو دروازے کے عین سامنے تھا اور کھلے دروزے سے نظر آ رہا تھا۔

وہ عورت اندر داخل ہو گئی۔ میلینا نے بڑی احتیاط سے اندر جھانکا اور اندر نگاہ پڑتے ہی اچانک اس کے پورے بدن کو شدید جھٹکا لگا۔ چراغ کی روشنی میں اس نے سالار کو دیکھا جو پالتی مارے ایک چوکی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ یوگا کے انداز میں گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔ آنکھیں بند تھیں اور چراغ کی روشنی میں اس کا چہرہ تمتمایا ہوا لگ رہا تھا۔

میلینا کو ساگان پاری یاد آ گیا جو تھائی باشندہ تھا اور اس کے وطن کے ایک یوگا سنٹر میں انسٹرکٹر تھا۔ وہاں یوگا کی نشستوں کے ساتھ جوڈو کراٹے کی تربیت بھی دی جاتی تھی اور میلینا نے وہاں سے بلیک بیلٹ حاصل کی تھی۔ سالار بھی اس وقت اسی انداز میں بیٹھا ہوا تھا' لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

اس نے لبادہ پوش عورت کو دیکھا...... وہ زمین پر بیٹھ گئی تھی اور کچھ کر رہی تھی۔ میلینا نے اچانک روشنی تیز ہوتی محسوس کی، پھر اس نے اس چمکدار تھال کو دیکھا جس میں سات چراغ روشن ہو گئے تھے۔ روشنی میں تیزی انہی چراغوں کے روشن ہونے سے ہوئی تھی۔

عورت اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر اس کے منہ سے ایک نغمہ بار آواز ابھری (تتھا استو، پردھان ماتری دھرموتھا۔ تتھا استھو) اس کی آواز بے حد دلکشی کی حامل تھی۔

اچانک ہی سالار کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس کی پلکیں جھکی جھکی سی تھیں اور آنکھوں میں نشے کی سی کیفیت تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بالکل خالی الذہن ہو اور کچھ نہ دیکھ رہا ہو۔ لبادہ پوش عورت نے تھالی اٹھائی اور اس کی آرتی اتارنے لگی، ساتھ ہی وہ کسی نامعلوم زبان میں کچھ پڑھ رہی تھی۔

کون ہے یہ؟ کیا اس حویلی کی کوئی فرد......؟ کیا سمیتا، کیا...... ناریہ...... یا کوئی اور فیصلہ مشکل تھا۔ لڑکی آرتی اتارتی رہی۔ یہ عمل بھی میلینا کے لئے اجنبی تھا، وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ چنانچہ وہ حیرت سے یہ انوکھا عمل دیکھتی رہی۔

کچھ دیر کے بعد لڑکی یا عورت نے تھالی نیچے رکھی اور اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر دیئے۔ لبادہ اس کے ہاتھوں سے سرکا اور اس کی گوری اور پرکشش کلائیاں نمایاں ہو گئیں۔ اتنا سفید رنگ کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔ لیکن خاص بات جو میلینا نے دیکھی اس نے اسے چونکا دیا۔ لڑکی کے سیدھے ہاتھ میں چھ انگلیاں تھیں۔

میلینا کے منہ سے بے اختیار آواز نکل گئی۔ ایسا بالکل بے خیالی میں ہو گیا تھا، لیکن آواز اتنی نمایاں تھی کہ لڑکی نے سن لی۔ دوسرے لمحے بجلی سی کوند گئی۔ لڑکی نے پھرتی سے جھک کر جلتے چراغوں

والی تھالی اٹھائی اور دروازے کی طرف جانے کے بجائے سالار کے عقب میں دوڑ لگا دی۔

میلینا کو اپنی بیوقوفی کا فوراً ہی احساس ہو گیا تھا، اب اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ ظاہر کر دے۔ چنانچہ وہ چیخی...... "سنو گھبراؤ نہیں ...... میری بات سنو، میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔" یہ کہتی ہوئی وہ خود بھی اندر داخل ہو گئی۔ لیکن سالار کے پیچھے جا کر وہ ٹھٹک گئی، اس طرف بھی ایک پتلا سا دروازہ تھا جس میں کوئی کواڑ نہیں تھا۔

میلینا بھاگ کر اس دروازے سے باہر نکل آئی اور آنکھیں پھاڑنے لگی۔ دور دور تک کسی ذی روح کا نشان نہیں تھا۔ نہ چراغ تھے نہ لڑکی۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ تبھی اسے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کون ہے یہاں؟ براہ کرم میرے پاس آ جاؤ، مجھے سہارا چاہئے۔" سالار ہی کی آواز تھی لیکن عجیب ڈوبی ڈوبی سی آواز۔

میلینا تیزی سے واپس پلٹی اور پتلے دروازے سے دوبارہ عمارت کے اندر داخل ہو گئی، سالار اپاہجوں کی طرح دیواروں کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے میلینا کا چہرہ تک نہ دیکھا۔ وہ ڈوبتی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا، کیا تم مجھے سہارا دے سکتے ہو دوست۔"

میلینا کے دل میں ایک عجیب سی ہمدردی ابھر آئی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر سالار کا بازو پکڑ لیا، سالار کی کیفیت بے حد عجیب ہو رہی تھی، وہ تھکے تھکے لہجے میں بولا۔ "مجھے میرے گھر پہنچا دو، میں بھگت رائے جی کی حویلی میں رہتا ہوں، میری مدد کرو، مجھے سہارا دے کر وہاں تک پہنچا دو۔"

"آؤ...... میرے ساتھ۔" میلینا نے کہا اور وہ اس کے ساتھ چلنے لگا۔ اس کے پیروں میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ میلینا کمزور لڑکی نہیں تھی اس نے باقاعدہ ایک ادارے سے بلیک بیلٹ حاصل کی تھی اور خاصی شفقت کی عادی تھی' میلینا نے آسانی سے اس کا وزن سنبھال لیا تھا۔ باہر خوشگوار ہوا چل رہی تھی اور آج اس ہوا میں کوئی ناگوار بو نہیں تھی، کیونکہ کئی دن سے یہاں کوئی ارتھی نہیں جلائی گئی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے سالار کو جوں جوں ہوا لگتی جا رہی ہے اس کے حواس بحال ہوتے جا رہے ہیں اور چند لمحوں کے بعد اس نے میلینا کے کاندھوں سے اپنا وزن کم کر دیا اور پھر بولا...... "تم میری محسن ہو، وہ سامنے جو روشنی نظر آ رہی ہے بس مجھے وہاں تک جانا ہے۔"

"مسٹر سالار! میں آپ کی مہمان ہوں، مجھے معلوم ہے آپ کو کہاں جانا ہے؟" "ایں......"

سالار بری طرح چونکا اور پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میلینا کو دیکھنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں نے آپ کو پہچان لیا ہے مس میلینا! وہ کیسی عجیب بات ہے، میں آپ کا میزبان ہوں، لیکن آپ کو اس مشکل میں ڈال دیا ہے۔ معافی چاہتا ہوں، کاش ایسا نہ ہوتا، آپ بھی

کیا سوچ رہی ہوں گی میرے بارے میں۔"

"اب آپ کی کیفیت کیسی ہے؟"

"جوں جوں ہوا لگتی جائے گی میں بہتر ہوتا جاؤں گا، بس تھوڑا سا اور سنبھال لیجئے مجھے۔"

میلینا کا دل پگھلنے لگا۔ اس نے پوچھا...... "آپ کو ہو کیا گیا ہے، آپ تو بہت تندرست انسان ہیں اور پھر اس وقت یہاں۔"

"براہ کرم مجھ سے بات نہ کیجئے، میں بس تھوڑی دیر کے بعد بہتر ہو جاؤں گا۔"

حویلی قریب آتی جا رہی تھی، لیکن سالار کے انداز میں اب بھی لڑکھڑاہٹ تھی، یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی نشے ہی میں ہو، پتہ نہیں یہ نشہ تھا بھی یا نہیں، یہاں جو حالات اس نے دیکھے تھے اس میں کسی نشے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ وہاں کیسے پہنچ گیا، وہ لڑکی کون تھی جو اس کی آرتی اتار رہی تھی۔ تمام باتیں راز میں تھیں، پھر وہ حویلی کے دروازے سے اندر داخل ہو گئی اس نے پوچھا...... "میں آپ کو کہاں پہنچا دوں؟"

"بس وہ ملازموں کے کوارٹر میں، میں انہی میں رہتا ہوں۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا مسٹر سالار کو آپ کو ملازموں کے کوارٹر میں رکھا گیا ہے، آپ تو بھگت رائے انکل کے دست راست ہیں۔" میلینا نے کہا۔

سالار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ایک دروازے کے سامنے رک گیا پھر بولا۔ "آپ کے اس احساس کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں جو ویسے تو کسی طور قابل اعتنا نہیں ہے۔ لیکن آپ اپنی فراخدلی سے کام لے کر اگر میری اس درخواست کو قبول کر لیں تو آپ کا بہت احسان مانوں گا۔"

"بتائیے، کیا بات ہے؟" میلینا نے کہا۔

"براہ کرم اس واقعہ کو کسی کو نہ بتائیے گا، آپ کا بے حد شکر گزار رہوں گا میں۔"

"ٹھیک ہے نہیں بتاؤں گی، آپ......"

"بس یہ میرا کوارٹر ہے، مجھے اندر جانے دیجئے، میں نہیں چاہتا کہ کوئی اس طرح ہمیں دیکھے۔"

میلینا نے ایک گہری سانس لی اور بولی......

"ٹھیک ہے، لیکن ایک شرط ہوگی۔"

"بتائیے کیا شرط ہے؟"

"آپ مجھ سے دن میں ضرور ملیں گے، بلکہ ملتے رہیں گے، میں آپ سے ملتے رہنا چاہتی ہوں۔"

سالار نے اس طرف دیکھا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے جیسا آپ کا حکم۔" اور اس کے بعد وہ دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

میلینا تیزی سے دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔ سالار کی درخواست کو اس نے مان لیا تھا۔ جب وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اسے اس کے ساتھ دیکھے تو ٹھیک ہے، بلکہ یہ بات تو اچھی ہوگی کہ سالار اس کا تھوڑا سا احسان مند رہے اور اسے پینگیں بڑھانے میں کوئی دقت نہ ہو۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنی آرام گاہ میں پہنچ گئی۔ یہ واقعہ اس کی زندگی کا سب سے حیران کن واقعہ تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک ایک لمحہ ناچ رہا تھا، سالار کیسی عجیب وغریب شخصیت کا مالک ہے، وہاں تیج تیواڑی کے میلے میں اس نے دھوم مچا دی تھی اور طوفانی نالے کے خلاف تیر کر اپنی طاقت کا لوہا منوا لیا تھا، لیکن تھوڑی دیر پہلے وہ کتنا بے بس اور نڈھال نظر آ رہا تھا اور وہ لڑکی جو تھال میں چراغ جلا کر اس کے چہرے کے گرد گھما رہی تھی، کیا وہ کوئی جادوگرنی تھی، شیروک کی طرح۔ سالار نے اس سے درخواست کی تھی کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کیا جائے، اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس بارے میں سالار سے تعاون کرے گی اور شیروک تک کو اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔

نجانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی، اس کی آنکھوں میں نیند داخل ہونے لگی، لیکن پھر اچانک ہی دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور بہت ہی آہستگی سے دستک دی گئی، وہ چونک پڑی اور اس کے منہ سے آواز نکلی "کون ہے؟"

دروازہ کھلا اور میلینا کو احساس ہوا کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس نے دروازہ اندر سے بند نہیں کیا تھا، لیکن دروازہ کھول کر جو شخص اندر داخل ہوا وہ سالار تھا۔ نجانے کیوں اس طرح سالار کو آتے دیکھ کر اسے خوشی ہوئی، سالار اب بالکل فٹ نظر آ رہا تھا اور اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

"میں زندگی میں کبھی اتنا شرمندہ نہیں ہوا مس میلینا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں دوبارہ آپ کا سامنا کس طرح کر سکوں گا؟" میلینا کا موڈ ایک دم خوشگوار ہو گیا تھا، سالار کے آنے سے اسے کافی خوشی ہوئی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "دوبار تو آپ میرا سامنا کر چکے ہیں مسٹر سالار، تیسری بار کہیے۔"

سالار نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرا دیا، تب میلینا کو ایک دم احساس ہوا کہ اس کی مسکراہٹ انتہائی دلکش ہے، اس کے دانت سفید موتیوں کی طرح چمکنے لگے تھے، پھر اس نے کہا......

"ہاں واقعی تیسری بار۔"

"اور یہ بات غلط ہے کیونکہ تیسری، چوتھی اور پانچویں بار بھی نہیں بلکہ اب ہمیشہ آپ کو میرا سامنا کرنا ہوگا اور ویسے بھی ہم پراسرار ویرانوں کی سیر کے لئے جا رہے ہیں، میں یہ چاہوں گی کہ

آپ وہاں میرا بھرپور ساتھ دیں۔"

"مس میلینا! میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ بس میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں۔"

"کس بات کی معافی؟"

"آپ کو میری وجہ سے جو تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔"

"آپ اگر میرے تھوڑے سے تعاون کو تکلیف کہنا چاہتے ہیں تو آپ مجھے یہ بھی بتا دیجئے کہ میں آپ کو یہ بات کہنے سے کیسے روکوں، آیئے بیٹھئے نا۔"

"بیٹھنا مناسب نہیں ہوگا، کوئی بھی جاگ سکتا ہے۔"

"آپ ڈرتے ہیں...... میں تو کسی سے نہیں ڈرتی......؟"

"مس میلینا، میں ایک غلام ہوں اور غلاموں کی اوقات متعین ہوتی ہے۔"

"میں نے کچھ کتابوں میں، زمانہ قدیم میں غلاموں کی خرید و فروخت کے بارے میں پڑھا ہے، کیا اب بھی اسی طرح کی غلامی چلتی ہے؟"

سالار نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا، اس کی آنکھیں بھی بہت حسین تھیں، میلینا کو وہ آنکھیں یاد آنے لگیں جو نیم غنودگی کا شکار تھیں اور ان میں زندگی نظر نہیں آ رہی تھی، میلینا نے کہا۔ "اچھا چھوڑیئے ان باتوں کو یہ بتایئے کہ آپ وہاں اس ویرانے میں کیسے پہنچ گئے تھے؟"

"میلینا! میں اکثر وہاں جاتا رہتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس اس کیوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے، آپ یوں سمجھ لیجئے کہ سوتے سوتے کچھ آوازیں میرے کانوں میں ابھرتی ہیں اور میں بے اختیار ہو جاتا ہوں اور پھر میں اس ویرانے میں نکل جاتا ہوں۔ وہاں میں کیا کرتا ہوں مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا، پھر ہوش آتا ہے تو میں وہاں سے چلا آتا ہوں۔"

اب آپ کہیں گے کہ اس لڑکی کو بھی آپ نے عالم ہوش میں کبھی نہیں دیکھا جو آپ کے گرد چراغوں کو گھما کر جادو کر رہی تھی؟"

"نہیں، میں یہ نہیں کہوں گا، اس لڑکی کو میں نے دیکھا ہے۔"

"بتائیں گے نہیں کہ وہ کون ہے؟"

"آپ یقین کریں میں نہیں جانتا مگر کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔"

"کیا اس وقت آپ بالکل بے ہوشی کے عالم میں ہوتے ہیں؟"

"نہیں، میں بے ہوش نہیں ہوتا، بس ایک نیم غشی کی سی کیفیت ہوتی ہے۔"

"آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟" میلینا نے براہ راست سوال کیا......

"نہیں بالکل نہیں۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"آلاشی۔" سالار نے جواب دیا۔

"یہیں اس حویلی میں رہتی ہے؟"

"نہیں۔"

"تو کہاں رہتی ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"گڈ، جو باتیں آپ نہیں بتانا چاہتے ان کے بارے میں آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ آپ نہیں جانتے۔"

"میں جھوٹ نہیں بولتا، کم از کم دوستوں اور محسنوں سے۔" سالار نے متانت سے کہا۔

"اچھا اب آپ ایک بات تو بتا دیجئے؟"

"جی۔"

"آپ کسی سے محبت کرتے ہیں؟"

اس نے پھر نگاہیں اٹھا کر میلینا کو دیکھا اور بولا......"نہیں۔"

"اور اگر کوئی آپ سے محبت کرے تو؟"

"میں آپ سے معذرت کرنے آیا تھا، اس وقت میں نیم غشی کی کیفیت میں تھا۔ آپ مجھے معاف کر دیجئے گا اور اب مجھے اجازت دیجئے۔ میں جانا چاہتا ہوں میرا ضمیر نہیں مان رہا تھا۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی، اگر آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے تو مجھے واپسی کی اجازت دیجئے، میں سونا چاہتا ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں سالار، آپ کو مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے کسی کام آئی، آپ کو بتاؤں، میں ایک بے باک لڑکی ہوں۔ یہ بات کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی کہ میں آپ سے محبت کرنے لگی ہوں۔ میں آپ کو چاہنے لگی ہوں، میں جھوٹ نہیں بول رہی اور شاید آنے والے وقت میں آپ کو اس بات کا یقین آ جائے کہ میں جھوٹی لڑکی نہیں ہوں، میں نے زندگی میں کسی لڑکے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، لیکن میں نے پہلی بار جب آپ کو دیکھا تو میرے دل میں ایک ہلچل سی پیدا ہوگئی۔ میں نے اس ہلچل کا جائزہ لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں آپ کو چاہنے لگی ہوں سالار۔

لیکن آپ اس بات کا اطمینان رکھیں کہ آپ سے اپنی محبت کا کوئی صلہ نہیں مانگوں گی، ہاں اگر آپ کے دل میں کبھی میرے لئے کوئی جذبہ اُمڈ آئے تو براہ کرم مجھ سے گریز نہ کیجئے گا۔"

سالار کا چہرہ سُت گیا، وہ کسی قدر خشک انداز سے اسے دیکھنے لگا، پھر بولا۔ "میری اس مشکل کا معاوضہ نہ مانگیں مجھ سے، میں ایک مشکل کا شکار ہو گیا تھا اور آپ بالکل اتفاقیہ طور پر وہاں جا پہنچی تھیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے مس میلینا کہ آپ اظہار محبت کر دیں اور مجبور کریں کہ میں آپ کی محبت کا جواب محبت سے دوں، مجھے اجازت دیجئے۔" یہ کہہ کر وہ واپس پلٹا اور تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔

میلینا بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی، اس کی نیند بھاگ گئی تھی، وہ سالار کے الفاظ پر غور کر رہی تھی اور نجانے کیوں اسے ایک دم سے ایک دکھ کا سا احساس ہو رہا تھا۔ یہ کیا کہہ دیا اس نے، اس نے صاف الفاظ میں میری محبت کو ٹھکرا دیا۔ کیا یہ مناسب ہوا، اس نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا تھا اسے احساس ہوا کہ سالار کے اس رویے سے اسے دلی دکھ پہنچا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آ گئی اور پھر وہ جیسے ہی دروازے سے باہر نکلی ایک دم ٹھٹک گئی، اس سے کچھ فاصلے پر شیروک کھڑی ہوئی تھی۔

شیروک کو دیکھ کر اسے خوف کا احساس ہوا، اس کا اس طرح نظر آ جانا بالکل غیر متوقع تھا۔ کیا شیروک کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔

اس لمحے شیروک مسکراتی ہوئی اس کی طرف بڑھی۔ "ویری گڈ...... شاباش میری بچی...... تم نے تو کمال کر دیا۔ وہ خود چل کر تمہارے پاس آ گیا۔ یہ معمولی کامیابی نہیں ہے۔ کیا اس نے تمہاری محبت قبول کر لی۔ کیا وہ تمہاری قربت چاہتا ہے۔"

میلینا کو احساس ہوا کہ شیروک گزری ہوئی کہانی سے ناواقف ہے۔ اس نے کہا۔ "نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر وہ یہاں کیوں آیا تھا؟"

"میں نے اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا تو وہ عجیب سا ہو گیا، اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، اب وہ یہ کہنے آیا تھا کہ وہ ایک غلام ہے۔ ایک بے حقیقت انسان۔ وہ میری محبت قبول نہیں کر سکتا۔"

"او...... تو یہ کہتا ہے۔" شیروک پر خیال لہجے میں بولی۔ "اسے نہیں معلوم کہ وہ کون ہے۔"

"آپ اندر آ جائیے...... میلینا نے کہا۔

"نہیں...... میں چلتی ہوں۔"

"ایک بات بتائیں گی؟" میلینا نے ایک دم سوال کر ڈالا۔

"ہوں، پوچھو......"

"کیا وہ واقعی آپ کا بیٹا ہے؟" میلینا کے اس سوال پر شیروک چونک پڑی۔ اس کے چہرے پر خشک سا تاثر نمودار ہو گیا۔ پھر اس نے کہا...... "بعض مرد بھی عورتوں جیسی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ جان کرسٹوفر کو اس طرح یہ بات عام نہیں کرنی چاہئے تھی، بہرحال میں تم سے بہت خوش ہوں میلینا۔ تم نے میری ہدایت پر عمل کیا ہے، اطمینان رکھنا، تمہیں کبھی کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہونے پائے گی۔ بعض باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی، ان کے لئے پریشان نہ ہونا، موقع آنے پر میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔ میں چلتی ہوں آرام کرو۔" شیروک جواب کا انتظار کئے بغیر واپس پلٹ گئی اور میلینا گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

وہ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ شیروک کو پوری تفصیل معلوم نہیں تھی۔ یہاں اس کی جادوگری نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اگر اس کو تفصیل معلوم ہو جاتی اور کسی طرح یہ بات سالار کے علم میں آ جاتی تو وہ بد دل ہو جاتا اور سوچتا کہ یقیناً میں نے یہ تفصیل کسی کو بتا دی ہے۔

میلینا نے غور کیا تو اسے سالار کی مسکراہٹ یاد آ گئی۔ کتنی حسین مسکراہٹ ہے کمبخت کی اور آنکھیں تو غضب ہی ڈھاتی ہیں۔ اگر وہ کسی کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھے تو دوسرا تو سچ مچ مر ہی مٹے اس پر۔

میلینا کو ایک دم احساس ہوا کہ یہ سب کچھ تو بہت پر لطف ہے، حالانکہ جب سے اس کے باپ نے شیروک سے شادی کی تھی، دنیا اسے بہت بری لگی تھی، کسی پر اعتبار ہی نہیں رہا تھا۔ لیکن اب اچانک اسے دنیا کی دلکشی کا احساس ہونے لگا۔

دوسرے دن صبح کے ناشتے پر سمیتا سے ملاقات ہوئی۔ سمیتا اس سے بہت محبت سے پیش آ رہی تھی، لیکن اس وقت میلینا نے بہت ہی گہری نگاہوں سے ناریہ کا جائزہ لیا، ناریہ نے ابھی تک ان کی جانب دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھایا تھا، اس وقت بھی وہ اپنے آپ کو لئے دیئے بیٹھی ناشتے میں مصروف تھی اور میلینا غور سے اس کے ہاتھ دیکھ رہی تھی، جو خوبصورت ہاتھ اس نے آرتھی اتارنے والی لڑکی کے دیکھے تھے، یہ وہ ہاتھ نہیں تھے اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ اس کے ہاتھوں میں پانچ ہی انگلیاں دیکھی تھیں اور یہ اس کی سب سے بڑی شناخت تھی۔

سمیتا اور وہ پاس پاس بیٹھی تھیں، اس نے سمیتا سے کہا۔ "دن میں اگر تمہیں کوئی خاص مصروفیت نہ ہو تو ہم پوری حویلی کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ یہاں کیا کچھ ہے۔"

"ٹھیک ہے، بہت بڑی حویلی ہے، میں نے سچ مچ اتنی بڑی عمارت کبھی نہیں دیکھی۔"

وہ لوگ باتیں کرتی رہیں اور پھر ناشتے کے بعد باہر نکل آئیں۔ ہر جگہ کو دیکھا گیا، تقریباً تمام ہی لوگوں سے ملاقات ہوئی، خاص طور سے میلینا اور سمیتا نے یہاں موجود لڑکیوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں، لیکن آلاشی کا کہیں کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ اس طرح کی خوبصورت لڑکی یہاں کوئی نہیں تھی، میلینا کو مایوسی ہوئی تھی، لیکن اس نے سمیتا کو ذرا بھی احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ اسے ایسی کسی لڑکی کی تلاش ہے۔

+ + +

کنور دلاور ماضی میں کیا رہا تھا اس کی کوئی تفصیل سامنے نہیں آسکی تھی، لیکن یہ سچ ہے کہ وہ بھی ایک بے جگر انسان تھا۔ جیسیکا کی قربت نے اس کے مزاج میں بڑی تبدیلی پیدا کردی تھی اور ناریہ بھی اسی مزاج کی لڑکی تھی لیکن ذرا ریزرو رہتی تھی، جبکہ کنور دلاور نے اس سے کہا تھا۔ "سوری ناریہ! تم کچھ بددل سی نظر آرہی ہو؟"

"نہیں ڈیڈی...... اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہاں میں ان لوگوں سے گھلی ملی نہیں ہوں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے، ایسا ہوجائے گا مگر تھوڑا سا مجھے وقت دیجئے۔ اصل میں میرا اپنا ایک سلیکشن ہے، اگر یہاں کے لوگ مجھے اچھے لگے تو میں ضرور ان سے رابطہ کروں گی۔"

وہ ابھی گفتگو کررہے تھے کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور اجازت ملنے پر جو شخصیت اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر وہ چونک پڑے۔ شیروک کو دیکھ کر کنور دلاور اور جیسیکا کھڑے ہوگئے۔

"ہیلو میڈم شیروک، آپ تصور نہیں کرسکتیں کہ آپ کے اس طرح آجانے سے ہمیں کتنی خوشی ہوئی ہے۔"

شیروک نے پلٹ کر دروازہ بند کردیا اور پھر مسکراتی ہوئی آگے بڑھی، اس نے ان تینوں سے ہاتھ ملایا اور بولی۔ "ہر انسان اپنے بارے میں دوسرے کا تاثر سننے کا شوقین ہوتا ہے، کیا چند الفاظ میں آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ میں آپ کی گڈ بک میں ہوں یا......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"آپ ہمارے لئے انتہائی قابل احترام ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کی شخصیت میں ایک ندرت ہے، ایک انوکھا پن، جو ہر شخص کو متاثر کرتا ہے۔ ہم بھی متاثر ہوئے ہیں۔"

"ویری گڈ، اس کا مطلب ہے کہ میری اچھی تقدیر مجھ سے آگے آگے چل رہی ہے اور میرے راستے آسان کرتی جارہی ہے، بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں تشریف رکھیئے۔ یہ بے شک ہمارا گھر نہیں ہے لیکن اگر زندگی بخیر رہی تو اس مہم کی تکمیل کے بعد ہم ضرور آپ کو دعوت دیں گے اور درخواست کریں گے کہ تھوڑا سا وقت ہمارے ساتھ گزاریئے۔ آپ

نے ہم لوگوں کو بہت متاثر کیا ہے۔"

شیروک بیٹھ گئی، ناریہ بار بار شیروک کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

شیروک نے کہا۔ "بچے بچے ہی ہوتے ہیں۔ ناریہ اگر تم میری آمد سے کچھ بھاری پن محسوس کر رہی ہو تو مجھے اعتراض نہ ہوگا اگر تم باہر چلی جاؤ۔"

"اور اگر آپ کو اعتراض نہ ہو میڈم تو میں آپ کے ساتھ ہی بیٹھنا چاہتی ہوں کیونکہ آپ میری بھی پسندیدہ شخصیت ہیں۔"

"او مائی گاڈ کتنی خوش نصیب ہوں میں، میں نے کہا تھا نا کہ میری اچھی تقدیر مجھ سے آگے چل رہی ہے۔ کنور میں بہت زیادہ بات نہیں کرنا چاہتی، بس اتنا ضرور عرض کروں گی کہ مجھے اپنی چہرہ شناسی پر ناز ہے، آپ کے اور مسز جیسیکا کے بارے میں، میں نے ایک ہی نگاہ میں اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ دلیر، مستقل مزاج انسان ہیں، اب اچھے دوستوں کا سوال آتا ہے تو مجھے یہاں خاموشی اختیار کرنی چاہئے کیونکہ یہ میری اور آپ کی پہلی ملاقات ہے جبکہ آپ بھگت رائے اور جگت چوہان کے پرانے دوست ہیں۔"

"ہم آپ کے بھی دوست ہیں میڈم اور مسٹر جان کرسٹوفر کے بھی، کہاں ہیں مسٹر کرسٹوفر؟"

"میں اس وقت تنہا آپ سے ملاقات کے لئے آئی ہوں، مختصراً اپنے بارے میں بتاؤں، ان علاقوں سے میرا گہرا تعلق ہے اور میری زندگی میں کچھ ایسے واقعات شامل ہیں جنہیں آپ کی دنیا میں حیران کن کہا جاسکتا ہے۔ مجھے پراسرار علوم سیکھنے کا شوق رہا ہے اور شاید اس کی وجہ میرا خمیر ہے جو ان پہاڑوں سے اٹھا ہے، ان پہاڑوں کی پراسرار کہانیوں سے مکمل طور پر منسلک ہوں میں۔ تفصیل تو شاید اس وقت نہ بتاسکوں جس مقصد کے لئے آئی ہوں، اس کے بارے میں البتہ فوری طور پر بتادینا چاہتی ہوں۔"

جیسیکا اور کنور دلاور کے چہرے پر تجسس کے آثار نمودار ہوگئے، شیروک نے گہری نگاہوں سے کنور دلاور کا جائزہ لیا اور دیر تک اس کے چہرے کو پڑھتی رہی۔ کنور دلاور کو نجانے کیوں یہ احساس ہوا کہ اس کا چہرہ بھاری ہوتا جارہا ہے، ایک ایسی کیفیت اسے محسوس ہورہی تھی جیسے ہلکی ہلکی ٹھنڈک اس کے سارے وجود میں اتر رہی ہو۔

تب شیروک نے کہنا شروع کیا...... کیا "دولت بہت بری چیز ہے۔ انسان سے تمام رشتے ناتے چھین لیتی ہے، مہم جوئی کی بیشتر داستانوں میں اسی طرح کے واقعات ملتے ہیں، انسان کتنا ہی دولت مند کیوں نہ ہوجائے نوادرات کی خواہش اس کے دل میں پلتی رہتی ہے۔ جب دولت کا سحر ذہن پر مسلط ہوجاتا ہے تو خودغرضی کا آغاز ہوجاتا ہے۔ پھر اس کے نتائج بھی سنگین نکلتے ہیں۔ میری

بات آپ کو تعجب خیز محسوس ہو رہی ہوگی کنور دلاور اور میڈم جیسیکا اور ناریہ، لیکن یہ ایک بہت بڑا سچ ہے جس کا تجربہ یقیناً آپ کو بھی ہوگا۔"

"کافی حد تک آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں میڈم شیروک۔" جیسیکا نے کہا۔

"ہمیں ویسے بھی اپنے طور پر کچھ انتخابات کا حق ہوتا ہے اور ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہماری توجہ اور محبت زیادہ کس طرف ہے۔ اگر میں آپ دونوں سے بلکہ تینوں سے یہ کہوں کہ جیسے ہی میں نے آپ کو دیکھا مجھے یوں لگا جیسے کوئی بہت ہی قریبی شخصیت ہیں، جس سے میری صدیوں کی شناسائی ہو۔ آپ نے میرے الفاظ پر غور کیا، میں نے چند دنوں، مہینوں یا سالوں کی بات نہیں کی۔ صدیوں کی بات کی ہے، یہ صدیاں انسان کے اندر پلتی ہیں، اب میں اس نکتے پر آ رہی ہوں جو میرے ذہن میں ہے۔ بھگت رائے بہت اچھے انسان ہیں، مہابیر جگت چوہان کے ساتھ ہم کافی وقت گزار چکے ہیں، بہت ہی اعلیٰ ترین شخصیت کے مالک ہیں، لیکن میں جو چاہتی ہوں اس کی وجہ کچھ اور ہے، آپ مجھ سے سوال کیجئے کہ میں کیا چاہتی ہوں؟"

کنور دلاور پر تجسس نگاہوں سے شیروک کا جائزہ لے رہا تھا، اس نے کہا...... "آپ بتائیے میڈم آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"میں چاہتی ہوں اس مہم میں آپ میرے گروپ کے فرد ہوں۔" شیروک نے سرد لہجے میں کہا اور کنور دلاور چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

* * *

وہ شیروک کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر گروپ بندی سے اس کی کیا مراد ہے۔ جیسیکا اور ناریہ بھی اس پراسرار عورت شیروک کو غور سے دیکھ رہی تھیں۔

ادھر شیروک جیسے کنور دلاور کا چہرہ پڑھ رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "آپ ٹھیک سوچ رہے ہیں کنور۔ بے شک ہم سب کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے خلوص ہے، لیکن یہ خلوص کب اور کہاں ختم ہو جائے، اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ہم کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، لیکن گروپ کی شکل میں یہ خیال ضرور رکھیں گے کہ ہم میں سے کسی کے دل میں کوئی فتور تو نہیں پیدا ہوگیا۔ بس اس بات پر نگاہ رکھ کر ایک دوسرے کے مفادات کا خیال رکھا جائے گا۔ میں ذرا سی وضاحت کر دوں۔ وہ یہ ہے کہ اگر آپ کے خلاف کوئی بات کسی کے دل میں ہو اور مجھے پتہ چلے جائے تو میرا فرض ہوگا کہ میں آپ کو اس سے آگاہ کر دوں اور یہی آپ میرے لئے کریں گے۔ گروپ سے میری مراد بس اتنی سی ہے۔"

کنور دلاور نے کسی حد تک مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے اس حد تک تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"بس اتنا ہی چاہتی ہوں میں۔ ہم کبھی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات اور آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں اب آپ کے گروپ کا ایک فرد ہوں۔" کنور دلاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور شیروک بھی مسکرانے لگی۔

بہت بہت شکریہ، میری ان باتوں کو آپ ذرہ برابر کوئی غلط رنگ نہ دیں۔ آنے والے وقت میں ہمیں ایک دوسرے پر خاصا اعتماد کرنا ہوگا، اجازت دیجئے۔" یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔

کنور پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا اور بولا۔ "بہت ہی خطرناک عورت ہے، بہت دور کی سوچتی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کا شوہر جان کرسٹوفر اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"لیکن میں اس کی باتوں سے اتفاق کرتی ہوں۔" جیسیکا نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں......ٹھیک ہے۔" کنور دلاور نے کہا، اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسیکا، شیروک سے متاثر ہو گئی ہے۔ البتہ جب کنور دلاور نے ناریہ کی طرف دیکھا تو ناریہ نے منہ بنا کر کہا۔ "یہ آپ لوگوں کے آپس کے معاملات ہیں، براہ کرم میری رائے لینے کی کوشش نہ کریں۔"

* * *

مہم کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ ویسے یہ حویلی بھی ایک عجوبہ ہی تھی۔ بھگت رائے کو مجسمے بنوانے کا بڑا شوق تھا اور اس کی حویلی میں جگہ جگہ انتہائی خوبصورت مجسمے پھیلے ہوئے تھے۔ میلینا حویلی کی سیر کے بہانے باہر نکلی تھی۔ لیکن اصل میں وہ سالار کو تلاش کر رہی تھی۔ اس نے ملازموں کے کوارٹر کی طرف بھی چکر لگایا، لیکن سالار نظر نہیں آیا۔ پچھلے واقعے کو تین دن گزر گئے تھے۔ دن میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی، لیکن رات کو ایک انوکھا واقعہ پیش آ گیا۔

میلینا مرگھٹ کی سمت والی کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ اکثر یہ کھڑکی کھول کر کھڑی ہو جاتی تھی۔ کئی بار اس کے دل میں یہ بھی خواہش پیدا ہوئی کہ کاش بستی میں کسی کی موت ہو اور لوگ مردے کو جلانے آئیں تو وہ قریب سے اس رسم کا جائزہ لے، لیکن اب تک ایسا نہیں ہوا تھا۔

میلینا نے کئی بار سمیتا کو بھی حویلی میں چکراتے ہوئے دیکھا تھا، پتہ نہیں اس کے دل میں سالار کے لئے اب کیا خیال تھا۔ اس وقت میلینا ان ویرانوں کا دور دور تک جائزہ لے رہی تھی کہ اچانک اسے ایک سایہ نظر آیا۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ سایہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ لیکن وہ ایک دم چونکی ہو گئی اور اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سائے کا جائزہ لیا اور ایک لمحے کے اندر اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ سالار ہی ہے۔

میلینا کے بدن میں بجلیاں سی بھر گئیں۔ اس نے انتہائی پھرتی سے اپنی جگہ چھوڑی اور کمرے سے باہر آ گئی۔ وہ دروازہ حویلی سے باہر جانے کے لئے انتہائی موزوں تھا جس سے میلینا ایک بار پہلے بھی باہر آ چکی تھی۔ چنانچہ اس وقت بھی اس نے وہی دروازہ استعمال کیا اور برق رفتاری سے باہر نکل آئی۔ باہر آنے کے بعد اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دور تک دیکھا اور اسے سالار نظر آ گیا۔ البتہ میلینا نے اب خود کو محتاط کر لیا تھا۔ وہ عمارتوں کا سہارا لے کر آگے بڑھ رہی تھی، اسے اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں وہ لڑکی سالار کا تعاقب نہ کر رہی ہو، سالار کے بارے میں اس نے سوچا کہ ممکن ہے وہی آواز اسے سنائی دی ہو جس کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ اسے سن کر وہ اس شمشان گھاٹ کی طرف چلا آتا ہے۔

میلینا بڑی احتیاط سے آگے بڑھتی رہی۔ تھوڑی دیر میں اس نے محسوس کیا کہ آج سالار کا رخ اس عمارت کی جانب نہیں ہے جس میں وہ پہلی بار اسے نظر آیا تھا اور جہاں وہ لڑکی اس کی آرتی اتار رہی تھی۔ کافی فاصلہ طے ہو گیا۔ اب میلینا سالار سے زیادہ دور تھی۔

اچانک ہی اس نے دیکھا کہ ایک عمارت کے عقب سے بہت سے سائے پھرتی سے باہر نکلے اور سالار کے اردگرد پھیل گئے۔ ان کے ہاتھوں میں کوئی تین تین فٹ کے ڈنڈے نظر آ رہے تھے اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سالار کو گھیر رہے ہوں۔ سالار ٹھٹک کر رک گیا۔

وہ افراد جن کی تعداد چھ تھی۔ ڈنڈے سنبھالے ہوئے سالار کے اردگرد چکرا رہے تھے۔ پھر انہوں نے اچانک ہی سالار پر حملہ کر دیا۔ سالار نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے زمین پر بیٹھ کر ان کے پہلے حملے کو رد کیا۔ لیکن اس کے بعد ان میں سے ایک نے سالار پر کامیاب حملہ کیا۔

اس کا ڈنڈا سالار کی ٹانگوں پر پڑا اور سالار کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ وہ زمین پر گر گیا تھا، میلینا کے لئے اب اس سے زیادہ انتظار کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ سالار شدید خطرے میں تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے اس طرح کی لڑائی کے فن سے اسے کوئی واقفیت نہ ہو۔ وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کوشش میں کئی ڈنڈے اس کے بدن پر پڑ چکے تھے۔ وہ لوگ بڑی بے دردی سے اسے مار رہے تھے۔

اچانک ہی میلینا کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ سب چونک کر رک گئے۔ خود سالار بھی ایک دم سیدھا ہو گیا تھا۔ میلینا بلیک بیلٹ تھی اور اس وقت صورتحال بالکل مختلف تھی۔ اس نے اپنے حلق سے تین چار آوازیں نکالیں اور اس کے بعد ان پر ٹوٹ پڑی۔ انہوں نے ڈنڈے گھمائے، لیکن میلینا نے زمین پر لیٹ کر سوئپ لگائی اور ان میں سے دو کی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں لپیٹ کر نیچے گرا دیا۔ جیسے ہی وہ نیچے گرے، میلینا تڑپ کر ان تک پہنچی اور ان دونوں کے ہاتھوں سے ڈنڈے چھیننے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے اپنے فن کا بے مثال مظاہرہ شروع کر دیا۔ ان لوگوں نے ایک لمحے کے لئے سالار کو نظرانداز کر دیا تھا۔ اب وہ میلینا کے واروں سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس دوران سالار بھی کھڑا ہو گیا اور اس نے پھرتی سے ایک آدمی کو قابو میں کیا اور اس کے ہاتھ سے ڈنڈا چھین لیا۔ اس کے بعد میلینا نے اپنے جوڈو کراٹے کے ایسے جوہر دکھائے کہ وہ چھ کے چھ بری طرح بوکھلا گئے۔

ان کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں اور میلینا کے ہاتھوں سے وہ بری طرح پٹ رہے تھے۔ پھر ان میں سے دو افراد نے فرار ہونے میں عافیت سمجھی، لیکن چار پھر بھی میلینا سے بھڑے رہے۔ میلینا ویسے تو بلیک بیلٹ تھی، لیکن اس وقت نجانے کیوں اس کا پورا بدن آگ بن گیا تھا۔ سالار بھی

منہ پھاڑ کر میلینا کو دیکھنے لگتا تھا، میلینا کا چہرہ کھلا ہوا تھا اور تاروں کی چھاؤں میں چہرے آسانی سے پہچانے جا سکتے تھے۔ لیکن اس کے حریف نقاب پوش تھے۔

چند ہی لمحوں کے بعد ان چاروں نے بھی دوڑ لگا دی اور دیکھتے ہی دیکھتے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ سالار اب سکتے کے سے عالم میں کھڑا ہوا تھا اور میلینا کا جائزہ لے رہا تھا، پھر اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ "بھاگ گئے، لیکن آپ......"

"کیا، میرا یہاں ہونا آپ کو ناگوار گزرا ہے؟" میلینا کے لہجے میں تلخی تھی۔

"نہیں مس میلینا! میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ...... زندگی میں پہلی بار مجھے کسی کے احسانات تلے دبنا پڑ رہا ہے، لیکن آپ نے یہ کیا فن دکھایا۔ آپ نے تو انہیں خوب پیٹ لیا۔"

میلینا کو نجانے کیوں غصہ سا آ رہا تھا، اس نے تیکھی نگاہوں سے سالار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور یقیناً آج بھی کسی نے آپ کو آواز دی ہوگی اور آپ بے اختیار ہو کر اس ویرانے کی طرف دوڑ پڑے ہوں گے، مگر آج تو آپ بے اختیار نہیں بلکہ بڑے بااختیار نظر آ رہے ہیں۔"

سالار ہنس کر بولا۔ "آپ نے جو کچھ کیا ہے مس میلینا، ایک بار پھر آپ نے مجھے اپنا احسان مند بنا لیا ہے، بتایئے میں آپ کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟"

"آپ نے تو اس رات کا شکریہ بھی ادا کر دیا تھا، میرا مطلب ہے اس رات جب آپ یہاں موجود تھے۔"

"میں آپ کی بات سمجھا نہیں۔"

"اس دن کے بعد سے آپ نے مجھ سے ملاقات کی؟" میلینا شکایتی لہجے میں بولی۔ سالار نے گردن جھکا لی۔ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "آپ میری حیثیت کو سمجھ نہیں رہیں مس میلینا۔"

"جی جی...... کیوں نہ یہاں شمشان گھاٹ میں کسی بہت ہی خوبصورت مقام پر جا کر بیٹھیں۔" میلینا نے کہا۔

سالار پھر ہنس پڑا، اور بولا۔ "ٹھیک ہے آیئے جو مقام آپ کو خوبصورت لگتا ہے وہاں چل کر بیٹھتے ہیں۔" سالار کے لہجے میں شوخی تھی۔

"بہتر یہ ہے کہ مجھے اجازت دیجئے۔ ابھی آپ کی آرتی اتاری جانے والی ہوگی، ویسے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کی تاک میں رہتی ہوں۔"

"نہیں آپ پلیز ناراض نہ ہوں۔ آپ میری محسن ہیں بلکہ آج تو آپ نے بہت بڑا احسان کیا ہے مجھ پر۔ میں اپنی حیثیت کے بارے میں آپ سے عرض کر رہا تھا۔ مس میلینا! مالکان کے بہت ہی قریبی دوستوں سے اس طرح بے تکلف کیسے ہوا جا سکتا ہے؟"

"اور اگر دوست چاہتے ہوں تو......"

"وہ ٹھیک ہے، لیکن اگر بھگت رائے مہاراج کو اعتراض ہوا تو؟"

"میں اس کی ذمے دار ہوں سمجھے آپ......"

"ٹھیک ہے اب میں آپ کی خدمت میں باقاعدہ حاضری دیا کروں گا۔"

"مسٹر سالار، آپ کیوں مجھے جلا رہے ہیں، میں اپنی خدمت میں آپ کی حاضری کی بات نہیں کر رہی، میں آپ سے دوستی چاہتی ہوں، آپ نے یہ سمجھ لیا؟"

"جی ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔ سمجھ لیا ہے میں نے، لیکن باقی باتیں آپ کو خود سمجھنا ہوں گی، اس دوستی پر اگر کسی کو اعتراض ہوا تو آپ ذمے دار ہوں گی۔"

"ہاں...... میں یہاں کسی کی غلام نہیں ہوں۔"

"بہت بڑی خوش بختی ہے آپ کی۔ آپ کہیں بھی کسی کی غلام نہیں ہیں۔"

"یہ کون لوگ تھے جنہوں نے تم پر حملہ کیا ہے، پہلے تو وہ لڑکی تمہاری آرتی اتارنے آئی تھی۔ کیا اب اس نے ناراض ہو کر ان لوگوں کو بھیج دیا؟"

"نہیں یہ میرے ٹرینر تھے۔"

"کیا؟" میلینا اچھل پڑی۔

"ہاں یہ میرے ٹرینر تھے، مجھے جنگ وجدل کے طریقے سکھا رہے تھے۔"

"پھر جھوٹ بول رہے ہیں آپ، ان کے حملے بڑے باقاعدہ تھے۔"

"حملے باقاعدہ ہی ہوتے ہیں مس میلینا، بے قاعدہ تو کبھی نہیں ہوتے۔"

"گک...... کیا کہہ رہے ہیں آپ، کیوں مجھے نروس کر رہے ہیں، گویا میں نے آپ کے آدمیوں کی پٹائی کر ڈالی۔"

"ہاں وہ بھی کیا یاد رکھیں گے؟" سالار نے کہا اور اس بار وہ خوب ہنسا تھا۔

"دیکھیں آپ مجھ سے جھوٹ تو نہیں بول رہے۔"

"نہیں مس میلینا، یہ سب میرے ٹرینر ہی تھے، مجھے سکھا رہے تھے کہ عقل کیا چیز ہوتی ہے اور بے وقوفی کیا چیز ہوتی ہے اور ذرا بھی بیوقوفی کی جائے تو کیسی مار پڑتی ہے؟"

"آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"آیئے واپس چلتے ہیں، بہت زیادہ رات ہو گئی ہے، آیئے پلیز۔" سالار نے کہا اور قدم آگے بڑھا دیئے۔ حویلی کے اسی راستے سے وہ اندر داخل ہوئے تو سالار بولا۔ "میں آپ کو آپ کی خواب گاہ تک چھوڑنے چلوں؟"

"میرے ساتھ بیٹھنا پڑے گا آپ کو۔"

"یہ ہرگز مناسب نہیں ہوگا، ایک سوال کروں آپ سے برا تو نہیں مانیں گی؟"

"نہیں کر ڈالئے سوال، آپ کی تو ہر بات کا میں برا مانتی ہوں نا؟"

"آپ کے کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟"

"آپ نے میرے چوٹ لگتے ہوئے دیکھی؟" میلینا بولی۔

"نہیں میں واقعی دنگ رہ گیا ہوں۔ یہ کون سا فن تھا، جس کے تحت ایک لڑکی نے چھ جوانوں کی اس طرح پٹائی کی؟"

"بس یہ جو بھی فن تھا اسے چھوڑیئے۔ آپ جائیے اپنی خواب گاہ میں آرام کیجئے۔" میلینا بولی اور سالار ملازموں کے کوارٹر کی طرف مڑ گیا، جبکہ میلینا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

جب وہ اپنی خواب گاہ کے دروازے پہ پہنچی تو اس نے محسوس کیا کہ کوئی اندر موجود ہے، وہ ایک دم ہوشیار ہو گئی۔ اندر روشنی ہو رہی تھی اور اس روشنی میں اس نے سمیتا کو دیکھا جو ایک کرسی پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

میلینا نے دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر بولی۔ "ہیلو۔"

"تمہیں میری آمد یقیناً بری لگی ہوگی، لیکن صرف دوستی کے جذبے کے تحت آ گئی تھی، اگر تم جاگ نہ رہی ہوتیں تو۔"

"نہیں سمیتا کوئی بات نہیں ہے۔ آرام سے بیٹھو، مجھے تمہارے آنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں نے گھڑی کی طرف صرف اس لئے دیکھا کہ تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔"

"شکریہ۔ بس تمہارے پاس آنے کو دل چاہ رہا تھا۔ تمہیں مبارکباد دینے کے لئے۔"

"مبارکباد؟"

"ہاں۔ تم جیت گئیں۔ اب میں تمہیں اکثر اس کے ساتھ دیکھتی ہوں۔" سمیتا نے کہا۔ لیکن اس کی آواز میں حسرت نمایاں تھی۔

میلینا گہری سانس لے کر مسہری پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔ "کافی پینے کو دل چاہ رہا ہے۔ لیکن افسوس ممکن نہیں ہے۔ ویسے سمیتا میں جھوٹی نہیں ہوں اور بلاوجہ شیخی مارنے کی عادت بھی نہیں ہے، مجھے ابھی کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ وہ ایک الجھا ہوا نوجوان ہے۔ خوامخواہ غلامی کے احساس کا شکار۔ حالانکہ انکل بھگت رائے اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔"

"یہ بچ تمہاری اچھی شخصیت کا مظہر ہے۔" سمیتا نے متاثر لہجے میں کہا۔

"تاہم میں کوشش کر رہی ہوں۔"

"مجھے یقین ہے تم کامیاب ہو جاؤ گی۔ ابھی بہت وقت پڑا ہے۔" دیر تک دونوں باتیں کرتی رہیں، پھر سمیتا نے اجازت مانگ لی تھی۔

✤ ✤ ✤

جان کرسٹوفر ان لوگوں کا پرانا ساتھی تھا۔ وہ کتنا برا اور کتنا اچھا تھا، بھگت رائے اور جگت چوہان اچھی طرح جانتے تھے لیکن شیروک کی شخصیت ان کے لئے قطعی ناقابل اعتبار تھی۔ حالانکہ اب وہ جان کرسٹوفر کی بیوی تھی اور جان اس سے مفاہمت رکھتا تھا لیکن خود جان نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ اس کی شخصیت سے منحرف کرنے کے لئے کافی تھا۔

شیروک ویسے بھی پراسرار شخصیت کی مالک تھی۔ اس وقت وہ جس مشکوک انداز میں اس کمرے میں داخل ہوئی تھی، اس نے بھگت رائے کو شک میں مبتلا کر دیا تھا۔ یہ ایک ایسا کمرہ تھا جس میں الماریاں ہی الماریاں بھری ہوئی تھیں۔ یہ بہت بڑا کمرہ تھا اور ایل شیپ میں تھا۔ شیروک نے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر جلدی سے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔ بھگت رائے جو اس کمرے کے چھپے گوشے میں تھا، حیران ہو گیا۔ پھر اسے تجسس ہوا تو اس نے جلدی سے ایک بڑی الماری میں داخل ہو کر اس کا دروازہ بند کر لیا، بس ہلکی سی جھری رہنے دی جس سے ہوا اور باہر کی آواز سنائی دیتی رہے۔ اس نے بروقت اور پھرتی سے یہ کام کیا تھا، کیونکہ اس وقت شیروک نے ادھر جھانکا تھا۔

بھگت رائے کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس کمرے میں کیا تلاش کرنے آئی ہے۔ اس وقت کچھ نامانوس سی آوازیں ابھریں اور پھر شیروک کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ سی گان کالنگ۔ اوور......ہیلو سی گان کالنگ......اوور۔"

یہ انداز کسی ٹرانسمیٹر پر بات کرنے کا سا تھا۔ جو نامانوس آوازیں سنائی دی تھیں، ان کا راز بھی کھل گیا تھا۔ یہ ٹرانسمیٹر آن ہونے کی آوازیں تھیں۔

یہ بات مزید حیران کن تھی' کیونکہ موبائل فون کی موجودگی میں اب یہ ٹرانسمیٹر ٹائپ کی چیزیں بے کار ہو گئی تھیں۔ ہاں یہ ایسی جگہوں پر یہ کارآمد ہوتے تھے جہاں بوسٹر وغیرہ نہیں ہوتے تھے اور موبائل سگنل نہیں آتے تھے۔ خاص طور سے دور دراز پہاڑی علاقوں میں یہی کارآمد ہوتے ہیں، اس لئے کسی ٹرانسمیٹر کا شیروک کے پاس ہونا حیران کن نہیں تھا، البتہ اس کا انداز کافی پراسرار تھا۔

بھگت رائے نے الماری کا خلا چوڑا کر لیا اور پوری توجہ دوسری طرف مبذول کر دی۔ شیروک کی آواز ابھری۔ "کتے کے بچو۔ کہاں مر گئے تھے۔"

"ہم سخت زخمی ہو گئے ہیں مادام۔" آواز ابھری۔

"ہم نے اس پر تو قابو پا لیا تھا مادام، لیکن نہ جانے کہاں سے ایک لڑکی آ گئی۔ وہ کراٹے ماسٹر

تھی اور بہت شاندار فائٹر تھی، ہم اس سے مار کھا گئے۔" دوسری آواز ابھری۔

"لعنت ہے تم پر۔ تم سب گئے تھے۔"

"جی مادام۔"

"ڈوب کر مر جاؤ بے غیرتو، اس کا مطلب ہے کہ تم بہت نکمے اور ناکارہ ہو، میرے کام نہیں آ سکتے۔"

"ہم سے گولیاں چلوالیں مادام۔ ایک بھی نشانہ خالی نہیں جائے گا۔ جوڈو کراٹے میں ہم اتنے ماہر نہیں ہیں۔" آواز آئی۔

شیروک کچھ لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "لڑکی کا حلیہ بتاؤ گے۔ شکل دیکھی تھی تم نے اس کی؟"

"رات میں ٹھیک سے تو نہیں دیکھ سکے لیکن تھوڑا بہت حلیہ بتاتے ہیں۔" وہ میلینا کے بارے میں بتانے لگے اور جونہی بتانے والا چپ ہوا شیروک نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ کچھ لمحے توقف کے بعد اس نے دوبارہ ٹرانسمیٹر آن کیا۔ اس بار دیر تک ٹرانسمیٹر سے آوازیں ابھرتی رہیں، پھر ایک بھاری آواز آئی۔ "ہاں شیروک تم خیریت سے ہو۔ کہاں سے بات کر رہی ہو۔"

"ابھی ہندوستان میں ہی ہوں۔"

"کب تک روانگی ہے۔"

"ابھی دیر لگے گی۔ گروجی۔"

"وہ کام ہو گیا، لڑکا مارا گیا؟"

"نہیں گروجی، وہی بتانے کے لئے میں نے آپ کو تکلیف دی ہے۔ وہ سارے کے سارے بالکل نکمے نکلے، آپ کو جان کرسٹوفر کی بیٹی میلینا کے بارے میں معلوم ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں، تم ہی نے اس لڑکی کو سالار کے پیچھے لگایا تھا جیسا کہ تم نے بتایا۔"

"جی گروجی، وہ بلیک بیلٹ ہے، کام تھوڑا سا مجھ سے ہی خراب ہوا۔ لڑکی کچھ زیادہ ہی اس میں الجھ گئی، اس نے آپ کے آدمیوں کو مارا اور وہ زخمی ہو کر بھاگ گئے، سالار کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

بھگت رائے کا سانس رک گیا تھا جو کچھ وہ سن رہا تھا ناقابل یقین تھا۔ دوسری طرف سے وہی غراتی ہوئی آواز دوبارہ ابھری۔

"نہیں شیروک، یہ غلط ہے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس لڑکے کی زندگی تمہاری موت ہے، اسے ہر حالت میں ختم ہونا چاہئے، ورنہ اس بات کے بھی خطرات ہیں کہ کہیں تمہاری یہ مہم بے مقصد نہ ہو جائے۔"

"نہیں گروجی، ایسا نہ کہیں۔"

"جس طرح بھی بن پڑے سالار کو ختم کر دو، اس میں تمہاری کامیابی ہے۔"

"گروجی! میرا گروپ آگے روانہ ہو چکا ہے، ورنہ مجھے آپ کو تکلیف دینے کی ضرورت پیش نہ آتی۔"

"ان لوگوں سے رابطہ رکھو، کام کے لوگ ہیں اور فکر نہ کرو۔ اگر مہم کا آغاز بھی ہو جاتا ہے تب بھی راستے میں تم اس گروپ کے ذریعے سالار کو ختم کر سکتی ہو، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس کی موت ہی تمہاری زندگی ہے، ورنہ قدم قدم پر تمہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"بات واقعی کچھ غلط ہوئی ہے گروجی، وہ لڑکی جسے میں نے اپنے کام کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی تھی، اس قدر آگے کی چیز نکلے گی، مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا، یہ بات تو مجھے معلوم تھی کہ وہ بلیک بیلٹ ہے۔ لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ اس طرح چھ فائٹروں کو سنبھال سکتی ہے۔ بہرحال میں دیکھوں گی۔ ہم بہت زیادہ جلدی میں نہیں ہیں، راستے میں یقیناً کہیں نہ کہیں کام ہو جائے گا۔"

"ہاں...... لیکن یہ بہت ضروری ہے۔ صورتحال کو سنبھالے رکھو۔"

"بس تھوڑی سی غلطی ہو گئی ہے۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ میلینا کو اپنی مٹھی میں رکھ کر سالار کو قبضے میں کر لوں گی مگر وہ تو سالار کی زندگی بچانے کا باعث بن گئی۔"

"اب تمہیں نیا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔"

"میں کروں گی گروجی، ذرا بھی پریشان نہیں ہوں لیکن آپ کو صورتحال کی اطلاع دینا ضروری تھی۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں گروجی اوور اینڈ آل۔" شیروک نے کہا اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

بھگت رائے کا پورا جسم پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اول تو وہ ایک الماری میں بند تھے۔ دوئم اس گفتگو نے ان کے دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔

شیروک کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ لیکن بھگت رائے پھر بھی احتیاطاً کچھ دیر اپنی جگہ رکے رہے پھر جب کوئی آہٹ کوئی آواز نہ سنائی دی تو وہ باہر نکل آئے۔

سر بری طرح چکرا رہا تھا، پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ بمشکل تمام وہ اپنے کمرے میں پہنچے اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے مسہری پر لیٹ گئے۔ انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اب

شیروک کی گفتگو کا ایک ایک لفظ ان کے کانوں سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ ٹرانسمیٹر پر کسی گروجی سے بات کر رہی تھی۔ یہ گروجی کون تھا، کچھ نہیں معلوم لیکن اس سے ہونے والی گفتگو۔ کیا سالار پر کوئی حملہ ہوا ہے اور میلینا نے اس کو بچانے کے لئے جنگ لڑی ہے۔ یہ بھی انوکھی بات تھی، اس کے علاوہ شیروک نے یہ اعتراف کیا تھا کہ اس نے میلینا کو سالار کو پھانسنے کے لئے استعمال کیا ہے، میلینا جان کرسٹوفر کی بیٹی ہے۔ یہ ساری چیزیں ایسی گڈمڈ ہو رہی تھیں کہ بھگت رائے کو اپنے دماغ پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔

سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا ساتھی مہابیر جگت چوہان ہی تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا، باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ گہری گہری سانسیں لے کر خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد جگت چوہان کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ جگت چوہان کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ جگت اتفاق سے اس وقت بالکل تنہا تھا اور کسی سوچ میں گم تھا۔

بھگت رائے کو دیکھ کر اس نے کہا۔ ''ہاں بھگت رائے! سناؤ کوئی آخری فیصلہ ہوا۔ میرا خیال ہے ہم کافی آرام کر چکے ہیں، اب نکل جانا چاہئے۔''

''یار میں سنسنی کا شکار ہوں، پریشان تو نہیں کہوں گا کیونکہ جب تک کسی مہم میں لاتعداد مشکلات کا سامنا نہ ہو مزا ہی نہیں آتا۔''

''کیا ہو گیا بتاؤ تو سہی؟'' جگت چوہان نے دلچسپی سے کہا اور بھگت رائے اسے شیروک کے بارے میں پوری تفصیل سنانے لگا۔ جگت چوہان کا منہ بھی حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا، دونوں دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔

بھگت رائے کہنے لگا۔ ''میرا خیال ہے ہمیں جان کرسٹوفر سے بات کرنی چاہئے۔ ایسی صورت میں تو یہ عورت ہمارے لئے بہت ہی بھیانک ثابت ہوگی، اس نے اپنے کسی گروپ کی بات بھی کی ہے، لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی، ایک طرف تو وہ سالار کو اپنا بیٹا کہہ کر روتی ہے اور دوسری طرف یہ سب کچھ، یہ کیا ہے۔''

''وہ انتہائی شاطر عورت ہے، جو کچھ کہہ رہی ہے اس پر یقین مت کرو اور دوسری بات میں تم سے یہ کہوں کہ جان کرسٹوفر کو یہ سب کچھ بتانا مناسب نہیں ہوگا۔ وہ پہلے ہی اس کی ٹرانس میں ہے، اس نے شیروک کے ٹرانس میں آ کر ہی اس سے شادی کی ہے۔ اگر ہم اس پر اعتماد کا اظہار کریں تو انتہائی حماقت ہوگی، کیونکہ وہ خود بھی شیروک کے ٹرانس میں آ کر سالار پر حملہ کر سکتا ہے۔''

''مگر یہ کمبخت عورت آخر ہے کیا بلا اور وہ ٹرانسمیٹر پر کس سے بات کر رہی تھی؟''

''میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے، اس بات کو ذہن میں رکھو، جان کرسٹوفر نے بتایا تھا کہ

اس کا کوئی استاد ہے جو اسپین میں ہے اور اسے جادوئی علوم سکھا رہا ہے، یہ کوئی لمبا ہی چکر معلوم ہوتا ہے۔''

''تو پھر کیا کیا جائے؟''

''کچھ نہیں یار، کیا خیال ہے، کیا ہم ان حماقتوں کا شکار ہو کر اس شاندار مہم کو چھوڑ دیں۔ میں کہتا ہوں کہ قدرت نے ہماری رہنمائی کی، یہ پتہ چل گیا ہمیں کہ سالار ان کا ٹارگٹ ہے۔ سالار کی زندگی کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ انتہائی پراسرار ہے۔ مزا آئے گا بھگت رائے، ہم اتنے ناسمجھ بھی نہیں ہیں کہ کہیں مار کھا جائیں، البتہ کچھ پروگرام تبدیل کرنا ہوں گے۔''

''تو جان کرسٹوفر کو اس بارے میں اعتماد میں نہیں لینا۔''

''بالکل نہیں، میں سمجھتا ہوں یہ ایک خطرناک عمل ہوگا، یہ بات ہم دونوں تک ہی رہے تو مناسب ہے۔ البتہ اب ہم خاص طور سے محتاط رہیں گے۔''

دونوں دوست مطمئن ہو گئے تھے۔

+ + +

موسم بہت اچھا تھا، آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے گردش کر رہے تھے۔ کبھی کبھی یہ بادل جڑ جاتے تو ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگتی۔ میلینا بس یونہی چہل قدمی کرتی ہوئی اوپر جانے والے زینے تک پہنچی تھی اور اس کے بعد زینہ طے کر کے حویلی کی چھت پر پہنچ گئی تھی۔ یہاں بھی مجسمے سجے ہوئے تھے اور رات کے وقت اگر کوئی اتفاقیہ طور پر اوپر نکل آتا تو دہشت سے چیخیں مارتا ہوا نیچے بھاگ جاتا کیونکہ رات کی تاریکی میں مجسمے بھوت ہی محسوس ہوتے تھے۔

میلینا دلچسپی سے ان مجسموں کو دیکھتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ بہت بڑی چھت تھی اور چھت کے ایک رخ سے شمشان گھاٹ بھی نظر آتا تھا۔ اس کے قدم اسی حصہ کی جانب اٹھ گئے۔ اچانک ہی اس نے قدموں کی آواز سنی اور ایک دم اچھل پڑی۔

باہمت اور بہادر لڑکی تھی خوفزدہ تو نہ ہوئی لیکن حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اسے یوں لگا تھا جیسے اچانک کسی مجسمے نے چہل قدمی شروع کر دی ہو۔ لیکن وہ مجسمہ نہیں تھا بلکہ جو کوئی تھا اسے دیکھ کر میلینا کو ایک خوشگوار حیرت ہوئی، وہ سالار تھا جو اسی کی جانب آ رہا تھا۔

''اور یہ بالکل اتفاق ہے کہ میں نے یہ بات سوچی کہ ممکن ہے آپ چھت پر ہوں۔'' وہ قریب آتے ہوئے بولا۔

''اچھا، کیا تم مجھے تلاش کر رہے تھے سالار؟''

''آدمی حویلی دیکھ چکا ہوں، آپ نظر نہیں آئیں۔ کمروں تک جھانکا میں نے، کہ شاید آپ کسی

اور کے کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی ہوں۔ اب تو مجھے تانک جھانک کی عادت پڑ گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ادھر آ جائیے، یہ بڑا سا مجسمہ اوپر کے ماحول کے لئے بہت اچھا ہے۔"

"اوپر کا ماحول کیا مطلب؟"

"یہ دیکھئے اس پر بیٹھنے کیلئے جگہ بنی ہوئی ہے، ویسے بھی یہ ایک بڑے دیوتا کا مجسمہ ہے، بھگت رائے مہاراج بھی کہتے ہیں۔" میلینا ہنسنے لگی پھر بولی۔

"آج بہت خوش نظر آ رہے ہیں سالار۔"

"ہمیشہ خوش رہتا ہوں مس میلینا، بھلا غموں کو دل میں جگہ دینے کی کیا ضرورت ہے، ہم تو وقت کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں آئیے بیٹھئے نا۔" میلینا بیٹھ گئی تو سالار انتہائی بے تکلفی سے اس کے بالکل قریب بیٹھ گیا۔ میلینا کو پھر ایک خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

سالار اس وقت کچھ زیادہ ہی موڈ میں نظر آ رہا تھا، اس نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔ "بارش ہو گی کیا خیال ہے آپ کا؟"

"یہ پھوار بہت اچھی لگ رہی ہے جو ابھی ابھی شروع ہوئی ہے۔"

"ہاں کبھی کبھی تیز بارش بھی اچھی لگتی ہے، نجانے کیوں مجھے یہ بارش بہت پسند ہے، اس سے یقیناً میرے بچپن کی کچھ یادیں وابستہ ہیں۔"

"آپ کو اپنا بچپن یاد نہیں ہے سالار؟"

"بہت معمولی سا، کچھ مٹے مٹے سے نقوش ذہن پر ہیں، خان بابا کہا کرتے تھے کہ اس وقت میں بہت چھوٹا تھا جب کوئی مجھے ان کے پاس لایا تھا بعد میں جو کچھ دیکھا خان بابا اور عظیم ماما کے ساتھ ہی دیکھا۔ میری ماما بہت اچھی تھیں بہت ہی اچھی۔ اتنی بہادر تھیں کہ آپ سوچ ہی نہیں سکتیں، کئی ایسے واقعات ہوئے ہیں جنہوں نے مجھے حیران کر دیا ہے۔"

"ماما، آپ خان بابا کی بیگم کو ہی کہتے ہیں نا؟"

"ہاں انہی کی بات کرتا ہوں، میں نے ماں کی حیثیت سے انہیں ہی دیکھا تھا۔ ایک کام کریں آپ مس میلینا۔"

"آپ بھی ایک کام کریں مسٹر سالار۔" میلینا نے پوری بات سنے بغیر کہا اور سالار دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "چلئے آپ مجھے پہلے میرا کام بتا دیجئے۔"

"آپ مجھے مس مس کہنے کے بجائے خالی میلینا نہیں کہہ سکتے۔"

"آپ حکم دیں مجھے۔ اگر کسی نے کوئی اعتراض کیا تو میں یہ کہہ سکوں گا کہ مس میلینا نے خود ہی

یہ بات کہی تھی۔"

"چالاک بھی ہیں مسٹر سالار۔"

"اور آپ نے یہ مسٹر کہہ کر مجھے اتنی عزت کیوں دے دی ہے؟"

"عزت تو میں آپ کی بہت زیادہ کرتی ہوں۔" میلینا بے اختیار لہجے میں بولی اور سالار اسے دیکھنے لگا۔ پھر ایک دم اس نے گردن جھکا لی۔

"تم نے نہیں بتایا کہ تمہیں مجھ سے کیا کام ہے......؟"

"میلینا آپ مجھے لڑنا سکھا دیں، آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ آپ اگر مجھے بھوکے شیر کے سامنے چھوڑ دیں گی تو شاید میں اسے زندہ نہ چھوڑوں، میں اس سے آسانی سے لڑ سکتا ہوں۔ اگر آپ مجھے بپھرے ہوئے ہاتھی کے سامنے چھوڑ دیں گی تو میں اس سے زیادہ طاقتور تو نہیں ہوں لیکن میں اسے مار دوں گا اتنا ذہین ہوں میں۔ لیکن یہ جو فن آپ نے استعمال کیا اس نے مجھے بڑا متاثر کیا ہے، آپ مجھے یہ فن سکھا دیں۔"

"اسے جوڈو کراٹے کہتے ہیں، میں نے باقاعدہ اس کی تربیت حاصل کی ہے، ابھی ہم اس مہم پر جا رہے ہیں، میں تمہیں جتنا کچھ جانتی ہوں سکھا دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، لیکن اگر یہاں بھی آپ میری تربیت کا آغاز کر دیں تو کیا حرج ہے؟"

میلینا سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس کی پشت پر شیروک ہے اور شیروک کا کہنا ہے کہ میں سالار کے زیادہ سے زیادہ قریب آ جاؤں، میرا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے، اگر کوئی مشکل پیش آ گئی تو میں بتا دوں گی کہ میڈم نے مجھے یہ ہدایت کی ہے۔

"ٹھیک ہے، پھر ہم کل سے ایک وقت مقرر کر کے جوڈو کراٹے کی مشق شروع کر دیں گے اور ایک بات کہوں اس کیلئے یہ سنسان جگہ بہت اچھی ہے، جہاں چھوٹی چھوٹی وہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔"

"وہ عمارتیں نہیں مٹھ ہیں، یہ مٹھ یادگار کے طور پر بنائے جاتے ہیں اور لوگ ان کی مدد سے اس جگہ کو پہچانتے ہیں جہاں انہوں نے اپنے عزیزوں کی لاشیں جلائی ہوتی ہیں۔"

"ٹھیک...... مطلب میرا یہ ہے کہ ایسی کسی جگہ کو منتخب کر لیں گے۔ اچھا ایک بات بتائیے، وہ آرتی اتارنے والی لڑکی جس کا نام آپ نے مجھے آلاشی بتایا تھا پھر نہیں آئی آپ کے پاس۔"

"نہیں، وہ ڈوبتے چاند کی رات کو آتی ہے۔"

"یہ نیا انکشاف کیا ہے آپ نے، مگر اس رات تو چاند نہیں ڈوبا تھا۔"

"میں نے کہا ایک ڈوبتے چاند کی رات۔ جب چاند ڈوبنے لگتا ہے اور آخری تاریخوں میں لگتا ہے۔"

”گڈ ویری گڈ، کیسی انوکھی باتیں ہیں، اچھا اب دوسری بات بھی بتا دیجئے۔“

”جی پوچھئے۔“

”آپ نے کہا تھا کہ وہ آپ کے ٹریزر تھے جن کی میں نے پٹائی کی تھی۔“

سالار ہنسنے لگا، پھر بولا۔ ”دیکھئے اگر میں انہیں ٹریزر نہ کہوں تو کیا کہوں۔ انہوں نے مجھے بالکل مفلوج کر دیا تھا اور مفلوج کر کے یہ بتایا تھا کہ کوئی فن انسان کے پاس ایسا ضرور ہونا چاہئے جس سے وہ اپنا بچاؤ کر سکے۔ وہ فن آپ کے پاس موجود ہے، گویا انہوں نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اس فن کو سیکھنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضری دوں۔“

”اچھا جناب، تو اس لئے آپ کے اندر یہ نرمی پیدا ہوئی ہے۔ میں بھی شاید میری محبت نے آپ کے دل پر بھی اثر کیا ہے۔“ میلینا اس وقت اداکاری نہیں کر رہی تھی بلکہ ایک بے باک لڑکی ہونے کی حیثیت سے اس نے سالار کو اپنے دل کے راز سے آگاہ کیا تھا۔ لیکن اس وقت یہ دیکھ کر اس کی روح کو ایک عجیب سی لطافت کا احساس ہوا، جب اس نے سالار کا خوبصورت چہرہ گلابی ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ انداز تو لڑکیوں کے شرمانے کا ہوتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص بہت ہی پاکیزہ فطرت کا مالک ہے۔

میلینا اسے دیکھتی رہی، یوں تو سالار ایک خوبصورت نوجوان تھا لیکن اس وقت وہ اسے اور زیادہ خوبصورت لگا اور وہ سوچنے لگی کہ اگر وہ اس کی جانب متوجہ نہ ہوتا اور سمیتا بازی مار جاتی تو اسے کتنا دکھ ہوتا۔

اچانک سالار نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور بولا۔ ”اب یہاں سے چلیں۔“

”تم گھبرا رہے ہو سالار، اگر تم اسی طرح گھبراتے رہے تو پھر ہم اپنا کام کیسے شروع کر سکیں گے، اچھا ایک بات بتاؤ، آلاشی سے تمہاری دوستی کب سے ہے؟“

”نہیں میلینا! میری اس سے دوستی نہیں ہے وہ ایک پراسرار وجود ہے، پہلی بار وہ ڈوبتے چاند کی رات کو مجھے ملی تھی اور اب بھی ڈوبتے چاند کی رات ہی کو ملتی ہے، جب وہ میرے سامنے آتی ہے تو مجھے دیر تک دیکھتی رہتی ہے اور مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرے سارے وجود کی جان نکل گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا سحر ہے جو مجھے اپنے آپ میں جکڑ لیتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ کرتی ہے وہ میرے ذہن میں مٹے مٹے نقوش کی شکل میں تو رہتا ہے، بھرپور طریقے سے اسے یاد کرتا ہوں تو نہیں یاد آتا۔“

”کیا اس نے کبھی تم سے اظہار محبت کیا، سالار......؟“

”بالکل نہیں، وہ میرا بہت احترام کرتی ہے، کبھی کچھ بولتی ہی نہیں بہت ہی ضروری کوئی بات ہو

تو کر لیتی ہے، ایک بار میں نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا تھا تو اس نے کہا کہ وہ خود میرے پاس نہیں آتی۔ ایک بہت ہی عظیم ہستی نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ میری آرتی اتار دیا کرے تاکہ میں دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں اور ان کا شکار نہ ہو سکوں۔“

”اوہ......اور یقیناً تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول رہے ہو گے سالار۔“

”میلینا آپ یہ الفاظ کہنا چھوڑ دیں تو میرے اوپر آپ کا احسان ہوگا، مجھے اپنی بے عزتی کا احساس ہوتا ہے جب آپ مجھ سے کہتی ہیں کہ میں آپ سے جھوٹ نہیں بول رہا۔ اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ آخری بار اس بات پر بھروسہ کر لیجئے کہ میں آپ سے جھوٹ نہیں بولتا تو آپ کیا کہیں گی۔“

”تو میں تم سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگوں گی اور وعدہ کروں گی کہ آئندہ میں یہ الفاظ کبھی نہیں کہوں گی۔“ میلینا نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور دونوں ہاتھ جوڑ دیئے، لیکن اچانک ہی اس کا پورا بدن کپکپا کر رہ گیا۔ سالار نے ایک دم ہاتھ بڑھا کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تھے اور انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا۔ اس کا لمس میلینا کے پورے وجود میں سرور بن کر دوڑ گیا تھا۔

❖ ❖ ❖

حالانکہ دونوں دوست عمر کے ڈھلان پر تھے، زندگی کے سارے عیش ساری خوشیاں انہوں نے حاصل کر لی تھیں، لیکن دولت اسی کا نام ہے، اگر انسان اس طرف سے مطمئن ہو تو پھر کوئی الجھن باقی نہیں رہ جاتی۔ دونوں زندہ دل تھے اور کبھی حالات سے گھبرانے والے نہیں تھے، اس وقت بالکل اتفاقیہ طور پر ان کے سامنے بھی دلچسپ مرحلے آ گئے تھے۔ مہمات تو انہوں نے بہت سی سرانجام دی تھیں، بڑے بڑے خزانوں کے نقشے لے کر نجانے کہاں کہاں مارے پھرے تھے۔ کامیابی اور ناکامی دونوں ہی کا سامنا کرتے رہے تھے، لیکن اس بار جو مہم درپیش تھی اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ حالات بہت سنسنی خیز تھے۔ کوئی ایک بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ جان کرسٹوفر مکمل طور پر قابل اعتماد تھا، لیکن شیروک حد سے زیادہ پراسرار ہو چکی تھی۔ وہ جو ڈبل گیم کھیل رہی تھی وہ بہت ہی سنسنی خیز تھا، ایک طرف وہ سالار کو اپنا بیٹا کہہ کر روتی تھی تو دوسری طرف کسی کی مدد سے اس نے سالار کے خاتمے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔

بھگت رائے نے جگت چوہان سے کہا۔ ”ہم چاہیں تو سارا پروگرام ملیامیٹ کر سکتے ہیں، جان کرسٹوفر اور شیروک کو اس مہم سے نکال سکتے ہیں، لیکن وہ قابل اعتماد ہے اور پھر یہ دو کردار ہی تو اس مہم کے سب سے جاندار کردار بن گئے ہیں۔ یعنی شیروک اور سالار، البتہ تم نے ایک بات ضرور محسوس کی ہوگی، جگت کہ سالار کی فطرت میں سادگی ہے جبکہ شیروک کے بارے میں تمہیں اندازہ ہو چکا ہے

کہ شیطان صفت ہی نہیں بلکہ مکمل شیطان ہے۔ پراسرار علوم جانتی ہے، پراسرار کردار رکھتی ہے، میرے خیال میں اس سے محتاط رہنا انتہائی ضروری ہے۔ خاص طور سے سالار کی جان کو اس سے خطرہ ہے اور میں ہر طرح کی مہمات چھوڑ سکتا ہوں، سالار کے لئے کوئی خطرہ قائم نہیں رہنے دے سکتا۔"

"ہم سب اس کے محبت کرنے والے ہیں، تم اکیلے اپنی بات نہ کرو بھگت رائے۔"

"بہت شکریہ، میں اس بات سے پورا اتفاق کرتا ہوں وہ ایسا ہی کردار ہے، لیکن تم نے دیکھا تماشا کیا ہو رہا ہے، شیروک نے میلینا کا اعتماد حاصل کر کے اس نوجوان لڑکی کو اس کام پر لگا دیا ہے کہ وہ اس کی موت کے سلسلے میں مدد کرے اور اس پر مسلط ہو جائے۔"

"ہاں...... لیکن شاید یہاں شیروک کو کامیابی نہ حاصل ہو سکے۔"

"میرے دوست ہم کسی بھی قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو بھگت، مجھے بتاؤ کیا چاہتے ہو، میں ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں۔"

"ایک ترکیب ہے میرے ذہن میں، ظاہر ہے سالار کے بغیر ہم اس مہم کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جان کرسٹوفر تو اتفاقیہ طور پر تیج تیوہار کے میلے میں شرکت کرنے آ گیا تھا۔ ورنہ ہم تو پہلے ہی سوچ رہے تھے کہ اگر ہم نے کوئی مہم ترتیب دی تو اس بار سالار کو اس میں ضرور شریک رکھیں گے۔"

"بالکل بالکل ایسی ہی بات ہے۔"

"تو پھر اب بتاؤ کیا کیا جائے؟"

"میں کمالی کا انتظار کر رہا ہوں، کمالی انتہائی قابل اعتماد انسان ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ اصل میں اسمگلر ہے اور سارے راستوں کو جانتا ہے۔ اس کے علاوہ اِن علاقوں کا اتنا ہی ماہر ہے جتنا کوئی مقامی آدمی ہو سکتا ہے۔ ہر طرح کے راستوں سے گزر چکا ہے، میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیوں نہ ہم سالار اور کمالی کو آپس میں ملا دیں اور ان دونوں کو الگ سے روانہ کر دیں، ایک اور نیا گیم ہو جائے گا۔ اچانک ہی ہم اعلان کریں گے کہ سالار ہمارے ہاں سے غائب ہو گیا ہے، شیروک کا رویہ دیکھنے کے قابل ہوگا اور ہم یہ اندازہ لگائیں گے کہ دیکھیں آگے وہ کیا کرتی ہے۔ سالار کو مکمل طور پر سمجھا دیا جائے گا۔ وہ اتنا پیارا لڑکا ہے کہ جو کچھ اس سے کہا جائے گا ویسا ہی وہ کرے گا۔" جگت چوہان سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے کہا۔

"سالار سے رابطے کا کیا ذریعہ رہے گا؟"

"ٹرانسمیٹر، یہ کوئی کہنے والی بات نہیں ہے، بے شک ان علاقوں میں موبائل فون کام نہیں کریں گے چونکہ وہاں بوسٹر نہیں ہیں۔ خاص طور سے ہم جن قبائل کی تلاش میں نکل رہے ہیں، وہاں تو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن ہم ٹرانسمیٹر استعمال کریں گے، ہمارے پاس وہ اٹلی کے سیٹ

رکھے ہوئے ہیں جو ہمیشہ ہماری مہمات میں کارآمد رہے ہیں۔"

"ہاں وہ انتہائی کارآمد ہیں اور ہم یہ سیٹ کسی اور کو نہیں دیں گے، میرے پاس، تمہارے پاس اور سالار کے پاس، یا پھر کمالی کے پاس یہ ٹرانسمیٹر سیٹ ہوگا۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"تو پھر یہ بات طے ہے کہ ہم سالار کو خفیہ طریقے سے روانہ کر دیں گے۔"

"ہاں اور تھوڑا سا ڈرامہ کر دیں گے۔" دونوں دوست آخر کار اس بات پر متفق ہو گئے۔ پھر ایک رات کمالی کے آنے کی اطلاع ملی۔ اس دوران مہم جوئی کے تمام کام مکمل ہو چکے تھے اور کسی بھی دن روانگی کا اعلان کیا جا سکتا تھا۔

ادھر دیکھنے والوں نے یہ تماشا بھی دیکھا کہ شمشان گھاٹ کے ویران علاقے کے ایک گوشے میں میلینا اور سالار جوڈو کراٹے کی مشق کرتے ہوئے نظر آنے لگے تھے۔ کمالی بھرے بھرے بدن کا ایک شاطر آدمی تھا۔ عمر اڑتیس کے قریب ہوگی۔ اس کی آنکھیں بے حد جاندار تھیں اور ویسے بھی وہ جسمانی طور پر ایک کھلاڑی کی طرح پھرتیلا نظر آتا تھا۔ کمالی کو تمام صورتحال بتائی گئی تو اس نے کہا

"ٹھیک ہے بھگت جی، آپ کو پتہ ہے میں نے آپ کے حکم سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ ویسے آج کل سرحدوں کے معاملات ٹھیک نہیں رہے ہیں، ہم نیپال کے راستے اندر داخل ہوتے ہیں تو ہمیں سرحدوں پر چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ لیکن بہر حال یہ میرے لئے کوئی خاص اور اہم بات نہیں ہے۔"

"سالار سے تم تو مل چکے ہو۔"

"ہاں ہاں...... وہ کہاں ہے خیریت سے تو ہے؟"

"بالکل خیریت سے ہے، لیکن اس کی خیریت خطرے میں ہے۔" بھگت رائے نے کمالی کو تمام تفصیلات بتائیں۔

کمالی نے کہا۔ "واہ! تو آپ کا مطلب ہے کہ میں ادھر سے اسے لے جاؤں تا کہ وہ محفوظ رہے۔"

"ہاں اور اسے سمگلنگ کا کام بھی سکھا دو۔"

بھگت رائے نے ہنس کر کہا تو کمالی بھی ہنسنے لگا۔

بہر حال یہ طے ہو گیا کہ جس دن وہ مہم پر جانے کا ارادہ کریں گے اس سے دو دن پہلے کمالی اور سالار یہاں سے نکل جائیں گے۔ دو دن تک سالار کی تلاش کا سلسلہ جاری رہے گا اور آخر کار یہ فیصلہ ہوگا کہ سالار کے بغیر ہی یہ مہم شروع کر دی جائے۔ اس بات پر دونوں دوست متفق ہو گئے تھے اور آخر کار یہ کھیل شروع ہو گیا۔

جان کرسٹوفر، شیروک، کنور دلاور اور باقی تمام افراد نے مہم جوئی کے لئے کیے گئے انتظامات کا جائزہ لیا۔ ان نقشوں پر گفتگو ہوئی جن کے تحت آگے جانا تھا اور یہ طے ہو گیا کہ آج سے تیسرے دن صبح کے وقت اس مہم کا آغاز کر دیا جائے گا۔ دوسرے دن اچانک ہی یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ سالار کوٹھی میں موجود ہے اور نہ کہیں آس پاس۔ یہ سن کر شیروک بری طرح چونک پڑی تھی۔

+ + +

شیروک کا چہرہ حیرت کی تصویر بنا ہوا تھا، پھر اس نے حیرانی کے عالم میں کہا۔ ''سالار کہاں گیا، وہ تو ہماری مہم کا ایک حصہ تھا۔''

''ہاں اتنا وقت بغیر اطلاع کے وہ کبھی غائب نہیں رہتا۔'' بھگت رائے نے پریشان لہجے میں کہا۔

پھر اس کے بعد سالار کی تلاش شروع ہو گئی۔ پورے علاقے میں اسے تلاش کیا گیا۔ بھیری کا کونا کونا چھان مارا گیا۔ حویلی کے ایک ایک گوشے کو دیکھا گیا' لیکن سالار کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ سارے کے سارے پریشان ہو گئے تھے اور جگت چوہان اور بھگت رائے بڑی اچھی اداکاری کر رہے تھے۔

شیروک سناٹے میں تھی اور اس کے چہرے سے عجیب سے تاثر کا اظہار ہوتا تھا۔ جب دوسرا دن بھی گزر گیا تو یہ پریشانیاں عروج کو پہنچ گئیں۔ آخر کار ایک میٹنگ ہوئی اور اس میں جگت چوہان نے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ ہمیں صرف ایک فرد کے لئے اس مہم کو روکنا نہیں چاہئے، اگر آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سالار کا انتظار ضروری ہے تو کیا کوئی حتمی طور پر یہ بتا سکے گا کہ وہ کب تک واپس آ جائے گا۔ اگر نہیں تو پھر کل صبح منصوبے کے مطابق اس مہم کا آغاز کر دیا جائے۔''

''ٹھیک ہے۔'' سب سے پہلی بھگت رائے نے تائید کی اور اس کے بعد سب ایک ایک کر کے اس بات پر متفق ہوئے کہ مہم کا آغاز وقت پر ہی کیا جائے۔ سالار کے لئے اس مہم کو لیٹ نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے دن صبح اس مہم کا آغاز ہونے جا رہا تھا۔ اس لئے یہ رات گہما گہمی کی رات تھی۔ نہ جانے کب تک یہ لوگ جاگتے رہے تھے۔ پھر فیصلہ کیا گیا کہ اب باقی رات آرام کر لیا جائے تاکہ تھکن نہ ہو جائے۔ اس کے بعد تو مشقت کے شب و روز شروع ہو جائیں گے۔

حویلی میں سناٹا طاری ہو گیا۔ لوگ اگر سوئے بھی نہیں تھے تو سونے کی اداکاری کر رہے تھے۔ ان کے ذہنوں میں اس پراسرار مہم سے متعلق خیالات گردش کر رہے تھے۔

جان کرسٹوفر کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ وہ اس وقت شیروک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اس نے بغور شیروک کا جائزہ لیا تھا۔ خود جگت اور بھگت، سالار کی گمشدگی سے زیادہ پریشان نہیں تھے' جبکہ شیروک کا چہرہ بجھا بجھا تھا اور وہ کافی فکرمند نظر آ رہی تھی۔

اس وقت بھی جان نے اسے کروٹیں بدلتے دیکھا لیکن وہ خاموش رہا۔ اچانک شیروک اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ جان چونکا لیکن اس نے آنکھیں بند رکھیں۔

''جان۔'' شیروک کی آواز ابھری۔ ''کیا تم جاگ رہے ہو، میری بات سنو۔'' شیروک کی آواز دبی دبی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ صرف اندازہ لگا رہی ہو کہ جان کرسٹوفر کی نیند کتنی گہری ہے۔ جان کرسٹوفر نے اسے اپنے جاگنے کا احساس نہیں ہونے دیا۔ تب وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

کرسٹوفر پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور بے آواز باہر نکل آیا۔ اس نے شیروک کو سامنے جاتے ہوئے دیکھا اور بہت احتیاط سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ باہر لان پر آ گئی۔ ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ اچانک جان نے اسے زمین پر جھکتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس کے جسم کی ہیئت بدلنے لگی۔ اس کا چہرہ بے حد بھیانک ہو گیا۔ جان کرسٹوفر تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ اس کی بیوی تھی۔ اس نے بے شمار دن رات اس کے ساتھ گزارے تھے۔ لیکن اس کا یہ روپ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

بمشکل تمام اس نے خود کو سنبھالا۔ شیروک کسی چوپائے کی طرح آگے بڑھنے لگی۔ وہ زمین سونگھتی ہوئی آگے جا رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ ملازموں کے کوارٹروں کے پاس پہنچ گئی۔ یہاں وہ دیر تک زمین سونگھتی رہی، پھر اس نے کوارٹروں کے گرد تین چکر لگائے اور وہاں سے واپس پلٹ پڑی۔ جان کرسٹوفر نے اب اپنے آپ کو مکمل طور پر سنبھال لیا تھا۔ وہ بہت محتاط انداز میں اس کا پیچھا کرتا رہا۔ شیروک نے اسی طرح چوپائے کے انداز میں حویلی کے مختلف گوشوں کے چکر لگائے۔ کافی دیر تک وہ گھومتی رہی اور اس کے بعد ایک سنسان سے گوشے میں جا کر اس نے اپنا حلیہ تبدیل کیا اور دونوں پیروں پر کھڑی ہو گئی، لیکن اس کی آنکھیں اب بھی بڑے بھیانک انداز میں پھٹی ہوئی تھیں۔

ان میں پتلیوں کا نام و نشان نہیں تھا اور ان کے رنگ بار بار بدل رہے تھے۔ جان کرسٹوفر کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اب وہ اپنے کمرے کا رخ کرے گی، چنانچہ برق رفتاری سے اس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جہاں سے وہ اس سے پہلے اپنے کمرے میں پہنچ سکتا تھا۔

وہ برق رفتاری سے بے آواز دوڑتا ہوا اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچا۔ اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو جیسے اس کے پورے بدن کا خون خشک ہو گیا۔ وہ سامنے اپنے بستر پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھی ہوئی تھی۔ جان کرسٹوفر خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ جس برق رفتاری سے وہ دوڑتا ہوا یہاں تک آیا ہے اس کے بعد وہ ناکام ہو جائے گا اور شیروک

اس سے پہلے وہاں پہنچ چکی ہوگی۔ اب اس کا چہرہ نارمل تھا۔

جان کرسٹوفر مرے مرے قدموں سے آگے بڑھا تو وہ بولی۔ ''دروازہ بند کردو ڈیئر، دروازہ کیوں کھلا چھوڑ دیا۔''

لرزتے قدموں سے جان کرسٹوفر واپس پلٹا اور دروازہ بند کردیا۔

شیروک کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اور وہ تیکھی نگاہوں سے جان کرسٹوفر کو دیکھ رہی تھی، پھر اس نے کہا۔ ''اس کے باوجود میں تم سے محبت کرتی ہوں اور مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔'' جان کرسٹوفر کے پیروں کی جیسے جان نکل رہی تھی۔ وہ اپنے بستر پر جانے کے بجائے وہیں پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''آخر تم لوگ میرے لئے پریشان کیوں ہو میرا اور تمہارا کوئی آج کا ساتھ تو نہیں ہے۔ بہت عرصہ ہوگیا ہمیں یکجا ہوئے۔ مجھے صرف ایک بات بتادو۔ میری ذات سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہے یا تمہاری بیٹی میلینا کو مجھ سے کوئی شکایت ہوئی ہے، حالانکہ میں اس کی سوتیلی ماں ہوں۔ پھر میں تم سے یہ سوال کروں گی کہ تمہیں میرے بارے میں تشویش کیوں ہے۔''

جان کرسٹوفر نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور نرم لہجے میں بولا۔ ''میں تم سے بالکل صاف گفتگو کروں گا شیروک۔ بے شک تم ٹھیک کہہ رہی ہو، تم نے آج تک مجھے شکایت کا موقع نہیں دیا، لیکن مجھے صرف ایک بات بتاؤ، کیا مجھے اپنی بیوی سے اتنا ہی عدم واقفیت کا شکار رہنا چاہئے۔''

''تھوڑا بہت بتا چکی ہوں مجھے اپنے بارے میں، ابھی اس وقت تم نے جتنا میرا پیچھا کیا، مجھے پہلے ہی مرحلے پر یہ بات معلوم تھی کہ تم دروازے سے باہر نکل چکے ہو اور میرے پیچھے پیچھے آرہے ہو۔ دیکھو کرسٹوفر! آج پھر میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ جس مہم کے لئے تم نے تیاریاں کی ہیں، اس میں سب سے زیادہ کامیابی تمہیں حاصل ہوگی۔ میں ایک ایسا موقع فراہم کروں گی تمہیں جہاں صرف تمہاری برتری ہو اور یہ سب تمہارے تابع ہوں اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو تمہاری خواہش کے مطابق میں انہیں نقصان پہنچا دوں گی، تھوڑا سا صبر کر لو۔ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ یہ سب تمہیں بتا دوں گی، البتہ اتنا تو بتا چکی ہوں کہ مجھے تھوڑے سے پراسرار علوم آتے ہیں اور میرا ایک استاد ہے جو اس وقت اسپین میں ہے۔ میں اس سے رابطہ رکھتی ہوں اور سیکھتی رہتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے بعد تمہیں مجھ سے کیا پریشانی ہے۔''

بات واقعی ایسی تھی کہ جان کرسٹوفر کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ ''بس وہی بات ہے شیروک، میں تمہارے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں، تمہاری متضاد باتیں مجھے الجھا دیتی ہیں۔''

''مجھے ایک بات کا جواب دو جان، اگر دوستی کے انداز میں بات کرنا چاہتے ہو تو۔''

''ہاں پوچھو۔''

''سالار کہاں ہے؟''

جان کرسٹوفر کو شدید غصہ آگیا۔ اس نے کہا۔ ''دنیا بھر کے پراسرار علوم سے تم واقف ہو اور سالار کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہی ہو۔''

''دیکھو میری بات سنو، یہ انداز اختیار کرو گے تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بہت سی باتوں کا تعلق پراسرار علوم سے ہوتا ہے اور بہت سی باتوں کا نہیں ہوتا۔ مجھے شبہ ہے کہ تمہیں جگت چوہان یا بھگت رائے کو سالار کے بارے میں سب معلوم ہے اور تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔''

''بیوقوفی کی باتیں مت کرو شیروک۔''

''لیکن جان تم اکھڑے اکھڑے سے ہو۔''

''میں تمہیں بتاؤں شیروک، میں ایک مہم جو ہوں اور ایک مہم جو کو مہم جوئی کا شوق دیوانگی کی حد تک ہوتا ہے، جو مجھے بھی ہے، جگت اور بھگت دونوں میرے قابل اعتماد ساتھی اور دوست ہیں۔ اگر وہ مجھ سے سوال کریں کہ شیروک کے اندر یہ غیر انسانی تبدیلیاں کیوں ہیں تو مجھے بتاؤ میں انہیں کیا جواب دوں گا۔ تم میری بیوی ہو۔ شیروک تم نے مجھے ہیروں کی کہانی سنائی ہے۔ بے شک یہ کہانی ہمارے لئے بہت دلکش ہے، مگر کیا میں اس بات پر یقین کرسکتا ہوں کہ یہ کہانی سچ ہے۔ تم نے اپنی جڑواں بہن کی کہانی سنائی مجھے اور پھر ہنس کر کہا تھا کہ وہ کہانی جھوٹ ہے اس میں سچائی نہیں ہے۔ تم سالار کو اپنا بیٹا اپنی اولاد بتاتی ہو، لیکن کہیں بھی اس کا احساس یا اظہار نہیں ہوتا اور اب تم اسے تلاش کررہی ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم کیا کررہی تھیں؟''

''ہاں میں سالار کو تلاش کررہی تھی۔ میں دور دور تک انسانی قدموں کے نشانوں کو سونگھ کر بتا سکتی ہوں کہ کون کس طرف گیا ہے، لیکن سالار کہاں گیا ہے یہ میں نہیں جانتی کیونکہ مجھے اس کی خوشبو نہیں ملتی، لیکن تم ایک بات سمجھ لو جان کرسٹوفر میں اسے تلاش کرلوں گی۔ وہ پاتال میں بھی جاکر چھپ جائے گا تو میں اسے تلاش کرلوں گی۔ کاش اس بارے میں تم میرا ساتھ دو، سمجھ رہے ہو۔''

''ہاں میں تمہارا ساتھ ضرور دوں گا، لیکن یہ سچ ہے کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔''

اچانک ہی شیروک کا موڈ بدل گیا۔ وہ ہنسنے لگی، دیر تک ہنستی رہی، پھر بولی۔ ''چلو سو جاؤ، اب اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں کہ تم خود ہی اپنے دماغ کو تھکاتے ہو۔ ایک بار پھر میں تم سے یہ کہوں گی کہ مجھے چھیڑو مت، میں تمہیں یا میلینا کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے، لیکن

براہ کرم مجھے میرا کام کرنے دو اور سنو میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں اسے آخر کار تلاش کرلوں گی۔ وہ میرے علم کے حصار میں ہے، جہاں بھی ہوا میں اسے تلاش کرلوں گی۔ بس اب ہم اور کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ تم مجھے آرام کی نیند سونے دو۔" یہ کہہ کر شیروک بستر پر دراز ہو گئی۔

جان کرسٹوفر اسی طرح بیٹھا اسے دیکھتا رہا تھا۔ شیروک نے اچانک کروٹ بدل لی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

جان کرسٹوفر اس گفتگو پر غور کر رہا تھا جو شیروک نے اس سے کی تھی، پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ اس کے منہ سے بڑبڑاہٹ نکلی۔

"جو کچھ بھی ہے شیروک، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، بس صرف اتنا سا ہے کہ جب وہ لوگ مجھ سے تمہارے بارے میں سوالات کریں گے تو میرے پاس شرمندگی کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا کیونکہ میں تمہارے بارے میں انہیں کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔"

رات گزر گئی، دوسری صبح سب کے سب جاگ گئے تھے، بہت عمدہ قسم کا ناشتہ کیا گیا اور اس کے بعد یہ پوری ٹیم اپنی پراسرار مہم کے لئے چل پڑی۔

* * *

تھوڑے ہی وقت میں سالار کو پتہ چل گیا کہ کمالی بے مثال انسان ہے۔ انتہائی ذہین، انتہائی سمجھ دار اور اعلیٰ کارکردگی کا مالک۔ انہوں نے مختلف طریقوں سے اچھا خاصا سفر طے کر ڈالا تھا اور کمالی، سالار سے انتہائی بے تکلف ہو گیا تھا، سالار کے انداز سے بھی پتہ چلتا تھا کہ کمالی کی قربت سے وہ بہت خوش ہے۔ کمالی راستے میں اسے اپنے اسمگلنگ کے واقعات کے بارے میں بتاتا رہا تھا۔

"تم ایسا کیوں کرتے ہو؟" سالار نے سوال کیا۔

"دولت کمانے کے لئے۔ میرے ماں باپ کون تھے، نہیں معلوم۔ میں نے یتیم خانے میں پرورش پائی اور یتیم خانے کا سب سے سرکش لڑکا قرار پایا۔ بڑی مار پڑتی تھی۔ آخر کار وہاں سے بھاگ لیا۔ ایک استاد سے جیبیں کاٹنا سیکھا، مختصر یہ کہ زندگی بہت عجیب گزری اور اس کے بعد اسمگلنگ کا کام شروع کر دیا۔ بھگت رائے کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ ہر جگہ وہ میری سرپرستی کرتے رہے، سچی بات یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ مجھے انہی سے پیار ہے۔ بہت سے ایسے گھرانے ہیں جنہیں میں اپنی کمائی پہنچاتا ہوں بلکہ یوں سمجھ لو کہ انہی کے لئے کماتا ہوں۔ یہ ہے تمہارے کمالی بھائی کا مختصر تعارف۔ ان راستوں پر سمگلنگ کرتا ہوں، بہت سی سرحدوں پر اپنی سیٹنگ ہے، کام چل جاتا ہے۔ کئی گروہ ہیں جن کے لئے میں کام کرتا ہوں۔ کبھی کسی بڑی مشکل کا سامنا نہیں

کرنا پڑا اور اگر کبھی کوئی مشکل آئی بھی تو بھگت رائے نے میرا بھرپور ساتھ دیا اور سارے معاملات حل ہو گئے۔ چلو چھوڑو۔ بھگت رائے نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہارے بارے میں زیادہ نہ کریدوں۔ انہوں نے زیادہ کی بات کی، میں بالکل ہی نہیں کریدتا۔ تم مجھے بہت اچھے لگے ہو سالار۔ اچھی شکل و صورتیں خود بخود اپنے لئے دل میں جگہ بنا لیتی ہیں، لیکن تمہاری اچھی شکل و صورت کے ساتھ تمہارا کردار بھی بہت اچھا ہے۔"

"بس بس کمالی بھائی، اتنا کافی ہے۔"

"ہاں واقعی کافی ہے۔ اچھا میری بات سنو۔ اب یہاں سے ایک پوائنٹ پر جا کر ہمیں تھوڑا سا سنبھلنا ہوگا کیونکہ ہمارا واسطہ اپنے گروہ کے لوگوں سے پڑے گا۔ یہ سفر میں انہی کی معرفت کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں زیادہ حفاظت رہے گی۔ سرحدوں پر ہمارے آدمی ہوتے ہیں جو ہمیں سپورٹ کرتے ہیں۔ میرا مطلب ہے ہوتے تو وہ سرحدوں کے محافظ ہیں لیکن چھپر میں اپنا کام بھی چل جاتا ہے۔" کمالی نے ہنس کر کہا۔

سالار بھی مسکرانے لگا پھر بولا۔ "ہمارا راستہ کون سا ہوگا؟"

"ہم نیپال کے راستے تبت میں داخل ہوں گے۔"

"ٹھیک۔ تم نے اس کے لئے نقشہ ضرور بنایا ہوگا؟"

"ہاں کیوں نہیں، کھٹمنڈو سے ہم ساگر ماتھا کے علاقے میں داخل ہوں گے اور پھر وہاں سے لہاسہ پہنچ جائیں گے۔ میرا گروہ جگہ جگہ مجھے ملے گا۔"

"ٹھیک...... کیا ہمیں جنگ و جدل سے بھی کام لینا ہوگا......؟"

"تمہاری نشانہ بازی کیسی ہے ویسے مجھے بھگت رائے نے بتایا ہے کہ تم بے مثال انسان ہو۔"

"آزما کر دیکھ لیں۔"

"ٹھیک ہے۔ دیکھ لیں گے۔"

ایک منزل پر پہنچنے کے بعد کمالی نے وہاں قیام کیا اور اس کے بعد وہ کچھ گھنٹوں کے لئے سالار سے جدا ہو گیا۔ واپس آیا تو اس نے کہا۔ "تھوڑی سی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ سرحدوں پر اپنے شناسا ہوتے ہیں، لیکن اتفاق سے اس وقت کوئی نہیں ہے، چنانچہ میں نے ارادہ بدل لیا ہے۔ اب ہم تھوڑا سا مال لے کر جائیں گے۔"

"کیسا مال؟"

"اسمگلنگ کا مال، جو ہمیں ٹرک پر لے جانا پڑے گا۔" کمالی نے جواب دیا۔

سالار ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ دنیا اس کے بارے میں کوئی بھی قیاس آرائی

کرتی، لیکن حقیقت یہ تھی کہ سالار انتہائی معصوم اور سادہ لوح انسان تھا۔ اس کی ذات سے جو اسرار
چپک گئے تھے، اسے ان کے بارے میں کوئی شناسائی نہیں تھی۔ کچھ ایسی انوکھی باتیں ہو جاتی تھیں
جنہیں وہ سمجھنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ پھر اسے ایک دن آلاشی ملی تھی جو ایک پراسرار لڑکی تھی۔ ویسے تو
جب بھی سالار کو کسی مشکل کا سامنا کرنا ہوتا تھا، آلاشی اس کے پاس پہنچ جاتی تھی اور اسے اس مشکل
سے نکلنے کا راستہ بتا دیتی تھی، لیکن ڈوبتے چاند کی رات وہ ضرور اس کے پاس آتی، اس کی آرتی
اتارتی۔ چاہے وہ کہیں بھی ہوتا آلاشی اسے تلاش کر لیا کرتی تھی۔

فطری تجسس کا شکار ہو کر کئی بار سالار نے آلاشی سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ جب بھی
وہ یہ سوال کرتا آلاشی دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا لیا کرتی اور اپنی زبان میں اس سے کچھ کہتی جس کا
مفہوم سالار کی سمجھ میں آجاتا تھا اور اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ اس زبان سے واقف ہو۔ کچھ مٹے مٹے
سے نقوش اس کے ذہن میں آجاتے تھے، لیکن ان نقوش کی وضاحت نہیں ہو پاتی تھی۔

وہ خان مراد کے ساتھ رہتا تھا اور خان مراد کی بیوی نے جو ایک جنگجو قبیلے سے تعلق رکھتی تھی،
اسے فنون سپاہ گری سے آگاہ کیا تھا۔ خان مراد نے بھی اس سلسلے میں حصہ بٹایا تھا۔ خاص طور سے
نشانہ بازی خان مراد ہی نے اسے سکھائی تھی...... خان مراد نے اسے صاف بتا دیا تھا کہ وہ اس کی
اولاد نہیں ہے بلکہ ایک شخص اسے خان مراد کے حوالے کر گیا تھا اور جب خان مراد اس شخص کا تذکرہ
کرتا تو سالار کے ذہن میں ایک شکل ابھر آتی۔ وہ خان مراد کے پاس پلا بڑھا اور پھر خان مراد سے
بھگت رائے کے سپرد کر گیا۔ ان ہدایات کے ساتھ کہ اسے اس کا وفادار رہنا ہے اور بھگت رائے ہی
کے ذریعے اسے اس کی منزل ملے گی۔ یہ منزل کیا تھی، یہ اسے نہیں پتہ تھا۔ ہاں جب میلینا نے اس
سے محبت کا اظہار کیا تو اس کے دل میں ایک میٹھا میٹھا سا احساس ضرور جاگ اٹھا تھا اور میلینا اسے
اچھی لگنے لگی تھی، لیکن اس کی ہمت نہیں تھی کہ میلینا سے اپنی اس پسند کا اظہار کر سکتا۔

کمالی واقعی کمال کا انسان تھا، جہاں بھی جاتا اس کی پذیرائی کی جاتی اور ایسے ڈیروں پر اس کا
استقبال کیا جاتا جہاں سمگلر قسم کے لوگ ہوا کرتے تھے۔ ان میں مختلف لوگ تھے۔ ہندو، سکھ اور
دوسرے مذاہب کے لوگ، جو اپنے حلیوں سے پہچانے جاتے تھے۔ یہاں کمالی کے لئے آرام کا
بندوبست بھی ہو جاتا۔ بستر دیئے جاتے اور سالار کو اس ہنگامہ آرائی کا لطف آرہا تھا، ساتھ ہی لاتعداد
وسوسے اور خیالات اس کے ذہن میں سر ابھار رہے تھے۔ وہ اس پراسرار زمین کی آواز سن رہا تھا،
جہاں نجانے کیسے کیسے ہنگامے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

بہرحال اس وقت بھی وہ ایک ڈیرے پر تھے۔ کمالی کافی مصروف تھا۔ وہ مسلسل موبائل فون پر
ان لوگوں سے رابطے کر رہے تھا۔ لیکن اس کی زبان سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوڈ ورڈ

استعمال کر رہا ہو۔ آخر کار ایک شخص نے کسی گاڑی کے آنے کی اطلاع دی اور وہ باہر نکل آئے۔ سیاہ
رنگ کا ایک ٹرک تھا، جس کا پچھلا حصہ ترپالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کمالی نے سالار کو اشارہ کیا اور وہ
ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر ٹرک چل پڑا۔ راستے میں ایک جگہ ٹرک رکا اور دو آدمی اس کے پچھلے
حصے پر سوار ہو گئے۔ کمالی نے کہا۔ ''سالار پیچھے آرام کرنے کا انتظام ہے، بیٹھے بیٹھے تھک جاؤ تو پیچھے
چلے جانا۔''

سالار نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ قرب و جوار کے مناظر اسے
نجانے کیوں اپنے اپنے سے لگ رہے تھے۔ وہ ان پر غور کر رہا تھا، لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ زمین
اسے جانی پہچانی سی کیوں لگ رہی ہے۔

نجانے کیا وقت تھا۔ پیچھے موجود ایک آدمی نے آگے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور کمالی
نے اسے مجبور کیا کہ وہ پیچھے جا کر آرام کرے۔ چنانچہ سالار پیچھے پہنچ گیا اور اس نے ایک مناسب
جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

نجانے کتنا وقت اسی طرح گزرا تھا، آنکھ کھلی تو عجیب سی بو ناک میں آرہی تھی۔ اس نے اپنی
جگہ سے اٹھ کر ٹرک کے کنارے سے دوسری طرف جھانکا۔ ٹرک رکا ہوا تھا اور ایک دلچسپ منظر
نگاہوں کے سامنے تھا۔ سڑک کے کنارے مٹی کے تیل کے چولہے پر کڑھائی چڑھی ہوئی تھی اور اس
میں مچھلیاں تلی جارہی تھیں۔ کمالی قریب ہی فولڈنگ اسٹول پر بیٹھا مچھلیاں تلنے والوں کو ہدایات دے
رہا تھا۔ اس نے سالار کو جھانکتے ہوئے دیکھا تو بولا۔ ''چلو سالار نیچے اتر آؤ۔ یہ پورا جنگل تمہارا ہے،
لوٹا اٹھاؤ اور عیش کرو۔ کیا سمجھے، مگر جلدی آجانا مچھلیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔''

کمالی کی باتیں عام طور سے سالار کو ہنسنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ لوٹے والی بات بھی خاصی
دلچسپ تھی۔ اس نے کمالی کی بات پر عمل کیا اور اس کے بعد تازہ دم ہو کر واپس آگیا۔ مچھلیوں کا ناشتہ
بہت عمدہ تھا۔ کمالی نے بتایا کہ ایک نہر کے کنارے سے گزرتے ہوئے اس نے یہ تازہ مچھلیاں خرید
لی تھیں۔

ناشتے سے فارغ ہو کر سفر پھر جاری ہو گیا۔ جب تک سورج کی تمازت تیز نہیں ہوئی سالار
پیچھے بیٹھا رہا اور اس کے بعد ٹرک رکوا کر آگے آگیا۔

''کہو سالار کیسی گزر رہی ہے؟''

''بہت عمدہ۔''

''بس یوں سمجھ لو کہ اب ہم کھٹمنڈو کی سرحد تک پہنچنے والے ہیں۔ سرحد عبور کرتے ہوئے کچھ
دشواری ہوگی۔ میں نے بتایا تھا نا تمہیں میں تمہارے ساتھ نینگ چو تک جاؤں گا اور پھر تمہیں وہاں

سے خدا حافظ کہہ دوں گا۔"

"کیا مطلب۔ خدا حافظ کہنے سے کیا مراد ہے تمہاری؟" سالار نے حیرت سے کہا۔

"آگے چل کر صورت حال تمہارے سامنے واضح ہو جائے گی۔ تمہیں اپنے طور پر بھی تھوڑا سفر کرنا ہے جس کی میں تمہیں تفصیلات بتا دوں گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ اس وقت سرحدوں کا معاملہ بھی کچھ سخت ہے۔ اگر میں بھگت رائے کے ساتھ سفر کرتا تو زیادہ بہتر ہوتا، لیکن کسی خاص وجہ سے انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں تمہیں چوری چھپے لے جاؤں، جہاں میں تمہیں چھوڑوں گا وہاں سے تمہیں تھوڑا سا کام اپنے طور پر کرنا ہوگا جس کی تفصیل میں تمہیں بتا دوں گا۔ ویسے میں تمہیں بتاؤں کہ اسمگلنگ کی دنیا عجیب ہوتی ہے۔ تم شریف آدمی ہو اس لئے تمہیں اس سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔ تم سو رہے تھے تو ہماری پہلی چیکنگ ہوئی تھی، بڑی مشکل سے جان بچائی، کیا سمجھے۔"

"میرے لئے یہ سب کچھ بڑا اجنبی ہے کمال بھائی۔"

بہرحال سفر اسی طرح جاری رہا، پھر کچھ دیر میں پہاڑی سلسلے شروع ہو گئے۔ جہاں کا موسم اور نظارے ہی مختلف تھے۔ ٹرک کے لئے اب راستے بھی ہموار نہیں رہے تھے بلکہ وہ انتہائی دشوار گزار راستوں پر سفر کر رہا تھا۔ کہیں کہیں پکی سڑکیں بھی نظر آ جاتی تھیں، لیکن یہ سڑکیں فوجیوں کے استعمال کے لئے تھیں اور ان پر سفر کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ دوپہر کے وقت ٹرک کو گھنے درختوں کے ایک جھنڈ میں روک لیا گیا۔ کمالی نے کہا۔ "ہم پہلی منزل پر آ گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ان پہاڑیوں کے دوسری طرف نیپال ہے۔"

"اوہو۔ مگر یہاں سرحدی فوجی تو نظر نہیں آ رہے۔"

"یہاں سے نظر نہیں آ سکتے، بائیں سمت فوجی چھاؤنی ہے۔"

"اور تم سرحد کہاں سے عبور کرو گے؟" سالار نے سوال کیا۔

"اسی پٹی سے، نیچے اتر کر دیکھو کسی نہ کسی گاڑی کے نشانات نظر آ جائیں گے۔"

"یہاں اس جگہ؟"

"ہاں...... غیر فوجی گاڑیاں اسی جگہ سے سرحد عبور کرتی ہیں۔" کمالی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

پھر کھانے پینے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کمالی نے کہا۔

"میں اب چلتا ہوں، ممکن ہے واپسی پر دیر ہو جائے، یہاں آرام سے وقت گزارو۔ ہاں ایک بات کا تم

خیال رکھنا، اس جگہ درندے بھی ہو سکتے ہیں۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"پرمٹ لینے۔ سرحد عبور کرنے کے لئے پرمٹ ضروری ہوتا ہے۔ ذرا یاروں سے بھی مل لوں۔"

"یہ کام باقاعدہ ہوتا ہے کمالی......؟"

سالار نے سوال کیا۔

"بس آنکھ کی شرم کی بات ہے ورنہ بے قاعدہ بھی شروع ہو جائے۔"

کمالی نے معنی خیز لہجے میں کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ آتے ہوئے اس نے دو پستول لوڈ کر کے اپنے لباس میں چھپائے تھے۔

شام کے تقریباً سات بجے وہ واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ صورتحال قبضے میں ہے۔ پرمٹ مل گیا ہے، رات کو ساڑھے بارہ بجے یہاں سے نکلیں گے۔ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے۔ انہوں نے سفر شروع کر دیا۔ ٹرک کی روشنیاں بند تھیں اور یہ سفر بڑی احتیاط سے کیا جا رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر ٹرک بلندیاں عبور کرنے لگا اور اس کی رفتار بہت سست ہو گئی، لیکن پھر وہ ہموار سطح پر پہنچا۔

اچانک کسی آبادی کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ سالار بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر ایک خوشی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ آخری راتوں کا چاند تھا۔ شفاف آسمان پر جب چاند کی پہلی جھلک نظر آئی تو ایک جگہ ٹرک روک دیا گیا اور یوں جیسے کوئی خاص بات ہو۔

"کیا بات ہے کمالی بھائی؟"

یہاں ذرا مزید احتیاط برتنی پڑے گی۔" کمالی نے جواب دیا۔

چاند نکل آیا تھا اور آسمان پر آنکھ مچولی کر رہا تھا۔ بادلوں کی اوٹ میں آتا تو اطراف میں بکھری چٹانیں سیاہ کمبل اوڑھ کر بیٹھے ہوئے بھوتوں کی شکل اختیار کر لیتیں۔ اور پھر چاند نمودار ہوتا تو یہ بھوت روپ بدل لیتے تھے۔ پھر روشنی کی کرنوں نے صورتحال کو بدل دیا اور بھوتوں کا کھیل ختم ہو گیا۔ تاحد نگاہ درست اور سرسبز راستے بکھرے ہوئے تھے۔ پس منظر میں ہمالیہ کا بلند سلسلہ یوں لگتا تھا جیسے زمین ختم ہو گئی ہو اور یہ بلندیاں آسمان سے جا ملی ہوں اور اس کے بعد کچھ نہ ہو۔"

"ان پہاڑیوں کے دوسری طرف تبت ہے۔" کمالی نے بتایا۔

"اور یہ پہاڑی سلسلہ کتنی دور ہے جہاں زمین کی حد ختم ہوتی محسوس ہوتی ہے۔"

"اتنا ہی دور سمجھ لو جتنا ہم سفر کر چکے ہیں۔" کمالی نے جواب دیا اور سالار خاموش ہو گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے یہ پہاڑی سلسلے بالکل قریب ہوں، لیکن کمالی کے الفاظ نے صورتحال ہی بدل دی تھی۔

اس نے کہا۔ "اس سرحد کو عبور کر لیں تو گویا جنگ جیت لیں گے۔ یہ اس سفر کا سب سے خطرناک مرحلہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

دن کی روشنی میں ایک جگہ قیام کیا گیا اور پورا دن بڑی بے کلی کے عالم میں گزارا۔ نیند پوری نہیں ہوئی تھی، اس لئے باری باری کر کے ہر فرد سویا اور پھر رات کو دوبارہ سفر شروع ہو گیا۔ کوئی ایک گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ٹرک ایک درے میں داخل ہو گیا جو ناہموار تھا۔ اس وقت ڈرائیونگ کرنے والے کو اسٹیئرنگ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

اچانک ہی دور سے کسی کتے کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں اور ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دیئے، اس کی سہمی ہوئی آواز ابھری۔ "کمالی بھائی خطرہ ہے۔"

"انجن بند کر دو۔" کمالی نے کہا۔ پھر کوئی دس منٹ تک وہ منہ اٹھائے فضا میں آہٹیں سنتا رہا۔ اس کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔ "چلو آگے بڑھو۔ درے سے نکلتے ہی رخ بدل دینا۔ راستہ چاہے دائیں سمت نظر آئے بائیں سمت سیدھے چلنا خطرناک ہو گا۔" ڈرائیور نے گردن ہلا دی اور ٹرک دوبارہ آگے بڑھا دیا، لیکن کچھ منٹ گزرے تھے کہ ہواؤں کے دوش پر کتوں کی آوازیں دوبارہ سنائی دیں اور ڈرائیور نے جلدی سے پھر انجن بند کر دیا۔ آوازیں اب مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ کمالی نے کہا۔ "خطرہ سامنے آ گیا ہے، چلو تیاری کرو۔"

اس نے ٹرک کے پچھلے حصے سے دو اسٹین گنیں نکالیں اور ان دونوں کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "تم لوگ پچھلے حصے میں چلے جاؤ، ڈرائیونگ میں کروں گا۔"

پھر اس نے سالار سے کہا۔ "یہ ایم جی ایم سنبھالو، چلا لیتے ہو۔"

سالار ہنسنے لگا۔ کمالی نے ٹرک دوبارہ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھایا۔ اس بار اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ وہ ایسے علاقوں میں ٹرک چلانے کا ماہر معلوم ہوتا تھا۔ درہ کافی طویل تھا اور اس کے دوسرے سرے کا پتہ نہیں چل رہا تھا، لیکن کمالی راستے کی پروا کیے بغیر ٹرک دوڑائے جا رہا تھا۔ دفعتاً پہاڑوں میں کہیں روشنی چمکی اور کمالی نے بے اختیار بریک پر پاؤں رکھ دیا۔ کتوں کی کان پھاڑنے والی آوازیں آ رہی تھیں، پھر اچانک بائیں سمت سے تیز سرچ لائٹ نیچے اترنے لگی اور کمالی کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔

"لعنت ہے یار گھر گئے۔" یہ کہہ کر اس نے انجن بند کر دیا۔ روشنی اسی طرف آ رہی تھی اور کچھ ہی لمحوں میں ٹرک تک پہنچنے والی تھی، کمال نے کہا۔ "سالار کھیل ختم ہو گیا۔ چلو پھرتی سے نیچے اتر جاؤ۔"

سالار نیچے اترا، پیچھے حصے میں بیٹھے ہوئے دونوں آدمی بھی نیچے کود گئے تھے۔ کمالی کے اشارے پر سب لوگ پیچھے ہٹنے لگے اور پھرتی سے ایک چٹان کی آڑ میں پہنچ گئے۔ اسی وقت روشنی ٹرک پر سے گزری اور آگے بڑھ گئی، لیکن فوراً ہی اس کا رخ بدلا، وہ تیزی سے واپس آ کر ٹرک پر مرکوز ہو گئی۔

اس کے بعد کچھ ہلچل سی ہوئی، کئی پتھر لڑھکے، کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کچھ لوگوں کو ہوشیار کیا گیا اور دوسری طرف بھی روشنیاں ہو گئیں۔ اس یہ روشنیاں ٹرک کو پوری طرح اپنے حصار میں لئے ہوئے تھیں۔ سرچ لائٹوں کا دائرہ آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا۔ غالباً وہ اطراف کا جائزہ لے رہے تھے۔ روشنی کا دائرہ اس چٹان سے بھی گزرا، جس کی اوٹ میں یہ لوگ موجود تھے۔ دائرہ چٹان سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ پھر اچانک ہی کتوں کی آوازوں کا طوفان آ گیا۔ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے لڑھکنے کا شور بھی بلند ہوا اور صورتحال سمجھ میں آ گئی۔ انہوں نے ان کی تلاش کے لئے کتے چھوڑ دیئے تھے۔

"بھاگو!" کمالی کی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی وہ چٹان کے عقب سے نکل کر بھاگا۔ ان کے متحرک ہوتے ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ انہیں دیکھ لیا گیا تھا اور اب گولیاں ان کے دائیں بائیں سے نکل رہی تھیں۔ دفعتاً ہی ایک دلدوز چیخ سنائی دی اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کم ہو گیا۔ کتے اب ان کے پیچھے لگ گئے تھے۔ اس وقت یہ دیکھنے کی فرصت کسے تھی کہ کون گولیوں کا شکار ہوا۔ کمالی نے پلٹ کر فائرنگ کی اور ایک خونخوار کتا جو ان کے سروں پر پہنچ گیا تھا قلابازی کھا کر نیچے گر پڑا۔ لیکن عقب میں اور بھی کتے تھے۔ ایک کتا زقند لگا کر بائیں سمت سے سالار پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اچانک ہی سالار نے اس کے اگلے ہاتھی اپنی گرفت میں لئے اور اسے پلٹ کر چٹان پر دے مارا کتے کے حلق سے آواز تک نہیں نکل سکی تھی۔ لیکن دوسرے کتے نے کمالی پر چھلانگ لگا دی اور اس کی گردن دبوچ لی۔

کمالی کتے کو اوپر سے دھکیلنے میں مصروف تھا۔ اس کی اسٹین گن گر گئی تھی اور کتے نے شاید اس کے شانے میں دانت گاڑ دیئے تھے۔ دونوں میں شدید کشمکش ہو رہی تھی۔ اچانک ہی سالار پلٹا اور اس نے ایک ہاتھ میں ایم جی ایم سنبھال کر دوسرے کتے کی ایک ٹانگ پکڑی، اسے پوری قوت سے اسی طرح گھسیٹ کر زمین پر دے مارا۔ لیکن اسی وقت ان پر برسٹ مارا گیا اور کمالی کی چیخ سنائی دی۔

"ادھر اس طرف۔" سالار درے کی دیوار کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس دیوار میں ایک رخنہ نظر آ رہا تھا جو بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔

"اوپر اوپر۔" کمالی کی کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی اور یوں لگا جیسے وہ زخمی ہو گیا ہو۔ سالار نے اسے سہارا دیا اور تیز رفتاری سے اسے پکڑے ہوئے اوپر چڑھنے لگا۔ چھوٹے پتھر ان کے

پیروں تلے آ کر لڑھک رہے تھے اور ایسی شکل میں بمشکل تمام توازن برقرار رکھا جارہا تھا۔ ایک عجیب
سی سنسناہٹ کانوں میں ابھر رہی تھی۔ نجانے کیسی آواز تھی لیکن دور سے آتی ہوئی لگ رہی تھی۔
اس وقت کمالی کی آواز ابھری۔ "یار میں زخمی ہو گیا ہوں، زیادہ دور نہیں جا سکوں گا۔ دیکھو
میری بات سنو سالار۔ تم میری ذمے داری ہو اس وقت تم جلدی سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔"
"چلتے رہو کمالی بھائی، فکر مت کرو موت کا یہ کھیل مجھے پسند ہے۔" سالار کی آواز میں ایک
دلچسپ سی کیفیت تھی۔

اس نے کمالی کا پورا بدن اپنے ہاتھوں پر لے لیا اور برق رفتاری سے اوپر چڑھنے لگا۔
کمالی حیران رہ گیا۔ پتہ نہیں یہ نوجوان کیا تھا، لمحوں میں یہ معصوم سا بچہ لگتا اور لمحوں میں ایک
ایسی شخصیت جو کسی طور سمجھ میں نہ آئے۔ یہ جان لیوا چڑھائیاں نجانے کتنی دیر میں طے ہوئیں۔
گولیوں کی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔
باقی کچھ پتہ نہیں تھا کہ تیسرے آدمی کا کیا ہوا۔ درے کی دیواریں انہیں گولیوں سے محفوظ
رکھے ہوئے تھیں۔ آخر کار یہ بلندیوں تک پہنچ گئے۔ اوپر تیز ہوائیں چل رہی تھیں جو پاؤں اکھاڑے
دے رہی تھیں۔ ہر طرف چٹانوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا لیکن وہ سنسناہٹ بدستور کانوں میں گونج رہی
تھی۔

اسی وقت کمالی کی آواز پھر ابھری۔ "سوری سالار! پہلی بار دھوکہ کھایا ہے۔ ایک درخواست کر
رہا ہوں پوری کر دو، جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے مان لو۔ یہ ضد کا وقت نہیں ہے۔ تم مجھے اسی جگہ چھوڑ دو
اور یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ ضروری ہے ورنہ میرے ساتھ تم بھی پھنس جاؤ گے۔"
"مجھ سے وہ نہ کہو کمالی جو میں نہیں کر سکتا، جو ہونا ہے وہ جانے دو۔"
تمہارا احسان ہو گا اگر میری بات مان لو، میں بہت زخمی ہو گیا ہوں۔ کتے نے میرا بازو ہی نہیں
سینہ بھی ادھیڑ دیا ہے۔"
"آؤ یہ جگہ چھوڑ دیں۔" سالار نے اچانک جھک کر کہا اور کمالی کو کندھوں پر سنبھال لیا۔
کمال کے حلق سے اب کراہیں نکل رہی تھیں سالار برق رفتاری سے اوپر کے راستے طے کر رہا
تھا۔ ایک جگہ پاؤں پتھر پر پڑا تو پتھر نے جگہ چھوڑ دی اور لڑھکتا ہوا گہرائیوں میں جانے لگا لیکن
سالار نے خود کو بہت عمدگی سے سنبھال لیا تھا۔ البتہ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ دوسری طرف گہرائی ہے۔
"میری بات مان لو سالار۔ یہ ہوا میرے زخموں میں داخل ہو کر ہڈیوں میں اتر رہی ہے۔"
"ہمت مت ہارو کمالی۔"
"سنو، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو، تم یہاں سے نکل جاؤ مجھے بیٹھ جانے دو۔" اتنا

اصرار کر رہا تھا وہ کہ سالار کو اسے بٹھاتے ہی بن پڑی۔ دفعتاً اطراف کا سارا علاقہ روشنیوں میں نہا گیا۔ یہ روشنی سالار کے چہرے پر بھی پڑی تھی اور اسی وقت گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی اور کمالی ایک دم سالار کے اوپر آ گیا۔ سالار توازن برقرار نہ رکھ سکا اور پیچھے کی سمت گرا۔ لیکن کسی چٹان یا زمین پر نہیں بلکہ خلاء میں وہ کسی سہارے کو پکڑنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن وہاں کان پھاڑ دینے والی ہواؤں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ سالار کا بدن کسی بے جان پتھر کی طرح نیچے گر رہا تھا۔

ہواؤں کی سنسناہٹ نے ذہن معطل کر دیا تھا۔

چند لمحوں بعد زوردار چھپاکے کے ساتھ وہ پانی میں گرا۔ یخ پانی تھا جس کی گہرائیوں کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے بدن میں برف گھس گئی ہو۔ پھر کوئی چیز اسے اوپر اٹھانے لگی اور وہ جیسے کسی برق رفتار گھوڑے پر سفر کرنے لگا۔ غالباً کوئی بہت ہی برق رفتار نالہ تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ اپنے آپ کو لہروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے۔

کمال کا اب کوئی پتہ نہیں تھا۔ نجانے کب تک اس کا بدن پانی میں بہتا رہا۔ وہ اپنے ہوش و حواس قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کا ذہن سوتا چلا گیا اور جب آنکھ کھلی تو سر پر سورج چمک رہا تھا۔ نیلا شفاف آسمان زندگی کی خبر دے رہا تھا، رفتہ رفتہ احساسات جاگتے گئے۔ واقعات یاد آتے گئے اور اسے اندازہ ہو گیا کہ کمالی اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر اسی وقت اسے ایک دبلا پتلا سا بچہ نظر آیا جو تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ سالار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ندی کے چوڑے پاٹ میں پانی کی روانی مدھم پڑ گئی تھی یہاں اس کی گہرائی بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔ داہنی سمت ڈھلوان پہاڑیاں تھیں جن پر پھول کھلے ہوئے تھے۔ سالار نے ایک بار پھر اس بچے کو دیکھا جو بدستور اسے دیکھے جا رہا تھا۔ بچے نے اس سے کچھ کہا اور آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر وہ اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔

سالار نے ایک لمحے کچھ سوچا۔ اس کی ایم جی ایم پانی میں ضائع ہو چکی تھی۔ لڑکا اسے ساتھ لئے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا اور سالار اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ بھورے آسمان تلے پتھروں سے اٹی ہوئی ایک سڑک ندی کے کنارے کنارے چلی جا رہی تھی۔ وہ کچھ اور آگے بڑھا تو اس نے کچھ عورتوں کو دیکھا جو ارغوانی رنگ کی شالیں اوڑھے ہوئے تھیں اور ان کے بائیں نتھنوں میں پیتل کی نتھیں سجی ہوئی تھیں۔ وہ سروں پر چمکتی ہوئی نقرئی مچھلیوں کے ٹوکرے سنبھالے آگے بڑھ رہی تھیں۔

سالار اس کے ساتھ بڑھتا رہا اور پھر ایک پشتے پر سے گزرتے ہوئے اس نے ایک چھوٹی نہر دیکھی جس کے ساتھ چاول کے سرسبز کھیت پھیلے ہوئے تھے۔

آخر کار بستی کے آثار نظر آ گئے، کتے اور مرغیاں کیچڑ اور گندگی کے ڈھیر کرید رہے تھے۔ ان
کے آس پاس پالتو سؤر غول بنائے گلے سڑے پھلوں اور ان کے چھلکوں پر منہ مارتے پھر رہے تھے۔
ان مدارج سے گزرتا ہوا وہ اس خستہ حال گاؤں کے ایک جھونپڑے پر جا رکا جس کی حالت بوسیدہ
تھی۔ لڑکے نے مسکراتی معصوم نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اندر گھس گیا۔ کچھ لمحے وہ انتظار کرتا رہا
اور اس کے بعد اچانک ہی جھونپڑے سے ایک خوبصورت سی نوجوان لڑکی باہر نکلی اور سالار اسے دیکھ
کر دنگ رہ گیا۔
یہ آلاشی تھی۔

✤ ✤ ✤

بہترین تجربے کار لوگ تھے۔ ایک سے ایک مہمات کا ماہر۔ انتظامات ہی ایسے کئے تھے کہ کسی
طرح کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ شہری آبادیوں سے بھی گزرتے تھے۔ لیکن یہ بات طے کر لی گئی تھی کہ ہم
جو آبادیوں کی آسائشوں کا فائدہ نہیں اٹھائیں گے اور اپنے طور پر جو انتظامات کئے ہیں۔ ان ہی کے
زیر اثر رہیں گے۔ اس طرح سے یہاں تک کا سفر طے ہوا تھا۔ ہر طرح کے نقشے جدید ترین معلومات
کے ساتھ موجود تھے اور ان پر مکمل طور پر نگاہ رکھی جا رہی تھی۔ کئی مزدور بھی ساتھ لے لئے گئے تھے۔
چند خچر بھی تھے جنہیں خاص قسم کے ٹرالروں میں لایا گیا تھا کیونکہ آگے کسی بھی جگہ ان خچروں کی
ضرورت پیش آ سکتی تھی۔

اس وقت یہ لوگ ڈھول گری کے علاقے میں تھے جس کی برف پوش چوٹیاں سامنے نظر آ رہی
تھیں۔ دریائے کالی گندر کے ساتھ اس کی معاون ندی یولنگا یہاں سے چار میل کے فاصلے پر تھی اور
نقشے کے مطابق انہیں یولنگا کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا تھا۔
شام ہو گئی تھی۔ کالی گندر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ خاصے فاصلے پر ایک بہت بڑی آبشار
نظر آ رہی تھی جو بادلوں سے گرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی مترنم آواز کانوں کو بہت بھلی لگ رہی
تھی۔ ایک مزدور نے بتایا کہ کچھ فاصلے پر تاتو نامی گاؤں ہے اور اگر تھوڑا سا سفر اور طے کیا جائے تو
تاتو تک پہنچا جا سکتا ہے۔ بے شک یہ ضروری نہیں تھا کہ گاؤں میں ہی قیام کیا جائے۔ لیکن پھر بھی یہ
آبادی کافی دلکشی کی حامل ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ آگے بڑھ گئے۔ رات قریب آ گئی تھی۔ مدھم
روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں۔ اطراف میں جگہ جگہ لنگوروں کے غول پھر رہے تھے، ایک مناسب جگہ تلاش کر
لی گئی اور خیمے نصب کئے جانے لگے۔ لنگور آس پاس کھانے پینے کی اشیاء کی تاک میں چکر لگا رہے
تھے۔ مزدور انہیں بھگانے کی کوشش کر رہے تھے اور پھر خاص قسم کے چولہے جلا لئے گئے اور فضاء میں
کھانوں کی خوشبوئیں چکرانے لگیں۔ آسمان پر بادل گر آئے تھے۔ کبھی کبھی بجلی بھی چمک اٹھتی تھی۔

بھگت رائے نے کہا۔ ”ان علاقوں میں بارش بڑی پریشان کن ہوتی ہے ذرا احتیاط رکھی
جائے۔“
”کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔“ جگت چوہان نے اطمینان دلانے والے
انداز میں کہا۔
بہر حال وقت گزرتا گیا اور پھر بارش شروع ہو گئی۔ خیموں میں سب لوگ جاگ رہے تھے اور
بارش کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ یولنگا ندی چڑھ گئی تھی اور تیز دھارے میں مٹی کے تودے
اور بڑے بڑے پتھر لڑھکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ بارش تقریباً ساری رات ہی ہوتی رہی۔
تمام لوگ خوش تھے۔ کنور دلاور، جیسیکا اور اس کی بیٹی ناریہ، میلینا، شیروک اور جان کرسٹوفر،
بھگت رائے، جگت چوہان اور اس کی بیٹی سمیتا سارے کے سارے اپنے اپنے طور پر ٹولیاں بنائے
رات گئے تک بیٹھے رہے تھے۔ کافی تیاری کی گئی تھی۔
صبح کے وقت بارش کا زور ٹوٹ گیا اور پھر بارش بند ہو گئی۔ لیکن آسمان اب بھی سیاہ بادلوں
سے ڈھکا ہوا تھا۔
”کیا خیال ہے جان کرسٹوفر، کیا ہم سفر دوبارہ شروع کر دیں؟“
”ایک بارش بھلا ہمیں کیا روکے گی۔“
سفر دوبارہ شروع کر دیا گیا۔ نقشوں کے مطابق وہ لوگ آگے بڑھ رہے تھے اور اس وقت
شیروک ان کی رہنما تھی۔
”بے شک ہوش کے عالم میں، میں نے یہ جگہیں نہیں دیکھیں لیکن میرے ذہن کے پردے پر
اس جگہ کے مٹے مٹے نقوش ہیں۔ ہمارا سفر بالکل صحیح راستے پر ہے۔“ شیروک نے کہا۔
اس بار سفر مشکل تھا، جگہ جگہ چٹانی راستے دریا کی وجہ سے بند ہو گئے تھے اور کہیں کہیں اوپر
سے گرنے والے تودوں نے سلسلے منقطع کر دیئے تھے۔ لیکن مزدور ان علاقوں کے بارے میں کافی
معلومات رکھتے تھے اور ان میں سے کئی نے نئے راستوں کی طرف رہنمائی کی تھی۔ کوہساروں کے
ڈھلانیں پھسلوان تھیں اور ان میں گاڑیوں کے لئے راستے تلاش کئے جا رہے تھے۔ ایک ڈھلان کی
بلندی پر پہنچے تو بائیں جانب ایک خانقاہ نظر آئی۔ جہاں ذبح شدہ بکریوں کے سینگوں کے ڈھیر لگے
ہوئے تھے۔ درختوں کی شاخوں کے ساتھ سرخ فیتے بندھے ہوئے تھے۔ سنکیا تنگ کے ایک پہاڑی
گاؤں کے قریب سے گزرے تو وہاں ڈھول بج رہے تھے۔ یہ منظر بہت ہی دلچسپ تھا۔ ہندو آبادی
درگاہ پوجا کر رہی تھی۔
بہر طور یہ وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے اور جب تھکن سوار ہوئی تو شاہ بلوط کے درختوں کی

چھاؤں میں ایک جگہ کیمپ کے لئے منتخب کر لی گئی۔ موسم بہت ہی خوبصورت تھا۔ وہ لوگ آگے کے بارے میں بات کرنے لگے اور مزدوروں کے سردار نے بتایا کہ کل اگر دن میں سفر کیا جائے تو یہ دھورچتن نامی آبادی میں پہنچ جائیں گے اور اس کے بعد تراکوٹ صرف تیس میل رہ جاتا ہے۔ تراکوٹ خاصا بڑا شہر تھا۔ شیروک سے بات چیت ہوئی اور اس سے پوچھا گیا کہ اس قبیلے تک کا سفر کتنا طویل ہے تو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک آنکھیں بند کئے رہی پھر بولی۔ "میں رات کو اپنا علم استعمال کروں گی اور کل صبح آپ لوگوں کو تفصیلات سے آگاہ کروں گی۔"

نجانے کیوں بھگت رائے کے دل میں ایک کرید سی پیدا ہوگئی۔ ویسے بھی اس تمام سفر کے دوران شیروک کی شخصیت بڑی پراسرار رہی تھی۔ سب لوگ خوش وخرم تھے لیکن اس کی نگاہیں ادھر اُدھر کچھ تلاش کرتی رہتی تھیں۔ بھگت رائے کو یہ بات معلوم تھی کہ وہ سالار کے گم ہو جانے سے بہت پریشان ہے لیکن کیوں اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

بہرحال معمولات کافی دلچسپ رہے۔ ابھی تک اس سفر میں کوئی ایسی مشکل نہیں پیش آئی تھی جو پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔ لیکن وہ سب ہر طرح کی مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھے۔ سالار کی طرف سے کوئی خبر نہیں مل سکی تھی۔ لیکن وہ مطمئن تھے کہ بہت ہی تجربے کار اور بڑی شاندار شخصیت کا مالک کمالی، سالار کے ساتھ ہے۔ اس لئے انہیں کوئی پروا نہیں تھی۔

پھر رات ہوگئی۔ کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد کافی دیر تک خوش گپیاں ہوتی رہیں اور پھر سب آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے کیونکہ طے کر لیا گیا تھا کہ کل سفر کی رفتار تیز کر دی جائے گی بشرطیکہ شیروک کوئی کام کی بات معلوم کر سکے۔

رات کا تیسرا پہر شروع ہو گیا تھا۔ سب ہی گہری نیند سو رہے تھے لیکن نجانے کیوں بھگت رائے کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس کی چھٹی حس کچھ کہہ رہی تھی اور پھر اسے ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی اور وہ چونک پڑا۔

بہت ہی احتیاط کے ساتھ وہ اپنے خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر جھانکنے لگا تو اس نے دور ایک سائے کو ویرانے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ چال ڈھال سے پہچان گیا کہ وہ شیروک ہی ہے۔ حالانکہ شیروک بتا چکی تھی کہ آج رات وہ آگے کے راستوں کے بارے میں اپنے علم کا سہارا لے گی۔ لیکن نجانے کیوں بھگت رائے کا دل چاہا کہ اس کا تعاقب کرے اور پھر انتہائی احتیاط کے ساتھ وہ شیروک کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

* * *

شیروک کیمپ سے کافی دور نکل آئی۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ آخر کار شیروک رک گئی اور پھر اس نے اپنے لباس سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر کوئی نمبر سیٹ کرنے لگی۔ چند ہی لمحوں کے بعد سرسراہٹ سنائی دینے لگی۔ پانی کا شور بھی ابھرا۔

بھگت رائے کو ایک چٹان کی آڑ میں جگہ مل گئی تھی۔ اسی چٹان کے دوسری طرف شیروک موجود تھی اور بھگت رائے اس کی بات سننے کے ساتھ آسانی سے دیکھ بھی سکتا تھا۔ شیروک ایک ابھرے ہوئے پتھر پر بیٹھ گئی تھی۔ آخر کار ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

"ہیلو ہیلو۔ اوور۔"

"گروجی مہاراج۔ آپ کی داسی بول رہی ہے۔"

"ہاں شیروک بتاؤ تمہارا سفر کیسا جا رہا ہے؟"

"میں پریشان ہوں گروجی۔"

"کیا بات ہے بتاؤ؟"

"گروجی وہ نکل گیا ہے۔ وہ غائب ہو گیا ہے اور میں اندھیرے میں بھٹک رہی ہوں۔ گروجی بہت پریشان ہوں۔ اب میں کیا کروں۔"

"ٹرانسمیٹر بند کر دے۔" آواز ابھری اور شیروک ایک لمحے کے لئے ہکا بکا رہ گئی۔

"اچانک ہی اسے سامنے سے کوئی آتا ہوا نظر آیا اور وہ ایک دم اچھل پڑی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آنے والے کو دیکھ رہی تھی۔" سیاہ کفن میں ملبوس ایک دراز قامت شخص جس کی داڑھی اس کے سینے پر پھیلی ہوئی تھی اور وہ چہرے سے انتہائی خوفناک نظر آتا تھا۔ شیروک کے قریب پہنچ گیا اور شیروک گھٹنوں کے بل جھکی اور پھر اس نے سیاہ کفنی والے کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔

"اٹھ جا، اٹھ جا۔" وہی بھاری آواز جو تھوڑی دیر پہلے ٹرانسمیٹر پر سنائی دے رہی تھی۔ اب شیروک کے سامنے سے ابھر رہی تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی' لیکن اس نے اپنے ہاتھ آنے والے کے پیروں پر رکھ دیئے۔

" آپ یہاں کب آ گئے گروجی، آپ یہاں کیسے آ گئے؟ آپ نے تو میرا دل بڑھا دیا ہے۔ آپ نے تو میری ساری پریشانی دور کر دی ہے گروجی۔ میں بہت پریشان تھی، لیکن اب مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میری فوج میرے پاس آ گئی ہو۔"

" جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک نہیں۔ آخر اتنے سارے لوگ کہاں سے نکل آئے؟"

" آپ کی آ گیا سے میں نے محنت کر کے اسے تلاش کر لیا تھا۔ پر وہ اچانک ہی نکل گیا۔ ایک دم غائب ہو گیا اور اب اس کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ وہ کہاں جا سکتا ہے گرو؟"

" تو بچوں جیسی بات کر رہی ہے۔ تجھے معلوم ہے بھوج گرو نے شوارم کو پراگت شکتی دے کر اس کا نگران مقرر کیا تھا اور شوارم نے اسے کہیں اور پہنچا دیا تھا، اگر وہ اسے اپنے پاس ہی رکھتا تو ہم کبھی اس سے دور نہ ہوتے اور تو جانتی ہے کہ پراگت شکتی دھند میں لپیٹ دیتی ہے، وہ دھند میں لپٹا ہوا ہے۔"

" لیکن گروجی، اگر وہ نہ ملا تو۔"

" آ گئے ہیں نا ہم تیری مدد کے لئے۔ اب یہ تیرا کام نہیں۔ ہم خود اسے تلاش کریں گے کیونکہ تو اسے تلاش نہیں کر سکتی۔ ہمیں لگتا ہے جیسے شوارم اب گھاؤ سے نکل آیا ہے اور کیوں نہ ایسا ہوتا، کام جو شروع ہو گیا ہے۔ ایک طرف بھوج گرو اپنی شکتی استعمال کر کے اس کے اردگرد حصار بنا رہا ہے تو دوسری طرف ہم ہیں۔ یہ ایک جنگ ہے شیروک اور جنگ اسی طرح ہوتی ہے۔"

" میں کیا کروں گروجی۔"

" جو کچھ تو کر رہی ہے وہ ٹھیک ہے۔ تجھ سے رابطہ رہے گا۔ اب میں تیرے آس پاس ہی ہوں۔ میں اسے تلاش کروں گا۔ تیرے آدمی کہاں ہیں؟"

" وہ انہی علاقوں میں سفر کر رہے ہیں اور مجھ سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ اگر ان کی ضرورت پیش آئی تو میں انہیں استعمال کروں گی۔ آپ جانتے ہیں گروجی میں بڑے صبر سے کام لے رہی ہوں ورنہ یہ جو میرے ساتھ سفر کر رہے ہیں چٹکی بجاتے ہی موت کی نیند سو جائیں گے۔ ان میں سے ایک بھی نہیں ہے جو میری شکتی کا مقابلہ کرے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے گروجی کہ میں نے جان کرسٹوفر کو اپنی جوتیوں میں پہن رکھا ہے۔ اس کی اور اس کی بیٹی کی مجال نہیں ہے کہ مجھ سے ذرا بھی انحراف کریں۔"

" ہاں میں جانتا ہوں، پر وہ نہیں جانتے کہ تیری شکتی کیا ہے؟"

" گروجی مجھے بتائیے اب میں کیا کروں؟"

" میں نے کہا نا تیری چنتا اب صرف تیری نہیں ہے۔ میں تیرے آس پاس موجود ہوں۔ پر ہر

سے مجھے آواز نہ دے لیا کر، دنیا کا خیال بھی کرنا پڑتا ہے اور کبھی یہ مت سوچنا کہ یہ جو تیرے ساتھ سفر کر رہے ہیں، تو انہیں کوئی نقصان پہنچا کر اپنے راستے سے ہٹا دے۔ اگر انہیں ہٹانے کی ضرورت پڑی تو میں تجھے بتاؤں گا کہ تجھے کیا کرنا ہے۔"

" گروجی میں تو آپ کی ہر بات پر عمل کر رہی ہوں۔ بس وہ غائب ہو گیا تو مجھے فکر تھی، لیکن اب آپ کہہ رہے ہیں کہ سب ٹھیک ہے تو پھر سب ٹھیک ہی ہو گا۔"

" جا آرام کر۔ تو راستوں اور سفر کے بارے میں ان سے کہہ کر آئی ہے تو میں تجھے بتائے دیتا ہوں اس طرح تم لوگ سفر کر رہے ہو، وہ ٹھیک ہے۔ دو دن اور دو رات اور گزر جانے دو اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ آگے کیا کرنا ہے اور یہ دو دن اور دو رات تمہیں جہاں تک لے جائیں چنتا کئے بغیر وہاں تک چلے جانا۔ پھر دیکھنا کہ سے کیا کیا چمتکار دکھاتا ہے، چلتا ہوں میں اب۔" یہ کہہ کر سیاہ کفنی والا واپسی کے لئے مڑا۔ وہ تقریباً دس یا پندرہ قدم چلا اور اس کے بعد اس طرح آنکھوں سے اوجھل ہو گیا جیسے ہوا میں تحلیل ہو گیا۔"

شیروک نے دونوں ہاتھ سامنے پھیلا کر گردن کو خم کیا اور جھکتی چلی گئی۔ پھر سیدھی ہوئی اور واپسی کے لئے مڑ گئی۔

بھگت رائے بڑی ہیجان خیز کیفیت کا شکار تھا، جب شیروک آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تو وہ اپنی جگہ سے نکلا اور پوری طرح احتیاط برتتا ہوا واپس اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔ ادھر شیروک بھی اپنے خیمے میں آ گئی تھی۔ اس نے آسودہ نگاہوں سے میلینا اور جان کرسٹوفر کو دیکھا۔ دونوں گہری نیند سو رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی اپنے بستر پر جا لیٹی اب وہ کافی مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔

دوسری طرف ایک اور کھیل جاری تھا۔ یہ کنوردلاور تھا جو اتفاق سے جاگ رہا تھا۔ جب شیروک اپنے خیمے سے باہر نکلی تھی تو وہ بھی پھرتی سے باہر نکل آیا تھا۔ اس نے شیروک پر نگاہ ڈالی اور پھر ایک دم سنبھل گیا چونکہ اس نے بھگت رائے کو بھی خیمے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ بھگت رائے بڑی احتیاط کے ساتھ شیروک کا پیچھا کر رہا تھا۔ کنوردلاور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ اپنی بیوی جیسیکا کو جگا لے اور اس سے کہے کہ آؤ دیکھو ہماری اس مہم میں کیسے کیسے مزیدار کھیل ہو رہے ہیں لیکن جیسیکا کی فطرت ذرا مختلف تھی چنانچہ اس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

وہ بھگت رائے کو دیکھ رہا تھا جو بڑی احتیاط کے ساتھ شیروک کا تعاقب کر رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے شیروک کو اس بارے میں کوئی علم نہ ہو، غرضیکہ کنوردلاور بھی اپنے آپ کو چھپاتا ہوا وہاں تک پہنچ گیا جہاں بھگت رائے چٹان کے پیچھے موجود تھا۔ یہاں جگہ جگہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور یہ

کسی کو چھپانے کے لئے بہترین کردار ادا کر رہی تھیں چنانچہ کنوردلاور بھی ان لوگوں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ اس نے مکمل طور پر شیروک اور اس اچانک نمودار ہو جانے والے چوتھے فرد کی باتیں تو نہیں سنی تھیں' لیکن اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ شیروک اس پراسرار آنے والے شخص کا بہت احترام کرتی ہے، جو اچانک ہی نمودار ہوا تھا اور یہ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ وہ کس طرف سے آیا تھا۔ بہرحال اس کے بعد وہ چلا گیا تو شیروک بھی واپسی کے لئے مڑ گئی اور اس کے پیچھے پیچھے بھگت رائے بھی اپنی جگہ چھوڑ کر چل پڑا۔ شیروک کو پتہ نہیں چل سکا تھا کہ بھگت رائے نے اس کا تعاقب کیا ہے۔ وہ اپنے خیمے میں داخل ہو گئی لیکن جب کنوردلاور اپنے خیمے میں داخل ہوا تو جیسیکا جاگ رہی تھی اور مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں گئے تھے تم؟"

"بڑا اچھا ہوا کہ تم جاگ گئیں۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

جیسیکا بدستور مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی تو کنوردلاور ہنس کر بولا۔ "بیوقوف تیری آنکھیں بتاتی ہیں کہ تو کچھ غلط بات سوچ رہی ہے۔"

"کہاں گئے تھے، مجھے اس کا صحیح جواب چاہئے؟"

"میں بڑی عجیب خبر لایا ہوں تیرے لئے۔"

کنوردلاور نے کہا اور جیسیکا کو پوری تفصیل بتانے لگا۔ وہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔ کنوردلاور نے کہا۔

"صورتحال بڑی سنسنی خیز چل رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"اس میں سمجھ میں نہ آنے والی کیا بات ہے۔ ہم شیروک سے اس کے گروپ میں ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں اور میں تمہیں بتاؤں کنور وہ عورت ہمارے لئے سب سے زیادہ کام کی ثابت ہو گی۔ میرا خیال ہے اس وقت کے تعاقب کی بات اسے بتا دی جائے۔"

"ابھی کچھ لمحے پہلے وہ خیمے میں داخل ہوئی ہے کیا ابھی اسی وقت؟"

جیسیکا سوچنے لگی، پھر بولی۔ "نہیں، مگر صبح اس کے کانوں تک یہ بات پہنچ جانی چاہئے۔"

دوسرے دن کنوردلاور نے شیروک کو ایک ایسے گوشے میں جا لیا جہاں وہ تنہا تھی۔ کنوردلاور کو دیکھ کر وہ مسکرائی اور بولی۔ "کہیے کنور صاحب، کیسا چل رہا ہے آپ کا یہ سفر؟"

"کوئی پریشانی کوئی تکلیف نہیں ہے میڈم لیکن میں آپ کو ایک خبر دینا چاہتا ہوں۔"

"رات کو جب آپ میدان میں گئی تھیں تو بھگت رائے آپ کے پیچھے گیا تھا۔"

"کیا......؟" شیروک اچھل پڑی۔

"ہاں اور جب وہ پراسرار شخصیت جو کالا لباس پہنے ہوئے تھی نمودار ہوئی تو بھگت رائے چٹان

کے پیچھے چھپا تھا' جہاں آپ اس سے باتیں کر رہی تھیں، میں ذرا فاصلے پر تھا۔"

"اوہ۔" شیروک کا چہرہ ایک لمحے کے لئے ست گیا، وہ کچھ لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ "تو آپ کے خیال میں بھگت رائے نے ہماری باتیں سن لی تھیں۔"

"ہاں اور اس وقت اگر آپ اپنے خیمے میں نہ جاتیں تو میں فوراً آپ کو اس بارے میں اطلاع دیتا، لیکن وہاں جان کرسٹوفر اور آپ کی بیٹی دونوں موجود تھے۔"

"یہ تو آپ نے اچھا کیا کنور۔ میں بہت خوش ہوں۔ آپ نے واقعی اپنا فرض پورا کیا ہے۔ گروپ کے لوگوں کو ایک دوسرے کا بھرپور خیال رکھنا ہو گا۔ آپ اسی طرح میری مدد کرتے رہیں اور یہ میری طرف سے ایک چھوٹی سی پیمنٹ۔" شیروک نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر کر کوئی چیز نکال لی۔ جب یہ چیز اس نے کنوردلاور کے سامنے کی تو کنوردلاور کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ انتہائی قیمتی ہیرے تھے۔ اجنبی اور انجان ہیرے۔

"یہ ضروری تو نہیں ہیں۔" کنوردلاور نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ بہت ضروری ہیں تاکہ آپ کو یہ احساس رہے کہ میرے ساتھ تعاون میں آپ کو کتنا فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ سارے کے سارے جن ہیروں کی تلاش میں ہیں، میں ان کی مالک ہوں۔"

"مجھے اندازہ ہے میڈم شیروک آپ کا یہ خادم ہر وقت آپ کی مدد کرتا رہے گا۔ میرا مطلب ہے آپ کے لئے ہوشیار رہے گا۔"

"جائیے اب لوگوں کی نگاہیں ہماری طرف اٹھ رہی ہیں۔" شیروک نے کہا۔ کنور دلاور نے بڑی احتیاط سے وہ ہیرے اپنے لباس میں چھپا لئے اور اس کے بعد خاموشی سے واپس مڑ گیا

✤ ✤ ✤

سالار آہنی اعصاب کا مالک تھا۔ آلاشی اس کے لئے ایک پراسرار کردار تھی اور وہ جب بھی اسے ملی تھی اس پر عجیب عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی لیکن اس وقت اس نے اسے سادہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔

خود آلاشی کے انداز میں بھی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ خود بھی کسی روبوٹ کی مانند تھی۔

"اندر آ جاؤ۔" ضرورت کی معمولی چیزوں سے آراستہ بڑا سا کمرہ تھا۔ "بیٹھو۔ تم بھوکے ہو، میں تمہارے لئے کھانا لاتی ہوں۔"

"تم یہاں رہتی ہو؟" سالار نے سوال کیا۔

"نہیں۔" آلاشی نے سپاٹ لہجے میں کہا اور باہر نکل گئی۔

سالار وہاں موجود چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔ کچھ دیر کے بعد آلاشی واپس آ گئی۔ اس نے دونوں

ہاتھوں میں پیتل کا تھال سنبھالا ہوا تھا، جس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ سالار خاموشی سے
کھانے میں مصروف ہوگیا۔

وہ کھانے سے فارغ ہوا تو آلاشی نے کہا۔

"ہمیں یہاں سے چلنا ہے۔" سالار نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔

"میں باہر جارہی ہوں۔ یہ لباس تمہارے لئے ہے۔ اسے تبدیل کرلو۔" سالار نے ایک نگاہ
لباس پر ڈالی اور آگے بڑھ کر اسے اٹھالیا۔

آلاشی فوراً باہر نکل گئی تھی۔ انسان تھا، انسانوں میں پلا بڑھا تھا، احساسات بھی انسانوں جیسے
تھے آلاشی کے بارے میں اپنے ماضی کے بارے میں ذہن میں ہمیشہ تجسس رہتا تھا، لیکن کوئی ایسا ذریعہ
کبھی ہاتھ نہیں آیا تھا جس سے اسے اپنے بارے میں کچھ معلوم ہوسکتا۔ البتہ ذہن کے پردے پر جو
مٹے مٹے نقوش ابھرتے تھے وہ اسے بہت کچھ یاد دلاتے تھے اور اب اسے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ مٹے
مٹے نقش زندہ ہوتے جارہے ہوں۔

لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ باہر نکل آیا۔ آلاشی اسے ساتھ لے کر چل پڑی۔ جوں جوں
فاصلہ طے ہوتا جارہا تھا، آبادی نظر آتی جارہی تھی۔ ہر مکان پر بدھ مت کا علامتی جھنڈا لہرا رہا تھا۔
میدان کے ایک سمت پتھروں سے بنی خانقاہ نظر آرہی تھی۔ یہاں کے باسی کسی قدر پستہ قامت،
چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں والے تھے۔ عورتیں فیروزی اور نقرئی زیورات پہنے ہوئے تھیں۔

آلاشی عبادت گاہ کی طرف بڑھ گئی۔ سالار اس کی کسی بات پر اعتراض کررہا تھا نہ اس کے
بارے میں معلوم کررہا تھا۔ عبادت گاہ کے بالکل سامنے والے حصے میں ایک ادھیڑ عمر عورت مالا کے
منکے پھیر رہی تھی اور دوسرے ہاتھ سے چاندی اور تانبے سے بنا ہوا مقدس پہیہ گھما رہی تھی۔ وہ ان
مناظر کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

"زیادہ فاصلہ نہیں طے کرنا۔"

"ٹھیک ہے۔" سالار سرد لہجے میں بولا۔

"کیا تم ناراض ہوگئے ہو؟" آلاشی کا لہجہ سپاٹ تھا۔ سالار نے پھر بھی اس کی طرف رخ نہیں
کیا تھا۔ آلاشی نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا اور پہلی بار اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی
مسکراہٹ در آئی، پھر وہ وہاں سے بھی آگے بڑھ گئی بلکہ سالار کا خیال تھا کہ شاید وہ عبادت گاہ میں
داخل ہونا چاہتی ہے لیکن وہ عبادت گاہ کے بغلی حصے [illegible] آگے بڑھ گئی تھی۔ بھوٹ تبتیوں کی آبادی
کافی گندی تھی۔ جگہ جگہ کیچڑ نظر آرہی تھی۔ میلے کچیلے بچے اس کیچڑ میں لت پت کھیل رہے تھے۔
اونچی جسامت کے کتے بڑی تعداد میں نظر آرہے تھے۔

وہ وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پستہ قامت اور چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں والی عورتیں فیروزی
اور نقرئی زیورات اور منکوں کی مالائیں پہنے ہوئے آجارہی تھیں۔ وہ یہاں سے بھی آگے بڑھ گئے
جگہ جگہ ادم، منی قدم کی صدائیں بلند ہورہی تھیں۔ یہ سارے مناظر سالار کو نجانے کیوں اجنبی نہیں
لگ رہے تھے۔

مزید سفر طے کیا گیا اور پھر آلاشی اس کے ساتھ ڈھلانوں میں اترنے لگی۔ یہ ڈھلان آبادیوں
سے کافی فاصلے پر تھی، لیکن ان کے اختتام پر ایک اور بڑی آبادی نظر آرہی تھی۔ یہاں اونچے اونچے
بانسوں پر لگے جھنڈوں پر سورج، چاند اور آگ کی علامتیں موجود تھیں۔ پھڑپھڑاتے ہوئے سفید
عبادتی جھنڈوں کے درمیان خچر گھاس چر رہے تھے۔ شہری آبادی کی ابتداء میں ایک جھونپڑی کے
چھجے کے نیچے گوتم بدھ کے بہت سے مجسمے نصب تھے، جو اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی
کرتے تھے۔

جگہ جگہ عبادت گاہیں نظر آرہی تھیں۔ چند ہی لمحوں کے بعد سالار نے محسوس کرلیا کہ وہ دور
دراز جو بڑی عبادت گاہ نظر آرہی ہے شاید یہی آلاشی کی منزل ہے۔

سدھارتھ، پونگ بت کے ایک بڑے قدیم اور بوسیدہ مجسمے کو کہا جاتا ہے جو دریائے بھیرنی
کے کنارے تھا۔ بڑی عبادت گاہ تک جانے کا راستہ ادھر سے ہی گزرتا تھا۔ دونوں طرف کھیت
بکھرے ہوئے تھے اور ان میں مختلف اقسام کے پودے لہلہا رہے تھے۔ بیچ میں پھلیاں اور لوکی کی
بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ تھوڑے فاصلے پر دریا نظر آرہا تھا جس کے قریب ہمالیائی لنگوروں کا ایک گروہ
سرخ جوار کے کھیتوں کو تباہ کررہا تھا۔

آخر کار عبادتگاہ کا دروازہ نظر آیا۔ آلاشی نے ایک نگاہ سالار کو دیکھا اور پھر بدستور سرد لہجے میں
بولی۔ "ہمیں اندر جانا ہے۔"

سالار نے اِدھر اُدھر نگاہیں ڈالیں۔ عبادت گاہ کے بائیں سمت کی وادی میں بہت سے بھکشو جمع
تھے اور ان کے ہاتھوں میں مقدس چرخے نظر آرہے تھے۔ وہ عبادت گاہ میں داخل ہوگئے۔ سالار
بڑی دلچسپی سے قرب و جوار کے ماحول کو دیکھ رہا تھا اور اس کے انداز میں ایک عقیدت سی پائی جاتی
تھی۔ یہاں سونے کے مجسمے جگہ جگہ نصب تھے اور انہیں دیکھ کر یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ دنیا کی قیمتی ترین
جگہ ہے۔

مزید آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں پوجا پاٹ ہورہی ہے۔ اندر باہر کی مانند روشنی
نہیں تھی اس لئے بہت سی مشعلیں اور لیمپ جلائے گئے تھے۔ نیچے سرخ قالین بچھا ہوا تھا۔ وسیع و
عریض ہال میں چربی کے سیکڑوں لیمپ روشن تھے۔ دیواروں کے ساتھ لگی ہوئی مشعلوں کے شعلے بڑا

خوفناک منظر پیش کر رہے تھے۔

فضاء میں ہر سمت خوشبو پھیلی ہوئی تھی جس سے ہوا بھاری بھاری ہو رہی تھی۔ دیواروں میں بنے ہوئے طاقچوں میں رکھے ہوئے عجیب وغریب بتوں کی شکلیں بہت ہی بھیانک لگ رہی تھیں۔

یہاں سے آگے بڑھے تو لاماؤں کے رنگین پتلے دیوار کے سہارے ایستادہ نظر آئے۔ ان کے گرد جھنڈے لگے ہوئے تھے۔ یہ پتلے ان لاماؤں کے تھے جو ابتداء سے لے کر اب تک اس عظیم عبادت گاہ میں حکومت کرتے رہے تھے۔ کسی طرف سے بھجن کی آوازیں کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

سات چھریوں والے دروازے کو عبور کرنے کے بعد آلاشی عبادت گاہ کے اس بڑے دروازے کے سامنے رک گئی جہاں بہت سے لامہ بدھ کے مجسمے کے سامنے سجدہ ریز تھے۔ ان ہی میں بڑا لامہ بھی تھا۔

گوتم بدھ کا بت سنگ مرمر کے ایک بڑے چبوترے پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے نیچے ایک چوڑا سا زینہ تھا جس پر لامہ پیشانی جھکائے عبادت میں معروف تھے۔ سونے کا بنا ہوا یہ بت قد آدم تھا۔ داہنا ہاتھ سینے کے ساتھ لگا ہوا دل کے قریب تھا اور ہتھیلی اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔

یہ سارے مناظر انتہائی پراسرار تھے۔ آلاشی اسے کہاں لے جا رہی تھی، یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ ابھی تک کسی نے ان کے راستے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ آخر کار آلاشی رکی۔ وہ ایک طویل راہداری سے گزر کر یہاں تک آئے تھے۔ آلاشی نے دیوار کے پاس جا کر کچھ ٹٹولا۔ پتھر کھسکنے کی آواز سنائی دی اور تیز روشنی سے کمرہ منور ہو گیا۔

"آؤ۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ یہ کسی تہہ خانے کی سیڑھیاں تھیں۔ آٹھ سیڑھیاں طے کی گئیں اور وہ لوگ نیچے پہنچ گئے جہاں دیواروں میں تین مشعلیں روشن تھیں، لیکن کافی روشنی ہو رہی تھی اور اس روشنی میں ایک شخص ہرن کی کھال پر پالتی مارے بیٹھا تھا۔ سیاہ لباس میں ملبوس۔ بڑی عجیب سی شخصیت تھی اس کی۔ سالار کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر سالار کے سامنے جھکا اور اس کے بعد سجدہ ریز ہو گیا۔

سالار پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سجدے سے اٹھ کر آلاشی کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔ "تھم واستو کے لئے بیٹھنے کی جگہ کا بندوبست کرو۔"

آلاشی جلدی سے ایک چمڑے کا بنا ہوا اسٹول لے آئی اور اس نے وہ اسٹول ہرن کی کھال کے سامنے رکھ دیا۔

"ستم بوستا، بیٹھو تھم واستو۔"

سالار نے پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا اور بولا۔

"تم بزرگ ہو، تمہارے سامنے میں اوپر نہیں بیٹھ سکتا۔ مجھے نیچے بیٹھنے دو۔ آلاشی یہ چمڑے کا اسٹول ہٹا دو۔"

بوڑھے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اعتراض نہیں کیا تھا، تب سالار اس کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں بعد میں بتاؤں گا۔" پہلے میں تمہارے بارے میں بتا دوں۔ تم ایک پورے قبیلے کی امیدوں کا مرکز ہو۔ تمہیں اپنے دشمنوں کو شکست دے کر قبیلے کے بڑے لامہ کی ذمہ داری سنبھالنی ہے اور اس کے لئے پورا قبیلہ برسوں سے تمہارا منتظر ہے۔ تمہارے مخالف تمہیں نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کر چکے ہیں، مگر تمہارا محافظ بھوج گروہ ہے۔ ناتھون، بھوج گروہ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور آخر کار اسے شکست کھانا پڑے گی۔ یہ آنے والے وقت کی تاریخ ہے۔"

"میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا ہے۔"

"جو کچھ تمہارے ذہن میں ہے، وہ ابھی مٹا مٹا سا ہے' کیونکہ جس عمر میں وہ تمہارے ذہن میں تمہارا ماضی محفوظ ہے۔ جس قبیلے کا میں نے ذکر کیا ہے اس کی نگاہیں تم پر لگی ہوئی ہیں۔ اس قبیلے کے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ تمہارا استقبال کریں گے لیکن تم نہیں جانتے کہ تمہارے دشمن تمہارے کتنے قریب پہنچ چکے ہیں۔ گونیا دھارم بھرپور کوشش کر رہی ہے اور ناتھون نے اس کے ذہن میں شیطان بچھا دیا ہے۔ ناتھون خواس کے ساتھ سفر کر رہا ہے، لیکن تمہارا قبیلہ تمہارا انتظار کر رہا ہے اور تمہاری حفاظت کیلئے تمہیں قبیلے سے دور کر دیا گیا تھا۔ میں تمہیں لے کر اس وقت خان مراد کے پاس گیا تھا جب تم بہت چھوٹے تھے۔ ایسا سب کچھ کیوں ہوا تھا، یہ سب راج گرو ہی بتائیں گے۔ اس سے جب تمہیں تمہارے قبیلے کی سرداری سونپی جائے گی۔ ہم نے تمہیں تمہاری حفاظت کے لئے الگ کیا تھا۔ تمہاری جو ذمہ داری ہے وہ تمہیں پوری کرنی ہے۔ کیا سمجھے۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔ آپ نے اپنا کیا نام بتایا؟"

"شوارم اور اسے تم جانتے ہو۔ یہ آلاشی ہے۔"

"ہاں...... معزز شوارم، آپ مجھے بتایئے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

"بہت اچھی بات کہی تم نے بجائے اس کے کہ تم یہ کہتے کہ میں جب تک سب کچھ نہ جان لوں گا کچھ نہیں کروں گا' لیکن تم نے وہ کیا ہے جو تمہیں کرنا چاہئے تھا اور اسی میں تمہاری بڑائی ہے۔ ہم تمہیں کچھ ہدایات دینا چاہتے ہیں۔ بھگت رائے نے تمہاری حفاظت کے لئے تمہیں ان سے الگ کیا ہے' مگر یہ ان کی سوچ تھی۔ تمہیں ان ہی کے ساتھ رہنا ہے اور سنو اس لڑکی سے تمہاری کنڈلی نہیں

ملتی، جس کا نام میلینا ہے۔ ہاں تمہیں دوسری لڑکی سمیتا سے پریم کا کھیل کھیلنا ہے۔ یہ سب کچھ بہت ضروری ہے کیونکہ بھوج گرو بھی چاہتے ہیں۔"

"آخر بھوج گرو کہاں ہیں؟"

"میں نے کہا نا وہ ایک غار میں بیٹھے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ آلاشی انہی کی پرگیتا ہے اور میں بھی انہیں کا چیلا، تم چنتا مت کرو، گونیا تھارم اپنے آپ کو تمہاری ماں بتاتی ہے، مگر وہ کچھ اور ہے۔ ہم بھوج گرو کے داس انہی کی ہدایت کے مطابق کام کر رہے ہیں تمہارے بیچ آ گیا ہوں کیونکہ تم اپنے قبیلے سے بہت قریب ہو اور جلد ہی ان تک پہنچ جاؤ گے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں آپ سے کوئی ایسا سوال نہیں کرتا جس کا جواب دینا آپ کے لئے مشکل ہو، البتہ میں اپنے لئے جو ہدایات چاہتا ہوں، ترتیب کر لی جائے۔ مجھے واپس ان لوگوں کے ساتھ جانا ہے۔"

"ہاں بولو۔"

"کیا میرا ساتھی مر گیا ہے؟"

"یہ ہم نہیں بتا سکتے۔"

"وہاں مجھے میلینا کو نظر انداز کر کے سمیتا کے ساتھ رہنا ہے۔"

"ہاں۔ وہ لڑکی ایک جگہ تمہارے بہت کام آئے گی۔"

"ٹھیک۔"

"وہاں ہماری ایک چیلی بھی ہے اور میں تمہیں اس کے بارے میں بتائے دیتا ہوں۔ اس کا نام جیسیکا ہے اور وہ کنوردلاور کے ساتھ ہوتی ہے لیکن وہاں وہ تمہاری مددگار ہو گی۔"

"ٹھیک، گویا مجھے اب واپس جانا ہے۔"

"ہاں۔"

"مگر وہ کہاں ہیں یہ مجھے نہیں معلوم۔"

"آلاشی تمہیں ان کے پاس پہنچا دے گی۔ اب تمہیں واپسی کا سفر کرنا ہوگا اور یہ زیادہ طویل اور مشکل نہیں ہوگا۔ تم کسی کو کچھ نہیں بتاؤ گے۔ اپنی گمشدگی کے بارے میں خاموشی اختیار کر لو گے۔"

سالار نے اپنی عادت کے مطابق گردن جھکا دی۔ اس کے مضبوط اعصاب ہر چیز کو برداشت کرنے کی سکت رکھتے تھے۔ اس نے کہا۔ "اب میں کیا کروں؟"

"بس میرے بچے واپس جاؤ، میں تمہیں اور ہدایات نہیں دے سکتا۔" شورام نے کہا اور اٹھ کر واپسی کے لئے مڑ گیا۔ پھر اس نے ایک دروازہ کھولا اور اس میں اندر داخل ہو گیا۔ سالار بھی اپنی جگہ

سے اٹھ گیا تھا۔ آلاشی اسے دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

"تم مسکرانا بھی جانتی ہو؟"

"مجھ پر طنز نہ کرو بس جیسا تمہیں بتایا گیا ہے میں تو ہدایات کی بندی ہوں۔ آؤ......" آلاشی نے کہا اور وہ عبادت گاہ کے دروازے سے باہر نکل آئے۔

جب عبادت گاہ کا آخری دروازہ بھی طے کر لیا گیا تو آلاشی نے سامنے اشارہ کیا اور سالار سر نگاہوں سے ادھر دیکھنے لگا۔ وہاں بہت سے خیمے لگے ہوئے تھے اور ان خیموں کے درمیان وہ تمام لوگ چل پھر رہے تھے جو ایک لمبا سفر طے کر کے ہیروں کے حصول کے لئے اپنی دنیا چھوڑ کر یہاں آ گئے تھے۔

سالار نے پلٹ کر آلاشی کی جانب دیکھا، لیکن اب آلاشی کا کوئی وجود نہیں تھا۔ آلاشی کے اس طرح غائب ہو جانے سے سالار کو کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ اسی طرح غائب ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد وہ ان خیموں کی طرف چل پڑا۔ اسے ماحول کے اس طرح اچانک بدل جانے پر بھی کوئی اچنبھا نہیں ہوا تھا۔ شورام نے اسے جو کچھ بتایا تھا اس پر بھی اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔ اس کی تو پوری زندگی اسی طرح اسرار و رموز کے لبادوں میں لپٹی ہوئی تھی۔

پھر دور سے اسے دیکھ لیا گیا اور کچھ لوگ "سالار آ گیا، سالار آ گیا" کا شور مچانے لگے۔ بھگت رائے وغیرہ بھی باہر آ گئے تھے۔ سالار آگے بڑھ کر بھگت رائے کے پاس پہنچ گیا۔ بھگت رائے نے کہا۔ "تم ٹھیک تو ہو سالار، کہاں چلے گئے تھے؟"

"کچھ لوگ مجھے آپ کے نام پر دھوکا دے کر لے گئے تھے۔" سالار نے ہوشیاری سے کہا۔ ظاہر ہے دوسرے لوگوں کے سامنے کوئی تفصیل نہیں بتائی جا سکتی تھی۔ بھگت رائے نے اس سے کچھ سرسری سے سوالات کئے اور پھر اسے آرام کرنے کی ہدایات کر دی۔

بعد میں شیروک نے جان کرسٹوفر سے کہا۔ "گویا میرا اندازہ ٹھیک تھا۔"

"کس سلسلے میں؟"

"سالار کو خود بھگت رائے نے کسی مشن پر بھیجا تھا۔"

"تمہیں اس کا اندازہ کیسے ہوا؟"

"بھگت رائے سالار کو کافی عزیز رکھتا ہے۔ مجھے پہلے ہی شبہ ہوا تھا کہ سالار کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کہاں گیا ہے۔ اس کے انداز میں سالار کے گم ہو جانے پر وہ تشویش نہیں تھی جو ہونی چاہئے تھی اور اب اس کے واپس آ جانے پر بھی وہ اتنا حیران نہیں ہے جس کی توقع ہو سکتی تھی۔"

"پتہ نہیں تم سالار کے سلسلے میں اتنی پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

"کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے۔" شیروک نے مسکرا کر کہا۔ "جبکہ تم خود اپنی باتوں کی تردید کرتی رہتی ہو۔" جان کرسٹوفر نے کسی قدر بے زار لہجے میں کہا اور شیروک ہنس پڑی۔

پھر اس نے جلد ہی میلینا کو جا لیا۔ "تمہاری یہ ذمہ داری ہے میلینا۔ دیکھنا ہے کہ تم کتنی مہارت سے اسے پورا کرتی ہو۔" میلینا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تو شیروک نے کہا۔ "اس سے معلوم کرو کہ وہ کہاں چلا گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی۔" میلینا نے کسی قدر سرد مہری سے کہا۔

بڑی مشکل سے میلینا کو سالار اکیلا ملا تھا۔ اس نے سرد نگاہوں سے میلینا کو دیکھا تھا۔ "اتنا تو میں جانتی ہوں کہ تم جہاں بھی گئے تھے اپنی مرضی سے گئے تھے۔"

سالار نے کوئی جواب نہیں دیا، تو میلینا پھر بولی۔

"محبت کا مفہوم جانتے ہو؟"

"نہیں۔" وہ پروقار لہجے میں بولا۔

"جھوٹ بولتے ہو۔"

"آپ کے ڈیڈی میرے مالک کے دوست ہیں۔ اس کے علاوہ آپ میرے اوپر احسان کر چکی ہیں، اس لئے میں آپ سے کوئی تلخ بات نہیں کہہ سکتا۔ براہ کرم مجھے جھوٹا نہ کہیں۔"

"جہاں بھی گئے تھے مجھے تو بتا دیتے۔"

"مجھے خود بھی نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں؟"

"مطلب؟"

"بتانا نہیں چاہتا۔" سالار نے کہا۔

میلینا بری طرح کھو گئی۔ "ابھی ابھی تم نے کہا ہے کہ میرے ڈیڈی تمہارے مالک کے دوست ہیں۔ میرا احسان جانے دو، تم انکل بھگت رائے کے ملازم ہو، اس لئے اپنی اور میری حیثیت کا خیال رکھو۔"

"جی...... مجھے خیال ہے۔ آپ مجھے حکم دیں، میں کیا خدمت کروں......؟" سالار کا لہجہ بالکل بے تاثر ہو گیا۔

"ہوں...... میری جوتی ہے۔" میلینا نے کہا اور پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

* * *

"وہ واپس آ گیا ہے گرو جی۔" شیروک نے ٹرانسمیٹر پر کہا۔

"ہاں مجھے معلوم ہے، لیکن یہ زیادہ اچھا ہوا۔ وہ ہماری نگاہوں میں رہے گا، لیکن میں تمہاری

کمزوری پر غور کر رہا ہوں۔ کیا تم اس کے سامنے کمزور نہیں پڑ رہیں؟"

"آپ میرے گرو ہیں، مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ جنگ میں اگر مقابل کو کمزور سمجھ لیا جائے اور یہ سوچ لیا جائے کہ ہم جب چاہیں اس پر قابو پا سکتے ہیں تو نقصانات ہوتے ہیں۔"

دوسری طرف کچھ لمحے کے لئے خاموشی طاری ہو گئی، پھر وہی پراسرار آواز سنائی دی۔ "تمہارا کہنا بالکل ٹھیک ہے۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ وہ کہاں گم ہو گیا تھا اور اس کی پشت پر کون تھا اور گم ہونے کی وجہ کیا تھی؟ اور دیکھو کہ اس کے جانے اور واپس آنے کے درمیان کیا تھا۔ میں تم سے دور نہیں ہوں، راستے کے نقشے تمہارے پاس ہیں۔ ابھی تھوڑا سا سفر انہی کی مرضی کے مطابق کرو اور یہ پتہ لگاؤ کہ کیا انہیں قبیلے کی جانب جانے والے راستوں کا علم ہے۔ کیا سالار ان راستوں کی تلاش میں گیا تھا، جب تمہیں یہ اندازہ ہو جائے کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی تو پھر انہیں بھٹکا کر کچھ وقت کے لئے ناگاسری کی طرف لے جاؤ۔ ناگاسری پہنچ کر اگر ہم دوسرا راستے اختیار کریں تو ہمیں پھر وہی راستے مل سکتے ہیں جو گاشر برم کی جانب جاتے ہیں۔ اس دوران اپنا کام جاری رکھو۔ تمہارے گروپ کے لوگ کہاں مر گئے۔ مجھے تو اس علاقے میں کوئی نظر نہیں آتا۔"

"وہ میری تحویل میں ہیں گرو۔ ہم جب بھی انہیں استعمال کرنا چاہیں گے آواز دے لیں گے۔ وہ بھی مہم جوؤں کے انداز میں سفر کر رہے ہیں اور میرے ایک اشارے کے منتظر ہیں۔"

"ٹھیک ہے، پریشان نہ ہو۔ میں تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں۔ ویسے جن لوگوں کو تم نے اسے ختم کرنے کے لئے مامور کیا تھا، وہ انتہائی ناکارہ نکلے۔ اگر تمہارے گروہ کے لوگ بھی اسی طرح ناکام رہے تو پھر تو مشکل ہو جائے گی۔ وہ اگر زندہ سلامت قبیلے تک پہنچ گیا تو وہاں اسے بھوج گرو کی طرف سے مدد بھی مل سکتی ہے اور وہ مدد ہمارے لئے قاتل ہو گی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں گرو مہاراج۔"

"صرف سمجھو نہیں عمل بھی کرو۔ مجھے تم کچھ پریشان سی لگ رہی ہو۔"

"نہیں گرو جی آپ جانتے ہیں کہ میں دھن کی پکی ہوں، اگر عمل پر اتر آئی تو باقی کسی چیز کی پروا نہیں کروں گی۔"

"نہیں ایسا نہ کرنا، جیسا میں نے تم سے کہا ہے بس وہی کرو، تھوڑا سا وقفہ دو اور اس کے بعد ناگاسری کی طرف سفر کرو۔"

"ٹھیک ہے گرو جی، جو آپ کا حکم۔" شیروک نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنے خیمے تک پہنچ گئی۔ اس وقت شاید کسی نے اس کی اس کارروائی کو نہیں دیکھا تھا۔

دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ میلینا، سالار سے بگڑی ہوئی تھی، حالانکہ ایک دو بار دونوں کا

آمنا سامنا بھی ہوا میلینا سالار کی جانب متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ وہ ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی۔ البتہ جب اس نے سالار اور سمیتا کو دیکھا تو ایک دم سے اسے جھرجھری سی آ گئی۔ سمیتا کسی بات پر ہنس رہی تھی اور سالار کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔ میلینا کو شاید رقابت کا احساس ہوا' لیکن اسے سمیتا پر غصہ نہیں آیا تھا۔ سمیتا تو یہ محسوس کر کے کہ سالار میلینا کی جانب متوجہ ہے' پیچھے ہٹ گئی تھی اور اس کے بعد میلینا نے اسے ایک بار پھر سالار کے پاس بھٹکتے نہیں دیکھا تھا' لیکن اس وقت سالار کی بے رخی اور سمیتا کی جانب توجہ نے اسے بری طرح غصے کا شکار کر دیا تھا۔ سمیتا سے وہ تقریباً دو گھنٹے کے بعد ملی اور سمیتا اسی خلوص کے ساتھ اس کی جانب بڑھی۔

"میلینا کیا بات ہے' تم پریشان پریشان سی لگ رہی ہو۔"

"میں نہیں جانتی سمیتا کہ اس دوران تم کون سا پراسرار عمل کرتی رہی ہو کہ اب سالار تمہاری جانب متوجہ ہو گیا ہے؟"

"ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا تھا کہ تم مجھے اور سالار کو دیکھ کر دوسری جانب مڑ گئی تھیں۔"

"بڑا پیار بھرا انداز تھا اس کا تمہارے لئے۔"

"پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔ خود میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ سمیتا تم مجھ سے کچھ دور دور سی ہو گئی ہو' حالانکہ میں نے اس سے کہا کہ میں تمہارے قریب تھی ہی کب۔ تم تو میلینا کو چاہتے ہو' تو اس نے گردن جھٹک کر کہا کہ نہیں سمیتا شاید میری زندگی میں کسی کی چاہت ہے ہی نہیں اور ایک بات میں تم سے کہوں کہ اگر کبھی میرے دل میں کسی لڑکی کے لئے پیار ابھرا تو وہ تم ہو گی۔ میں' تو میلینا دنگ رہ گئی تھی' نجانے کیا ہو گیا ہے اسے۔ تم سے کوئی جھگڑا ہو گیا ہے کیا؟"

"ہونہہ میں پروا نہیں کرتی۔" میلینا نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

سمیتا مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی اور جب میلینا نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو وہ بھی واپس مڑ گئی' لیکن پہلی بار اس نے اس لڑکی کو دیکھا جو لئے دیئے رہتی تھی' یعنی ناریہ' ابھی تک ناریہ نے ان لوگوں کی جانب بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی' حالانکہ خاصا لمبا سفر طے ہو چکا تھا' لیکن ناریہ سب سے الگ تھلگ ہی رہا کرتی تھی۔ پتہ نہیں کس مزاج کی لڑکی تھی۔

بہرحال بھگت رائے نے منصوبے کے مطابق سالار کی گمشدگی اور پھر اس کی آمد پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ وہ اس مسئلے کو گول مول رکھنا چاہتے تھے البتہ سالار نے انہیں پوری کہانی سنا دی تھی اور وہ یہ جان کر انتہائی دکھی ہو گئے تھے کہ کمالی شاید اب اس دنیا میں نہیں تھا' لیکن نجانے کیوں سالار نے ان لوگوں سے مخلص ہوتے ہوئے بھی شوارم کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔

پھر آگے کے سفر کا آغاز ہو گیا اور وہ لوگ تبت اور ہمالیہ کی ترائی میں بسنے والے لوگوں کی مصروفیات اور ان کے ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ان لوگوں کی رہنمائی شیروک کر رہی تھی۔ بظاہر وہ اپنے علم کا سہارا لے کر ان راستوں کا تعین کر رہی تھی' لیکن حقیقت کیا تھی وہ جان کرسٹوفر کو بھی نہیں معلوم تھی۔ شیروک نے اس سے یہی کہا تھا کہ وہ اپنے پراسرار علوم کے سہارے یہ سفر کر رہی ہے اور اسے یقین ہے کہ آخر کار وہ اس پراسرار قبیلے تک پہنچ جائے گی۔ ان لوگوں کے استفسار پر جان کرسٹوفر نے انہیں یہی بتایا تھا کہ انہیں بہرطور شیروک پر اعتبار کرنا پڑے گا۔

یہ لوگ پہاڑیوں کے دامن میں بہتے ہوئے دریا کے پایاب پانی سے گزر کر آگے بڑھ رہے تھے اور یہ راستے عبور کرنے کے بعد ایک شام وہ ایک پہاڑی گاؤں میں پہنچے جہاں بیرونی علاقے میں عبادت گاہیں موجود تھیں۔ خالی اور خاموش۔ اطراف میں بکھرے ہوئے سناٹے ہولناک منظر پیش کر رہے تھے۔

رات ایک عبادت گاہ کے پاس گزاری گئی اور دوسری صبح پھر سفر کا آغاز ہو گیا۔ اس چھوٹی سی ندی سے دور ہٹ کر وہ ایک وادی میں داخل ہوئے جہاں سے ندی گزرتے ہوئے خاصی تیز رفتار ہو جاتی تھی۔

یہاں شیروک نے آگے کی کہانی سنائی۔ اس نے کہا۔ "میں مسلسل راستوں کے بارے میں اپنے پراسرار علوم سے کام لے رہی ہوں۔ دائیں سمت کے پہاڑی سلسلے ناقابل تسخیر ہیں اور ان کے درمیان آباد ایک بدھ قبیلہ ان پہاڑوں کی پوجا کرتا ہے اور اس کے نزدیک ان پر پاؤں رکھنا گناہ ہے۔ بہت سے واقعات اس سے منسوب ہیں۔"

شیروک کی یہ باتیں ان لوگوں کے لئے باعث دلچسپ تھیں۔ پھر دوپہر کے وقت وہ ایک ہندو گاؤں کے نزدیک پہنچے۔ بستی کے لوگوں نے تازہ کھیرے اور لذیذ امرود انہیں تحفے میں پیش کئے۔ اس علاقے میں جگہ جگہ دریاؤں کے جال پھیلے ہوئے تھے۔

پھر دوسری رات انہوں نے ایک اور پہاڑی علاقے کے دامن میں پناہ لی۔ رات کی تاریکیاں تا حد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی چٹانوں کا سلسلہ دور دور تک بکھرا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے لاتعداد انسان سر جھکائے گھٹنوں کے بل بیٹھے کسی دشمن کی تاک میں ہوں۔ چٹانوں کے اطراف میں جھاڑیاں بھی نظر آتی تھیں' جن میں کبھی کبھی سرسراہٹیں سنائی دے جاتی تھیں۔

خیموں کی اس آبادی میں تھکے ہوئے انسان گہری نیند سو گئے تھے کہ اچانک سالار اپنے خیمے سے باہر نکلا اور ایک جانب چل پڑا۔ اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ایک سایہ اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ یہ شیروک تھی اور نہایت احتیاط کے ساتھ سالار کا پیچھا کر رہی تھی۔ خیمے سے کافی دور پہنچنے کے

بعد اچانک ہی سالار رک گیا۔ شیروک نے اس وقت ایک چٹان کی آڑ لی اور اس کی کارروائی دیکھنے میں مصروف ہوگئی۔ سالار اس طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بہت ہی خاص بات ہو۔

پھر اچانک ہی ایک طرف سے ایک سیاہ پوش باہر نکل آیا۔ یہ سر سے پاؤں تک سیاہ لبادے میں ملبوس تھا اور اس کی آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔ اس کے ہاتھ میں ایک عجیب سی لمبی لکڑی دبی ہوئی تھی جو بیچ سے کسی تلوار کی طرح خم تھی۔

یہ شخص آگے بڑھ کر سالار کے سامنے آگیا اور سالار ایک دم کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس شخص نے عجیب وغریب انداز میں اپنے بدن کو ٹیڑھا کیا اور لکڑی سالار کی جانب کردی۔ پھر شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ لڑکی گھومی اور سالار کو بچنا مشکل ہوگیا، لیکن اسی وقت عقب سے کچھ اور آہٹیں ابھریں اور بالکل ویسا ہی ایک سیاہ پوش عقب سے نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ویسی ہی لکڑی تھی۔ اس کے حلق سے عجیب وغریب آوازیں نکلیں تو پہلا سیاہ پوش ایک دم سیدھا ہوگیا۔

سالار ایک چٹان سے جا لگا تھا اور اس کے بعد دونوں سیاہ پوش اس لکڑی سے ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے۔ ایسے ایسے مناظر نگاہوں کے سامنے آرہے تھے جنہیں کسی انسان کا عمل کہا ہی نہیں جا سکتا تھا، وہ لوگ فضا میں اڑ رہے تھے اور ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے، لیکن چند لمحوں کے بعد سالار کو احساس ہوگیا کہ پہلا سیاہ پوش کسی قدر مغلوب ہوتا جارہا ہے۔ دوسرے نے اس پر پے در پے وار کئے اور اس کے بعد اچانک ہی پہلا سیاہ پوش چھلانگ لگا کر ایک چٹان کی چوٹی پر پہنچا۔ پھر وہاں سے اس نے الٹی قلابازی کھائی اور نیچے آگیا۔ پھر اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گم ہوگیا۔ دوسرا سیاہ پوش اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا اور سالار اب بھی چٹان سے لگا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس دوسرے سیاہ پوش کو دیکھ رہا تھا جو آہستہ آہستہ قریب آگیا تھا۔

"تھم واستو، میں معافی چاہتا ہوں کہ میں نے تمہیں غلط حالات میں طلب کیا۔ تمہارے پیچھے گونیا تھارم بھی آئی تھی اور اب وہ دونوں وہاں سے فرار ہوگئے ہیں۔ دوسرا آدمی ناتھون کا ہرکارہ تھا۔"

"اوہ شوارم گروجی مہاراج۔" سالار نے کہا۔

"ہاں۔ میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد تم اپنی منزل پہ پہنچنے والے ہو، لیکن شیروک یعنی گونیا تھارم یہاں سے راستہ بدل رہی ہے۔ اس نے اب اپنے عمل کا آغاز کر دیا ہے اور وہ باقی لوگوں کو زندگی سے محروم کر دینا چاہتی ہے' کیونکہ اب اس کی منزل قریب آگئی ہے۔ اب تمہیں تھوڑا سا کھلنا پڑے گا اور جب وہ اس قافلے کو منزل سے بھٹکانا چاہے تو تم اس کی مخالفت کروگے۔ براہ راست یا بھگت رائے کے ذریعے، لیکن مخالفت مؤثر ہوگی اور عمل کسی بھی قیمت پر وہی

ہوگا جو تم کہوگے۔ تمہارے قافلے کو اسی منزل کی طرف جانا ہوگا، جو صحیح منزل ہے۔"

"لیکن رہنمائی کی ذمے داری تو گونیا تھارم پر ہے اور سب اسی کے اشاروں پر چل رہے ہیں۔"

سالار نے پہلی بار لب کشائی کی۔

"تمہیں کچھ بھی کرنا پڑے، لیکن تم کسی طور اس پہاڑی دیوار کے مخالف سمت نہیں جاؤگے۔ کیا کروگے، اس کا فیصلہ تمہیں خود کرنا ہوگا۔ یوں سمجھو سالہا سال پرانے تکمیل میں یہ تمہاری پہلی ذمے داری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سالار کا لہجہ پرسکون تھا۔

"اس نے اپنے گرو کی کاوش کا انجام دیکھ لیا ہوگا۔ اب وہ نئے فیصلے کرے گی۔ جاؤ۔ کل صبح سے گونیا تھارم کے نئے اقدامات کی نگرانی کرو۔ میں چلتا ہوں۔"

✤ ✤ ✤

شیروک ایک بار پھر ٹرانسمیٹر پر اپنے گرو سے بات کر رہی تھی۔ "کیا وہ آپ تھے گروجی؟" شیروک کا لہجہ عجیب سا تھا۔

دوسری طرف کچھ لمحے خاموشی طاری رہی، پھر گرو کی آواز ابھری۔ "کیا تو میرا مذاق اڑانا چاہتی ہے شیروک؟ میں اگر خود ہوتا تو کیا مجھے ناکامی ہوتی۔ میں بھوج گرو کی ٹکر کا آدمی ہوں اور میرا کام صرف علم کی جنگ ہے۔ وہ میرا ہرکارہ تھا اور اگر شوارم خود اس کے مقابلے پر نہ آتا تو یہ سالار کی زندگی کی آخری رات ہوتی۔"

"مگر گروجی آپ سے یہ غلطی کیسے ہوئی۔ آپ نے ایک کمزور آدمی کو یہ ذمے داری کیوں دی؟"

"اس لئے کہ تو خود ابھی تک کچھ نہیں کر پائی، تو نے اپنے گرد تمام نکمے جمع کر لئے ہیں۔ خود جان کرسٹوفر بھی ان ہی کے گروپ کا آدمی ہے تو اس سے بھی کوئی کام نہیں لے سکی، مجھے حیرت ہے شیروک تو وہ نہیں نکلی جو میں نے سمجھا تھا۔"

"شیروک کا چہرہ ایک لمحے کے لئے بھیانک ہوگیا، لیکن پھر جیسے اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔ آپ میرے گرو ہیں جو دل چاہے کہہ سکتے ہیں، لیکن آپ فکر نہ کریں۔ بات تھم واستو کو ختم کرنے کی ہے تو گروجی، وہ کچھ عرصے کے لئے گم ہوگیا تھا، ورنہ میرا کام ہوگیا ہوتا۔ خیر مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دیں۔ بس اس کی زندگی کے چند ہی روز باقی رہ گئے ہیں۔ اس بار میں اتنا کاری وار کروں گی کہ وہ بچ نہ سکے گا۔"

"اتنا آسان نہیں ہے شیروک۔ جوں جوں وقت قریب آ رہا ہے بھوج گرو اپنا اثر گہرا کرتا جا رہا ہے۔ سالار کو ختم کرنے کے بعد ہمیں اپنا اصل کام کرنا ہوگا جس میں زیادہ وقت بھی لگ سکتا ہے۔"

"بس کچھ دن گروجی۔ شاید دو یا تین دن یا شاید صرف ایک دن۔" شیروک پراسرار لہجے میں بولی۔

"کیا کرنا چاہتی ہے......؟"

"میں اسے زہر دے دوں گی۔"

"یہ کام تو کرے گی......؟"

"نہیں۔"

"پھر کون کرے گا......؟"

"کنوردلاور۔" شیروک نے پراسرار لہجے میں کہا۔

* * *

چند لمحات کے لئے دوسری طرف خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ شیروک ایک دم بولی۔ "ہمارے گروپ میں شامل ایک مہم جو، جسے میں نے اپنے جال میں پھانس لیا ہے۔ وہ میرے مفاد کے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

شیروک نے کنوردلاور کا تعارف کرایا تو دوسری طرف سے آواز آئی۔ "بیوقوفی کے الفاظ تیرے منہ سے اچھے نہیں لگتے۔ کیا تو سمجھتی ہے کہ میرے دعوے جھوٹے ہیں۔ میں لمحہ لمحہ تیری خبر رکھتا ہوں، تو کیا مجھے کنوردلاور کے بارے میں معلوم نہیں ہوگا کیا اس کی بیوی جیسیکا اور اس کی بیٹی میرے لئے اجنبی ہوں گے۔"

"نہیں گروجی، میں خواب میں بھی یہ بات نہیں سوچ سکتی۔" شیروک نے جلدی سے کہا۔

"مگر میں تجھ سے ایک سوال ضرور کروں گا۔ کیا وہ قابل اعتماد ہے؟"

"میرا یہی خیال ہے گروجی۔"

"جو کچھ کرنا سوچ سمجھ کر کرنا۔ ہاں سالار کو دینے کے لئے تم زہر کہاں سے لاؤ گی؟"

"میرے پاس ہر مرض کی دوا ہے گروجی۔"

"ٹھیک ہے، جو بھی کرنا سوچ سمجھ کر کرنا۔"

"میں بس ایک بات پر آپ سے شرمندہ ہوں گروجی۔ وہ یہ کہ اتنا سا کام ابھی تک نہیں کر سکی۔ یہ میری پہلی بدقسمتی ہے ورنہ آپ دیکھ لیجئے کہ میں نے آسانی سے جان کرسٹوفر کو تلاش کر لیا۔

اتنی ہی آسانی سے میں نے اسے اپنے قبضے میں بھی کر لیا۔ سارے کام میری مرضی کے مطابق ہوتے ہیں، اس سالار کا معاملہ اٹک گیا ہے۔ مجھے اندازہ ہے اور آپ کو بھی کہ بھوج گرو نے اس کے گرد نجانے کیسے کیسے حصار قائم کر لئے ہیں۔"

"جا پھر...... میں اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا، جو کچھ میں نے تجھے بتا دیا ہے، وہ تیرے سامنے ہے۔ مقدس پہاڑ کا راستہ روکنے کے لئے وہ کہانی بہت ضروری ہے۔"

جواب میں شیروک ہنس پڑی، پھر اس نے کہا۔ "میں نے وہ کہانی مکمل کرنے کا منصوبہ بھی بنا لیا ہے گروجی۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تو شیروک نے اِدھر اُدھر دیکھا اور اس کے بعد گردن ہلانے لگی۔

دوسرے ہی دن اس نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ سب سے پہلے اس نے بھان متی کی پٹاری سے یعنی اس سامان سے جو اس کے پراسرار علوم کے سلسلے میں کارآمد ہوتا تھا، ایک شیشی نکالی اور اسے غور سے دیکھتی رہی۔ پھر مطمئن انداز میں اس نے شیشی کو اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیا۔ ناشتے کے بعد خیمے اٹھا دیئے گئے تھے اور منصوبے کے مطابق آگے کے سفر کا آغاز کر دیا گیا تھا۔

سفر میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور نئے پڑاؤ کا بندوبست کر لیا گیا۔ موقع ملتے ہی شیروک، کنوردلاور کے پاس پہنچ گئی۔ کنوردلاور اس وقت تنہا تھا۔ شیروک کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ "کیسے میڈم شیروک، آپ ٹھیک ہیں نا؟"

"یہی سوال میں تم سے کرنا چاہتی تھی کنوردلاور۔ کیا تمہارا یہ سفر پرسکون ہے؟"

"بہت اطمینان بخش، خاص طور سے آپ نے مجھے جو تحفہ دیا ہے اسے کبھی کبھی دیکھتا ہوں تو دل کو بڑی خوشی کا احساس ہوتا ہے۔"

"جو کچھ آپ کو آگے ملنے والا ہے کنوردلاور آپ کے تصور میں بھی نہیں ہوگا، سمجھ رہے ہیں نا آپ؟"

"بہت بہت شکریہ۔ ویسے ہمالیہ کے دامن میں بکھری ہوئی داستانیں بے حد پراسرار ہیں۔ بدھ مت کے پیروکار ان علاقوں میں کس انداز میں زندگی گزارتے ہیں وہ بھی باعث حیرت ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں ہر طرف دھول بکھری ہوئی ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہیں سونے کے پہاڑ بھی موجود ہوں۔" کنوردلاور نے کہا اور شیروک ہنسنے لگی۔

"بہت کچھ لے جائیں گے آپ یہاں سے کنوردلاور، لیکن بعض اوقات بڑے تلخ کام سرانجام دینا پڑتے ہیں، مثلاً جو ذمے داری اب میں آپ کے سپرد کرنے والی ہوں وہ خاصی مشکل ہوگی آپ کے لئے۔"

"میں اسے سرانجام دینے کی کوشش کروں گا میڈم شیروک، آخر آپ کے گروپ کا فرد ہوں۔"

"قبیلے میں پہنچنے کے بعد جب مجھے اقتدار حاصل ہو جائے گا تو آپ میرے دست راست ہوں گے۔ میرے معزز مہمان جنہیں میں سونے کے انبار دے کر روانہ کروں گی اور یہ صرف آپ کے لئے ہوں گے۔"

"مجھے میری ذمے داری بتایئے میڈم۔ آپ کے لئے کام کر کے مجھے دلی خوشی کا احساس ہوتا ہے۔"

شیروک نے بغیر کسی تمہید کے اپنے لباس سے وہ چھوٹی سی ننھی سی شیشی نکالی اور اسے کنور دلاور کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ "اسے تھامئے۔"

کنور دلاور نے حیرت سے شیشی اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"اس میں ایک سیال ہے جو اس قدر تیز زہر ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ زہر دنیا کے خوفناک ترین سانپ کی حلق میں بنی ہوئی تھیلی سے براہ راست حاصل کیا ہے اور میں نے خود حاصل کیا ہے۔ اس کے صرف دو قطرے انسانی جسم میں آگ لگا سکتے ہیں، شدید زہریلا ہے۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔"

"اوہ...... ٹھیک۔"

"اور یہ قطرے آپ کو سالار کے حلق میں اتارنا ہوں گے۔"

"سس...... سس...... سس...... سالار" کنور دلاور نے کہا۔ شیروک کا منہ بگڑ گیا۔ "یہ سس...... سس کیا ہوتا ہے، اتنے چھوٹے چھوٹے سے کاموں کے لئے اس قسم کے اعصابی دباؤ کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔ کنور دلاور معمولی سا کام ہے۔"

"وہ...... وہ تو ٹھیک ہے، مم...... مگر سالار کو میں یہ زہر کیسے دوں گا۔"

"اگر یہ بات مجھے بتانے والی ہوتی تو یہ کام میں خود بھی کر سکتی تھی۔ آپ براہ کرم ایسی باتیں نہ کریں جس سے مجھے یہ احساس ہو کہ میرے گروپ کا فرد اعصابی طور پر اتنا طاقتور نہیں ہے جتنا اسے ہونا چاہئے۔"

"نہیں میڈم، ہم مہم جو لوگ ہیں۔ حیرت ضرور ہوتی ہے ہمیں کسی اجنبی بات پر، لیکن بہرحال ہم وہ کام سرانجام دے لیا کرتے ہیں۔"

"ہاں، یہی اعتماد چاہئے مجھے۔ آپ جس طرح بھی بن پڑے یہ زہر اسے دے دیجئے۔"

"ٹھیک ہے اور میرے لائق کوئی حکم۔"

"نہیں، کل صبح مجھے سالار کی موت کی خبر سننی ہے۔ کنور دلاور اس کے لئے میں نے آپ پر

اعتبار کیا ہے۔"

"میں آپ کے اعتبار پر پورا اتروں گا۔"

کنور دلاور نے زہر کی شیشی مٹھی میں دبالی اور شیروک مسکرانے لگی۔

اس کے بعد سے کنور پر زندگی حرام ہوگئی۔ وہ بڑی منصوبہ سازی کرنے لگا۔ یہ آخری کام اس نے بڑی احتیاط سے کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ رات کو ایک تھرماس میں کافی بنائی اور کافی میں اس زہر کے کئی قطرے ٹپکا دیئے۔ یہ کافی ایک انتہائی شاندار فلاسک میں رکھ دی گئی اور کنور دلاور باہر نکل آیا۔

بمشکل تمام اس نے سالار کو تلاش کیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ سالار نے اسے دیکھ کر کہا۔

"محترم کنور دلاور! فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"تھوڑا سا پریشان ہوں سالار، کیا تم مجھے وقت دے سکو گے؟"

"کیوں نہیں؟" سالار نے جواب دیا۔

"تو پھر میرے خیمے میں آجاؤ، میں تمہارا انتظار کروں گا۔ کتنی دیر میں پہنچ پاؤ گے؟"

"میں بس تھوڑی دیر میں آپ کے پاس آتا ہوں۔" سالار نے جواب دیا اور کنور دلاور نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

ایک اور کھیل اس کھیل میں شامل ہو گیا تھا۔

میلینا جو ان دنوں انتہائی غصے کے عالم میں تھی اور ناگن کی طرح بل کھاتی پھر رہی تھی، اسے سالار کی بے رخی کا شدید غصہ تھا۔ مزاج کی ٹیڑھی تھی اور خود جھکنا نہیں جانتی تھی۔ وہ تو شیروک کی شہ تھی کہ اس نے خود اپنے پسندیدہ نوجوان سے رابطہ قائم کیا تھا اور سالار نے بھی اسے بھرپور جواب دیا تھا۔ لیکن سالار گم ہو گیا تھا اور اس کے بعد جب وہ دوبارہ آیا تو اس کا مزاج ہی بدلا ہوا تھا۔ جس طرح میلینا نے اسے رام کر لیا تھا، اس کی وجہ سے وہ بالکل مختلف نظر آرہا تھا اور سب سے بڑی اور بری بات یہ تھی کہ اب وہ ہمیشہ سمیتا کے ساتھ دیکھا جاتا تھا اور ان دونوں کو دیکھ کر میلینا بری طرح کلستی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ سمیتا کے ٹکڑے کر دے یا کسی پہاڑی سے دھکا دے دے۔

بڑی تنہائی محسوس کر رہی تھی۔ ایسی صورت میں اسے نادیہ نظر آئی، اپنے آپ کو لئے دیئے رکھنے والی لڑکی جس نے آج تک سمیتا یا میلینا سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میلینا کو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا درکار تھا۔ وہ خود ہی آگے بڑھ کر نادیہ کے پاس پہنچ گئی جو اس وقت بھی خاموش ایک طرف بیٹھی خلاؤں میں گھور رہی تھی۔

میلینا کے قدموں کی آواز پر اس نے چونک کر دیکھا اور اس کی نرم و مہین آواز ابھری۔ "ہیلو میلینا۔ کیا آپ میری ہی طرف آرہی تھیں؟"

"ہاں ناریہ۔ میں بڑی عجیب کیفیت کا شکار ہوں، جب بھی آپ کے بارے میں سوچتی ہوں بہت عجیب سا لگتا ہے۔"

"کیوں ایسی کیا بات ہے میرے اندر؟" ناریہ خلاف توقع بڑے اچھے موڈ میں تھی۔

میلینا کو ایک دم احساس ہوا کہ ناریہ اس انداز کی تو نہیں، جس طرح کی نظر آتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے چہرے کی بناوٹ ہی ایسی ہو کہ لوگ اس کے بارے میں غلط اندازہ لگا لیتے ہوں اور چونکہ اسے کسی کی توجہ نہیں ملتی، اس لئے اس نے اپنے مزاج میں خشکی پیدا کر لی ہو۔ میلینا ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "کتنی ہی بار میرے دل میں یہ خواہش ابھری کہ میں آپ سے دوستی کروں۔"

"معافی چاہتی ہوں کہ میں آپ کی اس خواہش کو سمجھ نہیں سکی۔ دوستی کسے پسند نہیں ہوتی، مجھے بھی اچھی لگتی ہے۔"

"تو پھر آیئے ہم دوست بن جائیں۔"

"یہاں سردی زیادہ ہے، کیوں نہ خیمے میں چلا جائے؟" ناریہ نے پیشکش کی۔

"ہاں کیوں نہیں؟" دونوں اپنی جگہ سے اٹھیں اور ناریہ اپنے خیمے میں داخل ہو گئی۔ باہر واقعی سردی زیادہ تھی۔ خیمے میں اس وقت کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ میلینا کے ساتھ نشستوں پر بیٹھ گئی، پھر بولی۔

"آپ کافی کی ہلکی ہلکی خوشبو محسوس کر رہی ہیں یا پھر میرا خیال مجسم ہو گیا ہے۔"

"اس بہترین ماحول میں اگر ایک ایک کپ کافی...... ارے باپ رے باپ۔" ناریہ ایک دم خوشی سے اچھل پڑی۔ اس کی نگاہ فلاسک پر پڑی تھی جو تھوڑے فاصلے پر رکھا ہوا تھا اور اسی کے کسی باریک سوراخ سے کافی کی مدھم مدھم خوشبو ابھر رہی تھی۔

ناریہ فلاسک کی جانب بڑھی۔ اس نے اس کا ڈھکنا کھول کر دیکھا اور خوشی سے چیخ پڑی۔

"اوہ مائی گاڈ۔ یہ تو بڑا عجیب واقعہ ہو گیا۔ ایک لمحے میں، میں نے کافی کے لئے سوچا اور کافی سامنے آ گئی۔ پتہ ہے ممی نے ڈیڈی کے لئے کافی بنائی ہو گی۔ میرے ڈیڈی کو کافی بہت پسند ہے۔ ایک منٹ ذرا دیکھوں اس میں کتنی کافی ہے۔" ناریہ نے کہا اور اس کے بعد پھر وہ خوشی سے چلائی۔ "کافی ہے، میرا مطلب ہے مقدار میں بھی کافی ہے۔ میں برتن نکالتی ہوں۔"

اس نے دو پیالی کافی نکال لی اور ایک کپ میلینا کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ "کیا ہی اچھی ملاقات ہے اور کیا ہی اچھی دوستی ہے۔ پہلے ہی مرحلے پر ہمیں اپنی پسند کی چیز ملی۔ اس کا مطلب ہے کہ آگے بھی ہمارے دوستی بڑی کارآمد رہے گی۔"

میلینا نے کافی کا گھونٹ لیا اور بولی۔ "بہت ہی لذیذ کافی ہے۔" اور اس کے بعد دونوں باتیں کرنے لگیں۔

میلینا نے احتیاطاً سمیتا کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا، نہ ہی سالار کی کوئی بات ان کے درمیان ہوئی تھی۔ میلینا کافی کے گھونٹ لیتی رہی۔ دونوں دنیا جہان کی باتیں کرتی رہیں۔

پھر اسی وقت کنور دلاور خیمے میں داخل ہوا۔ ان دونوں کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا اس کی نگاہ کافی کے فلاسک پر پڑی اور اس کے بعد ان دونوں کے ہاتھوں میں موجود مگوں پر، دوسرے لمحے اس کے حلق سے دھاڑ سی نکلی اور وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"یہ...... کک...... کک...... کک۔"

اس نے ان کے مگوں میں جھانکا اور پھر وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس کے علاوہ بھلا کون جانتا تھا کہ یہ دنیا کی خطرناک ترین زہریلی ہوئی کافی تھی جس کے بارے میں شیروک کا کہنا تھا کہ اس کے کچھ قطرے انسان کو لمحوں میں ہلاک کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے اعصاب پر قابو نہ پا سکا اور دوسرے لمحے سینہ پکڑ کر گھٹنوں کے بل جھکتا چلا گیا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ دونوں کے مگ خالی ہو چکے ہیں اور اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دونوں زہریلی کافی پی چکی ہیں اور اب تھوڑی دیر کے بعد ان کا ردعمل ظاہر ہو گا، لیکن اپنی بیٹی کی موت کا صدمہ وہ برداشت نہیں کر سکا تھا اور بے ہوش ہو گیا تھا۔

اسی وقت جیسیکا بھی اندر داخل ہوئی۔ میلینا اور ناریہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ جیسیکا جلدی سے کنور دلاور کے پاس پہنچ گئی اور اس کی نبضیں دیکھنے لگی، پھر اس نے نادریہ کی مدد سے کنور دلاور کو اٹھا کر بستر پر ڈالا۔ ناریہ رو رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"مما...... مما...... یہ کیا ہو گیا، ڈیڈی کو کیا ہو گیا؟"

"کچھ نہیں ناریہ۔ صرف چند لمحوں کی بات ہے۔ یہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ ایسا تیسری بار ہوا ہے۔ پہلی بار جب ان پر یہ دورہ پڑا تھا تو میں نے ڈاکٹر سے ان کا چیک اپ کرایا تو ڈاکٹر نے کہا کہ تھوڑی سی اعصابی کشیدگی انہیں اسی کیفیت میں مبتلا کر دیتی ہے، لیکن یہ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ وہ خود ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"لیکن مما۔" ناریہ نے روتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا نا، ناریہ یہ صرف اعصابی دورہ ہے اور میں جانتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"میں کیا کروں مما۔ میں آپ کی مدد کیسے کروں؟"

"میری بات مان لوگی......؟"

”جی مما۔“

”تم اپنی دوست کے ساتھ باہر جاؤ اور موسم کا لطف اٹھاؤ۔ یہ خوبصورت موسم جوانوں کے لئے ہی ہے۔ جاؤ پلیز۔

جیسیکا نے نگاہیں اٹھا کر ناریہ کو دیکھا۔ ان آنکھوں میں ایک تیز چمک تھی۔ ایک غصے جیسا اظہار جسے ناریہ سمجھ گئی اور اس نے میلینا کا ہاتھ پکڑا پھر خیمے سے باہر نکل گئی۔

جیسیکا سرد نگاہوں سے نیم بے ہوش کنور دلاور کو دیکھنے لگی، پھر اس نے کنور دلاور کے گال تھپتھپائے اور کنور دلاور نے ایک جھرجھری سی لے کر آنکھیں کھول دیں۔ کچھ لمحے بے خیالی کے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتا رہا، پھر گڑبڑ کر اٹھ گیا اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

جیسیکا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ”ہوش میں آؤ اور اپنے آپ کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو۔ وہ دونوں زندہ سلامت ہیں اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔“ کنور دلاور کی نگاہیں فلاسک کی جانب اٹھیں تو جیسیکا نے کہا۔ ”وہاں بھی سب کچھ ٹھیک ہے۔ تم اگر چاہو تو خود بھی اس فلاسک میں سے ایک کافی پی سکتے ہو۔“ کنور دلاور کے پورے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا تو جیسیکا پھر بولی۔ ”تمہیں یاد ہے ہمارے پاس ایسے تین فلاسک ہیں اور یہ وہ فلاسک نہیں ہے جس میں تم نے کافی بھر کر اس میں زہر ملایا تھا۔“ کنور دلاور کچھ نڈھال سا نظر آنے لگا۔

”سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کنور دلاور تم یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی؟“

”خدا کی قسم جیسیکا، میں نے تم سے یہ بات چھپائی نہیں تھی' بلکہ میں نے یہ سوچا تھا کہ خاموشی سے یہ کام ہو جائے۔ میں سالار کو زہر دے کر اسے یہاں سے باہر نکال کر کہیں بٹھا دوں اور بعد میں تمہیں تفصیل سمجھاؤں۔“

”چونکہ تم نے آج تک مجھ سے چھپا کر کبھی کوئی کام نہیں کیا اور مجھے ہمیشہ اپنے رازوں میں شامل رکھا ہے اس لئے میں تمہاری اس بات پر بھی یقین کر لیتی ہوں، لیکن اگر خوش قسمتی سے مجھے یہ بات معلوم نہ ہو جاتی تو میں اپنی بیٹی سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ ناریہ کی موت مجھے تم سے اتنا دور کر دیتی کہ پھر شاید میرے دل میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہ رہتی۔“

”میں بہت شرمندہ ہوں جیسیکا۔ واقعی کچھ عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی میری۔ تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ وہ کمبخت عورت پراسرار علوم کی ماہر ہے اور اس نے جان کرسٹوفر کو بھی اپنے ٹرانس میں لے کر اس سے شادی کر لی تھی، لیکن جیسیکا تم نے اتنی برق رفتاری سے یہ کام کیسے کر ڈالا، اگر تم فلاسک اور کافی بدل نہ دیتیں تو......“

”مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں' جو میں نے آج تک نہیں کیں، لیکن اب ہم ایک ایسی منزل

کی جانب چل پڑے ہیں جہاں حالات کچھ سے کچھ ہو سکتے ہیں۔ میں ہر حالت میں تمہاری ساتھی ہوں اور اگر میں اپنے قبیلے تک پہنچ بھی گئی تب بھی اب میرا وہاں گزارہ نہیں ہے۔ میں پراسرار علوم نہیں جانتی، لیکن میرا تعلق بھی اسی قبیلے سے ہے جس کا کوئی نام نہیں ہے۔ میرا شوہر ایمراس ہمیشہ سے قبیلے سے باہر نکلنے کی خواہش رکھتا تھا۔ مجھ سے اس کی شادی ہوئی اور اس نے مجھ سے اس بات کا اظہار کیا کہ جب بھی اسے موقع ملا تو اسے قبیلے سے باہر نکل جانے کی کوشش کرے گا۔ اسی دوران ناریہ پیدا ہو گئی۔ وہ ایمراس کی نشانی ہے۔ ایک بار ایمراس کو ایک مہم جو گروہ کے ہمراہ قبیلے سے باہر آنے کا موقع مل گیا اور وہ تمہاری دنیا میں آ گیا۔ ہم لوگوں نے اس دنیا سے ناواقفیت کے باوجود بڑی ذہانت سے اپنے آپ کو یہاں کے ماحول میں ڈھال لیا، لیکن افسوس ایمراس ٹریفک کے ایک حادثے کا شکار ہو کر مر گیا اور میں تنہا رہ گئی۔ مجھے اپنے قبیلے کے راستوں کا پتہ نہیں تھا، لیکن میں وہاں واپس جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ پھر میری تم سے ملاقات ہو گئی۔ تم نے مجھے شادی کی پیشکش کی اور میں نے منظور کر لی۔ تم بہت اچھے انسان ہو کنور دلاور کہ تم نے میرے ماضی کو کریدنے کی کوشش نہیں کی اور میرے یہ بتانے پر تم نے یقین کر لیا کہ میرا شوہر مر چکا ہے اور ناریہ ہماری بیٹی تھی، لیکن میں تمہارے سات ہمیشہ مخلص رہی ہوں اور جب تم نے اس مہم پر جانے کا فیصلہ کیا تو میں تھوڑی سی بے چین ہو گئی، لیکن یہ تمہارا فیصلہ تھا جسے میں نے قبول کر لیا اور اس وقت مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ مہم میرے ہی قبیلے کے لئے ہے۔ یہ تو مجھے بعد میں معلوم ہوا اور پھر میرا رابطہ کچھ ایسی پراسرار آوازوں سے ہو گیا جنہوں نے مجھے یہ یقین دلایا کہ ان کا تعلق میرے قبیلے سے ہے اور اس وقت انہیں میری ضرورت ہے۔

میں ان پراسرار قوتوں اور آوازوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی' لیکن ایک بات میرے دل میں اتر گئی ہے کہ ان کا تعلق میرے قبیلے کی بہتری سے ہے اور شاید یہ خون میں شامل وفاداری کے ذرات ہیں جنہوں نے مجھے ان پراسرار آوازوں کی بات ماننے پر مجبور کر دیا۔ وہ آوازیں مجھے ہوشیار کرتی رہتی ہیں۔ سالار کے بارے میں بھی مجھے بتایا گیا کہ اس نوجوان کی زندگی خطرے میں ہے اور اگر کنور دلاور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو وہ لوگ اس کے دشمن بن جائیں گے' کیونکہ بہرطور انہیں پتہ تو چل ہی جائے گا کہ سالار کو کنور دلاور نے قتل کر دیا ہے، چنانچہ سب سے پہلے میں نے کافی کا یہ فلاسک بدل دیا اور برق رفتاری سے کافی تیار کر کے اس میں بھر دی تا کہ جب تم سالار کو لے کر آؤ تو اسے زہر آلود کافی نہ مل سکے، لیکن اتفاق سے یہ دونوں لڑکیاں یہاں آ گئیں تم سے پہلے۔“

”اوہ میرے خدا۔ میری بچی بچ گئی۔ ناریہ سے میں ابھی اتنی ہی محبت کرتا ہوں۔ تم نے شاید

کبھی یہ محسوس نہ کیا ہو کہ میں نے ناریہ کو سگے باپ کی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔"

"تمہاری انہی خوبیوں نے مجھے تمہارا وفادار بنا رکھا ہے کنور دلاور۔ میں یہ بات جانتی ہوں۔"

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں شیروک کو کیا جواب دوں گا؟"

"تمہیں اس سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جو تمہارے ساتھ ہوں، ویسے وہ عورت بہت خطرناک ہے اور یہ بات میں جانتی ہوں کہ وہ فراڈ ہے، وہ کیا چاہتی ہے اور اس کے دل میں کیا ہے۔ یہ بات ان پراسرار قوتوں کو بھی نہیں معلوم جو کبھی کبھی مجھے پکارتی ہیں۔ ہاں یہ بات مجھے معلوم ہے کہ اس نے تمہیں اپنے قبضے میں کرنے کے لئے جو لالچ دیا ہے وہ جعلی ہے۔ وہ ہیرے جو تمہارے پاس موجود ہیں وہ نقلی ہیں۔"

"کیا؟" کنور دلاور اچھل پڑا۔

"ہاں کنور۔ میں بھی نقلی اور اصلی ہیروں کی پہچان نہیں جانتی، لیکن مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ ہیرے نقلی ہیں اور ایک بھی اصلی ہیرا شیروک کے پاس نہیں ہے۔ وہ ایک انتہائی پراسرار کردار ہے اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ تمہیں آئندہ اس کی طرف سے انتہائی محتاط رہنا ہے۔ یہ مہم انجام تک ضرور پہنچے گی لیکن ہمیں شیروک کا شکار نہیں ہونا۔"

کنور دلاور دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

* * *

شیروک، کنور دلاور کی طرف سے خوشخبری کی منتظر تھی۔ وہ اپنے خیمے میں جاگ رہی تھی اور حالات سے باخبر تھی۔ اسے علم تھا کہ کنور دلاور نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ سالار کو اپنے خیمے میں دعوت دی ہے، لیکن وہ خود وہاں نہیں گئی تھی بلکہ کنور دلاور کی طرف سے اطلاع کی منتظر تھی۔ نجانے رات کا کون سا حصہ تھا کہ اسے نیند آ گئی۔

دوسری صبح وہ ہڑبڑا کر جاگ گئی۔ اسے یہ احساس ہوا تھا کہ شاید کنور دلاور اسے اطلاع دینے آیا ہو اور سوتا پا کر واپس چلا گیا ہو۔ ویسے بھی وہ ایک محتاط آدمی تھا اور سالار کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ البتہ چھوٹی موٹی ضروریات سے فارغ ہو کر جب وہ باہر آئی تو بالکل اتفاق کی بات تھی کہ تھوڑے فاصلے پر اسے سالار نظر آیا جو کچھ لوگوں کو کسی معاملے میں ہدایات دے رہا تھا۔

شیروک بری طرح مایوس ہو گئی۔ اس نے کنور دلاور کے خیمے کی جانب دیکھا اور گردن جھٹک کر ایک طرف مڑ گئی۔ موقع ملتے ہی اس نے کنور دلاور کو جا لیا اور سرد لہجے میں بولی۔ "کنور! سالار زندہ ہے۔" "ہاں، میڈم شیروک! کنور دلاور نے اپنی ذمے داری پوری کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ تو کہتی تھیں کہ وہ زہر انتہائی خطرناک ہے۔ میں نے وہ زہر کافی میں ملا کر دیا، مگر میں

نے بھی اسے زندہ دیکھا ہے۔"

شیروک ششدر رہ گئی۔ "تم نے اسے زہر پلا دیا تھا؟"

"جی میڈم شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہو گئی یا پھر......"

"مجھے غلط فہمی ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن تم نہیں جانتے کنور پراسرار قوتیں اس کی حفاظت کر رہی ہیں۔ آہ یہ غلط ہوا۔ آگے سب کچھ اس کے حق میں ہونے والا ہے، لیکن میں ناکامی قبول نہیں کروں گی۔ میں بھی بہت ضدی ہوں۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"آرام کرو۔ تمہارا کوئی قصور نہیں اور ہاں کیا زہر کی وہ شیشی تمہارے پاس موجود ہے؟"

"جی میڈم شیروک۔"

"لاؤ مجھے دے دو۔ اس وقت اور کوئی موجود نہیں ہے۔" شیروک نے کہا اور کنور دلاور نے زہر کی شیشی اس کے حوالے کر دی۔ شیروک نے یہ دیکھنے کے لئے کہ اس میں سے زہر کتنا کم ہوا ہے، اسے چہرے کے قریب کر کے دیکھا اور پھر اسے اپنے لباس میں چھپا لیا۔ اس کے بعد وہ بے اعتنائی سے واپسی کے لئے مڑ گئی تھی، لیکن اس کی ہیجانی کیفیت کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا تھا۔

سفر کی تیاریاں ہو رہی تھیں، شیروک بدستور انہیں راستہ بھٹکا رہی تھی۔ اس نے سفر شروع ہونے کے کوئی ایک گھنٹے کے بعد کہا۔ "نہیں مہابیر جگت چوہان، ہم اس سپاٹ دیوار کی جانب نہیں جائیں گے۔ میرا علم ان راستوں کی مخالفت کرتا ہے۔ 'ہمیں ان کی مخالف سمت ہی جانا ہوگا' کیونکہ میں تمہیں بتا چکی ہوں یا شاید میں نے اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ یہ پہاڑ مقامی لوگوں کے لئے اور ایک خاص قبیلے کے لئے مقدس کہلاتے ہیں اور قبیلے کے لوگ ان پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ایک گروہ ان پہاڑوں کی نگرانی کرتا ہے اور یہ خیال رکھتا ہے کہ اتفاقیہ طور پر ادھر سے گزرنے والے ان پہاڑوں میں قدم نہ رکھیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ دیوتاؤں کے پہاڑ ہیں اور ان کی بے حرمتی نہیں ہونی چاہئے۔"

"مگر نقشے کے مطابق تو میڈم شیروک ہمارا یہی راستہ ہے۔"

"اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو نقشے کے مطابق سفر کرنا ہے تو آپ کی مرضی۔ ادھر جا کر دیکھ لیجئے، لیکن میرا خیال ہے یہ نقشے میں مرتب کر رہی ہوں۔"

بھگت رائے نے اس سے اتفاق نہ کرتے ہوئے کہا۔ "پھر بھی میڈم شیروک میرا تو خیال ہے کہ ہمیں انہی راستوں کو اختیار کرنا چاہئے۔"

شیروک نے سرد نگاہوں سے بھگت رائے کو دیکھا اور بولی۔ "اگر آپ کا یہ خیال ہے بھگت

رائے تو بہرطور میں آپ سے دور نہیں ہوں۔ آپ نے اس سفر کے لئے میری رہنمائی طلب کی تھی اس لئے میں ضرورت سے زیادہ بول جاتی ہوں، ورنہ میں خود بھی آپ کے احکامات کی پابند ہوں، جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

ادھر شیروک نے ایک اور منصوبہ ذہن میں ترتیب دے لیا اور اس کے بعد موقع ملتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر پر کچھ لوگوں سے گفتگو کی' جو کوڈ ورڈ میں تھی۔ اس گفتگو کا اسے جواب بھی ملا تھا اور یہ کیا گفتگو تھی اور کس سلسلے میں ہوئی تھی، اس کا پتہ اسی شام چل گیا۔

تبت کے انتہائی پراسرار راستوں سے گزرتے ہوئے وہ اس پہاڑی دیوار کی جانب بڑھ رہے تھے جس کے دوسری جانب خیال کے مطابق وہ قبیلہ آباد تھا' جس میں دریائے مستونگ کا وہ حصہ ایک پہاڑی دیوار کے نیچے سے بہتا تھا جس میں نامعلوم ہیرے پائے جاتے تھے۔

مہم جوؤں کے دل دھڑک رہے تھے۔ منزل جوں جوں قریب آ رہی تھی، وہ شدید ذہنی ہیجان کا شکار ہوتے جا رہے تھے، لیکن یہ ہیجان کسی طور نقصان دہ نہیں تھا۔ مہم جوئی کے دوران اس طرح کے ہیجان خیز واقعات پیش آ ہی جاتے ہیں۔ بھگت رائے، جگت چوہان، کنوردلاور اور دوسرے لوگ جو اس مہم جوئی کے بڑے لوگوں میں شامل تھے، بار بار سر جوڑ کر بیٹھ جاتے تھے اور یہ طے کرتے تھے کو وہاں پہنچ کر اگر انہیں قبیلے کی مدافعت کا سامنا کرنا پڑا تو کیا ہوگا؟ اس کے لئے ہتھیاروں کا جائزہ بھی لے لیا گیا تھا اور یہ ہتھیار آپس میں تقسیم بھی کر دیئے گئے تھے تاکہ ضرورت پڑنے پر انہیں حاصل کرنے کے لئے بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے۔ کسی بھی لمحے کوئی مشکل پیش آ سکتی تھی۔

بہرطور شیروک اپنے طور پر اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔ ٹرانسمیٹر پر اس نے جو کچھ کیا تھا، ابھی تک وہ منظرعام پر نہیں آیا تھا، لیکن جب وہ اس پہاڑی دیوار کے دامن میں تھوڑے فاصلے پر تھے تو اچانک ہی ان پر تیروں کی بارش ہوگئی اور پہلی ہی یورش میں چند وہ افراد جو باہر سے لئے گئے تھے ان تیروں کا شکار ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی پہاڑی دیوار سے پتھروں کا سیلاب نیچے کی جانب لڑھکنے لگا۔ خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ یہ پتھر اس قافلے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ شیروک نے اپنے تحفظ کے لئے بندوبست کر لیا تھا۔ غالباً اس نے اپنے ساتھیوں کو' جنہیں وہ خفیہ طور پر اپنے پیچھے پیچھے لگا کر لائی تھی، ہدایات دی تھیں کہ اس پہاڑ پر سے ان لوگوں پر پتھر برسائے جائیں اور تیروں کی بارش کی جائے۔

خاص طور سے اس کی خواہش تھی کہ کسی طرح بھی ممکن ہو سکے سالار ان تیروں یا پتھروں کا شکار ہو جائے، لیکن ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھیوں نے یہ کام وقت سے بہت پہلے شروع کر دیا تھا۔ پتھر پہاڑی کے دامن تک پہنچے لیکن اس کے بعد آگے کا سفر طے نہ کر سکے کیونکہ یہاں تھوڑی سی

بلندی تھی۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ جب وہ اس بلندی سے ڈھلان کی جانب جاتے تو ان پر پتھروں کی اور تیروں کی بارش ہوتی۔ کچھ لوگ ان تیروں کا شکار ضرور ہو گئے تھے، لیکن باقی لوگوں نے بعد میں چٹانوں کی آڑ لی تھی۔

ادھر سالار نجانے کس کیفیت کا شکار تھا۔ اوپر کی جانب سب سے پہلی گولی اسی نے چلائی تھی اور اس کے بعد اس کے اشارے پر اسلحہ برداروں نے پہاڑ کی جانب موت برسانا شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر میں صورتحال کھل کر سامنے آ گئی۔ کوئی بارہ تیرہ لاشیں پہاڑوں کی دیوار پر سے نیچے لڑھکنے لگیں۔ یہ لوگ جدید لباس میں ملبوس تھے۔ جب نیچے کی جانب سے گولیوں کی بارش بند ہوئی تو اوپر سے گرنے والی لاشوں کے بارے میں اندازہ لگایا گیا اور یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے کہ وہ پہاڑی نہیں بلکہ جدید دنیا کے لوگ تھے۔ جدید لباس میں ملبوس، البتہ شیروک کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا۔ وہ تقریباً نیم دیوانی سی ہو گئی تھی۔ اس کی کیفیت بڑی عجیب سی تھی، لیکن وہ یہی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اس ہیجان خیز واقعہ سے افسردہ ہے۔

پھر بھگت رائے نے اس سے سوال کیا۔ "آپ کا خیال کہ وہ قبیلے کے لوگ ہیں، جن کے خیال کے مطابق یہ دیوتاؤں کی پہاڑیاں ہیں، لیکن یہ عقیدت مند لوگ تو سفید نسل کے لوگ ہیں۔ کیا یہاں سفید قبیلے بھی آباد ہیں، جو جدید لباس پہنتے ہیں......؟"

شیروک نے خونی نگاہوں سے بھگت رائے کو دیکھا اور وہاں سے واپسی کے لئے مڑ گئی۔

ان لاشوں کی تلاشیاں لی جانے لگیں۔ شیروک کے بارے میں تو کوئی خبر نہیں ملی، لیکن بہت سی چیزوں سے ان کی قومیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اس بارے میں جان کرسٹوفر کو بتایا گیا تو اس نے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا لی۔

"تم لوگ اگر چاہو تو یہیں پر سولی تیار کر کے مجھے موت کے حوالے کر سکتے ہو، لیکن اگر تم یقین کرو تو میں اپنی بیٹی میلینا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ ہاں اگر شیروک اس سلسلے میں کچھ بتا سکے تو یقینی طور پر تم لوگوں کو اختیار حاصل ہے کہ اسے پکڑ لو۔"

"یہ ضروری ہو گیا ہے جان کرسٹوفر، شیروک نے ہمیں ادھر سے گزرنے کی مخالفت کی تھی، انہیں اس کی وجہ بتانا ہوگی۔ مزید یہ کہ اسلحہ بردار کون لوگ تھے اور ہمارے پہاڑوں پر جانے کی کوشش سے انہیں کیا نقصان پہنچ سکتا تھا؟"

"ہاں یہ سوال تم لوگ شیروک سے کر سکتے ہو۔" جان کرسٹوفر نے کہا اور اس کے بعد کچھ لوگ شیروک کو بلانے چلے گئے، لیکن انہوں نے واپس آ کر یہ اطلاع دی کہ ایک ایک جگہ کو چیک کر لیا گیا ہے۔ میڈم شیروک کا کہیں پتہ نہیں ہے۔

سب دنگ رہ گئے تھے۔ شیروک پوری طرح مشکوک ہوگئی تھی۔ اس حالت میں اس کا گم ہو جانا اس یقین کا باعث بن گیا تھا کہ پہاڑی کے راستے کو روکنے کی کوشش میں کوئی سازش تھی۔

"یہ سچ ہے، وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہم اس پہاڑی دیوار کو عبور کریں۔" جیسیکا کے الفاظ نے سب کو حیران کر دیا۔

"لیکن کیوں؟" یہ سوال جگت چوہان نے کیا تھا۔

"اس لئے کہ اس پہاڑی دیوار کے دوسری جانب وہ قبیلہ آباد ہے اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہم لوگ دیوار کے دوسری طرف اس قبیلے تک پہنچیں۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم؟" مہابیر جگت نے سوال کر دیا۔

اس موقع پر کنور دلاور آگے آیا اور بولا۔" چونکہ جیسیکا کا تعلق اسی قبیلے سے ہے۔"

"آہ۔ کیا پراسرار باتیں ہو رہی ہیں، میری تو عقل حیران رہ گئی ہے۔" جگت چوہان نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"بات صرف اتنی سی نہیں جگت چوہان کہ شیروک کے اشارے پر اور جان کرسٹوفر سے تعاون کرتے ہوئے ہم لوگ ایک مہم کے لئے چل پڑے جس میں ہمیں کچھ انوکھے ہیروں کے مل جانے کی توقع تھی۔ ایک پورا طلسم خانہ ہے جو ہمارے اردگرد پھیل گیا ہے۔ تفصیل تو کسی بھی شکل میں نہیں بتائی جا سکتی، لیکن چھوٹے چھوٹے شواہد اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ بات بڑی گہرائیوں میں ہے اور اگر میں غلط نہیں کہتا تو سالار جو ایک پراسرار کردار ہے، ان گہرائیوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ میں تمہیں چند چھوٹے چھوٹے واقعات بتاتا ہوں۔"

بھگت رائے نے وہاں سے بات شروع کی جہاں خان مراد نے سالار کو اس کے حوالے کیا تھا اس نے کہا۔" خان مراد نے مجھے کچھ خاص باتیں بتائی تھیں اور کہا تھا کہ زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ وہ باتیں یہ تھیں کہ سالار ایک پراسرار قبیلے کا نوجوان ہے جس کی زندگی بچانے کے لئے اسے قبیلے سے دور کیا گیا ہے اور جو شخص اسے اس قبیلے سے اغوا کر کے لایا تھا وہ سالار کا وفادار تھا اور اس کی زندگی محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ پھر جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے اور راستے میں جو واقعات پیش آتے رہے ہیں، ان میں شیروک دوسرا کردار تھی، جو ان واقعات سے منسلک نکلی۔" بھگت رائے نے ان راتوں کی کہانیاں سنائیں جب اس نے شیروک کا تعاقب کیا تھا اور کچھ انوکھے واقعات پیش آئے تھے۔

"تو کیا سالار سے اس بارے میں معلومات نہیں حاصل کرنی چاہئے؟" جگت چوہان نے کہا۔

"آپ لوگ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ سالار نے پہلی بار اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے ان

پہاڑوں پر موجود لوگوں پر گولیوں کی بارش کی تھی۔ میرا خیال ہے ہمیں آنے والے وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔"

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب شیروک گم ہوگئی تو راستوں کی رہنمائی کون کرے گا؟"

"میں کروں گی اور راستے سیدھے ہیں۔ ہمیں اسی پہاڑی دیوار پر چڑھ کر دوسری جانب اترنا ہے جہاں وہ قبیلہ آباد ہے۔" جیسیکا نے کہا۔

* * *

شیروک اس سیاہ پوش کے ہمراہ ایک پہاڑی سرنگ کا سفر کر رہی تھی۔ سیاہ پوش کو اس نے ساری تفصیل بتا دی تھی اور وہ شیروک کو لے کر چل پڑا تھا۔ راستے طے ہوتے رہے۔ سرنگ کے دوسری جانب ایک بہت خوبصورت آبادی نظر آ رہی تھی۔ اس آبادی میں مرد عورتیں بچے بکھرے ہوئے تھے، لیکن ناتھون، شیروک کو خفیہ طریقوں سے لے کر کسی خاص راستے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ یہاں کے لوگ خوبصورت اور اچھے نقوش کے مالک تھے۔ مرد گھٹے ہوئے سر والے اور یوں لگتا تھا جیسے بدھ مت کے پیروکار ہوں۔ چھوٹے چھوٹے پگوڈے اور عبادت گاہیں بھی نظر آ رہی تھیں۔

یہ لوگ مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے آخر کار ایک عمارت کے پاس پہنچ گئے۔ جب وہ عمارت کے صدر دروازے پر پہنچے تو بہت سے عبادت گزار مشعلیں لئے ہوئے کھڑے تھے اور ناتھون کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

ان عبادت گزاروں کے جسموں پر خاص قسم کے نشانات بنے ہوئے تھے۔ ان کے سر بالکل گنجے اور بالوں سے عاری تھے۔ اس وقت رات کا اندھیرا تیزی سے پھیل رہا تھا، لیکن قرب و جوار میں بے شمار مشعلیں روشن ہوگئی تھیں۔ آخر کار وہ ایک اندرونی حصے میں پہنچ گئے۔

بہت ہی وسیع احاطہ تھا اور اس کے اوپر سائبان پڑا ہوا تھا۔ اس مکان کے گرد دیواریں تھیں اور ان کے درمیان ایک بڑا سا برآمدہ بنا ہوا تھا۔ برآمدے میں پانی کا ایک چھوٹا سا حوض تھا اور قرب و جوار میں پتھر کا ساز و سامان جسے بیٹھنے اور لیٹنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس پر جانوروں کی کھالیں منڈھی ہوئی تھیں اور ان میں کچھ کھالیں ایسی تھیں جن کے اوپر موجود بال تین تین اور چار چار فٹ لمبے تھے۔ یعنی نرم اور ایک ایسے قالین کی مانند جو انتہائی اعلیٰ درجے کا ہو۔

برآمدے میں ایک طرف بدھا کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ یہ مجسمہ سیاہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا تھا اور بہت ہی خوبصورت۔

شیروک اس ماحول کو عجیب و غریب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ناتھون نے اب اپنا چہرہ کھول دیا تھا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے ایک بھیانک شکل کا آدمی تھا۔ یہاں یوں لگتا تھا جیسے اس کی حیثیت

بہت بڑی ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کے سامنے کھانا رکھا گیا، جو ابلے ہوئے چاول اور بھنے ہوئے گوشت اور دودھ پر مشتمل تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ کھانے سے فارغ ہو گئے۔

شیروک ناتھون کی صورت دیکھنے لگی، پھر بولی۔

"مقدس گرو اب آپ مجھے بتایئے کہ مجھے آگے کیا کرنا ہے۔ وہاں تو صورتحال بالکل مختلف ہو گئی تھی۔"

"ہاں، لیکن گونیا تھارم میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ تھم واستو کو یہاں تک آنے سے روکنے میں ناکام رہے ہیں اور تھم واستو کی حفاظت کے لئے بھوج گرو نے جو انتظامات کئے تھے وہ ہماری کی گئی کوششوں سے کہیں زیادہ طاقتور نکلے۔ ہماری بڑی بدنصیبی یہ تھی کہ ہم وہ نہ کر سکے جو کرنا چاہتے تھے۔ تجھے تھم واستو کی تلاش تھی، جو سالار کے نام سے تیرے سامنے آیا۔ میری کوششوں نے یہاں تک تو تجھے پہنچا دیا، لیکن گونیا تھارم یعنی شیروک تو وہ نہ کر سکی جس کے تو نے دعوے کئے تھے' جبکہ تو بے شمار پراسرار علوم کی ماہر اور اس کے بعد میری سرپرستی میں رہی ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے تیری دنیا کے بارے میں اس طرح کا علم نہیں تھا کہ میں اپنے طور پر ہونے والی ہر کوشش کو کامیاب بنا سکتا۔ اس کی ذمے داری تو نے لی تھی، پر تو دیکھ تیرا وہ گروہ کیا ہوا جو پہاڑوں پر چڑھا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا کام نہ کر سکا اور بڑی خاموشی کے ساتھ موت کے گھاٹ جا سویا۔"

شیروک کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح سر جھکائے کھڑی رہی۔ پھر اس نے غم آلود نگاہیں اٹھا کر ناتھون کی طرف دیکھا اور ناتھون نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ دیئے۔

"نہیں مقدس گرو! مجھ سے اس قدر نفرت کا اظہار نہ کرو۔ اب اس وقت کون ہے جو میری رہنمائی کرے۔ میں بالکل تنہا رہ گئی ہوں۔ میرے گروہ میں بہت سے لوگ شامل تھے اور وہ ایسے لوگ تھے جو موقع ملنے پر حالات کا نقشہ بدل دیتے تھے۔"

"گونیا تھارم! اب ایسی باتیں کر کے میرے ذہن کو غصے کی جانب مائل نہ کر۔ آخری کوشش کر رہا ہوں، اگر اس میں بھی ناکامی ہوئی تو نہ صرف تجھے بلکہ مجھے بھی روپوش ہونا پڑے گا کیونکہ یہ کشمکش برسوں سے چل رہی ہے۔ ایک طرف بھوج گرو اپنی کاوشوں میں معروف ہے' وہ ایک ایسا عمل چاہتا ہے جس کے مطابق قبیلہ خوش و خرم رہے، پھلے پھولے۔ بے شک قبیلے سے متعلق میری خواہش بھی یہی ہے، لیکن ذرا سی روایت میں تبدیلی بہت ضروری ہے۔"

اب میں صرف آپ کی ہدایت پر عمل کرنا چاہتی ہوں، اگر میری کوئی ضرورت ہے آپ کو اور میں کام آ سکتی ہوں تو میں حاضر ہوں ورنہ لگ رہا ہے کہ موت میری منزل ہے۔ گرو جی آپ جیسا پسند کریں۔"

ناتھون کے چہرے پر پریشانی اور فکرمندی کے آثار منجمد ہو گئے تھے۔ بہت دیر تک وہ سوچتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "بات کچھ بھی نہیں ہے۔ میں بہت کچھ کر سکتا ہوں گونیا تھارم، لیکن کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم سالار کو ختم کر دیتے۔ یہاں تھوڑی سی لاپروائی ہو گئی۔ بہت بڑا کام ہوا تھا کہ تو نے اسے تلاش کر لیا۔ یہ معمولی بات نہیں تھی اور جس طرح تو اپنی دنیا میں ایک طاقتور وجود رکھتی تھی، اس طرح تیرے لئے مشکل نہیں تھا کہ ایک نوجوان کو ہلاک کر دیتی اور جہاں تک میرا علم کام کرتا ہے بہت عرصے تک تھم واستو کے اردگرد بھوج گرو کا حفاظتی جال نہیں رہا تھا۔ تو جون کرسٹوفر تک بھی پہنچ گئی تھی، پر نجانے کیا ہوا کہ اچانک ہی صورتحال میں تبدیلی رونما ہو گئی۔ میں اس قبیلے کا بڑا لامہ ہوں۔ میری بات کو ہر طرح تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن بھوج گرو نہ صرف اس قبیلے کا بلکہ دور تک علاقوں کے بدھ مت کے ماننے والوں کا اوتار ہے۔ اسے ایک دیوتا کی حیثیت دی جاتی ہے اور جب قبیلے والے کسی مشکل کا شکار ہوتے ہیں تو سب کے سب ٹولیاں بنا کر بھوج گرو کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آہ اس گفتگو سے ایک اور خیال میرے دل میں آیا ہے۔ ٹھیک ہے مجھے اپنی آخری کوشش اور کر لینے دے، اگر اس میں بھی ناکام رہا تو پھر دیکھوں گا کہ کیا ہو سکتا ہے۔"

شیروک ایک کمرے میں تنہا رہ گئی۔ عبادت گاہ کا ہی ایک حصہ تھا اور یہاں کا ماحول انتہائی پراسرار اور خوفناک تھا۔ اس کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ "جان کرسٹوفر! میں نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتیاں کی ہیں۔ اپنے علم کی تکمیل کے لئے تمہارے جسم میں سوئیاں چبھو کر خون کے قطرے حاصل کئے ہیں جس سے تمہاری صحت پر بھی بہت برا اثر پڑا۔ اس وقت میرے دل میں تمہارے لئے کوئی رحم نہیں تھا، لیکن آج میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کم از کم اور کچھ نہیں تو تم سے اپنے مستقبل کے بارے میں مشورہ ہی کر سکتی تھی جو نظر آ رہا ہے کہ موت کی وادی تک جاتا ہے اور اس وقت جان کرسٹوفر میرے آس پاس کوئی نہیں ہے۔ کوئی بھی نہیں ہے۔" پہلی بار اسے اپنی آنکھوں میں نمی کا احساس ہوا تھا اور یہ بھی اساس ہوا تھا کہ جب بے بسی کے آنسو آنکھوں میں آ جاتے ہیں تو آنکھوں کو کتنا سکون ملتا ہے۔

❖ ❖ ❖

قبیلے کا کوئی نام نہیں تھا لیکن یہ نہایت منظم تھا۔ کسی حد تک بدھ مت کا پیروکار تھا لیکن نام نہاد لاماؤں اور پجاریوں نے ساری دنیا کی طرح یہاں بھی اپنے مفاد کے کھیل شروع کر رکھے تھے اور انسان کی سرشت کے مطابق سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔

جغرافیائی لحاظ سے بھی یہ ایک محفوظ ترین خطہ تھا۔ دریائے مستونگ نے اسے تین طرف سے گھیرا ہوا تھا اور پورا علاقہ شادابی کی اعلیٰ مثال تھا۔ چوتھی سمت سے دو یا ایک بے حد بلند و بالا پہاڑ

کے اندر داخل ہو جاتا تھا اور سیکڑوں میل تک انہیں پہاڑوں سے گزرتا ہوا بہت دور کسی علاقے میں نمودار ہوتا تھا۔

اس وقت رات کے گھور سناٹے نے دور دور تک کے ماحول کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔
ہولناک پہاڑی درے کے درمیانی حصے میں تقریباً سترہ افراد سیاہ لبادوں کے لپٹے ہوئے سست رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ لمبے چوڑے قدآور لوگ ہاتھوں میں فولاد کے خوفناک بھاری آلات اٹھائے ہوئے تھے اور ان کی رہنمائی ویسے ہی لباس میں ملبوس ناتھون کر رہا تھا۔

ایک پراسرار لرزش تھی اور یہ لرزش ایک بھیانک آواز سے پیدا ہو رہی تھی اور یہ بھیانک آواز دریائے مستونگ کی تھی جو ان پہاڑیوں کے نیچے سے گزر رہا تھا۔

ایک مخصوص فاصلہ طے کر کے یہ پراسرار گروہ رک گیا، پھر ناتھون کے اشارے پر وہ راستہ بدل کر پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگا۔ کوئی بیس گز اوپر ایک غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔ وہ اس دہانے سے اندر داخل ہو گئے۔

یہ ایک لمبی سرنگ تھی جو پہاڑی دیوار کے آر پار تھی۔ مستونگ اسی سرنگ کے نیچے ایک پرشور آواز سے بہہ رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر ناتھون نے اپنے ساتھ آنے والے کو دیکھا اور بولا ''مشعل روشن کرلو۔''

کچھ ہی لمحوں میں سرنگ روشن ہو گئی، تب ناتھون کے اشارے پر وہ لوگ ساتھ دوڑے اور دروں سے ایک بہت بڑی چٹان پر زور آزمائی کرنے لگے۔ کوئی آدھے گھنٹے تک وہ شدید مشقت کرتے رہے، پھر ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ اس چٹان نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور آواز کا طوفان آ گیا۔ مستونگ کے پانی نے رخ بدل لیا تھا۔

✣ ✣ ✣

جگت چوہان اور بھگت رائے مسکرا رہے تھے اور کنور دلاور منہ پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''یار تم اس عالم میں بھی مسکرا رہے ہو۔'' آخرکار اس سے نہ رہا گیا تو اس نے کہا۔

''تم ایک مہم جو ہو کنور دلاور، اگر مہمات میں زندگی اور موت سے آنکھ مچولی نہ ہو تو پھر گھر سے باہر نکلنے کی کیا ضرورت؟ ہم موت کا کھیل کھیلنے کے لئے ہی تو ان جنگلوں کی خاک چھانتے ہیں۔'' جگت چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس بے وقوف کو دیکھو، خوفزدہ چوہا لگ رہا ہے۔'' بھگت نے جان کرسٹوفر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''یارو میرا مذاق مت اڑاؤ۔ میری بیوی میرا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا ہے تمہاری

جگہ کوئی اور ہوتا تو نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔''

''ویسے اس مہم میں بیویاں زیادہ فعال رہی ہیں۔ اب جیسیکا کو دیکھو۔ بڑے اعتماد سے اس نے آگے کے سفر کی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔''

''خیر ہیرے ہمارے لئے دلکش ضرور ہیں، لیکن اس پراسرار مہم سے زندہ سلامت لوٹ گئے تو یہ زندگی کی یادگار مہم رہے گی۔'' بھگت رائے نے کہا۔

جیسیکا سالار کے ساتھ کاموں میں مصروف تھی۔ یہ ان دونوں ہی کی خواہش تھی کہ آج رات قیام نہ کیا جائے، بلکہ اس پہاڑی دیوار کی بلندی کا سفر جاری رکھا جائے جس کے دوسری طرف قبیلہ آباد تھا۔

پھر رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ اچانک زلزلہ آ گیا۔ خوفناک دھماکوں کے ساتھ چٹانیں اچھلنے لگیں اور پانی کا بھیانک ریلا نمودار ہو کر زمین کی طرف جھپٹا۔

✣ ✣ ✣

جس جگہ سے پہاڑی شق ہوئی تھی اور پانی کا ریلا نمودار ہوا تھا اس جگہ سے یہ لوگ صرف چند گز اوپر تھے اور خوش نصیبی یہ تھی کہ سارے کے سارے اوپر آ چکے تھے۔

پانی کا ریلا جونہی نمودار ہوا پہاڑی ہلنے لگی۔ خوش نصیبی ان کا ساتھ دے رہی تھی کہ پہاڑی ہلنے کے باوجود اوپر سے پتھروں کا طوفان نہیں آیا تھا' بلکہ جہاں سے ریلا نمودار ہوا تھا وہیں سے وہ اپنے ساتھ بڑی بڑی چٹانوں کو بہا کر لے جا رہا تھا جس کی وجہ سے زلزلے جیسی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ انتہائی بھیانک آواز دور دور تک پھیل گئی تھی اور یہ لوگ جو ابھی تک بلندیوں کا سفر کر رہے تھے پہاڑی پتھروں سے چمٹ گئے تھے، سب نے اپنی اپنی زندگیاں بچانے کے لئے فوری عمل کیا تھا۔

سالار، سمیتا کو پوری طرح سنبھالے ہوئے تھا۔ سمیتا انتہائی خوفزدہ تھی اور ایک بڑی چٹان سے چمٹی ہوئی کانپ رہی تھی' لیکن سالار نے اس طرح اس کے گرد حصار سا بنا لیا تھا کہ وہ بالکل محفوظ ہو گئی تھی۔ یہ عمل تھوڑے ہی فاصلے سے میلینا بھی دیکھ رہی تھی اور اس کے بالکل قریب ناریہ اپنی ماں جیسیکا کے ساتھ۔

پانی کا ریلا جس بھیانک رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا سلسلہ نہ رکنے والا ہے اور اس بات کو مہابیر جگت چوہان اور بھگت رائے نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ پندرہ یا بیس منٹ تک وہ اپنی جگہ سہمے چمٹے رہے اور اس کے بعد جگت چوہان نے بھگت رائے سے کہا۔ ''یقینی طور پر یہ عمل ہمارے ہی خلاف ہوا ہے۔ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی دریا اس طرف موڑا گیا ہے، چنانچہ اس بات کا انتظار نہ کرو کہ یہ سلسلہ بند ہو جائے اور ہمیں اوپر چڑھنے کے لئے پھر پرسکون ماحول ملے۔ چنانچہ اپنے آپ کو سنبھالو اور بلندیاں طے کرنے کی کوشش کرو تاکہ کسی مناسب جگہ ہم سب جمع ہو جائیں۔'' بھگت رائے نے اس بات سے اتفاق کیا تھا اور یہ بات باقی لوگوں کے کانوں تک بھی پہنچا دی تھی۔

''بس ذرا عورتوں کی نگرانی کرنی پڑے گی، ورنہ ہمیں اوپر چڑھنے میں زیادہ دقت نہیں ہوگی۔ خوش نصیبی سے یہ پہاڑی قابل عبور ہے اور اسے آسانی سے طے کیا جا سکتا ہے۔''

ایک لکیر بنا لی گئی جس پر انہیں اوپر چڑھنا تھا اور وہ سب اس جانی پہچانی لکیر کے ساتھ قطار بنا کر آگے بڑھنے لگے۔ لیکن ابھی وہ کوئی سو گز ہی اوپر چڑھے تھے کہ اچانک اوپر سے بڑے بڑے موٹے اور مضبوط رسے نیچے پھینکے گئے۔ یہ رسے بہت لمبے اور مضبوط تھے اور ان میں اس طرح گرہیں لگی ہوئی تھیں کہ ان پر پاؤں جما کر اوپر آسانی سے چڑھا جا سکتا تھا۔ اس وقت یہ دیکھنا تو ممکن نہیں تھا کہ یہ امداد کہاں سے آئی ہے۔ البتہ رسوں کی مضبوطی کا اندازہ لگانے کے بعد وہ لوگ ان رسوں کا سہارا لے کر اوپر چڑھنے لگے اور اس طرح انہیں بہت آسانی ہوگئی۔ پہاڑی مسلسل لرز رہی تھی۔ پانی کا طوفان نیچے کی جانب بڑھ رہا تھا اور نیچے کا سارا علاقہ جل تھل ہو چکا تھا۔ نیچے دیکھتے ہوئے شدید خوف محسوس ہوتا تھا۔

رسے جس جگہ سے پھینکے گئے تھے وہ ایک بہت چوڑے غار کا سوراخ تھا اور سب سے پہلا آدمی جو اس سوراخ سے اندر داخل ہوا تھا وہ کنوردلاور تھا۔ اس کے پیچھے جیسیکا، پھر ناریہ اور اس کے بعد سالار سمیتا کو لئے ہوئے۔ پھر باقی تمام لوگ، ایک ایک کر کے یہ سوچے بغیر کہ غار میں کیا ہے، غار میں داخل ہو گئے اور جب انہیں یہ اطمینان ہو گیا کہ ایک ایک شخص زندہ بچ کر غار میں آ گیا ہے، تب انہوں نے غور کیا کہ وہ غار کیسا ہے اور رسے کہاں سے پھینکے گئے ہیں۔

رسے مضبوط پتھروں میں بندھے ہوئے تھے اور اتنی مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے کہ اگر ان میں سے کسی ایک بھی رسے میں ہاتھی تک لٹکا دیا جائے تو وہ اس کا بوجھ سنبھال سکے۔ رسے اتنے ہی موٹے اور مضبوط تھے لیکن اس کے بعد انہوں نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر غار میں مشعلیں روشن ہوئی تھیں اور چند افراد خاموش کھڑے ان کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان میں ایک شخص نمایاں تھا۔ یہ لمبے قد و قامت کا باریش انسان تھا، جس کی داڑھی اس کے پیٹ سے بھی نیچے لٹکی ہوئی تھی، لیکن اس کا بدن بہت مضبوط نظر آ رہا تھا۔ چند لوگ اور بھی تھے۔

اسی وقت سالار آگے بڑھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی قینچی جیسی بنائی اور رکوع کے انداز میں جھک گیا۔ اس کے من سے بے اختیار آواز نکلی تھی۔ ''بھوج گرو۔''

دوسرے دو افراد جو آگے آئے تھے وہ آلاشی اور شوارم تھے۔ شوارم آگے بڑھا اور اس نے سالار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''سارا قبیلہ تیری آمد پر خوش ہے تھم واستو، تجھے اپنے قبیلے میں آنے کی مبارک باد۔''

سالار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آلاشی نے مسکرا کر کہا۔ ''آؤ تمہارے آرام کا بندوبست ہو چکا ہے۔ تمہیں اس وقت تک آرام کرنا چاہئے جب تک مکمل طور پر تمہاری تھکن نہ اتر جائے۔''

سالار نے بھگت رائے کی طرف رخ کر کے کہا۔ "بھگت مہاراج، آج تک میں آپ کا مہمان رہا ہوں، لیکن آج آپ کا داس اپنے قبیلے میں آپ کا سواگت کرتا ہے۔ آیئے۔"

بھگت رائے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے کنوردلاور کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔ "آجایئے کنورجی۔ ایک شاندار اور نئی مہم ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں یہ بات معلوم تھی کہ سالار اس قبیلے کا فرد ہے۔" کنور دلاور نے کہا۔

بھگت رائے ہنس پڑا پھر بولا۔ "غلط فہمی دور کرلو۔ ہم سب کو جتنا معلوم ہے بس اتنا ہی مجھے بھی معلوم ہے۔ آگے کیا ہوتا ہے، کیسے حالات گزرتے ہیں، یہ تو آنے والا سمے ہی بتائے گا۔"

وہ لوگ ایک لمبا سفر طے کر کے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک چوڑا پلیٹ فارم نظر آرہا تھا۔ اس میں اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں تراشی گئی تھیں اور وہیں پر ان لوگوں کے لئے بہت ہی آرام دہ بستر تھے۔

جو سامان وہ اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہوئے تھے وہ ایک طرف ڈھیر کر دیا گیا اور اس کے بعد سب کے سب بستروں پر جالیٹے۔ وہ بری طرح تھک گئے تھے اور اب تک انہوں نے جس استقلال سے کام لیا تھا وہ ناقابل یقین تھا مگر اب انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ موت اور زندگی کا فاصلہ انتہائی کم رہ گیا تھا تو زندگی نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔

سب کے سب خاموشی کے عالم میں اس انوکھی اور اجنبی جگہ لیٹے انتہائی بلندیوں پر پہاڑی کی قدرتی چھت کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ کی آنکھیں تھکن کی وجہ سے بند ہوئی جارہی تھیں۔

ادھر وہ باریش شخص جس کی عمر بہت زیادہ معلوم ہوتی تھی، اشارے سے اپنے ساتھ موجود لوگوں کو لے کر اس چبوترے سے کافی دور ہٹ آیا تھا، پھر اس نے شوارم سے کہا۔ "شوارم، ان لوگوں نے اپنی دانست میں بازی جیت لی ہے اور یقیناً یہ سمجھ لیا ہوگا کہ ان کی یہ آخری کوشش کارگر ہوئی، لیکن خوش نصیبی سے سالار اور یہ سب لوگ بچ گئے اگر یہ تھوڑے سے نیچے ہوتے تو وہ لوگ اپنی سازش میں کامیاب ہوگئے ہوتے۔ لیکن اب تمہیں ایک کام کرنا ہے۔"

"جی بھوج گرو۔"

"ان کے ساتھ آیا ہوا سارا سامان پانی میں پھینک دو اور اس طرح پھینکو کہ اس میں سے کچھ سامان درختوں میں الجھا پتھروں پر پڑا نظر آئے تاکہ یہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ لوگ پانی میں بہہ گئے ہیں اور اس کے بعد ان لوگوں کے سلسلے میں اتنی خاموشی اختیار کرو کہ ہواؤں کو بھی پتہ نہ لگے کہ یہ لوگ زندہ اور محفوظ ہیں۔ ہماری کامیابی کا انحصار اسی پر ہے، ورنہ جو کچھ ہونے والا ہے تمہیں اس کا اندازہ

ہے۔ ناتھون اکیلا نہیں ہے، اس کے پاس لاماؤں کی پوری فوج ہے جو اپنی سازش کو عملی جامہ پہنانا چاہتی ہے۔"

"میں جانتا ہوں بھوج گرو۔" شوارم نے جواب دیا اور پھر اس نے اپنے ساتھ آنے والوں کو اشارہ کیا اور وہ سب اس کے ساتھ چل پڑے جبکہ بھوک گروہ ایک اور غار میں داخل ہو گیا تھا جو شاید اس کا مستقل اور خفیہ ٹھکانہ تھا۔

* * *

سورج نکل آیا تھا اور ہر طرف روشنی پھیل گئی تھی۔ پہاڑی دیوار کے آخری سرے پر بیشمار لوگ کھڑے دور دور تک کا نظارہ کر رہے تھے۔ وہ میدان جو درختوں سے بھرا ہوا تھا اب ایک عجیب و غریب سیلابی علاقہ نظر آرہا تھا۔ دریائے مستونگ بہت بڑا اور عظیم دریا تھا۔ اب اس کے بہاؤ میں تیز رفتاری کا وہ عالم نہیں تھا، اب اس کی رفتار میں تھوڑی کمی آگئی تھی، لیکن پھر بھی پانی کے ریلے سے پہاڑی دیوار میں جو لرزشیں پیدا ہو رہی تھیں وہ جاری تھیں اور ایک ہیبت ناک آواز مسلسل فضا میں گونج رہی تھی۔

بستی کے لوگ بھی یقیناً رات ہی کو اس خوفناک آواز سے روشناس ہوئے ہوں گے، لیکن رات کی تاریکیوں میں بہت کم ہی ایسے ہوں گے جو اس آواز کا راز جاننے کیلئے باہر نکلے ہوں گے، لیکن اس وقت بستی والے جوق در جوق ایسی جگہوں پر آرہے تھے جہاں سے دوسری طرف کا منظر دیکھا جا سکتا تھا اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ آخر پانی کا یہ ریلا کہاں سے آرہا ہے۔

بے شک پہاڑی دیوار کے سوراخ سے پانی نکلتے ہوئے دیکھا جا سکتا تھا، لیکن اتنی مقدار میں پانی کے نکلنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اب چٹانوں اور پتھروں کے گرنے کی آوازیں تو کم ہوگئی تھیں کیونکہ بڑی بڑی چٹانیں اپنی جگہ چھوڑ چکی تھیں اور انہیں نے پانی کو راستہ دے دیا تھا، لیکن چھوٹے پتھر اب بھی بہہ رہے تھے اور آوازیں بدستور جاری تھیں، لوگ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کیا ہوا ہے۔

اوپر کھڑے ہوئے لوگوں میں ناتھون بھی تھا جو آسودہ نگاہوں سے اس جگہ کا جائزہ لے رہا تھا اور اس کے ساتھ ایک شال میں لپٹی ہوئی شیروک یا گونیا تھارم بھی اس منظر کو دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

وہ یہ جائزہ لینے کی کوشش کر رہی تھی کہ پانی کے اس ریلے میں وہ تمام لوگ ختم ہوگئے یا نہیں۔ یہ آخری کوشش تھی ورنہ اس کے بعد کچھ بھی نہیں رہ جاتا تھا اور ناتھون کی تمام کوششیں رائیگاں چلی جانے والی تھیں، کیونکہ اب وہ قبیلے میں آچکے تھے۔

بھوج گرو نے سامان کو جگہ جگہ الجھانے کی جو چال چلی تھی، وہ بڑی کامیاب چال تھی۔ نیچے موجود درختوں میں وہ تمام سامان الجھا ہوا تھا جو یہ لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔

اسی کو دیکھ کر شیروک یا گونیا تھارم کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ وہ سب پانی کے ریلے میں بہہ گئے۔ بہر حال بستی کے لوگ اس کارروائی کو خوف اور دہشت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور چہ مگوئیاں کر رہے تھے کہ مستونگ کے رخ بدلنے کی کوئی خاص وجہ ہے۔

ناتھون وغیرہ مطمئن ہو کر واپس اپنی آرام گاہوں میں آ گئے اور اس کے بعد ناتھون نے اپنے ہم عقیدہ لاماؤں کو طلب کر لیا تاکہ کارروائی کو آگے بڑھایا جا سکے۔ جب یہ لامہ ایک بڑے غار میں پہنچ گئے تو ناتھون نے شیروک کو بھی طلب کر لیا۔ اس نے تنہائی میں اس سے کہا۔ ”گونیا تھارم! تم اب اپنا وہ مقام پانے کے لئے تیار ہو جاؤ جس کے لئے ہم نے یہ تمام جدوجہد کی ہے۔ تم نے قبیلہ دیکھ لیا، اب اس عظیم الشان قبیلے کی مطلق العنان ملکہ تم ہو گی۔ تمہیں اپنا ماضی بھولنا پڑے گا اور اس کے بعد تم ستھاروا کی بیوی بنو گی اور آنے والی قبیلے کی ملکہ کو جو دیوی کا درجہ رکھتی ہے، جنم دو گی۔“

شیروک یا گونیا تھارم کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے تشویش کے آثار نظر آئے اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ ناتھون نے کہا۔ ”ہاں گونیا تھارم! میں تم سے اس وقت کا وعدہ کرتا ہوں جب تم قبیلے کے لئے ستھاروا کے اشتراک سے ایک بیٹی کو جنم دو گی تو اس کے بعد تمہیں آزادی دی جا سکتی ہے کہ اگر تم چاہو تو اپنی دنیا میں واپس چلی جاؤ۔“

”لیکن اس کے لئے وقت کا تعین کیسے ہو سکے گا مقدس گرو؟

”تمہیں انتظار کرنا ہو گا۔ ہم یہاں وہ سب کچھ کرنے کے لئے آزاد ہوں گے جو ہمارا دل چاہے۔ ہم مناسب وقت پر کوئی بھی ایسی چال چل سکتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہو۔“

”آپ جانتے ہیں مقدس گرو کہ میں اصل مقصد کیا رکھتی ہوں؟“

ناتھون کے چہرے پر نظر آنے والے تاثرات ذرا مختلف تھے۔ اس نے کہا۔ ”شیروک! تمہاری دنیا برائیوں کی دنیا ہے۔ وہاں ہر شخص اپنے مفاد کے لئے جیتا ہے۔ اسی فطرت میں یہ کیفیت صرف تمہاری دنیا میں ہی نہیں ہے ہر جگہ ہے۔ تم قدیم گونیا تھارم کی ہمشکل ہو کہ یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اور دکھا چکا ہوں۔ بہر حال میں اپنے قبیلے میں یہ رسم جس طرح کہ یہ صدیوں سے جاری ہے، صدیوں تک جاری رکھنا چاہتا ہوں اور تمہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا ہو گا۔“

”مجھے اس سے انکار نہیں ہے مقدس گرو، بس میرے آدمیوں میں سے کوئی زندہ نہیں بچا، اگر وہ لوگ بچ جاتے اور میرے ساتھ ہوتے تو مجھے چاہے یہاں کتنا ہی وقت گزارنا پڑتا میں آرام سے گزار لیتی۔“

”اب یہاں سب ہی تمہارے ہیں۔“ ناتھون کے لہجے میں ایک بے رحمی سی تھی۔

شیروک خاموش ہو گئی۔ اسے ایک عمدہ رہائش گاہ رہنے کے لئے دی گئی جہاں اسے زندگی کی ہر آسائش حاصل تھی، لیکن اب اس کے دل میں خوف کا سا ایک احساس جاگ گیا تھا۔ ادھر لاماؤں کے ساتھ جو بات ہوئی تھی اس میں ناتھون نے وہ طریق کار اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک بڑے میدان میں جہاں ایک قدرتی چٹان نے پلیٹ فارم کی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ ناتھون نے قبیلے کے لوگوں کو طلب کیا اور ان کے درمیان ایک چھوٹی سی تقریر کی۔

”آپ لوگ جانتے ہیں کہ صدیوں سے ہمارے قبیلے میں ایک ملکہ حکمرانی کرتی ہے اور وہی ہمارے لئے برکتیں لاتی ہے۔ دریائے مستونگ نے رخ بدلا۔ یہ اس وقت کی نشاندہی ہے جب ملکہ منظر عام پر آئے، چنانچہ اب وہ وقت آ گیا ہے اور اس کا آغاز ہو چکا ہے۔ آج سے اس مقدس مقام پر اطلاع کا بھونپو بجایا جائے گا۔“

فوراً پلیٹ فارم پر لوگوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا، جن کے پاس بڑے بڑے نقارے تھے اور خاص قسم کے سنکھ تھے جنہیں بھونپو کا نام دیا گیا تھا۔ یہ نقارے بجائے جانے لگے اور قبیلے میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی کہ نئی ملکہ منظر عام پر آنے والی ہے۔ لوگ خوشیاں منانے لگے، پھولوں اور پتوں سے اپنے گھروں کو سجانے لگے۔

ادھر جگت چوہان، بھگت رائے، کنور دلاور، جان کرسٹوفر اور بقیہ تمام لوگ بھوج گرو کی پناہ میں آرام سے وقت گزار رہے تھے۔ یہ ایک ایسی جگہ تھی، جہاں بلندیوں سے دور دور تک دیکھا جا سکتا تھا، چنانچہ یہاں سے وہ اس پلیٹ فارم کو بھی دیکھ سکتے تھے جہاں یہ ساری کارروائی ہو رہی تھی۔

سالار اکثر سمیتا کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ ادھر میلینا اور ناریہ گہری دوست بن گئی تھیں۔ میلینا نے بھی بڑی فراخدلی سے سمیتا اور سالار کی قربت کو قبول کر لیا تھا، جس طرح سمیتا نے اس وقت جب سالار میلینا کی جانب مائل تھا، فراخدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تنہائی میں سمیتا نے خود میلینا سے ملاقات کی تھی۔

”یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے میلینا کہ میرے دل میں سالار کے لئے بڑی جگہ تھی، لیکن چونکہ تقدیر نے تمہارے حق میں فیصلہ دیا تھا، اس لئے میں نے بخوشی اس فیصلے کو قبول کر لیا تھا۔ آج اگر تم مجھے کوئی مشورہ دے سکتی ہو تو میں تمہارے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

میلینا ہنس پڑی، پھر اس نے کہا۔ ”زندگی میں جوانی کا یہ دور سب سے زیادہ مشکل دور ہوتا ہے سمیتا۔ کیونکہ ہمارا شکاری دل ہوتا ہے اور ہم شکار ہوتے ہیں۔ تھوڑا سا وقت گزر جاتا ہے تو کسی محبوب کی طلب ہلکی پڑ جاتی ہے۔ وقت نے اگر فیصلہ بدل لیا ہے اور وہ فیصلہ تمہارے حق میں ہے تو

میں ایک اچھی دوست کی حیثیت سے تمہارے لئے وقت کے اس فیصلے کو قبول کرتی ہوں۔"

"تم بہت بڑی شخصیت ہو میلینا۔" سمیتا نے کہا۔ بہر حال وقت گزر رہا تھا۔ ادھر بلند و بالا چٹانی پلیٹ فارم پر اطلاع کا بھونپو مسلسل بج رہا تھا۔ تین دن گزر چکے تھے۔ آخر کار بھوج گرو نے ان لوگوں کو اپنی آرام گاہ میں طلب کر لیا اور سب کے سب وہاں پہنچ گئے۔

بھوج گرو نے کہا۔ "دوستو! تم لوگ میرے دست و بازو ہو، ہر جگہ کی کچھ روایات ہوتی ہیں۔ یہ قبیلہ اس علاقے میں صدیوں سے آباد ہے اور یہاں کے کچھ رسم و رواج ہیں۔ آج میں تمہیں ان رسم و رواج کے بارے میں کچھ تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔ دوستو! مہم جوئی انسانی فطرت کا ایک ایسا جزو رہی ہے جس میں انسان ابتدائے آفرینش سے مبتلا ہے۔ مہم جوئی کے مختلف مدارج ہوتے ہیں، میں نہیں جانتا کہ تم لوگ اتنا دشوار سفر کر کے یہاں تک کیوں پہنچے ہو۔ شاید تمہیں دریائے مستونگ کے ہیروں کی خبر ملی ہے۔ وہ ہیرے ہمارا مقدس خزانہ ہیں۔ ہم انہیں استعمال نہیں کرتے کیوں ہمارا عقیدہ ہے کہ جب تک وہ ہیرے اپنی جگہ موجود ہیں۔ ہمارے قبیلے کی قسمت جگمگاتی رہے گی۔ وہ ہیرے ہم یہاں سے کسی کو لے نہیں جانے دے سکتے کیونکہ وہ ہمارے مقدس رہنما کی امانت ہیں۔ یعنی اب وہ ہیرے سالار یا تھم واستو کی ملکیت ہیں۔ روایتیں اسی طرح پروان چڑھتی رہیں۔ میں تمہیں وہ کہانی سنا رہا ہوں جو اس تمام مسئلے کی روح ہے۔ ہمارے اس قبیلے میں ہمیشہ ایک عورت حکومت کرتی آئی ہے۔ ناتھون جس کی نسلیں ایک مقدس پجاری کا روپ دھارے ہوئے ہیں، اس روایت کی بانی ہیں۔

ناتھون کے ہاں جو پہلا بیٹا پیدا ہوتا ہے وہ آنے والا ناتھون ہوتا ہے یعنی بڑا پجاری۔ یہ ناتھون ایک عورت کو نامزد کرتا ہے جو قبیلے کی دیوی یعنی گونیا تھارم ہوتی ہے۔ اس عورت کے سلسلے میں طرح طرح کی سازشیں کی جاتی ہیں اور یہ سازشیں ناتھون اور اس کا گروہ کرتا ہے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی شکل کی عورت منتخب کی جاتی ہے اور اس کی بیٹی آنے والے وقت کی گونیا تھارم ہوتی ہے۔

کچھ عرصے پہلے جو عورت گونیا تھارم تھی اس کے ہاں قبیلے کی بدقسمتی سے بیٹا پیدا ہو گیا، حالانکہ ناتھون اس عورت کو جو جڑی بوٹیاں کھلاتا تھا ان کے زیر اثر اس کے ہاں ہمیشہ پہلی بیٹی ہی پیدا ہوتی تھی اور جب اس کے ہاں بیٹی پیدا ہو جاتی تھی تو اسے زندگی سے محروم کر دیا جاتا تھا اور اس بیٹی کی پرورش نئی گونیا تھارم کی حیثیت سے کی جاتی تھی۔ وہ عورت جس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا زندگی سے محروم تو کر دی گئی' لیکن بات یہ طے پائی کہ اس بیٹے کو بھی ختم کر دیا جائے اور کوئی نئی عورت تلاش کی جائے جو گونیا تھارم کی ہمشکل ہو، لیکن ہم بھی یعنی میں اس قبیلے کے فرد تھے۔ میرا باپ بھی اس قبیلے کا بھوج گرو تھا اور اس کے بعد میں بھوج گرو بنا۔ ہمارا کام یہ تھا کہ قبیلے میں آنے والی وباؤں اور بیماریوں کا تدارک کریں۔ میں نے محسوس کیا کہ سب سے بڑی بیماری یہ ہے کہ ناتھون نے جو رسم شروع کر رکھی

ہے یعنی ایک عورت کی حکمرانی' اس کا خاتمہ کیا جائے گا۔ گونیا تھارم کے ہاں پیدا ہونے والے بیٹے کے قتل کے منصوبے بنائے جانے لگے، لیکن میں نے اس بیٹے کو وہاں سے فرار کرا دیا اور اسے لے کر تمہاری دنیا میں جانے والا شخص میرا بہت ہی قابل اعتماد ساتھی شوارم تھا۔

شوارم، تھم واستو کو لے کر تمہاری دنیا میں پہنچا۔ اس وقت وہ بہت چھوٹا سا معصوم بچہ تھا۔ شوارم نے اسے خان مراد کی آغوش میں دے دیا اور خان مراد نے اسے ہماری توقع کے مطابق پروان چڑھایا۔ میں اپنے عمل سے اسے قبیلے کی تصویریں دکھاتا رہا اور جب وہ جوان ہو گیا تو میں نے آلاشی کو اس کے پاس بھیج دیا جو میری پیروکار ہے۔ آلاشی اس پر آنے والی بلاؤں کا تدارک کرتی رہی اور ہم سالار یا تھم واستو سے روحانی رابطے میں رہے۔

ناتھون اپنی ساری جادوئی قوتوں سے کام لے کر تھم واستو کو بھی تلاش کر رہا تھا اور اس کی نگاہیں مہذب دنیا میں کسی ایسی ہستی کو بھی تلاش کر رہی تھیں جو گونیا تھارم کی ہمشکل ہو۔ تب اسے ایک خطرناک عورت شیروک نظر آئی جو گونیا تھارم کی ہمشکل تھی۔ یہ عورت ایک طرف جرائم پیشہ تھی تو دوسری طرف اسے پراسرار علوم کے حصول کا بھی شوق تھا۔ تب ناتھون نے اپنی غضب کی شاطر کھوپڑی سے کام لے کر ایک منصوبہ بنایا۔

اس نے ایک دستاویز تیار کی جس میں ہمالیہ کی گود میں آباد اس قبیلے کا تذکرہ کیا جو دریائے مستونگ کے کنارے آباد تھا۔ اس دستاویز میں مستونگ کے ہیروں کا بھی تذکرہ تھا، جن کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ ہمارے قبیلے کے لئے ایک مقدس امانت ہیں اور انہیں باہر نہیں لے جایا جا سکتا۔

ناتھون نے گونیا تھارم کے دل میں ان ہیروں کا لالچ پیدا کیا اور دستاویز میں ان کی تصویریں بھی محفوظ کیں۔ یہ دستاویز بڑے عظیم منصوبے کے تحت گونیا تک پہنچائی گئی اور اس کے لئے دو انسانوں کا خون کیا گیا جس کی وجہ سے شیروک کو یہ اعتماد ہو گیا کہ ہیروں کا واقعی وجود ہے۔ وہ ان کے حصول کے لئے دیوانی ہو گئی۔ اپنے نامکمل علم سے وہ قبیلے اور اس کے آس پاس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتی رہی۔ اب یہ موقع تھا کہ ناتھون خود اس کے سامنے آئے، چنانچہ چین میں ایک بہت ہی پراسرار جگہ ناتھون نے اس سے ملاقات کی اور گونیا تھارم یا شیروک کے دل میں پیدا ہونے والی خواہشوں کی تفصیل اسے بتائی تو گونیا تھارم یا شیروک ناتھون کی مرید بن گئی۔ اس نے ناتھون کو اپنا مہا گرو بنا لیا۔

ناتھون کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ جو مشکل پیش آ گئی تھی۔ اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ پوری طرح گونیا تھارم پر معروف ہو گیا۔ ادھر اپنے علم کے ذریعے اسے اس بات کا بھی پتہ

چل چکا تھا کہ تھم واستو مہذب دنیا میں موجود ہے اور پرورش پا رہا ہے اور ایک دن تھم واستو اپنے قبیلے کی جانب واپس جائے گا۔

اسے اس بات کا بھی علم تھا کہ بھوج گرو یعنی میں بہت عرصے سے اس کوشش میں ہوں کہ ناتھون کا طلسم ٹوٹے۔ ناتھون کے بارے میں یہ بات میں بتا چکا ہوں کہ نسل در نسل یہ لوگ قبیلے کے مقدس پجاری بنتے چلے آرہے ہیں، جس طرح گونیا تھارم دنیا میں آتی ہے، اسی طرح ناتھون کا بھی ظہور ہوتا ہے اور وہ بھی گونیا تھارم کی طرح پجاری کی حیثیت سے پروان چڑھتا ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا ہے، مگر یہ سب کچھ غلط تھا اور اتنے ہی عرصے سے یہ کوشش بھی ہو رہی تھی کہ ناتھون کے طلسم کو توڑ دیا جائے اور اس بار یہ موقع فراہم ہوا تھا کہ گونیا تھارم کے ہاں اولاد نرینہ پیدا ہوئی تھی۔

وقت کی چکی چلتی رہی اور بات یہاں تک پہنچ گئی، گونیا تھارم کو ناتھون کے ذریعے ہر طرح کی معلومات حاصل ہو رہی تھی، یہاں تک کہ اس یہ پتہ چل گیا کہ تھم واستو کہاں ہے اور کہاں پروان چڑھ رہا ہے اسے جان کرسٹوفر کے بارے میں بھی پتہ چل چکا تھا اور بڑے اعلیٰ پیمانے پر کام کرتے ہوئے اس نے جان کرسٹوفر تک رسائی حاصل کر لی۔ اس میں اس کے سیکھے ہوئے کچھ پراسرار علوم بھی شامل تھے اور اس کے علاوہ ناتھون نے بھی اس کی ہر جگہ مدد کی تھی۔ ناتھون کے اپنے ہرکارے گونیا تھارم کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے اور اسے ہر طرح کا تحفظ دے رہے تھے۔

ادھر گونیا تھارم نے اپنا ایک چھوٹا سا گروہ تیار کر لیا تھا جس کو یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ اس کا تعاقب کرے اور جب بھی موقع ملے اس کی مدد کے لئے سامنے آئے یہاں تک کہ گونیا تھارم اس جگہ پہنچ گئی جہاں سے اسے اس سفر کا آغاز کرنا تھا۔ ناتھون اسے مکمل تحفظ دے رہا تھا اور دوستو! اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ ناتھون ایک ایسی عورت کو یہاں تک لے آیا ہے، جس کا تعلق اس قبیلے سے بالکل نہیں ہے۔ بس اس کے خدوخال اس کی شکل و صورت اصل گونیا تھارم سے ضرور ملتی جلتی ہے۔

جہاں تک میرے علم میں ہے کہ تھم واستو پر حملے پر حملے ہوتے رہے ہیں، لیکن اسے محفوظ رکھا گیا ہے۔ آلاشی ہر لمحے اس کی نگرانی کرتی ہے اور اس بار بھی یہ آخری کوشش کی گئی تھی۔ تم لوگ اوپر آ چکے تھے ورنہ اس خوفناک پانی کے ریلے میں شاید تم لوگ اپنا تحفظ نہ کر سکتے۔'' بھوج گرو خاموش ہو گیا۔

وہ سب انگشت بدنداں تھے۔ کیا ہی انوکھی اور پراسرار کہانی تھی۔ ہر جگہ کوئی نہ کوئی سازش ہوتی رہی تھی۔

ایک سوال جگت چوہان نے بھوج گرو سے کیا۔ ''مہا گرو! آپ نے جو ہمیں یہ ساری تفصیلات بتائی ہیں تو آپ کو ان کا علم کیسے ہوا؟''

فوراً ہی آلاشی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے کہا۔ ''بھوج گرو روحانی دیوتا ہیں۔ یہ کام ان کے لئے مشکل نہیں۔ میں ہمیشہ ان سے رہنمائی حاصل کر کے تھم واستو کا تحفظ کرتی ہوں۔''
بات چند لفظوں میں ختم کر دی گئی تھی، گویا وہ یہ بتانا چاہتی تھی کہ تھم واستو کو ایسے کسی مسئلے کے لئے معلومات ہو جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی، پھر بھگت رائے نے پوچھا۔ ''بھوج گرو مہاراج اب یہاں کا حکمراں تھم واستو یا سالار بنے گا۔''

''ہاں اور قبیلے کی ریت بدل جائے گی۔''

''لیکن آپ گونیا تھارم کے سلسلے میں کیا کریں گے؟''

''ساری تیاریاں ہو رہی ہیں، اس سازش کو ہمیں ناکام بنانا ہوگا اور اس کا منصوبہ بہت جلد تمہیں پیش کر دیا جائے گا۔ ویسے ایک یا دو دن کے بعد ہم تھم واستو کو تم سے واپس لے لیں گے اور اس کی تربیت یہاں ہوگی۔''

سمیتا نے دکھ بھری نگاہوں سے سالار کو دیکھا، لیکن سالار کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ دیکھ کر اس کا دل بجھ گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ سالار اپنے قبیلے میں آنے کے بعد سب کچھ بھول رہا ہے۔ وہ یہاں کا سردار ہوگا اور اس کے بعد اس کے لئے یہاں کیا نہیں ہوگا۔

سمیتا ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔

✣ ✣ ✣

شیروک نے ایک بار پھر ناتھون سے ملاقات کی تھی۔ اسے ایک اعلیٰ ترین رہائش گاہ دی گئی تھی اور ہر طرح کی سہولتیں پیش کی گئی تھیں۔ پھر اس نے ستھاروا کو دیکھا جو انسان کم اور جانور زیادہ تھا۔ ایک عجیب وغریب وحشی فطرت کا مالک۔ ناتھون نے اسے بتایا تھا کہ ستھاروا کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی جو یہاں کے رسم و رواج کے مطابق ہوگی اور پھر لازمی طور پر اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوگی، جب بیٹی پیدا ہو جائے گی تو اسے آنے والی گونیا تھارم کے طور پر نامزد کر دیا جائے گا اور جب تک وہ جوان نہیں ہوگی گونیا تھارم کو اس کا نگراں رہنا پڑے گا۔ ستھاروا کو دیکھ کر ہی گونیا تھارم کا دم نکل گیا تھا۔ اسے اس جانور کے ساتھ وقت گزارنا ہوگا۔ سارے منصوبے خاک میں مل گئے تھے۔ سب سے بڑا نقصان ان لوگوں کی وجہ سے ہوا تھا جو پہاڑی پر مارے گئے تھے اور کچھ نہ ہوتا تو کم از کم اس کا اپنا ایک گروپ ہی ہوتا جس کے ساتھ مشورہ کر کے کوئی کارروائی کی جا سکتی تھی، کیونکہ وہ

سارے کے سارے لوگ اعلیٰ پائے کے جرائم پیشہ اور بہترین کارکردگی کے مالک تھے، لیکن وہاں پر وہ دھوکہ کھا گئی تھی اور سالار نے میدان مار لیا تھا۔ ایک بار پھر اس نے ناتھون سے بات کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے پاس پہنچ گئی۔

''مقدس گرو، اپنی دنیا میں، میں نے ہر طرح آپ کا احترام کیا۔ آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں گونیا تھارم کہو۔''

''اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ تمہیں قبیلے والوں کو اپنے درشن دینا ہوں گے اور ہم انہیں بتائیں گے کہ گونیا تھارم ان پر برکتیں نازل کرنے کے لئے ہر طرح کا عمل کر رہی ہے۔ ہم یہ نہیں بتائیں گے کہ اس دوران گونیا تھارم ہمارے درمیان نہیں رہی بلکہ انہیں یہ بتائیں گے کہ نئی گونیا تھارم اب اس قابل ہوگئی ہے کہ اسے قبیلے کی مقدس روح کے طور پر متعارف کرا دیا جائے۔''

''اور اس کے بعد؟''

''میں تمہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔''

''مقدس گرو۔ یہ بات آپ جانتے ہیں کہ میں نے قبیلے تک آنا اور آپ کی ہر طرح کی ہدایت پر عمل کرنے کا فیصلہ صرف اس لئے کیا تھا کہ مجھے دریائے مستونگ کے وہ ہیرے درکار تھے۔ میں نے اس کے لئے اپنا پورا گروہ کھو دیا ہے۔ مقدس گرو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کہ آپ مجھے گونیا تھارم کی حیثیت سے قبیلے والوں کے سامنے متعارف کرا دیں، لیکن اس کے بعد آپ مجھے یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دیں۔ نہ صرف اجازت بلکہ میرا بندوبست کر دیں۔ آپ کیلئے مشکل نہیں ہے کہ کسی اور گونیا تھارم کو متعارف کرا دیں کیونکہ اس کے لئے آپ کے پاس ایک طویل عرصہ درکار ہوگا۔''

''مجھے افسوس ہے شیروک میں یہ نہیں کر سکتا۔ دریائے مستونگ سے اگر ایک بھی ہیرا باہر نکل گیا تو قبیلے پر نحوستیں نازل ہوں گی۔ ہاں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ جب تمہارے ہاں بیٹی پیدا ہو جائے تو ہم تمہیں پرانی گونیا تھارم کی حیثیت سے [illegible] کر دیں اور اس کے بعد تمہیں یہاں سے تمہاری دنیا میں جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔''

شیروک نے بے بسی کی نگاہوں سے ناتھون کو دیکھا تو ناتھون نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''اس کے علاوہ اور کچھ ممکن نہیں ہے۔''

شیروک گہری سانس لے کر خاموش ہوگئی۔ مصیبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ اپنے وقت کی

خطرناک ترین عورت تھی اور شیروک کے نام سے ہی جانی جاتی تھی۔

گونیا تھارم تو ایک مصنوعی نام تھا جو اس کی زندگی سے اب چپک کر رہ گیا تھا۔

اپنے غار میں واپس آنے کے بعد وہ بہت دیر تک سوچتی رہی اور پھر ایک دم چونک پڑی۔ اپنے پراسرار علوم کے حصول کے سلسلے میں اسے کچھ تھوڑی سی سدھ بدھ تھی۔ چنانچہ موقع ملتے ہی آدھی رات کے وقت اس نے اپنے عمل کا آغاز کر دیا۔ وہ کچھ باتیں معلوم کرنا چاہتی تھی۔ جب اس نے اپنا عمل دہرایا تو اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ لہریں سی نمودار ہو گئیں اور ایک آواز ابھری۔

''ہاں شیروک، کیا چاہتی ہے؟''

''مقدس روحو! میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کا ذریعہ بتاؤ۔''

''نہیں، تو جس طلسم میں آ پھنسی ہے یہاں سے نکالنے کے لئے ہم تیری کوئی مدد نہیں کر سکتے، ہاں البتہ تجھے ایک بات بتائی جا سکتی ہے۔''

''کیا؟''

''تھم واستو یا سالار زندہ ہے، اس کا پورا گروہ زندہ ہے جس میں تیرا شوہر جان کرسٹوفر بھی شامل ہے۔ وہ لوگ بھوج گرو کے پاس موجود ہیں۔''

''کیا؟'' شیروک خوشی سے اچھل پڑی۔ ''وہ سب زندہ ہیں؟''

''ہاں۔''

''کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتیں کہ مجھے وہاں تک پہنچا دو؟''

''آ ہمارا پیچھا کر۔'' اسے جواب ملا اور وہ پراسرار لکیریں اس کی رہنمائی کرنے لگیں۔

ہر طرف ایک خاموشی اور ویرانی طاری تھی۔ گہرے سناٹے میں سانسوں کی آواز تک سنائی دے رہی تھی۔ اسے ایک غار کی جانب اشارہ کر کے کہا گیا۔ ''اس کے اندر چلی جا، وہ سب تجھے مل جائیں گے۔''

شیروک نے تیزی سے دھڑکتے دل کو سنبھالا اور غار میں داخل ہو گئی۔ اتفاق سے اس وقت یہ پورا گروپ یکجا تھا۔ یہ لوگ ان ہی حالات کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ شیروک کو دیکھ کر سب دم بخود ہو گئے۔

شیروک نے ان کے قریب جا کر کہا۔ ''کوئی انسان بڑا چھوٹا نہیں ہوتا۔ فطرت بڑی ہوتی ہے اور میں جانتی ہوں کہ یہاں سب بڑے لوگ بیٹھے ہیں۔ تمہاری زندگی پر میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں جبکہ میں نے خود تمہاری موت کی سازش کی تھی۔ ایک ہارا ہوا دشمن اپنی شکست کا اعتراف کرنے آیا ہے اور تم لوگوں سے مدد چاہتا ہے۔''

شیروک کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔ پھر اس نے جان کرسٹوفر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”جان تم میرے شوہر ہو، میں تم سے اپنے لئے سفارش کروانا چاہتی ہوں۔ میں نے زندگی بھر اپنے آپ کو بہت شاطر سمجھا ہے، لیکن اب میں ایک ہاری ہوئی جواری ہوں اور میری زندگی اور موت کا مسئلہ آ گیا ہے۔ کیا تم لوگ مجھے زندگی دے سکتے ہو۔ میرا اصل نام شیروک ہی ہے اور میں مہذب دنیا ہی کا ایک باشندہ ہوں۔ ایک مخصوص منصوبے کے مطابق دریائے مستونگ میں موجود ہیروں کی کہانی مجھ تک پہنچائی گئی اور میں ٹریپ ہو گئی۔“

شیروک نے اب تک ہونے والی معلومات سے ان لوگوں کو آگاہ کیا اور کہنے لگی۔ ”میں کسی قیمت پر یہاں کی حکمران یا دیوی نہیں بننا چاہتی تھی۔ میرے ذہن میں بس یہ بات تھی کہ میں یہاں اقتدار حاصل کرلوں گی اور اس کے بعد کوئی مناسب موقع دیکھ کر دریائے مستونگ کے ہیرے حاصل کروں گی اور اپنے اس گروپ کے ساتھ لڑ بھڑ کر یا چالاکی سے یہاں سے نکل جاؤں گی، لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ میرے گروپ کے لوگ مارے گئے اور میں بالکل تنہا رہ گئی۔ اب جو میرے ساتھ ہونے والا ہے وہ یہ ہے کہ ناتھون مجھے دیوی کی حیثیت سے قبیلے کے سامنے پیش کرے گا اور پھر مجھے ایک شخص کی قید میں دے دیا جائے گا جو میرے شوہر کا کردار ادا کرے گا۔“

شیروک نے ان لوگوں کو تفصیل بتائی اور بولی۔ ”سالار یا صحیح معنوں میں ان کا ہونے والا روحانی پیشوا تھم واستو یہاں پر اپنی بڑائی قائم کرے گا۔ یہ مخالف گروہ کا منصوبہ ہے اور مخالف گروہ کا روحانی پیشوا بھوج گروہ اور شوارم وغیرہ ہیں۔ سالار میں چاہتی ہوں کہ تم یہاں کے روحانی پیشوا بنو، یعنی وہ جو دیوی کی جگہ ہوتی ہے اور ہم لوگوں کو یہاں سے نکل جانے کا موقع دے دو۔ ہم ہیرے لے کر یہاں سے نکل جائیں گے اور پھر آپس میں بانٹ لیں گے۔“

وہ سب عجیب سی نگاہوں سے شیروک کو دیکھ رہے تھے۔ جگت چوہان نے بھگت رائے کا چہرہ دیکھا، پھر شیروک سے بولا۔ ”شیروک جو کچھ تم کرتی رہی ہو، مکمل طور سے ہمارے علم میں ہے تم نے کتنی ہی بار سالار کی جان لینے کی کوشش کی ہے اور بس تقدیر نے اسے بچایا ہے، لیکن بہرحال ہمیں غور کرنے دو۔ اس وقت تم ناتھون کے پاس ہو؟“

”ہاں ...... اور وہ بہت جلد مجھے دیوی کی حیثیت سے قبیلے کے لوگوں کے سامنے پیش کرنے والا ہے میں چاہتی ہوں کہ اس سے پہلے آپ لوگ سالار کو منظر عام پر لے آئیں اور سالار دیوتا کی حیثیت سے قبیلے کے سامنے آئے، اس سلسلے میں بھوج گرو سے مکمل تعاون کیا جائے۔ ہم کوشش کریں گے کہ ہمیں ہیرے دستیاب ہو سکیں، لیکن اگر ہیرے نہ بھی ملے تو بھی آپ لوگوں کے اشارے پر عمل کروں گی اور جیسا آپ چاہیں گے میں ویسا کروں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ ہمیں غور کرنے کا موقع دو۔“ بھگت رائے نے کہا۔

”میں جا رہی ہوں، لیکن اس امید کے ساتھ کہ آپ لوگ اب میری بے بسی پر ترس کھائیں گے۔ جان کرسٹوفر! میں نے تمہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ بے شک میں ایک منصوبے کے تحت ہی تم سے ملی تھی، لیکن میرا منصوبہ فیل ہو چکا ہے۔ اب اگر تم چاہو تو مجھے اپنے پاس رکھنا ورنہ مجھے میری دنیا میں واپس بھیج دینا۔ میں تم سے ان دنوں کا صلہ مانگتی ہوں جو میں نے تمہارے ساتھ گزارے، چلتی ہوں۔“ شیروک بے بسی سے گردن جھکائے غار سے باہر نکل گئی۔

تمام لوگوں کے چہرے غور و فکر کی تصویر بن گئے تھے۔ خاصی دیر گزر گئی تو بھگت رائے نے جن کرسٹوفر سے پوچھا۔ ”ہاں جان کرسٹوفر! کیا کہتے ہو تم اس بارے میں؟“

”نہیں اب صورتحال بالکل بدل گئی ہے، اس عورت نے بہت بڑا فراڈ کیا۔ وہ صرف ہیروں کے لئے یہاں تک آئی تھی۔ خیر یہ تو ہمارے اپنے ذہن میں بھی تھا' لیکن جس طرح اس نے سالار کو ہلاک کرنے کی کوشش کی اور جس طرح تقدیر نے ہمیں زندگی بخشی اس کے بعد ہم اس سے مفاہمت نہیں کر سکتے۔“

اچانک ہی سالار اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ وہ چند قدم آگے بڑھ کر بھگت رائے کے پاس پہنچ گیا اور پھر اس نے بھگت رائے کے پاؤں چھوئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”میں کچھ کہنا چاہتا ہوں مہاراج۔“ سب لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

بھگت رائے نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔ ”ہاں سالار۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو تم؟“

”آپ لوگ جانتے ہیں کہ شوارم اس قبیلے کے روحانی پیشوا کی تجویز کے مطابق میری زندگی بچا کر مجھے آپ کی دنیا میں لے گیا تھا تا کہ جب میں جوان ہو جاؤں تو مجھے واپس لا کر اس قبیلے کا روحانی پیشوا یا دیوتا بنا دیا جائے۔ میں نے خان مراد کے ساتھ پرورش پائی اور میری ماں جو خان مراد کی بیوی تھی میرے لئے حقیقی ماں سے بڑا درجہ اختیار کر گئی۔ اس نے مجھے ممتا کے وہ تمام مدارج دیئے جن کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھے اپنی ماں سے بے حد پیار ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس دنیا سے جس میں، میں نے پرورش پائی تھی، میرے پالن ہارو، میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والو، میں اب اس دنیا کا انسان نہیں ہوں۔ نہ مجھے قبیلے کا دیوتا بننے سے کوئی دلچسپی ہے نہ اس ویرانے میں رہنے کی خواہش ہے۔ یہاں سب میرے لئے اجنبی ہیں۔ میری دنیا وہ ہے جو آپ لوگوں کی دنیا ہے۔ میں ہرگز یہاں نہیں رہ سکتا۔ میرے پالن ہار، میرے مالک میں تمہارے ساتھ ہی یہاں سے واپس جاؤں گا۔ میں اس دنیا کا نہیں تمہاری دنیا کا ایک فرد ہوں۔ مجھے ہمت دو اس کے علاوہ میں یہ چاہتا ہوں کہ شیروک جس نے ہمیشہ مجھ سے دشمنی کی ہے یہاں کی گونیا تھارم

بنے اور یہیں رہے۔ یہ اس کی سزا ہے اگر آپ لوگوں نے مجھے یہ اعزاز نہ بخشا تو میں خود اپنی حفاظت کروں گا۔ میرے ساتھ آپ جو سلوک چاہیں کریں۔ مجھے اعتراض نہیں ہوگا، لیکن یہ بات میں نہیں مانوں گا۔ اپنے طور پر جو کچھ کر سکتا ہوں وہ کروں گا چاہے اس کے بعد مجھے موت کا شکار ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔"

سب کی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ سب دم بخود تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ سالار کے جذبات کا بھی خیال کر رہے تھے اور پھر بھگت رائے اپنی جگہ سے اٹھا اور روتا ہوا سالار سے لپٹ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "میرے بچے کون چاہتا ہے کہ تو ہم سے جدا ہو جائے۔ میں صرف اس لئے خاموش تھا کہ کہیں تیرے دل میں بھی قبیلے کا دیوتا بننے کی خواہش نہ ہو۔ میں کہے دیتا ہوں تم لوگوں سے سالار جو کچھ کہہ رہا ہے ہمیں وہی کرنا ہوگا۔"

"ہم وہی کریں گے۔" ساری آوازیں ایک ساتھ ابھریں اور سمیتا کی آنکھوں سے آنسو لڑھک کر گالوں پر بہنے لگے۔

✤ ✤ ✤

شیروک نے دوبارہ ان لوگوں سے ملنے کی کوشش کی۔ وہ خفیہ طریقے سے اس غار میں داخل ہوئی جہاں یہ لوگ مقیم تھے، لیکن غار خالی تھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کافی دیر تک اس غار میں کھڑی رہی اور اس کے بعد ادھر اُدھر ان لوگوں کو تلاش کرنے لگی۔

پھر اس کے چہرے پر عجیب تاثرات پھیل گئے۔ بہت چالاک تھی اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ لوگ اس کے منصوبے پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں، لیکن اس وقت وہ شدید خوفزدہ ہوگئی، جب واپس اپنی قیام گاہ میں پہنچی اور اس نے ناتھون کو قہر و غضب کا دیوتا بنے ہوئے پایا۔

ناتھون خونی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا، پھر اس نے کہا۔ "کہاں گئی تھیں گونیا تھارم؟"

"مم...... میں، میں ایسے ہی......"

"نہیں...... تمہیں کہیں بھی جانے کی اجازت نہیں ہے' کیونکہ کل رات کو ہم تمہیں عبادت گاہ کے منچ پر اپنے قبیلے والوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ تم گونیا تھارم کی حیثیت سے قبیلے والوں کے سامنے آؤ گی اور اس کے بعد تمہارا مرتبہ مزید بڑھ جائے گا۔"

"لیکن مقدس گرو، میں گونیا تھارم نہیں بننا چاہتی۔"

"اس کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔" ناتھون نے کہا اور اس کے بعد گونیا تھارم کو لئے ہوئے ایک اور غار میں داخل ہوگیا۔

یہ غار دراصل قید خانہ تھا، وہ بے بسی کی نگاہوں سے ناتھون کو دیکھنے لگی تو ناتھون نے اسے قید

خانے میں دھکیل کر باہر سے موٹا سلاخوں دار دروازہ بند کر دیا۔ پھر بولا۔ "گونیا تھارم، تیرے پاس جتنا علم ہے مجھے اس کی مکمل تفصیل معلوم ہے۔ اپنے علم سے کام لے کر کوئی ایسی جدوجہد نہ کرنا جو بعد میں تیری قاتل بن جائے۔"

"دیکھا جائے گا۔" گونیا تھارم یا شیروک کرخت لہجے میں بولی۔

ناتھون وہاں سے چلا گیا تھا اور گونیا تھارم سخت پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ پھر اس وقت وہ دہشت زدہ ہوگئی جب اس نے ستھاروا کو قید خانے کے دروازے کے پاس آتے ہوئے دیکھا۔ ستھاروا اسے گھور رہا تھا، پھر وہ بھاری آواز میں بولا۔ "گونیا تھارم! مجھے تیرا مالک بنا دیا گیا ہے۔ بہتر ہے کہ مجھ سے تعاون کر اور کوشش کر کہ میری محبت بن سکے، میں تیرے ساتھ بہت اچھا سلوک کروں گا۔"

گونیا تھارم دانت پیستے ہوئے اسے گھورتی رہی تھی۔ پورا دن گزر گیا۔ اسے ایک بار پھر موقع نہیں ملا تھا کہ وہ اپنے لئے کچھ کر سکے۔ سخت پریشانی کا شکار تھی اور پھر رات ہوگئی۔

رات کو اسے تیار کیا جانے لگا۔ شیروک نے آخری فیصلہ یہ کیا تھا کہ جب اسے عبادت گاہ کے منچ پر لے جا کر قبیلے کے سامنے پیش کیا جائے گا تو وہاں وہ بتائے گی کہ قبیلے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ گونیا تھارم نہیں' بلکہ اس دنیا کی ایک فرد ہے جو ان پہاڑوں سے بہت دور مہذب آبادی کی دنیا کہلاتی ہے۔ یہاں وہ انتشار برپا کرے گی اور سالار کے بارے میں بھی سب کچھ بتا دے گی۔

بہر حال وقت آ گیا اور وہ لوگ اسے لے کر چل پڑے۔ راستے میں ناتھون اسے ملا۔ اس نے بڑے احترام سے ایک مشروب کا گلاس اسے دیا اور کہا کہ یہ پی کر جائے۔

شیروک کے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں آئی تھی۔ اس نے مشروب پی لیا۔ پھر اسے عبادت گاہ کے منچ تک لے جایا گیا۔ اس نے دیکھا کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہیں۔

اسے ایک اور احساس بھی ہوا کہ اس کے ہونٹ آپس میں چپک گئے تھے۔ اس نے بہت کوشش کی کہ بولنے کے لئے ہونٹ کھولے، لیکن ہونٹ مکمل طور پر بند ہوگئے تھے اور ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہیں نکل سکا تھا۔

✤ ✤ ✤

بھوج گرو نے سالار کو طلب کر لیا۔ سالار اپنی روایتی سعادت مندی سے ان کے سامنے پہنچ گیا۔ تب بھوج گرو نے شوارم کو اشارہ کیا اور شوارم نے کہا۔ "قبیلے کے ہونے والے روحانی پیشوا، وہ وقت آ گیا ہے کہ تجھے تیرا منصب مل جائے۔ تیری ماں گونیا تھارم تجھے جنم دے کر دنیا سے چلی گئی اور تیرے دشمن تیرے درپے ہوگئے، لیکن مقدس روحوں نے تیری حفاظت کی اور آخر کار واپس لے آئیں۔ آج کی رات بہت مقدس ہے کہ تجھے تیرا منصب مل جائے گا اور ہماری برسوں کی محنت بار

آور ہوگی۔ رات کو ناتھون اس نقلی عورت کو قبیلے کے سامنے گونیا تھارم کی حیثیت سے پیش کرے گا، لیکن عین وقت پر بھوج گرو نمودار ہو کر حقیقت بتائیں گے اور تمہیں قبیلے والوں کے سامنے پیش کر دیں گے۔ بھوج گرو جو کہیں گے اس پر یقین کیا جائے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا کہ وہ کوئی فساد نہ کر سکے۔"

"ایسا نہیں ہوگا مقدس پیشوا۔" سالار کے الفاظ نے سب کو چونکا دیا۔

"تو نے کچھ کہا تھم واستو۔"

"ہاں میں نے دوسری دنیا میں پرورش پائی ہے اور میں ذہنی طور پر وہیں کا باشندہ ہوں، میں کسی بھی حیثیت سے یہاں نہیں رہ سکتا۔ بھوج گرو میں آپ کے قدموں کی خاک ہوں، لیکن اگر مجھے اس طرح قبیلے والوں کے سامنے پیش کیا گیا تو میں اپنے تھم واستو ہونے سے انکار کر دوں گا۔ چنانچہ مجھے موقع دیا جائے کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں سے چلا جاؤں۔ یہی میری خواہش ہے۔"

شوارم آگ بگولا ہو گیا اور غرا کر بولا۔ "گویا تو ہماری زندگی بھر کی محنت اور جدوجہد کو خاک میں ملانا چاہتا ہے۔ تو کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔"

شوارم کچھ اور کہنا چاہتا تھا' لیکن بھوج گرو نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا اور بولا۔ "نہیں شوارم، تو مجھ سے بار بار میری پریشانی کی وجہ پوچھ رہا تھا، تجھے وجہ پتہ چل گئی۔ بستان پتر میں یہی نشان آ رہے تھے' جو مجھے بتا رہے تھے کہ تھم واستو اس کے لئے تیار نہیں ہوگا اور قبیلے کی حکمرانی اسی نقلی عورت کے حصے میں آئے گی جو خود بھی یہ سب نہیں چاہتی۔"

"تو ہمیں کیا کرنا ہوگا گرو جی؟" شوارم نے پوچھا۔

"ہمارا کام ختم ہو گیا۔ بستان پتر کی تحریر میں کون مداخلت کر سکتا ہے۔ ناتھون جو کچھ کر رہا ہے اسے کرنے دو' اس وقت جب قبیلہ گونیا تھارم کی خوشیاں منا رہا ہو، ان لوگوں کو نیلاب بھون کی گہرائیوں میں اتار دو تاکہ یہ اپنی دنیا میں روانہ ہو جائیں۔" بھوج گرو اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی گپھا میں چلا گیا۔

اور شوارم نے آلاشی سے کہا۔ "اس بدنصیب کو مستونگ کے عجائبات کی سیر کرا دو تاکہ اسے ہمیں چھوڑنے کا دکھ زندگی بھر رہے۔" آلاشی نے آنسو بھری نگاہوں سے سالار کو دیکھا اور پھر اسے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑی۔

* * *

بڑا سنسنی خیز ماحول تھا۔ شیرڈک یا گونیا تھارم ایک بڑے سے غار میں بیٹھی کسی عمل میں معروف تھی اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار پائے جاتے تھے۔ بڑا پراسرار کردار تھا۔ اس کا۔ کیا ماضی تھی۔ کس طرح اس نے زندگی گزاری تھی اور کس طرح ان روحانی قوتوں کے چکر میں پڑ کر یہاں تک پہنچی تھی۔ یہ سب صیغہ راز میں تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ آبادیوں سے بہت دور کوئی ایسی جگہ موجود ہے۔ جہاں گونیا تھارم ایک الگ ہی حیثیت کی حامل ہے۔ شاید کچھ ایسے ہی منصوبوں کی تکمیل کے لئے اس نے اپنی وہ دنیا چھوڑ کر ادھر کا رخ کیا تھا۔ جن منصوبوں سے اس کے اپنے خوابوں کو تعبیر ملتی تھی۔

اس وقت بھی وہ اپنی ان پراسرار قوتوں کو آواز دے رہی تھی۔ جن سے اسے بڑی امیدیں تھیں اور پتہ نہیں اس کی ان قوتوں کی پہنچ کہاں تک تھی کہ اس وقت ایک عجیب و غریب کام زیر عمل تھا۔ پتھر کا ایک بڑا سا ٹکڑا جس پر اس نے کچھ عمل کر کے اسے اپنے سامنے رکھا تھا۔ آہستہ آہستہ رنگ تبدیل کر رہا تھا اور اس سے ہلکی ہلکی شعاعیں نمودار ہو رہی تھیں۔

ادھر دریائے مستونگ میں ایک الگ ہی کھیل ہو رہا تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں اگر اس کھیل کو دیکھ لیا جاتا تو دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ بے شمار چھوٹی چھوٹی کشتیاں جن میں سیاہ لبادے میں ملبوس بے شمار افراد انتہائی خوفناک اسلحے سے لیس دریائے مستونگ کی لہروں کے ساتھ بہتے ہوئے اسی طرف آ رہے تھے۔ ایسی مکمل خاموشی تھی کہ یقین نہیں آتا تھا کہ اتنے افراد کی تعداد اس طرح خاموش رہ سکتی ہے۔ پھر ایک مخصوص ساحل پر پہنچ کر انہوں نے اپنی کشتیاں خشکی پر کھینچ لیں اور اس کے بعد ان پر سے اسلحہ اتار کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

گویا گونیا تھارم کے پراسرار علوم اس وقت کام آ رہے تھے۔ وہ پتھر کے اس ٹکڑے کو جس سے مدھم مدھم شعاعیں خارج ہو رہی تھیں۔ نگاہیں جمائے دیکھ رہی تھی کہ دفعتاً ہی اس پتھر کے ٹکڑے کا رنگ بالکل سفید ہو گیا اور پھر اس سے ایک آواز ابھری۔

"میڈم شیرڈک۔" گونیا تھارم خوشی سے اچھل پڑی تھی۔ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"کون بول رہا ہے؟"

"آپ کا خادم ڈی ایس آرنالڈو۔" ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی اور گونیا تھارم نے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ لئے وہ شدت جوش سے کچھ بول بھی نہیں سکی تھی۔ اس کے بدن پر ہلکی ہلکی کپکپاہٹ طاری ہو رہی تھی۔ دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

"میڈم شیروک آپ کا خادم آرنالڈو۔"

"ہاں۔ میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔ آرنالڈو اور مجھے یوں لگ رہا ہے۔ جیسے تم مجھ سے زیادہ دور نہیں ہو۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا ناں میڈم...... ایک معاہدہ تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان کہ جس طرح آپ نے زندگی میں ایک بار میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کیا تھا جس سے مجھے نئی زندگی ملی تھی۔ اسی طرح میں نے بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ میڈم میری دلی آرزو ہے کہ ایک بار صرف ایک بار میں آپ کیلئے بھی وہ کچھ کروں، جو آپ نے میرے لئے کیا۔"

"آرنالڈو...... باتوں کا وقت نہیں ہے تم کہاں ہو۔؟"

"آپ سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں۔ میڈم میں ان کالی چٹانوں کے قریب پہنچتا جا رہا ہوں جن کی بلندیاں مجھے آپ تک لے جاسکتی ہیں اور میرا گروہ ان پہاڑیوں کو ریزہ ریزہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

"تب پھر میں تمہاری رہنمائی کرتی ہوں۔ تم یہاں آکر مجھے یہاں سے نکال لو۔ میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔"

"میڈیم! میں نے آپ سے عرض کیا نا کہ مجھے آپ کے راستے معلوم ہیں۔ بس آپ کی اجازت درکار ہے۔"

"میرے ساتھ کچھ لوگوں کا ایک گروپ ہے۔ میں انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔"

"کیا یہ آپ کے دوست ہیں؟"

"دوست نہیں۔ قیدی، وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ہم جو لوگ ہیں، لیکن میں انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔ کیا تمہارے پاس اس کا انتظام ہے؟"

"ہم سارے انتظامات کر کے آئے ہیں میڈم۔"

"تب پھر تمہیں اس غار کے بارے میں معلوم ہوگا۔ جہاں وہ لوگ قید ہیں۔"

"نہیں۔ آپ ذہنی طور پر ہماری رہنمائی اس طرف کریں۔"

"اور میرے اور تمہارے ذہن کے درمیان تو رابطہ ہے ہی۔"

"ہاں۔"

"تو آنکھیں بند کرو۔ میں تمہیں وہ راستہ بتاتی ہوں۔" شیروک نے کہا اور خود بھی آنکھیں بند کرلیں تھوڑی دیر کے بعد ڈی ایس آرنالڈو کی آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ مجھے وہ راستہ معلوم ہوگیا ہے۔ میڈیم شیروک میں اپنے آدمیوں کا ایک گروہ ادھر بھیج رہا ہوں۔ باقی اب میں ان پر حملہ کرنے والا ہوں۔"

"میں انتظار کر رہی ہوں۔"

پتہ نہیں دوسرے لوگوں کی کیا کیفیت تھی۔ یہاں کے رہنے والے کس انداز میں کام کر رہے تھے۔ روحانی پیشوا جو بڑی بڑی حیثیتیں رکھتے تھے، کسی عمل میں مصروف تھے۔ سالار اور اس کے گروپ کے لئے جو کچھ کہا گیا تھا اس کی کیا حیثیت تھی اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ شوارم نے آراشی سے کہا تھا کہ سالار کو مستونگ کے عجائبات کی سیر کروا دو تاکہ اسے ہمیں چھوڑنے کا دکھ زندگی بھر رہے۔ شاید آلاشی اس وقت یہ سب کچھ کر رہی تھی کہ اچانک ہی پہاڑوں میں خوفناک زلزلہ آگیا۔ ایسے ہولناک دھماکے ہوئے کہ چٹانیں تو چٹانیں پہاڑ کے پہاڑ فضاء میں بلند ہوگئے۔ چاروں طرف غلغلہ مچ گیا۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ کالے لباسوں میں ملبوس سیاہ پوش عجیب و غریب ہتھیار لئے ہر طرف حملے کرتے پھر رہے تھے اور شیروک مسکرا کر کھڑی ہوگئی تھی۔

ادھر آلاشی اس وقت ایک سرنگ سے گزر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بدستور آنسو رچے ہوئے تھے۔ ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ وہ سالار سے کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن آواز نہیں نکل پا رہی تھی۔ تب پہلا دھماکہ ہوا اور سرنگ کے آگے کا حصہ منہدم ہوگیا۔ دھماکہ اتنا خوفناک تھا کہ اعصاب پر قابو پانا ناممکن سا ہوگیا تھا۔ خود سالار کے اعصاب بھی کشیدہ ہوگئے تھے۔ سرنگ کا اگلا حصہ چونکہ دھماکے کا شکار ہوگیا تھا۔ سالار نے خود ہی آلاشی کا ہاتھ پکڑا اور پیچھے کی سمت بھاگنے لگا۔ پھر اس کے بعد تو پہاڑ ادھڑنے لگے۔ ایسے خوفناک دھماکے ہو رہے تھے کہ دماغ سن ہوا جا رہا تھا۔ پھر سالار کو آلاشی کی چیخ سنائی دی۔

آلاشی اندھوں کی طرح بھاگ رہی تھی اور سالار اس کے ساتھ تھا کہ اچانک ہی اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ سالار کو بہت دیر تک تو ہوش ہی نہیں آیا، لیکن اس کے بعد اچانک ہی اس نے محسوس کیا کہ وہ کہیں پانی میں گرا ہے۔ آلاشی کا ہاتھ اب اس کے ہاتھ میں نہیں تھا اور وہ تنہا تھا۔ پانی کی بھیانک لہریں اسے بہا کر لے جا رہی تھیں۔ حالانکہ سالار کی جسمانی قوتیں بے پناہ تھیں وہ اگر چاہتا تو ہوش و حواس سے کام لے کر پانی کی ان خوفناک لہروں سے مقابلہ کرسکتا تھا، لیکن اس وقت صحیح معنوں میں اس کے اعصاب بھی اس کا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ ہوش وحواس میں رہا۔ اس کے بعد اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ شاید وہ زندگی میں پہلی بار بے ہوش ہوا تھا اور بے ہوشی کی یہ منزل نجانے کتنی دیر تک قائم رہی تھی۔

پھر اسے ہوش آیا اور اس نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا۔ وہ خشکی پر پڑا ہوا تھا۔ جس جگہ وہ پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے تھوڑے فاصلے پر دریائے مستونگ بہہ رہا تھا۔ کنارے پر گھاس اگی ہوئی تھی اور پتے پانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ سالار نے اپنی دائیں سمت گھاس اور پتوں کا جال بچھا ہوا دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ صورتحال کا جائزہ لیتا رہا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ گزرے ہوئے واقعات اس کے ذہن کے پردوں پر ضربیں لگا رہے تھے وہ سب کچھ یاد کر چکا تھا۔ اس کے ہر طرف پہاڑ بکھرے ہوئے تھے۔ یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ اب وہ کون سی جگہ پر ہے' لیکن ایک بات اسے عجیب سی لگ رہی تھی' یہ جو جگہ بھی تھی' اس کا ماحول اور موسم کچھ مختلف ساتھ' روشنی بس اجالے کی شکل میں تھی اور یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کیا وقت ہوا ہے۔ سالار کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ وہ یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہاں زندگی کے آثار ہیں یا نہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اسے اندازہ ہوگیا کہ یہاں زندگی کے آثار ہیں ایک قد آور جنگلی بھینسا زمین پر اپنی خوراک تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ وہ تھا تو کافی قد وقامت کا مالک' لیکن بھوک پیاس سے نڈھال محسوس ہوتا تھا۔ سالار اپنی جگہ ساکت ہوگیا تھا اور دلچسپی سے جنگلی بھینسے کو دیکھتا رہا' جو اس کی موجودگی سے بے نیاز اپنے کام میں معروف تھا۔ ابھی وہ بھینسے کی جانب متوجہ تھا' کہ دفعتاً اسے پتھروں کے لڑھکنے کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز اس کے عقب سے آئی تھی۔ بھینسا البتہ اس کی جانب متوجہ نہیں ہوا تھا' لیکن سالار نے پلٹ کر دیکھا اور جو کچھ اس نے دیکھا اس نے اسے ششدر کر دیا۔

جنگل جیسی جگہ کے مختلف حصوں سے لمبے سبز رنگ کے سانپ رینگتے ہوئے باہر آ رہے تھے اور ان کے آگے بڑھنے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ وہ موٹے موٹے سانپ تقریباً دو انچ' ڈیڑھ انچ اور بعض جگہ آدھے انچ کی موٹائی رکھتے تھے' لیکن ان کے آگے بڑھنے کی رفتار بہت تیز تھی۔ اچانک ہی اسے یہ احساس ہوا کہ درحقیقت یہ سانپ نہیں ہیں کیونکہ ان میں سانپوں جیسی کیفیت نہیں پائی جاتی تھی اور پھر سانپ اتنے لمبے بھی نہیں ہوتے کہ ان کا سلسلہ ختم ہی نہ ہو سکے۔ وہ تاحد نظر پھیلے ہوئے سرے تک آگے بڑھ رہے تھے۔ کہیں بہت زیادہ کہیں کم۔

دفعتاً ہی سالار کو ایک اور احساس بھی ہوا۔ وہ یہ کہ یہ عجیب وغریب شئے چاروں طرف سے امڈ رہی ہے۔ جب اسے یہ احساس ہوا کہ اس لمبی لمبی عجیب شے نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے تو اسے اپنے بچاؤ کی فکر ہوئی اس کے بعد اس نے انہی نوکیدار چٹانوں پر دوڑنا شروع کر دیا۔ یہ

عجیب وغریب گھاس نما چیز اسے چاروں طرف سے گھیر رہی تھی۔

اس کے اگلے سرے اوپر اٹھتے اور پھر زمین پر پٹخ جاتے' لیکن اس میں جانداروں جیسی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ سوائے اس کے رینگنے کی رفتار بہت تیز تھی۔ سالار کو ایک اونچی جگہ نظر آئی تو وہ چھلانگ لگا کر اوپر پہنچ گیا' لیکن گھاس کا ایک سرا اس کے پاؤں تک پہنچ چکا تھا۔ یہ صرف ایک ہی گھاس کی لمبائی تھی۔ جو اتفاق سے آگے بڑھ کر سالار کے پاؤں کو چھونے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا پاؤں کسی لجلجی اور نرم سی چیز کی گرفت میں آ گیا ہو۔ بالکل سانپوں جیسی یہ گرفت اتنی سخت تھی کہ وہ اوندھے منہ گر پڑتا اور اس طرح اسے پتھر سے ٹکرانے سے زخم آ جاتا' لیکن ایک اور چٹان اس کی معاون بنی اور اس نے اس چٹان کو پکڑ لیا۔ گھاس اپنی پوری قوت سے اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھی اور سالار کو صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت طاقتور ہے۔

اچانک ہی اس نے پتھر کا ایک ٹکڑا اٹھایا۔ تیز دھار والا تھا۔ اس نے اسے پکڑ کر پوری قوت سے گھاس کے لچکدار جسم پر دے مارا اور وہ وہاں سے ٹوٹ گئی' لیکن اس کے کڑے جیسی کڑی سالار کے پاؤں میں پھنسی رہ گئی تھی۔ اس طرح سالار اس بلند چٹان تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا' لیکن اسے یقین تھا کہ آگے بڑھتی ہوئی گھاس فوراً ہی اسے اپنے قبضے میں لے لے گی۔ البتہ یہاں سے اس نے ایک اور ہولناک منظر دیکھا۔ وہ بھینسا جو کچھ دیر قبل پہاڑی چٹانوں میں اپنے لئے غذا تلاش کر رہا تھا۔ گھاس کی گرفت میں آ گیا تھا۔ گھاس کے بہت سے سروں نے اسے اپنے جال میں پھنسا لیا تھا۔

یوں لگ رہا تھا۔ جیسے بھینسا بالکل بے بس ہوگیا ہو۔ دوسرا منظر اس سے بھی زیادہ دل دہلا دینے والا تھا۔ موٹی اور پتلی گھاس کے نوکیلے سرے بھینسے کے جسم میں اترتے چلے جا رہے تھے۔ حالانکہ وہ لجلجی تھی۔ مگر اس میں جسم کے اندر سوراخ کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ بھینسا خون سے تر بتر ہوگیا۔

سالار خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور اسے یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ وہ خود بھی گھاس کی گرفت میں اسی طرح آ سکتا ہے۔ اس نے چٹان کے دوسری طرف جھانکا۔ بلندی کے دوسرے سرے پر گھاس موجود نہیں تھی اور اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ گھاس کی لمبائی ختم ہوگئی ہے یعنی وہ اس کی رینج سے باہر تھا۔ بس چند ہی ایسے سرے تھے جو اس تک پہنچ سکتے تھے۔ اس نے گھاس کے چند سروں کو چٹان کی جانب رینگتے ہوئے بھی دیکھا تھا' لیکن وہ اس طرح رک گئے تھے جیسے آگے بڑھنے کے لئے زور لگا رہے ہوں اور اس میں ناکام ہوں۔

یہ خوفناک منظر تصور سے بھی باہر تھا۔ جب اس کی نگاہیں بھینسے کی جانب اٹھتیں تو وہ دہشت سے کانپ اٹھتا۔ بھینسے کا بدن آہستہ آہستہ خون اور گوشت سے خالی ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ ہی لمحوں کے

بعد اس کا ہڈیوں بھرا پنجر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ سالار کے جسم میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں۔ یہ گھاس یقینی طور پر گوشت خور تھی اور انسان یا کسی بھی جانور کو ہڑپ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اب اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ گھاس سے اسے کوئی خطرہ نہیں ہے اور وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ہاں...... البتہ اس نے یہ ضرور دیکھا تھا کہ گھاس کے سرے اس کی جانب سے بڑھنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھنے کا فیصلہ کر کے وہاں سے چل پڑا۔

نوکیلی چٹانوں پر سفر انتہائی دشوار گزار تھا اور اسے نہایت سست روی سے یہ فاصلہ طے کرنا پڑ رہا تھا۔ اب تک تو وہ جان توڑ کر دوڑا تھا اور راستے کے ہر خطرے کو اس نے نظر انداز کر دیا تھا' لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کے جسم میں کئی جگہ ان نوکیلی چٹانوں سے خراشیں لگ گئی تھیں' لیکن بہر حال آگے بڑھنا تو ضروری تھا۔ اس نے دیکھا کہ گھاس واپس لوٹ رہی ہے اور سکڑتی جا رہی ہے۔ بہر حال وہ آگے بڑھتا رہا۔

ایک بار پھر جسم میں نئی قوتیں بیدار ہو گئی تھیں اسے ابھی تک سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا جو کچھ گزر چکی تھی وہ اس کے ذہن میں خواب کی مانند تھی۔ آلاشی کے ساتھ سفر' دھماکے اور اس کے بعد دریائے مستونگ کی خوفناک لہریں' اسے موقع ہی نہیں مل سکا تھا کہ وہ ان لہروں میں اپنے توازن کو سنبھال سکتا اور پھر اس کا ذہنی رابطہ منقطع ہو گیا تھا' لیکن اسے تمام لوگ یاد تھے۔ ہر شخص اس کے ذہن میں تھا۔ پتہ نہیں ان لوگوں کے ساتھ کیا بیتی اور وہ اس وقت خود کہاں ہے۔ شیروک کا کیا ہوا۔ کیا اسے قبیلے کا سردار بنا دیا گیا اور یہ اچھا ہی ہوا وہ خود تو کچھ نہیں چاہتا تھا۔

بہر حال چٹانوں کا یہ سلسلہ کافی دور جا کر ختم ہوا اور اس کے بعد کسی قدر صاف ستھرا میدان آ گیا۔ اس میدان میں پہاڑی ٹیلے ابھرے ہوئے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں خاص طور سے یہاں ایستادہ کیا گیا ہو' ان ٹیلوں میں سوراخ نظر آ رہے تھے اور اچانک ہی سالار کو یہ احساس ہوا کہ ان سوراخوں کے دوسری طرف آبادی ہے۔ اس احساس کے ساتھ ہی اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ سوراخوں سے انسان ابلنے شروع ہو گئے۔ یہ لوگ پستہ قد اور کسی قدر سانولے رنگ کے مالک تھے' لیکن سب سے خاص بات یہ تھی کہ ان کا جسمانی نظام کچھ ذرا الگ سا تھا۔ جس طرح وہ ان سوراخوں سے باہر نکلے تھے اس سے سالار کو بڑی حیرت ہوئی اسے یوں لگا جیسے وہ لوگ اس کی یہاں موجودگی سے پہلے ہی ہوشیار ہوں۔ ان کے ہاتھوں میں پتھروں کے ہتھیار تھے اور اچانک ہی ان لوگوں نے اس پر ہتھیار برسانا شروع کر دیئے' لیکن کچھ حیرانی کی سی بات تھی۔

یہ ہتھیار اس کے جسم پر نہیں برسائے جا رہے تھے بلکہ ان ہتھیاوں سے اس کے گرد ایک حصار بنایا جا رہا تھا۔ وہ پتھروں کا قیدی بنایا جا رہا تھا۔ پتھر اس انداز میں ایک دوسرے پر گرتے رہے اور

سالار کے جسم کے کافی حصے کو ڈھانپنے میں کامیاب ہو گئے۔ البتہ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے جنبش کرنے کی کوشش کی تو یہ پتھر اس کے جسم کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

بہر حال وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ پھر اس نے چار ایسے افراد کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا جو لمبے تڑنگے تھے اور ان کے جسم بھی ڈھکے ہوئے تھے۔ رنگ خاصی حد تک سفید تھے۔ سب سے بڑی بات جو حیران کن تھی وہ یہ کہ ان کے سر کے بال کمر تک بکھرے ہوئے تھے اور داڑھیاں بھی سینے سے نیچے تک آ رہی تھیں۔ اسی طرح مونچھیں بھی ہونٹوں کے اوپر گری ہوئی تھیں۔ بھنویں تک سفید تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ بہت زیادہ عمر رسیدہ ہیں' لیکن انتہائی چاق و چوبند اور پھرتیلے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پتھروں کے لمبے لمبے ہتھیار تھے۔ جنہیں وہ مضبوطی سے ہاتھوں میں پکڑے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔

پستہ قامتوں کے انداز میں ان کیلئے احترام تھا۔ یہاں تک کہ وہ چاروں سالار کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ ان کی گہری سیاہ اور بڑی بڑی آنکھیں سالار کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

"تم اپنے آپ کو یہاں قیدی سمجھو۔"

سالار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ "میرا بھی اندازہ تھا کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔"

"پتھروں کے اس حصار کو عبور کر کے باہر نکل آؤ اور بغیر کسی غلط حرکت کے ہمارے ساتھ آگے بڑھو' لیکن ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم نے کوئی غلط حرکت یا بات کرنے کی کوشش کی تو یہ پتھر پھینک پھینک کر تمہارے جسم کو گوشت کے لوتھڑوں میں تبدیل کر دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"آؤ......" ان میں سے ایک نے مطمئن لہجے میں کہا اور سالار اس دیوار کو عبور کر کے دوسری طرف نکل آیا۔ وہ چاروں آدمی اس انداز میں کھڑے ہو گئے جیسے چاہتے ہوں کہ وہ ان کے درمیان آ جائے اور وہ اسے لے کر آگے بڑھیں۔ سالار کو شاید تجسس تھا۔ پتہ نہیں کون لوگ ہیں۔ بہر حال وہ ان کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر اس نے کوئی حرکت کی تو یقینی طور پر یہ لوگ اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ پہاڑی ٹیلوں کے درمیان اس نے بچوں کے رونے کی آوازیں بھی سنیں۔ عورتوں کے بولنے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں' لیکن کوئی عورت یا کوئی بچہ ان پہاڑی ٹیلوں سے باہر نہیں نکلا تھا۔

* * *

سالار گہری نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا اور ان کے بارے میں اندازے قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے یہ پتہ چل گیا کہ یہ لوگ اچھے خاصے ذہین اور تہذیب یافتہ ہیں اور زندگی گزارنے کا ڈھنگ جانتے ہیں۔ صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کا رہن سہن بھی ٹھیک ہے۔ بہت سے ٹیلوں کے درمیان سے نکلنے کے بعد سالار کو ایک عظیم الشان پہاڑی سلسلہ نظر آیا۔ یہ سلسلہ کافی دور تک چلا گیا تھا اُن لوگوں کا رخ پہاڑوں کے دامن میں بنے ہوئے ایک عظیم الشان سوراخ کی طرف تھا اور وہ سالار کو اسی جانب لے جا رہے تھے۔ سالار کے ذہن میں اب سنسنی اور تجسس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ آخر کار وہ غار کے دہانے پر پہنچ گئے اور پھر ان میں سے ایک نے اس کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

سالار غار کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر قدم رکھتے ہی احساس ہو گیا تھا کہ اس غار کو بڑی ذہانت سے قابل استعمال بنایا گیا ہے چھت کے قریب بڑے بڑے سوراخ نظر آ رہے تھے۔ جن سے روشنی اندر آ رہی تھی' لیکن ان سوراخوں سے آنے والی روشنی نے پورے غار کو روشن کیا ہوا تھا۔ بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے اور انہیں بھی بہترین نشست گاہوں کا رنگ دیا گیا تھا' لیکن ایک بڑے تخت نما ٹکڑے پر اسے جو شخصیت نظر آئی اسے دیکھ کر سالار دنگ رہ گیا۔ وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ جس شخصیت کو وہ دیکھ رہا ہے یہ وہی ہے یا کوئی اور...... سرخ و سفید جسم کی مالک گداز اور حسین ہونٹ رکھنے والی' تیز اور شفاف آنکھوں سے مزین گونیا تھارم اس کے سامنے بیٹھی مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ سالار کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے بند ہو گئیں وہ یقین کر لینا چاہتا تھا کہ اس کی بینائی نے جو منظر اس کے سامنے پیش کیا ہے وہ اس کا وہم ہے یا حقیقت۔ چاروں افراد جو اسے ساتھ لیکر آئے تھے پیچھے ہٹے اور آہستہ آہستہ غار کے دہانے سے باہر نکل گئے۔

بہرحال سالار گونیا تھارم کو دیکھتا رہا۔ اس کی مسکراہٹ میں بڑا طنز اور بڑا تیکھا پن تھا۔ سالار ساکت و جامد کھڑا اسے دیکھتا رہا اور گونیا نے اپنا ہاتھ پتھر پر ٹکایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''عظیم کتھا وور تھا...... گونیا تھارم اپنے دیس میں خوش آمدید کہتی ہے۔'' سالار کے منہ سے اب بھی کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ گونیا نے پھر کہا۔ ''کتھا، تھارم۔'' میں نے غلط تو نہیں کہا۔ یہ تمہارا نیا نام ہے جو میں نے تمہیں دیا ہے۔ تمہاری اپنی شخصیت سے مطابقت رکھتا ہوا۔ نجانے کیوں تمہیں دیکھ کر یہ ہی نام میرے ذہن میں آتا ہے۔'' سالار اس جادوئی عورت کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں حقیقت ہے یا اسے دھوکہ ہوا ہے۔ اگر آنکھوں کو دھوکہ ہوا ہے تو کیا کان بھی خراب ہو گئے ہیں۔ پھر یہ آواز اس کے کان میں کہاں سے آ رہی ہے۔ تب اس بات پر یقین کیوں نہ کیا جاتا۔ کہ اس عظیم الشان غار میں گونیا تھارم جیسی پراسرار عورت موجود ہے۔

سالار نے گونیا کے خلاف جو کچھ بھی کیا تھا وہ ایک الگ بات تھی' لیکن اسے اس قدر اندازہ نہیں تھا کہ یہ عورت بالکل طلسمی حیثیت کی مالک ہو سکتی ہے۔ کوئی عقل میں آنے والی بات تھی۔ وہاں پہاڑوں میں جو کچھ ہوا تھا۔ اسے کیا کہا جا سکتا تھا۔ پھر یہ زندہ سلامت یہاں کیسے پہنچ گئی۔ بہرحال گونیا اسے دیکھتی رہی۔ پھر چند قدم آگے بڑھ کر سالار کے بالکل قریب پہنچ گئی۔

''سالار...... ہمارے ساتھ بہت سے واقعات اور بہت سے حادثات ہوئے ہیں۔ اگر ان حادثات کو ایک جگہ جمع کیا جائے اور کسی کو سنایا جائے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ تم بھی دنیا کے لئے بالکل مختلف کردار کی حیثیت رکھتے ہو اور میں بھی وہ سب جو تمہارے مالک بن بیٹھے تھے تمہارے مالک نہیں تھے کیا سمجھے؟ اور اب ہم جس نئی دنیا میں آئے ہیں اور سالار تمہیں یہاں لانے کا جو مقصد میرے دل میں ہے اب ہمیں اس پر کام کرنا ہو گا۔ تم وہاں نہیں رہنا چاہتے تھے ناں...... یہ بات میرے علم میں ہے' لیکن میں تمہیں یہاں لانا چاہتی تھی۔ میری کہانی جتنی تم نے سنی ہے وہ بالکل الگ ہے۔ وہ کہانی میں نے اپنے آپ سے منسلک کی تھی' لیکن اب یہاں میں تمہیں جہاں نظر آئی ہوں۔ میری اصل کہانی یہاں سے آغاز ہوتی ہے۔ آؤ بیٹھو...... اب تم میرے مہمان ہو۔ ویسے شاید تم یقین نہ کرو کہ تمہیں یہاں تک لانے کیلئے میں نے نجانے کیا کیا جتن کئے ہیں۔'' یہ سارے الفاظ سالار کو بڑے انوکھے محسوس ہو رہے تھے۔

وہ اپنے آپ کو سنبھال کر گونیا تھارم کو دیکھنے لگا۔ گونیا نے اسے ایک پتھر کی جانب بیٹھنے کا اشارہ کیا اور سالار نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔

''میں جانتی ہوں کہ تم اعصابی کشیدگی کا شکار ہو لیکن سنبھالو اپنے آپ کو تم سالار ہو...... سالار ...... ایک قبیلے کے حکمران۔'' گونیا تھارم نے کہا اور طنزیہ انداز میں ہنس پڑی اور سالار کی پیشانی پر غصے کی شکنیں نمودار ہوئیں اور اس نے کہا۔

''بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہی ہو گونیا تھارم۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ یہ سب کچھ میرے لئے

اجنبی ہے۔ بہت سی باتیں اجنبی ہیں۔ پتہ نہیں وہ قبیلہ تمہارا تھا یا میرا۔ میں نہیں جانتا...... لیکن یہاں آ کر میں نے تمہیں جس عالم میں دیکھا ہے وہ میرے لئے نا قابل یقین ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ جو کچھ بھی تم سمجھو مگر میری آخری بات یہی ہے کہ تمہیں یہاں آنا تھا اور میں نے تمہیں اسی قابل سمجھا تھا کہ تمہیں یہاں لا کر تمہیں وہ مقام دیا جائے جو تمہارا اصل مقام ہوگا۔"

"گونیا...... میں نہیں جانتا کہ تم کونسی نسل سے تعلق رکھتی ہو۔ مجھے اپنی زندگی میں معلومات کے دوران یہ تو پتہ چلا تھا کہ یورپ کی نسلیں وہ اقدار کھو چکی ہیں جو انسانی زندگی سے گہرا ربط رکھتی ہیں لیکن تمہیں دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے۔ تم آخر چاہتی کیا ہو؟"

"میں سچ کہوں......! میں تمہیں چاہنے لگی ہوں سالار۔ میں وہ الفاظ کہہ رہی ہوں جو کائنات میں آج تک میں نے کسی کو نہیں کہے۔ میں تمہیں چاہنے لگی ہوں۔"

"یہ جاننے کے باوجود کہ میری اور تمہاری عمر میں زمین آسمان کا فرق ہے اور اس کے علاوہ تم...... جان کرسٹوفر کی بیوی بھی رہ چکی ہو اور تم نے اس کے قدموں میں ایک طویل وقت گزارہ ہے۔ پھر تم اس بات کی توقع کیسے رکھ سکتی ہو کہ میں تمہیں اپنی عورت کے روپ میں قبول کرلوں گا۔" سالار نے بھرپور وار کیا تھا جو ایک عورت کیلئے بدترین بات ہوسکتی ہے لیکن گونیا برا ماننے کے بجائے ہنس پڑی تھی۔

"سنو...... سالار! تم جیسے نوجوان میرے تلوے چاٹتے رہے ہیں میں پچھلے کچھ عرصے سے حماقتیں کرتی رہی ہوں اور میں نے اپنی حیثیت کو خود نظر انداز کر دیا ہے۔ میں نے بہت کم سطح کے لوگوں کو اپنی سطح کے برابر لا کر دیکھا ہے اور تمہارے یہ الفاظ اسی کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ تم جیسے گھٹیا قسم کے لڑکے میرے جوتوں کی خاک ہوتے ہیں۔ البتہ تمہارے سلسلے میں میں نے جو دھوکہ کھایا ہے اس نے میرے اندر ایک جھلاہٹ پیدا کر دی ہے تم دیکھ لو آج کیا صورتحال ہے۔ کیا تم اس سے انکار کرو گے......"

"نہیں گونیا تھارم' میں تو بہت ہی معمولی سا آدمی ہوں میں نے خود کو کبھی کوئی بڑی چیز نہیں سمجھا' لیکن ایک بات تمہیں اپنے ذہن میں رکھنا ہوگی کہ میری وجہ سے تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں۔"

"پاگل ہو تم۔ پاگل ہو...... بالکل پاگل ہو۔ ارے تم لوگوں کو تو آج تک میری اصلیت تک کا پتہ نہیں چل سکا کہ میں ہوں کون دیکھ لو۔ اب دیکھ لو...... یہ نہیں بتا سکو گے کہ تم کون سی جگہ ہو اور کس طرح یہاں تک پہنچ گئے۔"

"تو کیا تم گونیا تھارم...... اس سلسلے میں بھی اپنے آپ کو برتر سمجھتی ہو میرے یہاں تک آنے

میں تمہارا ہاتھ تو نہیں ہے۔ میں دریائے مستونگ میں گر پڑا تھا اور شاید اسی میں بہتا ہوا یہاں تک پہنچا۔ ہاں اس بات کا میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اس جگہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔" گونیا تھارم ہنس پڑی۔

"پاگل...... پاگل...... پاگل...... پہاڑوں میں ہوا کیا تھا۔ وہ سب کے سب اور تم بھی ان میں شامل تھے۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتے تھے۔ تکتھم واستو یا ننھا سا تھارم...... کون کون نہیں تھا وہاں پر' مہابیر' جگت چوہان' بھگت راج' مہاراج اور پھر یہاں بھوج گرو مہاراج ہیں اتنے سارے لوگ تھے۔ کون کون نہیں تھا وہاں...... اور پھر وہ احمق شخص ستھاروا۔" گونیا تھارم ایک بار پھر ہنس پڑی۔ "وہ میرا شوہر بننا چاہتا تھا۔ ارے پاگل آدمی میرا شوہر تو جان کرسٹوفر بھی نہیں تھا۔ یقین کرو گے میری بات کا۔ میں نے اسے ایک رات بھی نہیں دی' شوہر کی حیثیت سے۔ وہ میں میرے بدن کی لطافتوں سے مکمل طور پر ناواقف رہا۔ کبھی ہمت ہی نہیں پڑی اسے میرے بدن کو چھونے کی۔ کیا کیا دلچسپ واقعات بتاؤں تمہیں میرے علم کے آگے وہ چوہے سے بھی بدتر تھا اور اس کی بیٹی میلینا......"

گونیا تھارم قہقہے لگانے لگی اور سالار سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر وہ بولی "تکتھم واستھو' تکتھم واستھو...... تم آج بھی تکتھم واستھو ہو...... ہیں...... یا اور کچھ نہیں تک کم از کم آج بھی خود کو وہی سمجھتے ہو۔ ارے ذرا یہ تو بتاؤ...... تمہارے پاس کون سا علم ہے۔"

"میں نے اپنے کسی علم کے بارے میں تم سے کہا تو نہیں ہے۔ چلو چھوڑو تم یہ بتاؤ کہ تم یہاں کسی نہ کسی طرح پہنچ گئیں باقی وہ سب کہاں ہیں۔ جو ہمارے ساتھ قبیلے تک پہنچے تھے۔"

"گڈ...... گڈ...... گڈ سب ٹھیک ہیں۔ سب بالکل ٹھیک ہیں اور میرے پاس موجود ہیں' لیکن تم بہت معصوم ہو۔ تم بہت ہی معصوم ہو۔ میں نہیں جانتی کہ آئندہ تم کیا زندگی گزارنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"مائی ڈیئر گونیا تھارم! مجھے باقی کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے' لیکن اس وقت تمہارے اندر جو حسد اور جو جلن بول رہا ہے۔ اس کے بارے میں میں جانتا ہوں اگر تم یہاں طاقتور ہو...... اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے ہر طرح کا نقصان پہنچا سکتی ہو اور زندگی میں اونچ نیچ تو چلتی ہی رہتی ہے۔ کیا سمجھیں۔۔؟" اچانک ہی گونیا تھارم کا چہرہ ایک دم سے پتھرا سا گیا۔ وہ سالار کو گھورتی رہی اور اس کے بعد اس نے خاموشی اختیار کرلی۔ سالار کے دل میں یہ تجسس تو ابھرا تھا کہ یہاں کے بارے میں اور معلومات حاصل کرے' لیکن وہ جانتا تھا کہ گونیا تھارم اس وقت کن کیفیات کا شکار ہے اور ظاہر ہے وہ اسے مزید کچھ نہیں بتائے گی۔ مزید کچھ دیر تک سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"سنو...... آج تم نے میرے اندر چھپی ہوئی عورت کو توڑا ہے۔ میں نے یہ تصور بھی نہیں کیا تھا کبھی' لیکن یہ حقیقت ہے کہ مجھے اب دکھ ہو رہا ہے۔ میں نے تم سے اپنی چاہت کا اظہار کر کے شاید زندگی میں سب سے بڑی غلطی کی ہے۔ اب اگر تم میری کوششوں سے میرے قدموں میں آ بھی گرے تو یہ احساس ہمیشہ مجھے رہے گا کہ تم نے بحالت مجبوری ایسا کیا ہے اور یہ بات مجھے خوش نہیں رہنے دے گی۔"

"چھوڑو ان باتوں کو گونیا تھارم' مجھے اس جگہ کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔"

"ہاں ...... ہاں ...... بتاؤں گی ضرور بتاؤں گی۔ صرف ایک بات پہلے میں تمہیں بتا دوں کہ کوئی ایسی حماقت مت کرنا جس کی وجہ سے مجھے تمہارے خلاف کوئی عمل کرنا پڑے۔"

"مثلاً......؟"

"مثلاً یہ کہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش کبھی نہ کرنا یہ کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ بڑی عجیب وغریب جگہ ہے اور ویسے بھی ابھی تو تمہیں یہاں کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ بھاگ کر جانے کی کوششیں کرو گے تو جاؤ گے کہاں۔ سنو! میں تمہیں بہت جلد ان لوگوں سے بھی ملواؤں گی جو تم سے شناسا ہیں جبکہ تم ان کے شناسا نہیں ہو۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو...... اب یہ بتاؤ کہ یہاں پر تمہارے احساسات کیا ہیں۔۔" سالار نے ایک لمحے کیلئے گونیا تھارم کو دیکھا۔ سوچتا تھا بہت کچھ سوچتا تھا جو کچھ ہوا تھا وہ اس کے مزاج سے بالکل مختلف تھا' لیکن اب جو ہو چکا تھا۔ اسے اس کا شناسا رہنا تھا۔ خاص طور پر چند الفاظ اس کے لئے بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ مہا بیر' جگت چوہان اور بھگت رائے وغیرہ بھی یہاں موجود ہیں۔ سالار کے دل میں سمیتا کی تصویر موجود تھی۔

اگر سمیتا بھی یہاں لے آئی گئی ہے تو پھر گونیا تھارم کو اپنی مٹھی میں رکھنا ضروری ہوگا۔ حالانکہ گونیا تھارم نے ایک عجیب وغریب خواہش کا اظہار کر دیا تھا یعنی یہ کہ سالار اسے قبول کرے۔ چنانچہ اسے گونیا تھارم سے تعاون کرنا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں نہیں جانتا گونیا تھارم کہ یہ کون سی جگہ ہے جبکہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم یہاں بڑی حیثیت کی حامل ہو۔ گونیا تھارم! بہت سے معاملات میں تم سے تعاون کروں گا میں...... مجھے ایک بات کا جواب دو۔ کیا میں ان لوگوں سے بھی مل سکتا ہوں۔ جن کے ساتھ ہم نے یہ سفر کیا تھا۔"

گونیا تھارم مسکرا دی پھر بولی۔

"جانتی ہوں...... سب کچھ جانتی ہوں۔ ملاؤں گی تمہیں ان سے' لیکن اس وقت جب میں مناسب سمجھوں گی۔ سمجھے...... شاید یہ وقت وہ ہوگا جب تم میرے مرد بن چکے ہو گے سمجھ رہے ہو نا میرے بات۔" گونیا تھارم نے کہا اور سالار کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔

* * *

گونیا تھارم نے اپنی خواہش کا اظہار ضرور کر دیا تھا' لیکن اس کے بعد اس نے کسی قسم کا کوئی تکلف نہیں برتا۔ اس نے چند آدمیوں کو بلا کر کہا۔

"چلو...... اسے لے جاؤ اور گول کنڈ میں قید کر دو۔" چاروں آدمی سالار کے اردگرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ خاموشی سے اپنی جگہ سے چل پڑا تھا۔ یہ اندازہ تو اسے بخوبی ہو گیا تھا کہ ان کے چنگل سے نکل جانا آسان نہیں ہوگا۔ زندگی خطرے میں ڈالنا بے وقوفی تھی۔ اب انتظار کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ خاموشی سے ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔

غار کے اندر ہی اندر ایک سرنگ کی شکل نظر آ گئی تھی۔ وہ لوگ اسے اسی سرنگ میں لے جا رہے تھے۔ اس سرنگ میں ذیلی غار بھی تھے۔ یہ سارا کارخانہ حیات دیکھ کر سالار کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ جو کچھ بھی ہے گونیا تھارم بے شک انتہائی خطرناک عورت ہے۔ اس نے تو اپنی زندگی کا رخ ہی تبدیل کر لیا تھا۔ پتہ نہیں حقیقت میں وہ کیا تھی اور یہاں یہ جو بھی جگہ ہے۔ اسے کیا حیثیت حاصل تھی۔ غاروں میں کئی جگہ سے ایسے قید خانے نظر آئے جو پتھریلی دیواروں کے اندر بنے ہوئے تھے' لیکن ان میں موٹی موٹی پتھر کی سلاخوں کے دروازے لگائے گئے تھے اور یقینی طور پر یہ سلاخیں تراشی گئی ہوں گی اور دروازوں کو اس طرح ان پر فٹ کیا گیا ہوگا' لیکن یہ بہت بڑا کام تھا اور سالار کو شدید حیرت تھی کہ یہ کون لوگ ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔ کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ آخر کار پتھروں کے ایک بہت بڑے دروازے کو ان چاروں نے طاقت لگا کر کھولا اور سالار کو اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔

سالار کو یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ گونیا تھارم بھی پیچھے پیچھے آ رہی ہے' لیکن جب وہ پتھر کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا تو اچانک ہی اسے گونیا تھارم کی آواز سنائی دی۔

"یہ تمہاری نئی آرام گاہ ہے۔ سالار! ہو سکتا ہے کہ اب تم بہت زیادہ طاقتور ہو' لیکن ان پتھروں سے سر ٹکرا کر مرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں سکون سے رہو۔ اگر ان غاروں سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی تو یقین کرو کہ موت تمہارا استقبال کرے گی۔ یہاں کسی کو بھی تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ لوگ تمہارے لئے پہرے دار مقرر کئے جائیں گے بڑے معصوم اور سادہ لوح ہیں۔ نہ یہ تمہاری زبان سمجھیں گے اور نہ یہ تم سے بات کر سکیں گے' لیکن انہیں یہ ضرور سمجھا دیا جائے گا کہ اگر تم نکلنے کی کوشش کرو تو یہ تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں۔ یہ پتھر ان کا بہترین ہتھیار ہیں اور ان کا نشانہ کبھی خالی نہیں جاتا۔ چنانچہ سنگسار ہونے سے بچنا۔" سالار نے کوئی جواب نہیں دیا۔

دروازہ بند کر کے اوپر سے چٹانوں کے چند ٹکڑے گرا دیئے۔ جو بڑی مہارت سے دروازے کو بند کرنے کیلئے تالے کے طور پر تیار کئے گئے تھے۔ سالار ان تمام چیزوں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دیوانہ نہیں تھا کہ دیوانگی کا مظاہرہ کرتا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے اس قید خانے میں کافی وقت گزارنا پڑے گا۔ جس غار میں اسے قید کیا گیا تھا اس میں اوپر کی سمت چار چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ جو ہوا اور روشنی آنے کیلئے بنائے گئے تھے۔

البتہ یہ سوراخ اتنے چھوٹے تھے کہ ان سے کسی آدمی کا گزرنا ناممکن تھا۔ بہر حال سالار پتھر کی دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وقت ہی کوئی رد و بدل کرے اس کہانی میں تو ممکن ہے کہ اسے نکلنا نصیب ہو جائے۔ ورنہ وہ اپنی کسی کوشش سے ان لوگوں کے چنگل سے نہیں نکل سکتا تھا۔ اس قید خانے کے سامنے سے لوگوں کا آنا جانا تھا یہ لوگ مقامی لگتے تھے۔ ننگ دھڑنگ اور پستہ قامت' رنگ اور نقوش میں وہی بے رنگی جو مقامی لوگوں میں دیکھی گئی تھی۔ وہ اس کے سامنے سے گزرتے رہے اور سالار نے آنکھیں بند کر لیں۔

سوچنے کیلئے بہت کچھ تھا اس کا تعلق جہاں سے بھی رہا ہو' لیکن اس نے زندگی انہی لوگوں کے درمیان گزاری تھی۔ خان مراد بھی اسے یاد تھا اور باقی اور کردار بھی۔ ویسے تو سبھی سے اس کا کوئی نہ کوئی ذہنی تعلق تھا' لیکن سمیتا اس کے دل میں خاصی گہرائیوں تک اتر گئی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے میلینا نے بھی بھرپور کوششیں کی تھیں' لیکن سمیتا بازی مار گئی تھی۔

اب تو یہ تمام باتیں بے مقصد سی لگتی تھیں۔ وہ اس پراسرار آبادی تک پہنچ گیا تھا۔ جس کے بارے میں اسے تمام تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔ بھوج گرو نے اسے بہت کچھ بتایا تھا۔ حالانکہ اسکا دل' ان تمام باتوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ ایک ایک کردار اس کے ذہن میں آ رہا تھا۔ جان کرسٹوفر' جس کا کہنا تھا کہ اس نے ہوش و حواس کے عالم میں شیروک یعنی دوسرے الفاظ میں گونیا تھارم سے شادی نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ ایک پراسرار عمل کے تحت اس کی بیوی بن بیٹھی تھی۔ آخر گونیا تھارم چاہتی کیا تھی۔

پہلے تو اس نے اپنا تعلق اسی قبیلے سے بتایا تھا اور اس کے بعد وہاں سے منحرف ہو گئی تھی اور اس کا مؤقف اس شکل میں سامنے آیا تھا کہ وہ وہاں ایک عظیم الشان خزانہ حاصل کرنا چاہتی تھی۔ کیا گونیا تھارم کو خزانے کے حصول میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ پہاڑوں میں ہونے والے وہ ہولناک دھماکے کیسے تھے؟ ان تمام سوالات کے جواب گونیا تھارم ہی دے سکتی تھی اور آخر میں سب سے بڑا ایک سوال اس کے ذہن میں اور آ جاتا تھا۔ وہ یہ کہ گونیا تھارم نے بتایا تھا کہ وہ تمام لوگ بھی اس کے قبضے میں ہیں۔ یعنی بھگت رائے گرو...... وہ کہاں ہیں۔ ان ساری باتوں کا جواب گونیا تھارم ہی دے سکتی تھی۔ بشرطیکہ اس سے تعاون کیا جائے۔

وقت گزرتا رہا اور جب تاریکی پھیل گئی تو وہ زمین پر لیٹ گیا۔ خیالات کو ذہن سے جھٹکنے کے بعد اس نے سونے کی کوشش کی اور نجانے کتنی دیر کی کوشش کے بعد اس کو نیند آ گئی پھر اس وقت آنکھ کھلی تھی جب سورج کی کرنوں نے ان سوراخوں سے اندر داخل ہو کر عین اس کے چہرے کے گرد احاطہ کر لیا تھا۔ کرنیں اتنی تیز تھیں کہ سالار کی آنکھیں دکھنے لگیں اور اس نے سب سے پہلا کام یہ ہی کیا کہ ان کرنوں کی زد سے نکل آیا۔ غار میں بیٹھ کر وہ پتھر کے دروازے اور سلاخوں کو تکنے لگا۔ پتھریلے دروازے کے آس پاس اب لوگ نظر نہیں آ رہے تھے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچ گیا باہر پہرے دار موجود نہیں تھے۔ بہر حال اچانک ہی سالار کو قدموں کی آہٹ سنائی دی اور اس نے دور سے کسی کو آتے ہوئے دیکھا۔ پھر خوشبو کا ایک جھونکا اس کے قریب پہنچا اور اس نے حیرانی سے اس عورت کو دیکھا جو اسی سمت آ رہی تھی' لیکن اس بار اس کے دل کو پھر ایک دھکا سا لگا تھا۔

یہ منظر بھی ناقابل یقین تھا' لیکن جو چہرہ اس کے قریب آ رہا تھا۔ وہ اس کا اچھی طرح شناسا تھا۔ شناسا ہی نہیں بلکہ اس سے سالار کا اچھا خاصا ساتھ رہ چکا تھا۔ یہ میلینا تھی۔ جان کرسٹوفر کی بیٹی میلینا' جو اس کے اس قید خانے سے کوئی چار گز کے فاصلے سے گزری تھی۔ حالانکہ سالار کو اچھی طرح یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میلینا نے اسے دیکھ لیا ہے' لیکن وہ اس انداز میں آگے بڑھ رہی تھی جیسے سالار کے پاس آنا نہ چاہتی ہو۔ پھر اس نے بھرپور نگاہ سے سالار کو دیکھا اور ایک لمحے تک کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ پھر وہ جھٹکے سے مڑی اور واپس چل پڑی۔

سالار کے منہ سے بے اختیار ایک آواز نکل گئی۔ ''میلینا میری بات سنو! میں جانتا ہوں کہ تم نے مجھے دیکھ لیا ہے ادھر آؤ۔ میلینا میری بات سنو مجھے صرف اتنا بتا دو کہ کیا تم لوگ بھی اپنی غاروں میں قیدی ہو؟'' سالار کی آواز خاصی تیز تھی' لیکن میلینا رکی نہیں...... سالار حیرانی سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ عجیب سی ناقابل یقین کیفیت تھی۔ میلینا نے جو رویہ اختیار کیا تھا۔ اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیا ہوا...... آخر کیا ہوا......؟ گونیا تھارم نے آخر یہ کیا چکر چلا رکھا ہے۔ بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہے یہ تو بہت طلسمی ماحول معلوم ہوتا ہے۔ ناقابل یقین واقعات نگاہوں کے سامنے آ رہے تھے۔ وہ بری طرح پریشان ہو گیا۔

آخر یہ سب کیسے ہوا؟ میلینا کا یہ رویہ بھی ناقابل فہم تھا۔ غرض یہ کہ اس کی ذہنی قوتیں جواب دے گئیں۔ پھر اس وقت تک وہ سر پکڑے بیٹھا رہا جب تک دوبارہ قدموں کی آواز نہ سنائی دی۔ اس نے قدموں کی اس آواز پر پھر آنکھیں کھول کر دیکھا۔ گونیا تھارم اسی طرف آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہی چاروں بوڑھے آدمی تھے۔ تھارم نے انہیں اشارہ کیا اور اس کے بعد ان بوڑھوں نے قوت صرف

کر کے دروازہ کھول دیا۔

"ہیلو...... مائی ڈیئر سالار! ویسے دل کی بات کہوں تمہیں یہاں قید دیکھ کر مجھے خوشی نہیں ہو رہی۔ آؤ...... میرے ساتھ آؤ......" سالار اپنی جگہ سے اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے باہر نکل آیا۔ گونیا نے کہا۔

"میں نے تمہارے لئے ناشتا تیار کرا لیا ہے۔ یہاں تمہیں تمہاری پسند کا ناشتا تو نہیں مل سکتا' لیکن جو کچھ بھی ممکن ہو سکا ہے کیا ہے میں نے۔" سالار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گونیا اس سے دو قدم آگے چل رہی تھی۔ سالار اگر چاہتا تو اس پر حملے کر کے کچھ بھی کر سکتا تھا' لیکن یہ ایک احمقانہ عمل ہوتا۔ اسے خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ ان بھول بھلیوں میں وہ خود کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال وہ ایک دوسرے غار میں آ گئے۔ یہ غار بہت زیادہ وسیع نہیں تھا۔ پھر بھی اچھا خاصا تھا اس کی لمبائی چوڑائی تقریباً بیس بائیس فٹ تھی۔

یہاں بھی ویسے ہی پتھر پڑے ہوئے تھے' لیکن ان پتھروں پر جانوروں کی کھال منڈھ دی گئی تھی۔ گویا انہیں باقاعدہ نشست گاہ بنایا گیا تھا۔

"بیٹھو...... مائی ڈیئر بیٹھو......" گونیا تھارم نے کہا۔ پھر چند لمحات کے بعد ایک شخص اندر داخل ہوا۔ یہ لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ لمبے لمبے بال بڑی ہوئی داڑھی...... بڑھی ہوئی مونچھیں۔ بہت شاندار صحت کا مالک تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں لکڑی کی ٹرے اٹھا رکھی تھی۔ جس میں کچھ برتن رکھے ہوئے تھے۔ سالار نے ان برتنوں کو دیکھا۔ ایک بڑے سے پیالے میں بھورے رنگ کا ایک محلول تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک پلیٹ میں بھنا ہوا گوشت۔ سالار نے گوشت کی تازہ خوشبو محسوس کی پھر گونیا تھارم کی طرف دیکھا اور بولا۔

"یہ کیا ہے؟"

"گوشت۔"

"نہیں میڈم! گونیا تھارم تمہیں اندازہ ہے کہ میں نے ایک ہندو خاندان میں طویل وقت گزارا ہے اور میں گوشت نہیں کھاتا۔"

"اوہو...... ہاں...... مجھے اس بات کا خیال نہیں رہا تھا۔ اچھا تو پھر میں تمہارے لئے کچھ پھل وغیرہ منگوا لیتی ہوں۔ بلکہ ٹھہرو...... انتظار کرو ہو سکتا ہے کچھ اور بھی حاصل ہو جائے۔ اس وقت تک یہ چائے پیو۔"

"یہ چائے ہے؟" سالار نے پیالے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... یہاں پیدا ہونے والی ایک گھاس کو خشک کر کے یہ چائے بنائی جاتی ہے تم پی کر

دیکھو بہت مزیدار ہو گی۔ اس میں قدرتی مٹھاس ہے اور جو کچھ میں کہہ رہی ہوں۔ وہ سچ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس پر گزارہ کئے لیتا ہوں۔" سالار نے کہا۔ اور چائے کا پیالہ اٹھا کر منہ سے لگایا۔ چند گھونٹ لے کر اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ یقینی طور پر ایک بہترین خوش ذائقہ محلول ہے۔

گونیا تھارم نے کہا۔

"تو پھر میں چلتی ہوں تمہارے لئے کچھ بندوبست کروں۔"

"بیٹھو...... گونیا بیٹھو...... مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہے۔" سالار کے اس انداز پر گونیا مسکرا دی۔ پھر بولی۔

"میں موجود ہوں۔"

"تمہاری کہانی ادھوری رہ گئی تھی۔" سالار بولا اور گونیا مسکرانے لگی پھر بولی۔

"ہاں...... میری کہانی ادھوری رہ گئی ہے کہاں تک سنائی تھی وہ کہانی میں نے تمہیں......؟"

"سنائی ہی کہاں تھی۔ بس یوں سمجھ لو کہ تمہارے اپنے معاملات تمہاری اپنی ذات تک ہی محدود ہیں۔"

"میں اب بھی تمہیں یہ ہی بتا رہی ہوں۔ تم نے دیکھا یہ میری سرزمین ہے۔ اس کے بارے میں تو تفصیلات تمہیں ذرا دیر ہی سے بتاؤں گی' لیکن یوں سمجھ لو کہ اس سرزمین کی میں سربراہ ہوں۔"

"اور وہ جو تم نے ناتھوں والا چکر چلایا تھا۔" سالار نے کہا اور گونیا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"میں نے اپنی زندگی میں نجانے کتنے چکر چلائے ہیں۔ اب تمہیں صرف ایک بات بتا دوں۔ میں اس سرزمین کی سربراہ ہوں۔ میری عمر کتنی ہے اس بات کو صیغہ راز میں رہنے دو اور میں کتنے عرصے جیوں گی' اس بات کو بھی رہنے دو۔ ہاں...... تمہیں یہ بتا دوں کہ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں اور تمہیں حاصل بھی کرنا چاہتی ہوں۔ میری یہ سرزمین میرے ان لوگوں سے بھرپور ہے۔ جنہیں تم نے یہاں دیکھا۔ میں اس سرزمین کی ترقی چاہتی ہوں اور میری دلی آرزو ہے۔ یہ بھی جدید دنیا کی طرح ایک حسین دنیا ہو ہمارے ہاں پراسرار عملیات کا دور دورہ ہے۔ ہم لوگ عاملانہ زندگی گزارتے ہیں اور یہ ہی زندگی گزارتے رہنا چاہتے ہیں۔ میرا مطلب تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے۔ یہاں کی ترقی کیلئے ہمیں دولت کی ضرورت ہے اور میں اسی دولت کے حصول کیلئے جدید دنیا سے رابطہ قائم کئے رکھتی ہوں۔ بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ میں نے وہاں سے' لیکن ابھی کچھ بھی نہیں ہے ہمارے پاس۔ ہم اس سرزمین کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔ اسے دنیا کی جدید ترین سرزمین بنانا چاہتے ہیں۔

تمہاری دنیا میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ سائنسی ترقی آسمان کو پہنچتی جا رہی ہے' لیکن معاف کرنا تم اپنی زمین کو بھی آسمان کی طرف ہی لے جا رہے ہو اور کچھ عرصے کے بعد یہ ایک بے جان زندگی سے

محروم ایک خالی سیارہ ہوگا۔ تم لوگ بھی اپنی آبادیوں کو ختم کرو گے اور اس وقت میں اس آبادی کو اسی سیارے پر آباد کروں گی۔ امن اور سکون کی زندگی کے ساتھ۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"سمجھ تو رہا ہوں گونیا تھارم' لیکن تمہاری بات پر یقین نہیں آ رہا۔"

"فضول باتوں سے گریز کرنا ...... فضول باتوں سے گریز کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ذہن تمہاری طرف سے ہٹ جائے۔ سمجھ رہے ہو ناں میری بات۔"

"ہاں ...... ہاں ...... سمجھ رہا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔"

"لیکن ایک بات اپنے آپ کو اچھی طرح سمجھا لینا کہ یہاں بہت کچھ ہے۔ ہوسکتا ہے کچھ عرصے کے بعد ہم تمہیں آزاد کر دیں تم نہیں جانتے کہ ہماری اصل کیفیت کیا ہے اور ابھی تمہیں بتایا بھی نہیں جاسکتا۔ ہاں ایک شخصیت کا نام تمہارے کانوں میں ڈالنا ضروری ہے۔ اس کا نام آرگو بیلوسا ہے۔ سمجھے آرگو بیلوسا۔"

"گڈ ...... ویری گڈ ...... یہ کون صاحب ہیں۔" سالار کو ایک دم سے دلچسپ سی کیفیت کا احساس ہوا۔

"ہم سب بیلوسا ہی کے اطاعت گزار ہیں۔ وہ یہاں کا بے تاج حکمران ہے اور یہ جتنے پستہ قامت لوگ ہیں۔ وہ سب اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ بیلوسا انتہائی پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ خاموش طبع سنجیدہ اور یقینی طور پر انتہائی پراسرار قوتوں کا مالک۔ میں نے جو کچھ سیکھا ہے بیلوسا ہی سے سیکھا ہے۔ بس یوں سمجھ لو اس نے اپنی عظیم تر روحانی قوت میں سے ایک گوشہ مجھے دے دیا ہے۔ جو صرف اس لئے مجھے دیا گیا ہے کہ میں اپنی اس آبادی کیلئے دولت حاصل کر سکوں۔ ورنہ مکمل طور پر بیلوسا کو نہ صرف میں بلکہ کوئی بھی نہیں جان سکتا۔"

"مجھے اس کے بارے میں کچھ اور بتاؤ گی؟ گونیا تھارم۔"

"ہاں ...... بہت قوی ہیکل بوڑھا ہے۔ جس کے بالوں کی سفیدی اور داڑھی کی لمبائی دیکھو تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی عمر ہزاروں سال سے تجاوز کر چکی ہے' لیکن وہ ہزار جوانوں کا ایک جوان ہے۔ پتھروں پر گھونسہ مارے تو انہیں ریزہ ریزہ کر دے۔ شاندار قوتوں کا مالک ہے وہ۔ گونیا تھارم کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیل گئی۔ وہ آہستہ سے بولی۔"

"تو تم یہ سمجھ لو ...... کہ میں بھی کہیں اور ہی سے آئی تھی۔ آرگو بیلوسا کی اس سرزمین پر مجھے کچھ عرصے تک قیدی بنا پڑا اور پھر میں نے یہاں کا ساحل دیکھا۔ بڑے عجیب و غریب حالات ہیں ماحول پراسرار۔ بہر طور اب ہمیں بہت سے ایسے کام کرنے ہیں جس میں تمہیں بھی میرا ساتھ دینا پڑے گا۔ کیونکہ تم ایک عام انسان نہیں ہو۔"

سالار نے گردن جھکالی۔

گونیا تھارم جیسی شاطر عورت کو ٹریپ کرنا آسان کام تو نہیں تھا اسے اپنے جال میں پھانسنے کیلئے دوسرا ہی طریق کار اختیار کرنا ہوگا۔ گونیا تھارم پھر چلی گئی۔ یہاں سالار کے لئے اب کچھ آسانیاں پیدا کر دی گئی تھیں۔ غالباً گونیا تھارم نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ سالار آہستہ آہستہ موم ہو رہا ہے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی یہاں آ کر سالار جس جال میں پھنسا تھا وہ اس کیلئے بڑا تعجب خیز تھا۔ لاتعداد باتیں ایسی تھیں جن کے بارے میں اسے کچھ معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔

یہ علاقہ دنیا کے کون سے خطے میں واقع ہے اس کی ماہیت کیا ہے۔ یہ مہذب دنیا سے کتنے فاصلے پر ہے۔ یہاں آنے جانے کا طریق کار کیا ہے۔ جہاں تک گونیا تھارم کی بات تھی تو شروع ہی سے یہ عورت انتہائی پراسرار نکلی تھی اور یہی بات یہ ہے کہ اس نے آج تک کبھی کوئی سچ بولا ہی نہیں تھا۔ وہ شیروک بن کر سامنے آئی تھی۔ پھر گونیا تھارم نکلی اور کون جانے اب بھی وہ کسی نئے نام سے سامنے آئے اور کچھ اور ہی نکلے۔ اس کا بس ایک ہی حل تھا کہ چالاکی سے کام لیا جائے وہ کیا جائے جس سے آگے کی صورتحال کا صحیح اندازہ ہو۔ سالار نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کئے ان پر غور کیا اور آخر کار وہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوگیا جو اس کے لئے مناسب ہو۔

✤ ✤ ✤

سالار نے زندگی میں کیا نشیب و فراز دیکھے تھے' وہ اس کے بارے میں کوئی تجربہ نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی اس نے کبھی ان کا کوئی تجزیہ کیا تھا بس ایک آزاد چیتے کی طرح پرورش پائی تھی اور ہمیشہ اس کا مان بھی رکھا گیا تھا۔ تمام معمولات میں دوسرے ہی لوگ اس کے بارے میں فیصلے کرتے تھے اور جس سے بھی اس کا تعلق تھا' اس نے اس کی بھرپور پذیرائی کی تھی اور اسے اس کی ذات میں زندہ رہنے دیا تھا' لیکن اس کا یہ مقصد نہیں تھا کہ خود اس کی ذہنی پانچ کچھ بھی نہیں تھی۔

اور اس وقت جب کوئی اس کی سرپرستی کرنے کیلئے موجود نہیں تو اس نے خود اپنی ذہنی قوتوں کو آواز دی تھی اور کسی بھی طرح اسے کہیں کسی کمی کا احساس نہیں ہوا تھا' چنانچہ وہ اپنے منصوبے پر عمل کرنے کیلئے تیار تھا۔ گونیا تھارم اس کی جانب سے کبھی بے خبر نہیں رہتی تھی۔ پتہ نہیں اس کے دل میں کیا تھا۔ ایک بار پھر وہ اسے ملنے کیلئے آئی۔ سالار کو دور ہی سے پتہ چل گیا تھا کہ گونیا تھارم اس کی طرف آ رہی ہے۔ چنانچہ وہ اداکاری کرنے کیلئے تیار ہوگیا۔

گونیا تھارم مسکراتی ہوئی اس کے بالکل قریب آ گئی۔ اس نے غور سے سالار کا چہرہ دیکھا اور پھر اس کی نگاہوں نے سر سے پاؤں تک سالار کا جائزہ لیا اور اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سے مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا بات ہے۔ میں تمہارے اندر کچھ اضمحلال سا پا رہی ہوں۔"

"نہیں...... کچھ خاص بات تو نہیں۔"

"قید خانے میں پڑے اکتا گئے ہو کیا؟"

"ہاں...... کسی حد تک۔ میں آزاد فضاؤں کا پنچھی ہوں اور شاید یہ بات تمہیں معلوم ہو گونیا تھارم کہ حادثات کا شکار ہی رہا ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ کوئی مجھے لے کر کہیں پہنچ گیا تھا۔ وہاں جہاں تم سے ملاقات ہوئی۔ اور اس کے بعد سے آج تک کی کہانی تمہیں معلوم ہے۔ بہت سی باتیں ذہن میں کلبلاتی ہیں اور ان کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ تو احساس ہوتا ہے کہ اجنبیوں کے درمیان ہوں...... مجھے معاف کرنا۔ تم نے مجھے ایک پیشکش کی تھی' لیکن گونیا تھارم...... ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر مجھے بتاؤ کہ کیا اس پیشکش کو میرے ذہن تک اور ذہن کے راستے دل تک پہنچنا چاہئے تھا۔"

سالار کے اس سوال پر گونیا تھارم بھی ایک دم سنجیدہ ہوگئی اور غور سے سالار کا چہرہ دیکھنے لگی۔

غالباً وہ اندازہ لگا رہی تھی کہ سالار جو کچھ کہہ رہا ہے دل سے کہہ رہا ہے یا اوپری زبان سے اور اس نے کیا اندازہ لگایا اس کا پتہ تو سالار کو نہیں چل سکا' لیکن گونیا کے چہرے کے تاثرات کچھ نرم سے ہوگئے تھے۔ اس نے کہا۔

"دیکھو سالار میں نے زندگی میں بڑے نشیب و فراز دیکھے ہیں میں عورت ہوں۔ میرے اندر عورت پن بھی ہے' لیکن ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ ایک انسان بھی ہوں میں اور انسان کے سینے میں ایک کمبخت دل ہوتا ہے۔ جو کبھی کبھی ایسے ناخوشگوار فیصلے کر لیتا ہے جن کا انسان کی اپنی پسند سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ شاید میں کچھ غلط کہہ رہی ہوں۔ سالار میں نے تمہارے بارے میں بھی بہت گہرے انداز میں نہیں سوچا' لیکن اب جبکہ میں ان پہاڑوں سے بچ کر یہاں تک آگئی اور اچانک ہی تم بھی دریائے مستونگ سے بہتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے۔

شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ دریائے مستونگ یہاں آکر سمندر میں گرتا ہے۔ تم سمندر میں جا گرے تھے اور سمندر کی لہروں نے تمہیں اچھال کر یہاں پھینک دیا اور تم یہاں تک پہنچ گئے۔

مجھے بڑی حیرانی ہوئی تھی اور جب میں نے بے ہوشی کے عالم میں تمہیں دیکھا تو اچانک ہی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ صرف تم ہو جو اس نئی دنیا کی تکمیل کے بعد میرا ساتھ دے سکو گے۔ ایک ذہین طاقتور اور خوبصورت انسان کی حیثیت سے۔ ایک ایسے مرد کی حیثیت سے بھی جس کی طلب ایک عورت کر سکتی ہے۔ مجھے چھوڑو میں کیا ہوں۔ صرف یہ دیکھو! کہ میں نوجوان ہوں۔ خوب صورت ہوں میری عمر کی طوالت پر غور ہی نہ کرو۔

اگر زندگی کے ہر موڑ پر ہر لمحے میں تمہاری بہترین ساتھی نہ ثابت ہوں تو تم مجھے ٹھکرا سکتے ہو

اور سنو! سالار میں نے کبھی اپنے آپ کو اس طرح نہیں توڑا۔ کبھی کسی کے سامنے درخواست نہیں کی' لیکن تم یہ سمجھ لو کہ تمہارے ساتھ میں کوئی سختی یا زیادتی نہیں کرنا چاہتی۔ آؤ...... آج میں عورت بن کر تمہیں ایک اور پیشکش بھی کر دوں۔ سالار اگر سچے دل کے ساتھ مجھے قبول کر سکتے ہو...... تو قبول کر لو...... ورنہ بالکل اطمینان رکھو۔ میں تمہاری پروقار اور شاندار واپسی کا انتظام کر سکتی ہوں۔ دنیا کے جس ملک میں بھی جانا چاہو پہنچا سکتی ہوں۔ آؤ...... آج مجھے تھوڑی دیر کیلئے عورت بن جانے دو...... یہ پیشکش تمہیں ایک ایسی عورت کر رہی ہے جو تمہیں پسند کرتی ہے۔" سالار نے گردن جھکا لی۔

وہ جانتا تھا کہ گونیا تھارم جیسی شیطان عورت اتنی آسانی سے سب کچھ نہیں کر دیتی۔ اس کے پس منظر میں بھی شاید یہی بات ہے کہ وہ مجھے آزما رہی ہے۔ کچھ دیر تک سالار سوچتا رہا۔ پھر اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"مجھے وقت دو۔ تھوڑا سا وقت دو گونیا۔ تھوڑا سا وقت دو مجھے۔ کیا تم ایسا کر سکتی ہو۔"

"ہاں۔" گونیا جذباتی لہجے میں بولی۔

اب پتہ نہیں وہ ان جذبات کا جھوٹا اظہار کر رہی تھی یا سچ مچ اس کے اندر عورت پن پیدا ہو گیا تھا یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا اور آنے والے وقت نے یہ کہا کہ دو جوانوں نے سالار کو پتھر کے اس قید خانے سے باہر نکالا اور کہا۔

"آپ ان پہاڑوں کی بھول بھلیوں میں گم بھی ہو سکتے ہیں جناب' اس لئے ہم آپ کو ایسے راستے دکھانا چاہتے ہیں جہاں سے آپ واپس اپنی آرام گاہ پہنچ جائیں۔ آپ کی آرام گاہ تبدیل کر دی گئی ہے اور یہ تبدیل شدہ آرام گاہ ایک پہاڑی غار ہی تھا' لیکن کیا غار تھا۔ دنیا کی جدید ترین رہائشوں سے زیادہ خوبصورت وسیع و عریض یہاں عمدہ قسم کے فوم کے بستر لگے ہوئے تھے۔ اس طرح کے انتظامات کئے گئے تھے کہ سوراخوں سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی رہیں۔ دنیا کی ہر چیز یہاں موجود تھی۔ یہاں تک کہ ملحقہ غسل خانہ بھی بنا دیا گیا تھا۔"

"واہ...... چلو ٹھیک ہے۔ اب تم مجھے باہر جانے کا راستہ دکھاؤ۔" دو پیچیدہ سرنگوں سے گزرنے کے بعد سالار نے اپنے آپ کو کھلے علاقے اور ٹھنڈی ہواؤں کے درمیان پایا تھا۔ راستے میں وہ دونوں اسے گائیڈ کرتے آئے تھے' لیکن راستہ اتنا پیچیدہ بھی نہیں تھا کہ سالار کسی کی مدد کے بغیر وہاں واپس نہ پہنچتا۔

اس نے کہا۔

"اب کیا کروں؟"

"اس کے بعد کے لئے ہمارے پاس کوئی ہدایت نہیں ہے۔ جو آپ پسند کریں۔ ہم چلتے

ہیں۔" ان دونوں نے کہا اور سالار کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے۔

سالار کی نگاہیں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بہت ہی عجیب و غریب اور تبدیل شدہ علاقہ تھا۔ سالار نے اپنی دنیا میں بہت کچھ دیکھا تھا' لیکن یہ سرزمین بڑی عجیب و غریب تھی۔ وہ اب پوری ذہانت سے کام لے رہا تھا۔ کم از کم اسے اس بات کا اندازہ تھا کہ گونیا تھارم جیسی خوفناک عورت نے اتنی آسانی سے اس پر بھروسہ تو نہیں کر لیا ہوگا۔ بے شک وہ یہاں سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا تھا۔ گونیا نے اسے بتایا تھا کہ دریائے مستونگ یہاں آ کر سمندر میں گرتا تھا' لیکن اس علاقے کے بارے میں اسے کوئی معلومات حاصل نہیں تھیں۔

بہتر یہی تھا کہ اپنے اس ردعمل کو جاری رکھا جائے۔ گونیا تھارم ہی وہ واحد ہستی تھی' جو اسے راستے دکھا سکتی تھی' لیکن اس کے لئے شرط یہی تھی کہ وہ گونیا تھارم کو اپنی مٹھی میں لے لے۔ اس کے سامنے ایک اور نام بھی آیا تھا۔ آرگو بیلوسا۔ یہ کیا چیز ہے؟ اس کے بارے میں جاننا ہوگا۔ اس نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔ عظیم الشان پہاڑی سلسلہ تھا اور اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ ان پہاڑوں کے دامن میں انہی پستہ قامتوں کی آبادیاں ہیں۔

وہ پستہ قامت اسے کافی وحشی معلوم ہوئے تھے اور یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کیا وہی اس دنیا کے اصل باسی ہیں۔ یا گونیا تھارم نے جیسا کہ بتایا کہ وہ اس آبادی کو جدت کے رنگ دینا چاہتی ہے۔ عجیب پیچیدہ عورت تھی۔ اس کی کہی ہوئی بات یقین سے تسلیم نہیں کی جا سکتی تھی۔ پتہ نہیں اس کی اصلیت کیا تھی اور یہ بھی پتا نہیں تھا کہ ان پہاڑوں سے نکلنے کیلئے اس نے کیا کیا عمل کیا۔ وہ دھماکہ کرنے والے کون تھے۔ جنہوں نے اس قدر خوفناک تباہی پھیلائی تھی۔ پتہ نہیں۔ اس علاقے قبیلے کے کتنے افراد موت کا شکار ہوئے ہوں گے۔ سارے کے سارے مات کھا گئے تھے حالانکہ بڑے بڑے نام نگاہوں کے سامنے تھے۔

ناتھون جیسے شیروک نے یا گونیا تھارم نے اپنا گرو بنا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ بھوج گرو جو قبیلے کا زیرک سردار تھا اور نجانے کون کون' شوارم بھی اسے یاد تھا۔ کافی ذہین اور پراسرار سا انسان تھا سب کے سب مات کھا گئے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ گونیا تھارم ان باقی لوگوں کو پکڑ لائی تھی پتہ نہیں وہ لوگ کہاں ہیں۔

میلینا کو دیکھ کر اسے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا اور میلینا کا رویہ بھی اس کیلئے ناقابل فہم تھا۔ بہرحال کافی دیر تک اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ اس کے بعد بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہوا۔ دوبارہ اپنی رہائش گاہ تک آ گیا اسے پورا پورا یقین تھا کہ بے شک وہ آزادی سے پہاڑوں میں گھومتا پھر رہا تھا' لیکن نجانے کتنی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا جا رہا ہوگا۔

گونیا تھارم احمق نہیں تھی۔ یہ بات تو وہ جانتی تھی کہ سالار یہاں سے نکل نہیں سکے گا' لیکن سالار کا رویہ کیا ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں تو اسے معلوم نہیں تھا۔ رات کو وہ سالار کے پاس آ گئی۔ بڑا جدید قسم کا لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے ...... سالار نے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا اور اس طرح کا اظہار کیا جیسے گونیا تھارم کی دلکشی سے وہ متاثر ہوا ہو۔ گونیا بولی۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟"

"کچھ کہوں گا تو سمجھو گی کہ جھوٹ بول رہا ہوں۔" سالار نے مدہم لہجے میں کہا اور گونیا کے چہرے پر اشتیاق پیدا ہو گیا۔

"نہیں ...... نہیں سمجھوں گی کہ تم مجھ جھوٹ بول رہے ہو۔"

"ایک بات بتاؤ گی مجھے ......؟"

"ہاں ...... جو دل چاہے پوچھو۔"

"تم پراسرار علوم کی ماہر ہو۔"

"ماہر نہیں ہوں' لیکن تھوڑا بہت کچھ سیکھا ہے میں نے ...... تھوڑا بہت۔"

"تو کیا تم نے اپنے علم کے ذریعے مجھے اپنی جانب راغب کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ پراشتیاق لہجے میں بولی۔ اور سالار نے آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر اس طرح خاموش بیٹھا رہا۔ پھر بولا۔

"مجھے یوں لگتا ہے گونیا جیسے تم میرے دل میں اترتی جا رہی ہو۔" گونیا کے چہرے کی تبدیلی نمایاں تھی اور سالار کو ایک تجربہ ہوا تھا کہ عورت کتنی ہی تیز اور چالاک ہو' اپنے حسن کی تعریف اسے بڑا متاثر کرتی ہے۔ گونیا جیسی شاطر عورت جس کی عمر تک کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ اس وقت سالار کی باتوں سے متاثر نظر آ رہی تھی۔

"بولو ...... خاموش کیوں ہو گئے؟"

"نہیں گونیا۔ میری پوزیشن اتنی مخدوش ہے کہ مجھے ہر لفظ سوچ سمجھ کر بولنا پڑتا ہے۔"

"مخدوش ......"

"ہاں۔"

"وہ کیوں؟"

"صرف اس لئے کہ تم میری نیت پر شک نہ کرنے لگو۔"

"شک۔"

"ہاں۔"

"مجھے پہیلیاں نہ بجھاؤ۔ بتاؤ تو سہی کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"گونیا اگر میں تم سے لگاوٹ کی باتیں کروں گا تو کہیں تم یہ نہ سوچ لو کہ میں مصلحتاً ایسا کر رہا ہوں اس لئے میں تم سے وہ نہیں کہہ سکتا جو میرا دل چاہتا ہے۔"

"اور اگر میں تم سے کہوں کہ تمہاری ہر بات پر میں آنکھیں بند کر کے یقین کروں گی تو؟"

"تب بھی مجھے یقین مشکل ہی سے ہوگا۔"

"خیر...... آنے والا وقت بتائے گا کہ میں تم سے کتنی مخلص ہوں۔" گونیا نے کہا پھر بولی۔

"مگر اپنی بات جاری رکھو۔"

"کچھ اور کیا کہوں گونیا۔ تم نے دیکھا۔ وہ مجھے قبیلے کا سردار بنانا چاہتے تھے' مگر میرا دل بالکل نہیں چاہتا تھا مجھے سرداری وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو ایک عام آدمی کی حیثیت سے جینا چاہتا ہوں۔"

"نہیں مائی ڈیئر سالار۔ ایسا نہ سوچو تم عام آدمی ہو ہی نہیں۔ تم میرے تھا تھارم ہو۔ سمجھے تھا تھارم۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

"اس کا پتہ تمہیں بعد میں چل جائے گا۔ جب تم یہ دیکھو گے کہ بے شمار افراد تمہاری پوجا کرتے ہیں۔"

"گونیا...... مجھے اس جگہ کے بارے میں بتاؤ؟"

"مختصراً بتا چکی ہوں۔"

"تم نے مجھ سے ڈبل بات کی ہے۔"

"ہاں...... مجھے اس کا اندازہ ہے' لیکن میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ بہت سی چیزوں سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد تم خطرات میں گھر جاؤ گے۔"

"آرگو بیلوسا! بڑا عظیم روحانی استاد ہے۔ دلوں کی نہیں بلکہ ذہنوں کی بات بھی جان لیتا ہے وہ۔ جو کچھ تمہارے ذہن میں داخل ہو جائے گا وہ تمہارے لئے خطرناک ہو سکتا ہے۔ میں ابھی تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی' لیکن ایک بات پر یقین رکھنا کہ جو کچھ بھی ہوگا تمہارے حق میں ہی ہوگا۔ تمہیں کوئی ایسی بات نہیں بتائی جائے گی جس سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔"

"ٹھیک ہے۔ جیسے تم پسند کرو۔ میں نے کہا ناں...... کہ میں تم سے بھرپور تعاون کروں گا وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"حکمت چوہان وغیرہ۔"

"ہاں۔"

"سب محفوظ ہیں۔ ابھی میں نے انہیں قید رکھا ہے' لیکن اب میں یہ ہی چاہوں گی کہ اب وہ اپنی دنیا کو بھول جائیں اور یہاں میرے ساتھ مل کر کام کریں۔ بات یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ ذہین لوگوں کی ضرورت رہی ہے۔ میرا ایک دست راست ہے۔ ڈی ایس آرنالڈو...... یہ وہ شخص ہے جس نے بروقت ان پہاڑوں میں پہنچ کر ایک بار مجھے نئی زندگی دلائی ہے۔ ورنہ وہ کمینہ ستھاروا۔ جو انسانوں کی نجانے کون سی قسم میں سے تھا۔ اپنے آپ کو میرا مورخ سمجھ رہا تھا۔ ایک وحشی کتے کی طرح تھا وہ جو مجھے ادھیڑ کر ڈال دیتا اگر اس وقت ڈی ایس آرنالڈو میرا مددگار نہ ہوتا تو درحقیقت میں مشکل کا شکار ہو چکی تھی۔"

"تو کیا ڈی ایس آرنالڈو نے ہی وہاں پہاڑوں میں دھماکے کئے تھے؟"

"ہاں...... میں ایک پورا گروپ لے کر چل رہی تھی۔ افسوس اس گروپ کے بہت سے افراد مارے گئے اور اس کی کچھ وجہ تم بھی بنے ہو...... سالار' لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ گھاس بہت خوبصورت ہوتی ہے' لیکن جب لمبی ہوتی ہے تو بدنما لگنے لگتی ہے اور اس کی تراش خراش کر دی جاتی ہے۔ میرا ذہن بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

"ڈی ایس آرنالڈو کیا یہیں موجود ہے؟"

"نہیں...... میں ہر ایک کی جگہ متعین کر دیتی ہوں۔ وہ باہر کی دنیا میں میرا معاون ہے۔ یہاں تک میں اسے آج تک نہیں لائی جبکہ وہ باہر کی دنیا میں میرے لئے بہت سے بندوبست کرتا ہے' لیکن وہ اکیلا نہیں ہے۔ دنیا میں بے شمار میرے نمائندے پھیلے ہوئے ہیں۔ جو میرے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔" پراسرار عورت نے بتایا۔

سالار سوچوں میں ڈوبا رہا پھر اس نے کہا۔

"مجھے ان غاروں میں میلینا نظر آئی تھی۔"

"ہاں...... میں جانتی ہوں۔"

"تم نے کہا کہ ان لوگوں کو تم نے ابھی نظر بند رکھا ہے؟"

"ہاں......"

"اور میلینا کو؟"

"وہ آزاد ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ میری آلۂ کار ہے وہ میرے لئے کام کرتی ہے۔" شیروک نے کہا اور سالار

اچھل پڑا اس کی نگاہ ماضی پر چلی گئی تھی۔

تو کیا میلینا شروع ہی سے گونیا تھارم کی آلۂ کار تھی۔ گونیا تھارم نے جیسے اس کے دل میں جھانک لیا اور مسکرا کر بولی۔

"نہیں...... شروع سے نہیں۔ یہاں آنے کے بعد اس نے سمجھداری سے کام لیا اور پھر تھوڑا سا میں نے اسے اپنے علوم میں بھی لپیٹ لیا۔"

"اوہ...... یعنی...... وہ اپنی مرضی سے تمہاری آلۂ کار نہیں بنی۔"

"تقریباً یہ ہی سمجھ لو۔"

"وہ تمہارے ٹرانس میں ہے۔"

"ہاں۔"

"اس پر تو میں حیران ہوں گونیا تھارم۔ ایک بار پھر میں وہی سوال کروں گا کہ کیا میں بھی تمہارے ٹرانس میں آ گیا ہوں۔"

گونیا تھارم کے چہرے پر ایک سنجیدگی سی پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"نہیں...... ایسی کوئی کوشش میں نے تم پر کی ہی نہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ جب انسان کو کوئی پسند آ جاتا ہے تو اس کے دل میں یہ ہی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ بھی اسے دل سے ہی پسند کرے۔ ویسے تو تم بلی کا ایک بچہ بھی پال سکتے ہو۔ اس کی گردن میں پٹا ڈال کر اسے باندھ کر رکھ سکتے ہو۔ مگر بات تو وہ نہ ہوئی جو ہونی چاہئے۔ ایسا کوئی عمل میں نے تمہارے ساتھ نہیں کیا۔"

"میلینا کیا کرتی ہے؟"

"بس وہ میرے اور ان کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ ان لوگوں کو تھوڑے فاصلے پر الگ غاروں میں رکھا گیا ہے' لیکن انہیں ہر طرح کی آزادی دی گئی ہے۔"

"سب محفوظ ہیں؟"

"ہاں...... بالکل۔" گونیا تھارم نے جواب دیا۔

"یہاں تک لانے میں تمہیں بڑی دقتیں پیش آئی ہوں گی۔" سالار نے سوال کیا اور گونیا سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"ہاں۔ کافی حد تک......' لیکن بہرحال میں ان سب کو کسی نہ کسی طرح لے ہی آئی۔" کافی دیر تک وہ بیٹھی سالار سے باتیں کرتی رہی اور سالار یہ ہی ظاہر کرتا رہا کہ اب وہ گونیا تھارم سے بہت متاثر ہو گیا ہے۔ کئی بار گونیا تھارم نے اٹھنے کی کوشش کی۔ تو سالار نے اس سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا ہے۔ گونیا تھارم نے برف پاش نگاہوں سے اسے دیکھا اور

بولی۔

"بس تھوڑا سا انتظار کر لو۔ اس کے بعد میری اور تمہاری راتیں یکجا ہوں گی۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔

سالار نے اپنے ذہن کو تازہ کیا اور گونیا تھارم سے ہونے والی تمام گفتگو باہر نظر آنے والے مناظر ذہن میں یکسو کر کے یہ اندازے لگانے لگا کہ اس کا عمل کیا ہونا چاہئے۔ یہ اندازہ تو اسے ہو گیا تھا کہ کسی بھی قسم کی جلد بازی بے مقصد ثابت ہو گی۔ گونیا تھارم کے مؤقف کا بھی پتہ چل گیا تھا وہ یہاں اسی علاقے میں رہنا چاہتی تھی۔ اب یہ علاقہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ سوچتا رہا اور پھر اس نے فیصلہ کیا کہ اگر میلینا اسے دوبارہ نظر آئی تو میلینا کا تعاقب کر کے اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ جہاں مہابیر' جگت چوہان اور جگت رائے وغیرہ قید تھے۔

رات آرام سے گزر گئی۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ صبح کا ناشتا اسے وہیں اس کے غار میں ہی پہنچا دیا گیا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آیا۔ آج اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ذرا لمبا راستہ اختیار کرے گا۔ باہر کی دنیا میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ سالار نے اچھی طرح محسوس کیا کہ اب کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں ہے۔ البتہ یہ بھی اس نے دیکھا کہ پستہ قامت لوگ کافی فاصلے پر ایک حد ایک دائرے کے اندر نظر آتے ہیں۔ وہ اس طرف آنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جہاں یہ پہاڑیاں اور غار پھیلے ہوئے ہیں۔

غاروں کا یہ عظیم الشان سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ سالار کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ یہ سلسلہ کہاں تک جاتا ہے وہ تو بس ان پر نگاہیں ڈالتا ہوا چلا جا رہا تھا اور اس نے حیرت انگیز طور پر بہت ہی طویل فاصلہ طے کر لیا۔ جو کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ عام آدمی تو اس کا چوتھائی راستہ بھی طے نہیں کر سکتا تھا اور تھک کر چور چور ہو جاتا' لیکن سالار کے اندر جو بے پناہ قوتیں چھپی ہوئی تھیں۔ ان قوتوں کے بارے میں بھی سالار کو خود علم نہیں تھا کہ وہ اسے کس طرح اور کہاں سے حاصل ہوئیں۔

پھر جب پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہوا تو اس نے دوسری جانب دیکھا اور جو کچھ اسے نظر آیا۔ اس دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔

یہ ایک عظیم الشان سمندری جہاز تھا۔ جسے دور سے ہی دیکھنے سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ جہاز تو بہت ہی اعلیٰ اور شاندار ہے' لیکن شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا ہے۔ سالار اس جہاز کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا وہ اندازے لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ جہاز میں کچھ لوگ ہیں یا نہیں۔ اور اسے بخوبی

اندازہ ہوگیا کہ جہاز پر اچھے خاصے افراد موجود ہیں۔

کچھ لمحوں تک وہ سوچتا رہا۔ یہ اندازہ تو اسے ہوگیا تھا کہ گونیا تھارم یہاں بہت بڑی حیثیت کی حامل ہے اور اگر سالار سے کوئی ایسا عمل ہو بھی گیا جو یہاں کے لوگوں یا گونیا تھارم کے لئے ناپسندیدہ ہو تب بھی اسے اب کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ عورت کی ازلی کمزوری گونیا تھارم پر غالب آ گئی تھی ان تمام احساسات کے تحت سالار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس کے قدم اس ٹوٹے پھوٹے جہاز کی جانب اٹھ گئے۔

فاصلہ کافی تھا۔ تاحد نگاہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ گونیا تھارم نے بتایا تھا کہ دریائے مستونگ تبت کے علاقوں سے بہتا ہوا یہاں تک آتا ہے اور یہاں کہیں آ کر سمندر میں گرتا ہے۔ یقینی طور پر وہ سلسلہ بھی کہیں آس پاس ہی ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سالار جہاز کے قریب پہنچ گیا۔

جہاز کے دونوں طرف کے حصوں میں اس نے موٹے موٹے رسوں سے بنی ہوئی سیڑھیاں لگی ہوئی دیکھیں۔ ان سیڑھیوں کے ذریعے بآسانی جہاز کے اوپر پہنچا جاسکتا تھا۔ سالار نے اپنے تجسس سے مرغوب ہو کر جہاز کی سیڑھیوں میں سے ایک سیڑھی کو پکڑا اور اسے کھینچ کھینچ کر اس کی مضبوطی کا جائزہ لینے لگا۔ کچھ ہی لمحوں میں اسے اندازہ ہوگیا کہ اوپر سیڑھیاں مضبوطی سے بندھی ہوئی ہیں۔

ہوسکتا ہے ان کے ذریعے اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر جانے کا سلسلہ جاری ہو۔ وہ احتیاط سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اوپر کوئی بھی حادثہ اس کا منتظر ہوسکتا تھا۔ اسے ہر طرح سے احتیاط برتنی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اوپر پہنچ گیا۔ جہاز کا عرشہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ ٹوٹ پھوٹ اور تباہی کے آثار یہاں بھی بکھرے ہوئے تھے۔ وہ دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگا۔ پھر کافی فاصلے پر اسے ایک آدمی نظر آیا۔ جو اچانک ہی نیچے جانے والے راستے سے نمودار ہوا تھا۔ یہ اچھے خاصے قد و قامت کا آدمی تھا اس نے مکینکوں جیسی ڈانگری پہن رکھی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا دبا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس کا رخ بھی اس سمت تھا اور اس نے سالار کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ٹھٹک کر رک گیا اور سوالیہ نگاہوں سے سالار کو دیکھنے لگا۔ تب سالار نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور زور سے بولا۔

"ہے میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" وہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہا خود ہی اس کی جانب بڑھ گیا اور کچھ لمحوں کے بعد اس کے قریب پہنچ گیا۔

اس شخص کے نقوش اور خدوخال سے کوئی خاص اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ اس میں کوئی ایسی انوکھی بات نہیں تھی۔ جو باعث حیرت ہو۔ البتہ وہ سالار کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ سالار نے مسکرا کر اس کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"فوری تعارف کے طور پر میں تمہیں اپنا نام بتاتا ہوں۔ میرا نام سالار ہے۔"

"ہیلو۔" اس نے بھی تقریباً پر اخلاق لہجے میں کہا' لیکن اس کے انداز میں حیرت نمایاں تھی۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں یہاں اس ماحول میں اجنبی ہوں اور اس ماحول کا جائزہ لیتا پھر رہا ہوں۔"

"تعجب ہے۔ تعجب ہے۔" وہ دو تین دفعہ اس انداز میں بولا پھر چونک کر کہنے لگا۔ "کیا تم ان سب کی اجازت سے یہاں تک آئے ہو......؟"

"کس کی اجازت سے؟" سالار نے سوال کیا اور وہ الجھی ہوئی نگاہوں سے سالار کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"خیر میرا تو کوئی حرج نہیں ہے کیا تم مسٹر کاف برائن سے ملنا پسند کرو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" سالار نے جواب دیا۔

"ایک منٹ میں ابھی آیا۔" اس نے کہا اور عرشے کے ایک گوشے کی جانب بڑھ گیا۔ سالار اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ وہ شخص رسیوں کے اس ڈھیر کے پاس پہنچا وہ تھوڑے فاصلے پر تھا۔ اس کے پاس کچھ ٹول بکس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھیلے کو وہاں رکھا اور لکڑی کا ایک بکس کھول کر اس میں سے کچھ ٹول نکالنے لگا۔ یہ ٹول اس نے ایک دوسرے تھیلے میں رکھے۔ جو بکس ہی سے نمودار ہوا تھا اور اس کے بعد تھیلا ہاتھ میں لٹکائے۔ سالار کے پاس آ گیا۔

"آؤ......" اس نے کہا اور سالار اس کے ساتھ وہ سیڑھیاں طے کرنے لگا جو جہاز کے نچلے حصے کی طرف جاتی تھیں۔ ابھی اس نے عرشے ہی کا جائزہ لیا تھا اور اسے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ جہاز بہت ہی اعلیٰ اور شاندار حیثیت کا حامل ہے' لیکن سارے کے سارے ٹوٹ پھوٹ کے شکار جہاز کی اس منزل پر بہت ہی حسین کیبن بنے ہوئے تھے' لیکن سب کے دروازے کھلے ہوئے نظر آ رہے تھے اور کسی ذی روح کا پتہ نہیں تھا البتہ اسے لے جانے والا مزید سیڑھیاں طے کرنے کیلئے نیچے اتر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ جہاز کے سب سے نچلے حصے میں تھا۔ پھر یہاں ایک عظیم الشان انجن روم موجود تھا اور چند افراد یہاں انجن کے بڑے بڑے پرزوں پر کام کرنے میں مصروف تھے۔ ایک شخص جو سرخ و سفید رنگت کا مالک بڑے بالوں والا خوش شکل تھا۔ چونک کر سالار کو دیکھنے لگا۔ اسے دیکھتا رہا پھر وہ خود اس کے قریب آ گیا اور بولا۔

"ہیلو......کون ہیں آپ؟"

"میرا نام سالار ہے۔"

"میرا مطلب ہے جہاز پر آپ کب اور کس کے ساتھ آئے......؟"

"تنہا آیا ہوں۔"

"میرا نام کاف ڈینیل ہے۔ کاف ڈینیل۔"

"جی...... آپ کے ساتھی نے ایک بار آپ کا نام لیا تھا۔"

"میں اس بدنصیب جہاز کا کپتان ہوں۔ مرر تم وہ ٹول لے آئے؟"

"جی کیپٹن۔"

"چلو تم لوگ کام کرو...... میں ذرا اپنے نئے مہمان سے تھوڑی کی باتیں کرلوں۔" کاف ڈینیل خاصا پر اخلاق آدمی معلوم ہوتا تھا اور پھر جس شخص کا نام مرر لیا گیا تھا وہ نئے ٹول لے کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا' جو جہاز کے اس عظیم الشان انجن پر مصروف تھے۔ کاف ڈینیل نے کہا۔

"میرے دوست اگر اوپر چلنا چاہو تو چلو کھلی فضاء میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ یہاں پر تمہیں ٹھوک پیٹنے کی آوازوں کے علاوہ اور کچھ سنائی نہیں دے گا۔" سالار نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی اور اس کے بعد گردن خم کر کے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ سیڑھیوں کی طرف چلتے ہوئے کاف ڈینیل نے ایک طرف رخ کر کے کہا۔

"ہمیں کوئی اچھا مشروب اوپر پہنچا دیا جائے۔" یہ کہہ کر وہ اوپر کی جانب چل پڑا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بلند ترین سیڑھیاں طے کر کے یہ لوگ جہاز کی پہلی منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں خوبصورت کیبنوں میں سے بہت سے کیبن ٹھیک حالت میں تھے انہی میں سے ایک کیبن میں کاف ڈینیل سالار کو لے کر داخل ہو گیا۔

کیبن اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ تھا اور اس کی صفائی ستھرائی سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ استعمال میں رہتا ہے کاف ڈینیل نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور سالار دلچسپی سے بیٹھ گیا۔

"مجھے معاف کرنا۔ دو اجنبی جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ کیا تم ان نئے آنے والوں میں سے ایک ہو۔ جسے ڈی ایس آرنالڈ و تبت کے علاقے سے لے کر آیا ہے۔"

"ہاں میں انہی میں سے ایک ہوں۔"

"لیکن انہیں تو سخت قید میں رکھا گیا ہے اور کسی کو باہر آنے نہیں دیا جاتا تم اس طرح آزادی کیسے حاصل کر سکے ہو اور کیا اس جہاز تک تم تنہا آئے ہو یا کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے؟"

"نہیں میں تنہا ہوں۔ کیا تم گونیا تھارم کو جانتے ہو؟" سالار نے سوال کیا۔

"اسے کون نہیں جانتا؟"

"تو بس یوں سمجھ لو...... میں اسی کا مراعات یافتہ ہوں اور مجھے یہ آزادی اسی نے دی

ہے۔" کاف ڈینیل نے ایک نگاہ سالار کو دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

"اس کی جگہ کوئی بھی عورت ہوتی وہ تمہیں آزادی دیئے بغیر نہ رہ سکتی۔ مجھے معاف کرنا اسی قدر پرکشش شخصیت کے مالک ہو۔"

"شکریہ۔" سالار نے بھی پر اخلاق لہجے میں کہا۔

"اب مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے۔ مائی ڈیئر کاف ڈینیل۔"

"ہاں...... کیوں نہیں بتاؤں گا' لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ کیا گونیا تھارم تمہارا اس طرح یہاں آنا پسند کرے گی۔"

"وہ اگر نہ بھی پسند کرے تو تم پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کیونکہ میں خود یہاں آیا ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن تم پر بھی کوئی اثر نہیں پڑنا چاہیئے۔"

"نہیں میں برے اثرات سے آزاد ہوں۔" سالار نے کسی قدر پر مزاح لہجے میں کہا اور کاف ڈینیل ہنسنے لگا پھر بولا۔

"پر مذاق آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اچھا چلو پوچھو میرے بارے میں کیا پوچھنا چاہتے ہو......"

"اس جہاز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"اس کا نام اینجل ہے۔ شاید تم نے دیکھا ہو۔ اس پر لکھا ہوا ہے۔"

"نہیں میں نے نہیں دیکھا۔"

"اور اس کے مالک سر جیمس ہاکلر ہیں۔ جن کا تعلق بحریہ کیپٹل کے کنارے آباد سینٹ لوسیا سے ہے۔ مسٹر جیمس ہاکلر سینٹ لوسیا کے سب سے دولت مند آدمی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک عظیم سائنسدان کی حیثیت سے ان کا نام دنیا کے گوشے گوشے میں مشہور ہے۔ سر جیمس ہاکلر کی رہائش گاہ سینٹ لوسیا کے دارالحکومت کاسٹریز میں ہے اور پورے کاسٹریز میں ان کا محل سب سے شاندار ہے۔

بہر حال جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ ساری دنیا میں کوکوا کی سپلائی سر جیمس ہاکلر ہی کے فیکٹری اور کارخانوں سے ہوتی ہے دولت کے انبار ہیں ان کے پاس' لیکن سائنس ان کا شوق ہے اور اس شوق میں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ وہ دنیا بھر کے سمندروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے نکلے ہیں۔ ایک نظریئے کے تحت ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی جنون پلتا ہے سر جیمس ہاکلر کا خیال ہے کہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک خلاؤں اور آسمان کے گرد بکھرے ہوئے سیاروں کی جستجو میں رہتے ہیں اور لاتعداد فضولیات کا شکار ہو چکے ہیں۔ جبکہ یہ دنیا یعنی کرہ ارض ہی اس قدر وسیع اور پراسرار ہے کہ اس کے بارے میں ہی اگر معلومات مکمل ہو جائیں تو سمجھو ساری کائنات کے اسرار پتہ

چل گئے۔

یہ جیمس ہائلر کا نظریہ ہے۔

اور اسی نظریئے کے تحت انہوں نے اینجل کی تیاری کروائی اور اپنے ساتھ بہت سے ایسی عالیشان شخصیتوں کو لے کر سمندروں کی سیر کو نکل کھڑے ہوئے جو سمندری معلومات میں بے مثال تھیں۔ میں اینجل کا کیپٹن ہوں۔ ہم لوگ دنیا کے بے شمار پراسرار سمندروں سے گزرتے ہوئے اور وہاں اپنا تحقیقاتی عمل کرتے ہوئے آخر کار ایک بھیانک علاقے میں آنکلے۔ یہاں سمندر اجنبی تھا اور اس اجنبی سمندر میں ہمیں ایک خوفناک طوفان سے دو چار ہونا پڑا یہ سمندری طوفان اتنا ہولناک تھا کہ میری پوری سمندری زندگی میں اتنا ہولناک طوفان کبھی نہیں نظر آیا تھا۔ جہاز کے انجن ٹوٹ گئے۔ اسے سنبھالنے کی ہر کوشش ناکام ہوگئی اور اینجل لمحہ لمحہ تباہی سے دو چار ہونے لگا۔ آخر کار طوفان تھما اور اینجل ایک بے سہارا کشتی کی مانند سمندر کی لہروں پر ڈولتا ہوا اس ساحل کی جانب آگیا۔ چونکہ ساحل پر پہنچ کر اسے باقاعدہ لنگر انداز کرنے کا ہر ذریعہ ختم ہوگیا تھا اس لئے وہ ایک ساحلی پہاڑ سے ٹکرا گیا۔ وہ پہاڑ جو اس طرف نظر آرہا ہے اس کے نتیجے میں خوفناک تباہی ہوئی اور جو لوگ اپنی زندگی نہیں بچا سکے تھے وہ سمندر کی لہروں اور شارک مچھلیوں کا شکار ہوگئے اور جو بچے وہ اس طرف نکل آئے۔

بہر حال اب ہم یہاں اسی جگہ مقیم ہیں اور یہاں کے عجیب و غریب حالات کا شکار ہوگئے ہیں یہ انوکھی مملکت ہے شاید دنیا کے نقشے پر اس کا کوئی وجود نہیں ہے پتہ نہیں یہ لوگ کس قدر مہذب ہیں اور کس قدر غیر مہذب۔ سر جیمس ہائلر کو یہاں کے پراسرار حکمران آرگو بلوسا نے اپنا مہمان بنا رکھا ہے۔ کون جانے مہمان ہے یا قیدی۔ یہاں آرگو بیلوسا کی نائب وہ خطرناک عورت گونیا تھارم ہے' جو پتہ نہیں اپنے کتنے وجود رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ ساری کہانیاں الگ الگ ہیں۔ گونیا تھارم ایک ناقابل فہم عورت ہے ایک طرف وہ اس علاقے کی وفادار نظر آتی ہے اور دوسری طرف اس کا پراسرار وجود اور بھی ہے۔ اس نے مجھے اور میرے انجینئروں کو اس جہاز کی ایک مرمت کی اجازت دے رکھی ہے اور اپنے طور پر ہمیں اس سلسلے میں امداد بھی فراہم کرتی ہے' لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ اس جہاز کی تکمیل کیوں کرا رہی ہے اور کیا چاہتی ہے۔ میرے دوست یہ ہے ہماری پراسرار کہانی ...... اور یہ کہانی جانتے ہو میں نے تمہیں کس لئے سنائی ہے؟"

سالار نے سوالیہ نظروں سے کاف ڈینئل کو دیکھا تو وہ بولا۔

"اس لئے کہ میرا تجربہ بتاتا ہے کہ تم بھی اس علاقے کے لئے اجنبی ہو اور ایک اجنبی شخص ہمارے لئے۔ میرا مطلب ہے میرے لئے قابل بھروسہ ہے کیونکہ دل کے بہت سے پھپھولے ہیں اسی

کے سامنے کھول سکتا ہوں۔" سالار ہر طرح سے محتاط رہنا چاہتا تھا۔ گونیا تھارم کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش اس نے بڑی سوچ سمجھ کر کی تھی اور گونیا تھارم جتنی شاطر عورت تھی اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس نے اپنے یہ جال کہاں کہاں پھیلا رکھے ہیں ہوسکتا ہے کاف ڈینئل بھی سالار کے دل میں اترنے کی کوشش کررہا ہو......

اس نظریئے کے تحت کہ ایک طرح سے سالار کے دل میں گونیا تھارم کی جگہ معلوم کرنا چاہتا ہو۔ چنانچہ سالار محتاط رہا۔

"تم اپنے بارے میں مختصر نہیں بتاؤ گے دوست۔" کاف ڈینئل نے کہا۔

"زندگی بڑی عجیب و غریب چیز ہے مسٹر ڈینئل پتہ نہیں کیسے کیسے چکر دیتی ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں بھی زندگی کے چکروں کا شکار ہوں اور یہ ایک سچ ہے کہ میں کہیں اور سے یہاں تک پہنچا ہوں' لیکن اب یہاں ہوں' لیکن قیدی کی حیثیت سے نہیں۔"

"اور کچھ؟"

"بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"تم مجھ سے زیادہ محتاط ہو۔ چلو کوئی بات نہیں ہے' لیکن اگر مناسب سمجھو اور اس طرف آنا ہوا کرے تو مجھ سے مل لیا کرو۔"

"ضرور......" سالار نے کہا اور اس کے بعد وہ واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اسے ہر حال میں محتاط رہنا تھا۔ اس کا رخ انہی غاروں کی طرف تھا۔ جدھر اس کا قیام تھا۔ غاروں کے دہانوں کے پاس پہنچا بھی نہیں تھا کہ اس نے ایک پتھر پر میلینا کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور اپنی جگہ ٹھٹک کر رک گیا۔

✤ ✤ ✤

وہ سوچ رہا تھا کہ میلینا کی طرف جائے یا نہ جائے' لیکن راستہ اسی سمت سے گزرتا تھا اور پھر ویسے بھی اس کے ذہن میں شدید تجسس تھا۔ چنانچہ اس نے میلینا کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ میلینا شاید کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ اس نے اس کے قدموں کی آواز نہیں سنی۔ سالار میلینا کے پاس پہنچ گیا پھر اس نے خود ہی میلینا کو آواز دی تھی۔

"ہیلو...... میلینا۔" میلینا ایک دم اچھل پڑی تھی۔ اس نے سالار کو دیکھا اور اس پر نگاہیں جمائے اسے دیکھتی رہی۔ سالار نے دو قدم اور آگے بڑھائے اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔ "ہیلو میلینا۔ کیا تم مجھے اس سامنے والے پتھر پر بیٹھنے کی اجازت دو گی۔"

میلینا ایک دم سنبھل گئی تھی۔ پھر اس نے تلخ سے لہجے میں کہا۔

"یہ تو پھر میری ملکیت نہیں ہیں جس کا جو دل چاہے کرسکتا ہے۔"

"ٹھیک ......" سالار نے کہا اور سامنے والے پتھر پر بیٹھ گیا۔ میلینا نے گردن جھکا لی تھی۔
"میں تمہاری ناراضگی کی وجہ نہیں سمجھ سکا میلینا ......؟" میلینا نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور بولی۔
"میں ناراض نہیں ہوں۔"
"میرا خیال ہے۔ ہماری اتنی شناسائی ضرور تھی کہ اگر ہم کسی اجنبی جگہ ملیں تو ایک دوسرے سے اپنے آپ کو بالکل بیگانہ ظاہر نہ کریں۔"
"بس اتنی ہی شناسائی تھی ہماری۔" میلینا تلخ لہجے میں بولی۔
"اگر کچھ اور ہے تو مجھے بتاؤ۔"
"کیا تم نے کبھی میرے بارے میں نہیں سوچا۔"
"بہت بار سوچا۔"
"کیا۔"
"یہ ہی کہ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ جان کرسٹوفر کی بیٹی ہو اور گونیا تھارم تمہاری سوتیلی ماں ہے۔"
"ہوں ...... ماں۔" میلینا انتہائی تلخ لہجے میں بولی۔
"تو پھر......؟"
"نہ وہ میرے باپ کی بیوی ہے نہ میری ماں۔"
"کیسی باتیں کر رہی ہو میلینا ......؟"
"سچ سننا چاہتے ہو۔ تو سچ سنو ورنہ میں خود اٹھ کر چلی جاؤں گی۔"
"جو کچھ تم نے کہا کیا وہ سچ ہے۔"
"ہاں۔"
"کس طرح کا سچ ...... مجھے بتاؤ تو سہی کچھ۔"
"نہ وہ میری سوتیلی ماں ہے نہ میرے باپ کی بیوی۔ وہ ایک جادوگرنی ہے۔ صرف جادوگرنی۔ ہم نئے دور کے لوگ ہیں۔ جادو وغیرہ کے قائل نہیں ہیں' لیکن پراسرار قوتیں آج بھی اس کائنات میں اپنا عمل کرتی ہیں اور کر رہی ہیں۔ وہ ایک پراسرار عورت ہے۔ جس نے میرے باپ کو اپنے جادو کے عمل میں پھانس لیا ہے ورنہ جان کرسٹوفر اتنے برے آدمی نہیں تھے۔"
"ہو سکتا ہے...... میلینا ایسا ہو...... لیکن اس میں کہیں بھی میرا قصور تو نظر نہیں آیا۔"
"سنو...... میں ایک آزاد خیال اور آزاد زبان کی لڑکی ہوں۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی تھی۔ محبت ہے اور محبت رہے گی۔ جب وہاں پہاڑوں میں ہم برے حالاتوں کا شکار ہوئے تھے اور زندگی اور

موت کے درمیان لٹک گئے ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ لوگ کون ہیں جو ہمیں گرفتار کر کے کشتیوں تک لائے ہیں اور یہ کشتیاں ہمیں لے کر کہاں جا رہی ہیں۔ سب ہی تھے ان کشتیوں میں۔ سب لوگ تھے میری نگاہیں تمہیں تلاش کر رہی تھیں۔ یہاں پہنچ کر بھی میں نے تمہیں بہت تلاش کیا۔ لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ تم یہاں نہیں ہو۔ پھر مجھے تم نظر آئے' لیکن تم سے محبت کرنے کے باوجود میرے دل میں تمہارے لئے ایک نفرت کا پہلو بھی ہے اور نفرت اس وجہ سے ہے مجھے تم سے کہ تم نے سمیتا کو مجھ پر ترجیح دی اور اسے خوش ہونے کا موقع ملا اور مجھے شرمندہ۔" سالار خاموشی سے یہ تمام باتیں سن رہا تھا۔ میلینا سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی جبکہ سمیتا اس کے دل کے گوشوں میں محفوظ تھی اور اب تو صورتحال ہی مختلف تھی۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔
"میلینا کبھی کبھی انسان خود اپنے آپ کو بھی نہیں سمجھ پاتا کہ اس کے اندر کیا ہے۔ میرے اندر کیا ہے میں تمہیں بتاؤں گا۔ کہاں ہیں وہ لوگ اور ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔" سالار نے اس سے روا روی سے سوال کیا۔
جیسے سوال کی گہرائیوں میں کچھ نہ ہو' لیکن حقیقتاً وہ میلینا سے ان کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ میلینا نے گردن ہلائی اور بولی۔
"سوری ...... میں گونیا تھارم کی اجازت کے بغیر کچھ بھی نہیں بتا سکتی اس نے انہیں الگ رکھا ہے۔ میرا اس سے رابطہ ہے۔ وہ بھی مجھ پر اعتبار کرتی ہے۔ میں اس کے اعتبار کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔" سالار کو غصہ تو بہت آیا' لیکن اس نے تحمل سے کام لیا پھر بولا۔
"اس کا مطلب ہے کہ تم خود بھی ان سے نہیں ملتیں۔"
"کیوں نہیں وہاں جان کرسٹوفر ہے۔ میرے باپ اور ادھر شیروک ہے جس کی اصل حیثیت بے شک بدل گئی ہے' لیکن میں تمہیں بتاؤں سالار شیروک نے میرے باپ سے مصنوعی شادی کر کے بھی مجھے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور اب میرا اس سے مسلسل رابطہ ہے۔ میرے ساتھ اس کا سلوک اب بھی مہربانی کا ہے وہ نہیں چاہتی کہ میں کسی کو ان لوگوں کے بارے میں بتاؤں میرا مطلب ہے جان کرسٹوفر وغیرہ کے بارے میں اور تمہیں تو میں خاص طور پر کچھ نہیں بتاؤں گی کیونکہ سمیتا بھی ان کے درمیان موجود ہے۔ کم از کم اتنی رقابت کا حق تو مجھے ہے۔" سالار کے چہرے پر تلخی پھیل گئی۔ اس کو میلینا سے ایکدم نفرت کا احساس ہوا تھا اور پھر اس نے فوراً ہی میلینا سے اس کا بدلہ بھی لے لیا۔
"ٹھیک ہے مگر ایک اور دلچسپ اطلاع ہے تمہارے لئے۔ تم اور مسٹر جان کرسٹوفر اس بات کا کتنی ہی بار اعتراف کر چکے ہیں کہ شیروک نے یا دوسرے معنوں میں گونیا تھارم نے جان کرسٹوفر پر اپنی پراسرار قوتوں سے کام لے کر قبضہ جما لیا تھا۔ ان کے درمیان شوہر اور بیوی کا رشتہ کبھی قائم نہیں

ہو سکا۔

گونیا تھارم ایک ایسا پراسرار وجود ہے جو دنیا کی قدروں کو بالکل نہیں مانتا چنانچہ اب ہم دونوں شادی کر رہے ہیں۔ بہت جلد گونیا تھارم میری بیوی ہوگی اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی...... اور یہ خوشی بھی ہوگی تمہیں کہ گونیا تھارم سے شادی کرنے کے بعد میرے دل میں نہ سمیتا ہوگی اور نہ میلینا۔'' یہ کہہ کر سالار اپنی جگہ سے اٹھا اور غاروں کی جانب واپس چل پڑا۔

تھوڑی سی الجھنوں کا شکار بھی تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ گونیا تھارم کی حقیقت کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ اس کا کردار بہت پراسرار تھا۔ سالار نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس پراسرار قبیلے میں پہنچنے کے باوجود یہاں کے اسے وہیں کی شخصیت قرار دیتے تھے۔ وہ مطمئن نہیں ہو سکا تھا۔ ایک بھی تو ایسا شخص نہیں ملا تھا' جو اسے اس کے بارے میں بتا دیتا۔ سالار آج تک اپنے آپ کو ایک اجنبی وجود کہتا تھا۔ ایک ایسا انوکھا وجود جو خود اپنی ذات سے واقف نہ ہو۔ اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی تھی۔

کئی دن تک وہ ان غاروں میں بھٹکتا رہا۔ اس نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ ان لوگوں کا پتہ چل جائے' لیکن اب اس کے بعد تو میلینا بھی اسے نظر نہیں آئی تھی اور حیرت ناک بات یہ تھی کہ کئی دنوں سے گونیا تھارم بھی اسے نہیں ملی تھی۔ گونیا تھارم کے بارے میں وہ جب بھی سوچتا اس کا ذہن عجیب و غریب احساسات کا شکار ہو جاتا تھا۔ پتہ نہیں کیا چیز تھی وہ۔

پھر اس دن تیز بارش ہو رہی تھی۔ باہر کا موسم بے حد خوبصورت تھا۔ سالار باہر نکل آیا۔ یہ پراسرار دنیا اسے بہت ہی پراسرار لگ رہی تھی۔ وہ پہاڑوں کی اس سمت کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ جہاں اسے بتایا گیا تھا کہ آرگو بیلوسا جو اس علاقے کا حکمران ہے۔ قیام پذیر ہے اس کے ساتھ ہی جس میں ہائلر بھی جو انجل کا مالک تھا وہ اس بارش میں بہت دیر تک گھومتا رہا۔ کچھ فاصلے پر جانے کے بعد اس کے ذہن میں کاف ڈینئل کا خیال آیا۔ بے شک خاصا نفیس اور باخبر معلوم ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے لمبے راستے طے کر کے ساحل کا رخ کیا اور یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ انجل خشکی سے اٹھ کر پانی میں پہنچ چکا ہے اور ساحل سے کوئی دو کلومیٹر کے فاصلے پر سمندر میں لنگر انداز ہے۔ اس قدر برق رفتاری سے انجل کی مرمت کر لینا ایک معجزہ ہی تھا وہ کچھ دیر سوچتا رہا اور اس کے بعد اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

وہ بہترین تیراک تھا اور اتنا فاصلہ طے کر کے اس کے لئے انجل کے پاس جانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ دور ہی سے دیکھ چکا تھا کہ انجل پر اوپر جانے کیلئے وہی سیڑھیاں لٹکی ہوئی ہیں اور نیچے کچھ کشتیاں پانی پر ڈول رہی ہیں گویا خشکی تک آنے کا سفر کشتی کے ذریعے کیا جاتا تھا۔ وہ سیڑھیوں تک

پہنچا اور اس کے بعد اوپر چڑھتا چلا گیا۔ غالباً انجل پر موجود لوگ پوری طرح سے ہوشیار تھے۔ خود کاف ڈینئل نے اس کا استقبال کیا۔

اور اس کے لباس کے بھیگا ہونے کے باوجود اس سے گلے ملے۔

''میں نے تو سوچا تھا کہ اب تم اس طرف کبھی نہیں آؤ گے۔''

''بس اتفاق تھا۔''

''آؤ...... نیچے چلتے ہیں۔ بارش کافی تیز ہو رہی ہے۔ وہاں تمہاری تلاش تو نہیں ہو رہی ہوگی۔''

''نہیں......''

''آجاؤ......'' اور اس کے بعد سالار حیرت انگیز مناظر دیکھتا ہوا کیبنوں تک پہنچ گیا وہ مناظر حیرت انگیز اس لئے تھے کہ جو ٹوٹ پھوٹ اسے پہلے نظر آئی تھی اب اس کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اس نے تعریفی لہجے میں کہا۔

''مسٹر ڈینئل آپ نے تو جیسے جادوئی طریقے سے اس جہاز کی مرمت کر ڈالی ہے۔ کیا اس کے انجن ٹھیک ہوگئے ہیں۔؟''

''اب یہ جہاز مکمل طور پر سفر کے قابل ہے۔''

''اوہو......تو کیا اس پر سفر کیا جائے گا......؟''

''ہاں......''

''مگر......کب؟......کہاں؟......کیسے؟''

''تم چائے پسند کرو گے یا کافی۔ دونوں چیزیں تمہیں مہیا ہو سکتی ہیں۔'' سالار مسکرا دیا۔ پھر بولا۔

''جیسا تم پسند کرو۔''

''میں کافی منگواتا ہوں۔'' ایک خوبصورت جگہ بیٹھ کر کاف ڈینئل اس سے باتیں کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کافی آ گئی۔ کاف ڈینئل نے کہا۔

''جہاز کی مرمت کے لئے تقریباً سو آدمی یہاں بھیجے گئے تھے۔ جنہوں نے دن رات کام کر کے جہاز کو اس قابل بنا لیا کہ اب یہ مکمل طور پر بہترین سفر کیلئے تیار ہے ہمارے اسٹور میں کھانے پینے کی اشیاء اس قدر موجود ہیں کہ ہم انہیں ایک سال تک استعمال کر سکتے ہیں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اس جہاز کا مالک سر جیمس ہائلر سینٹ لوسیا کا دولت مند ترین آدمی ہے۔ کاسٹریز میں اس کی اتنی جائیدادیں ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ دنیا کے لئے برے ارادے نہیں رکھتا۔ اسے ایسے نئے

جہانوں کی تلاش ہے۔ جہاں پہنچ کر وہ انسانوں کی بقاء کے لئے سمندری معلومات سے فائدہ اٹھائے اور تمہیں یہ سن کر شاید تعجب ہو کہ وہ آرگو بیلوسا کو شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔“

سالار یہ سن کر چونک پڑا۔ پھر بولا۔

”میں سمجھا نہیں۔“

”درحقیقت جیمس ہائلر نے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ دوسرا کوئی شخص اسے سرانجام نہیں دے سکتا۔ یہ بھی میں تمہیں بتا دوں کہ مسٹر ہائلر نے دو دن پہلے مجھ سے ایک تفصیلی اور تنہا ملاقات کی ہے۔“ دلچسپ اور عجیب و غریب انکشافات ہو رہے تھے۔ انتہائی لذیز کافی پیتے ہوئے کاف ڈینئیل اسے تفصیل بتانے لگا۔

”جہاز ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا تھا اور ہم سب یہاں قیدی بنا لئے گئے تھے پھر یہ مسٹر ہائلر ہی کی کاوشیں ہیں کہ انہوں نے آرگو بیلوسا کے قبضے میں جانے کے بعد آرگو بیلوسا کو اپنا ہمنوا بنایا اور اب آرگو بیلوسا وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہے جو مسٹر ہائلر چاہتے ہیں۔“

”وہ کیا......؟“

”انجیل کے ذریعے ایک بار پھر سے تحقیقی سفر کا آغاز ہونے والا ہے۔ مسٹر ہائلر کے پاس کچھ ایسی پراسرار معلومات موجود ہیں جو آرگو بیلوسا کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ یعنی ایک نئی اور پراسرار دنیا کی تلاش اور اس دنیا کے نقشے بھی بنا لئے گئے ہیں۔“

”تو کیا......آرگو بیلوسا۔ اپنی اس دنیا کو چھوڑ دے گا۔“

”ہاں......“

”اس کا کہنا ہے کہ تحقیق کائنات میں زندگی کا نام رکھتی ہے اور یہ تحقیق اسے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے وہ ضروری انتظامات کے بعد اور اپنے خاص خاص لوگوں کو ساتھ لے کر جیمس ہائلر کے ساتھ سفر کرنے کو تیار ہے۔“

”بڑے عجیب و غریب انکشافات ہیں اور گونیا تھارم......؟“ سالار نے سوال کیا اور کاف ڈینئیل قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

”اس کائنات میں ویسے تو مالک کائنات نے بہت کچھ پیدا کیا ہے جو انسانی ذہن میں نہیں آ سکتا، لیکن خود انسانوں ہی نے کچھ شخصیتیں ایسی پیدا کر دی ہیں، جن پر غور کیا جائے تو انسانی ذہن پھٹ کر رہ جاتا ہے اور انہی میں ایک گونیا تھارم ہے۔“

”اوہ......آگے بولو۔ مائی ڈیئر کاف ڈینئیل۔“

”گونیا تھارم بھی اس تحقیقی سفر کے لئے خوشی سے تیار ہے۔“ سالار کے ذہن کو واقعی بہت سے

جھٹکے لگے تھے ایک بار پھر اس کے دل میں خیال آیا تھا کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔ کیا انہیں اسی جگہ چھوڑ دیا جائے گا۔ بھگت رائے، مہابیر جگت چوہان، جان کرسٹوفر اور سمیتا وغیرہ یہ سب بڑی حیثیت کے مالک تھے اور سالار کا صحیح رابطہ انہی لوگوں سے تھا۔ اب اس کے دل میں شدت سے یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گونیا تھارم اس سے صرف اس وجہ سے نہیں ملی تھی کہ وہ سفر کی تیاریوں میں مصروف تھی، لیکن تعجب کی بات تھی۔ اس نے تو کچھ اور ہی کہانی سنائی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ اس دنیا کو جدید پیمانے پر آباد کرنا چاہتی ہے اور اس کیلئے اسے دولت درکار تھی۔ جس کی بنا پر اس جان کرسٹوفر کو ساتھ لے کر تبت کے ان علاقوں کا سفر کیا تھا۔

جہاں اسے دولت کے انبار مل جانے کی امید تھی اور اب وہ اس دنیا کو بے یار و مددگار چھوڑ کر کہیں اور جانے کے ارادے رکھتی ہے۔ کیا ہے۔ وہ آخر کیا ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہے صبر و سکون سے برداشت کرنا پڑے گا۔ زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ گونیا تھارم پھر اس کے پاس اس سے ملنے اس کی رہائش گاہ پر آئی۔ وہ پوری طرح تندرست و توانا نظر آ رہی تھی اور خوش تھی۔

”سوری...... مائی ڈیئر سالار سوری...... مصروفیتیں بڑی انوکھی ہیں۔ تم حیران ہوگئے کہ میں کون ہوں اور کیا کر رہی ہوں......آؤ...... کہیں باہر چلیں۔ کھلی فضاء میں باتیں کرنے کا بڑا مزا آتا ہے۔“ سالار بھلا کیوں انکار کرتا۔ گونیا اسے لے کر باہر نکل آئی۔ باہر کا موسم بے حد پر فضاء تھا ایک جگہ منتخب کر کے وہ بیٹھ گئی اور مسکراتی نگاہوں سے سالار کو دیکھتی رہی۔

”ہاں......مسٹر سالار ایک بات کہوں تم سے...... جگہ ماحول اور گفتگو کے بدلتے رہنے میں جو مزہ ہے وہ کسی اور بات میں نہیں ہے۔ ساری زندگی ہی سرپرائز ہے اور یہ سرپرائز ملتے رہنا چاہئیں۔ جیسے میں......جیسے تم۔ سالار مجھے تمہاری زندگی کے متعلق تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ تم مجھے بتاؤ۔ تمہارے ماں باپ کون تھے۔ وہ شخص جس کا نام خان مراد تھا۔ چھوٹی سی عمر میں تمہیں لے کر کہاں سے آیا تھا۔ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر کے تمہیں بھگت رائے کے حوالے کر دیا۔

بھگت رائے نے تمہیں پروان چڑھایا اور اس کے بعد تم طرح طرح کے حالات سے گزرتے ہوئے آج یہاں موجود ہو......تم بتاؤ کہ کیا یہ ساری زندگی سرپرائز نہیں ہے۔“ سالار کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ بات تو بالکل سچ تھی اور واقعی اسے اپنے ماں باپ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ نجانے کیوں اس وقت اس کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔

اس کا دل چاہا کہ اسے اپنے ماں باپ کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائے۔ ایک عجیب سا رشتہ ہوتا ہے ماں باپ کا۔ بے شک بھگت رائے نے اسے اپنی اولاد کی طرح پروان چڑھایا اور

اس کے بعد بھگت چوہان نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا' لیکن واقعی ایک رشتہ ایسا بھی ہے۔ جو ان تمام چیزوں سے بہت مختلف ہے۔ شیروک' یا گونیا تھارم جیسے اس کے چہرے کے تاثرات پڑھ رہی تھی۔ اس نے پراسرار لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ بالکل ٹھیک کہتے ہو وہ رشتہ تو سب سے بڑا اور بنیادی حیثیت رکھنے والا رشتہ ہے۔ اگر میں تم سے یہ کہوں سالار۔ کہ آؤ تمہارے ماں باپ کی تلاش میں تمہاری مدد کرنے والی میں واحد شخصیت ہوں۔ تو کیا تم مجھ سے مخلص ہو سکتے ہو۔'' سالار کے ذہن کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچتا رہا پھر بولا۔

''ہاں......''

''بس...... تو سنو میں بہت سوں کیلئے مشکل کا باعث بن چکی ہوں یہ جو جہاز سمندر کے کنارے کھڑا ہے ناں۔ میرا اس میں بھی بہت بڑا حصہ ہے۔'' سالار نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ پھر بولا۔

''لیکن تم تو بہت طویل عرصے سے جان کرسٹوفر کے ساتھ ہو۔'' گونیا تھارم پراسرار انداز میں مسکرا دی۔ پھر بولی۔

''چھوٹی سی ایک کہانی سناتی ہوں تمہیں۔ پریشان مت ہونا بس کہانی سنو......

سمندر جوبن پر تھا اور جہاز پر سوار تمام لوگ۔ سمندر کی جولانی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک سمندر میں طوفان اٹھا ارو جہاز بہت بری حالت میں ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ ساحلی پہاڑوں سے ٹکرا گیا۔ جہاز جیمس ہائلر کی ملکیت تھا جو دنیا بھر کے سمندروں کے بارے میں تحقیقات کر کے انسانیت کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتا تھا جہاز میں طرح طرح کے لوگ تھے۔ جن میں ایک شخص بہت تیز اور سمجھدار تھا اور اس نے جیمس ہائلر پر مکمل قبضہ جما رکھا تھا اس شخص کا نام جانتے ہو کیا تھا؟ اس شخص کا نام جان فائلر تھا اور جیمس ہائلر اسے اپنے بھائیوں کی طرح عزیز رکھتا تھا۔

جان فائلر کے بارے میں یہ بات دنیا بھر میں کہی جاتی تھی کہ سمندروں کے بارے میں جتنی معلومات اسے حاصل ہے کسی اور کو نہیں۔ چنانچہ وہ جیمس ہائلر کی ناک کا بال تھا۔ تباہی کے بعد تمام لوگ یہاں آ گو بیلوسا کے قیدی بن گئے۔ آرگو بیلوسا کے بارے میں میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ وہ یہاں کا بے تاج حکمران ہے اور مقامی لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ وہ خود مقامی آدمی نہیں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ ایک ایسی طاقت رکھنے والا جس کے بارے میں مجھ جیسی زیرک عورت جس نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا ہے یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ کیا ہے۔ اس کے بالوں کی سفیدی اور داڑھی کی لمبائی دیکھ کر تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی عمر بہت زیادہ ہے'

لیکن جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ سو جوانوں کا ایک جوان ہے۔

خیر...... تو ہم بیلوسا کے قیدی بن گئے اور ایک قیدی ہی کی حیثیت سے میں نے یہاں کا ساحل دیکھا اور اس عجیب و غریب ماحول کا اندازہ لگایا' لیکن ایک بار پھر میرے لئے پریشانی پیدا ہو گئی۔ جب میں نے جان فائلر اور آرگو بیلوسا کو گلے ملتے دیکھا۔ میرے ذہن میں کچھ نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اس وقت جیمس ہائلر بھی ان کا قیدی ہی تھا۔ پتہ نہیں جان فائلر نے کیا جادو کیا تھا کہ آرگو بیلوسا جیسی شخصیت اس سے گلے مل رہی تھی خیر...... ابھی تو ہمیں صرف یہ دیکھنا تھا۔ میں نے یہاں بہت سے قیدیوں کو دیکھا۔ ان پہاڑوں میں لاتعداد قید خانے ہیں اور مائی ڈیئر سالار! ان قید خانوں میں کوئی بھی مقامی آدمی قید نہیں ہے۔

بہر حال مجھے یوں لگا جیسے یہاں ایک عجیب و غریب زندگی ہے اور میں نے بھی اپنے طور پر کوششیں شروع کر دیں۔ یہاں کی زندگی بہت عجیب ہے میں ابتدا کی بات کر رہی ہوں۔ سات سے آٹھ دن ہمیں یہاں بدترین حالات کا شکار ہونا پڑا۔ یہاں غذا کی بہت کمی ہے۔ جانور شکار کر لئے جاتے ہیں اور ان کا کچا گوشت تقسیم کر لیا جاتا ہے یا پھر ایسی جنگلی گھاس اور جڑی بوٹیاں جنہیں تحقیق کے بعد قابل استعمال قرار دے دیا گیا ہے کھانے پینے کی یہ ہی چیزیں یہاں موودود ہیں۔

بہر حال میرا اپنا ایک الگ مقام تھا اور میں اپنے پراسرار علوم سے کام لے کر یہاں کے بارے میں تحقیقات کر رہی تھی۔ خیر یہ ساری باتیں اپنی جگہ چل رہی تھیں۔ ادھر کاف ڈینیئل جو بہت ہی قابل انجینئر ہے اور اینجل کا کپتان بھی حکم کا منتظر تھا۔ یہاں تک کہ میں نے اجازت نامہ حاصل کر لیا اور اینجل کی مرمت کرانے لگی۔ میں تمہیں صحیح بتاؤں۔ سالار! میرے ذہن میں کئی منصوبے ہیں اور ہم ان منصوبوں میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے کوششیں کر رہے ہیں۔ خیر...... میں اپنے طور پر بھی مسلسل کام میں لگی ہوئی ہوں اور میں نے تمہارے لئے بھی ایک مقام بنا لیا ہے۔ سارا مسئلہ اس طرح سے چل رہا ہے۔

ہم اپنے طور پر کوششوں میں مصروف ہیں اور آخر کار ہمیں یہاں سے روانہ ہونا ہوگا۔ سالار ایک دلچسپ مشن ہمارا منتظر ہے اور اس کے لئے میں بھرپور کوششوں میں مصروف ہوں۔'' سالار سنجیدگی سے گونیا تھارم کی صورت دیکھتا رہا۔ اس سے نہ رہا گیا۔ اس نے کہا۔

''میڈم تھارم! ایک سوال کا جواب دیں گی آپ......''

''ہاں پوچھو۔''

''معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے صرف یہ بتا دیجئے کہ آپ مجھ سے سچ کب بولیں گی۔'' گونیا تھارم کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے تبدیلی کے آثار نمایاں ہوئے آہستہ آہستہ اس کا چہرہ سخت ہوتا

چلا گیا پھر اس نے کہا۔

"دیکھو! میں تمہیں ایک بات بتا دوں۔ تم نے مجھے ابھی ایک قید بھی نہیں دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک خاص مشن کیلئے۔ میں نے اپنی شخصیت کو کچل کر ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ ورنہ شیروک کو دنیا کے بیشتر ممالک میں ایک خوف کا نام دیا جاتا ہے۔ ایسی ایسی سیکرٹ ایجنسیاں میرے نام سے کانپتی ہیں جنہوں نے دنیا بھر میں انتہائی خوفناک کارنامے سرانجام دیئے ہیں ان ایجنسیوں کے سربراہوں کے سامنے جب شیروک کا نام لیا جاتا ہے تو وہ پہلو بدلنے لگتے ہیں اور دعائیں کرنے لگتے ہیں کہ کبھی کوئی ایسا وقت نہ آئے کہ انہیں شیروک کا سامنا کرنا پڑے۔

آہ کاش...... میں تمہیں اٹلی لے جاتی اور وہاں اپنا قائم کیا ہوا وہ ادارہ دکھاتی جس میں دنیا کے بہترین مجرم تربیت پاتے ہیں اور پھر دنیا بھر میں بکھر جاتے ہیں اور ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ سننے والے دانتوں میں انگلی دبا کر رہ جائیں۔ میں اس ادارے کی سربراہ ہوں۔ میں نے وہاں تربیتی مراکز قائم کئے ہیں اور ان مراکز میں یہ بتایا جاتا ہے کہ دوسرے مفاد اٹھانے کا ذریعہ کیا ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات خود انسان بھی ان تمام چیزوں کا لطف لینا پڑتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میری اٹلی واپسی کب ممکن ہوگی اور یہ حیرت ناک واقعات کب ختم ہوں گے۔ میں واپس جا بھی سکوں گی یا نہیں، لیکن تم یقین کرو...... مائی ڈیئر سالار کہ اگر کبھی کوئی ایسا موقع ملا تو تم دیکھو گے کہ گونیا تھا یا شیروک کیا ہے۔"

"لیکن میڈم شیروک یا گونیا تھارم کیا آرگوبیلوسا ہی تمہارے جہاز کے ذریعے سفر کرنا چاہتا ہے؟" گونیا تھارم بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑی پھر بولی۔

"ہاں...... میں نے چکر ہی ایسا چلایا ہے۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔ تھوڑی دیر تک وہ بیٹھی رہی اس کے بعد وہ واپس چلی گئی۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ بے شک ایک نئی کہانی تھی اور سالار یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آئندہ وہ کون سی کہانی سنائے گی۔

گونیا سے دوبارہ بھی ملاقات ہوئی اور سالار نے اس سے بڑی لگاوٹ سے کہا۔

"تم اتنا وقت کیوں لگاتی ہو مجھ سے ملاقات میں گونیا تھارم؟" گونیا اس کے ان الفاظ سے چونک پڑی اور کسی قدر محبوبیت سے اسے دیکھا۔ پھر وہ بولی۔

"کیوں...... یہ سوال تم نے کیوں کیا؟"

"اس لئے کہ میں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔"

"صرف میرا......" وہ بولی

"ہاں کیوں؟ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔" گونیا نے کچھ دیر جواب نہیں دیا۔ پھر بولی۔

"اچھا اب ایک بات بتاؤ...... یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔"

"صرف ذہن پریشان رہتا ہے۔" سالار نے کہا۔

"تمہیں اپنے ساتھی یاد آتے ہیں۔"

"کیا میں آپ کو خوش کرنے کیلئے جھوٹ بولوں۔"

"کیا مطلب؟"

"گونیا میں جانتا ہوں کہ وہ مرے ماں باپ نہیں ہیں، لیکن میں نے ان کے درمیان آنکھ کھولی ہے۔ میں انہیں بھول تو نہیں سکتا۔"

"ہاں میں مانتی ہوں اس بات کو، لیکن تمہیں ان کیلئے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ایک سوال کروں آپ سے؟"

"بے فکر ہو کر ہر سوال کر لیا کرو۔" یہ الفاظ سالار کی کوششوں کا نتیجہ تھے۔ اس نے کہا۔

"ان لوگوں کا مستقبل کیا ہوگا؟"

"جدوجہد...... صرف جدوجہد۔"

"کیا مطلب؟" سالار کے سوال پر گونیا چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔

"میں نے بڑی مشکل سے آرگوبیلوسا کے دل میں اپنا ایک مقام بنایا ہے اور وہ مجھے اپنے مشیر کی حیثیت سے بڑی اہمیت دیتا ہے۔ سب لوگوں سے زیادہ۔"

"آپ اس کی مستحق ہیں میڈم......" سالار نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"طنز کر رہے ہوں۔"

"جی۔" سالار نے حیرت سے کہا۔

"اصولی طور پر مجھے خود پر طنز کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ میں نے ان لوگوں کیلئے آپ جیسی شخصیت کو کھو دیا ہے۔ اس سچ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے کہ آپ کے مقابلے میں وہ سب کچھ بھی نہیں ہیں۔ آخر وہ ہیں کیا۔ خزانے کی تلاش میں نکلے تھے۔ اپنے آپ کو بڑا تیس مار خان کہتے تھے، لیکن کچھ بھی نہیں کر سکے کچھ بھی نہیں کر سکے ان میں سے کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں ہے۔"

"آگے بولو...... آگے بولو۔" گونیا تھارم مسکرا کر بولی۔

"آپ میری ناتجربہ کاری سے انکار نہیں کر سکیں گی میڈم۔"

"ناتجربہ کاری۔"

"اور انسانی فطرت۔ آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے تھا۔" سالار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہی جو تم نے کیا۔"

"کیا مطلب......؟"

"تم اپنے آپ کو ناتجربے کار کہتے ہو۔ بے شک تمہاری عمر اتنی ہی ہے' لیکن تم کتنی شاندار شخصیت کے مالک ہو۔ میرا خیال ہے اس کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں میں نے بلاوجہ ہی تمہیں اپنے مستقبل کے لئے پرپوز نہیں کیا ہے۔"

"یہ آپ کی عظمت ہے' لیکن میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا۔"

"سنو...... میں نے ایسے ایسے لوگوں سے تعاون کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ سے میری گردن......تم نے تو میرے خلاف کچھ بھی نہیں کیا۔ بہر حال تم فکر رہو۔ میں تمہیں جس طرح استعمال کروں گی تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"شکریہ کے علاوہ اور کیا کہ سکتا ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ؟"

"جی۔"

"تمہیں ان کے بارے میں کچھ اندازے ہوئے؟"

"کیسے اندازے؟"

"یہ لوگ سالار۔ یہ سارے کے سارے بہت پراسرار ہیں۔ تمہیں ان کا تجزیہ کرنے کا موقع بے شک نہیں ملا' لیکن میں انہیں پڑھ چکی ہوں۔ وہ لوگ جن کا تعلق یہاں سے نہیں ہے۔ غیر انسانی صفات کے مالک ہیں۔ ان کے اندر کچھ ایسی بات ہے جو سب سے مختلف ہے میں تو جان فائلر کو بھی ایک پراسرار انسان سمجھتی ہوں۔ جبکہ جیمس ہائلر ایک صاف ستھری شخصیت کا مالک ہے' لیکن جان فائلر تم یقین کرو۔ میں اسے اپنے پراسرار علوم میں بھی تلاش نہیں کر سکی۔"

"یہ ایک نیا کردار ہے جو بڑی عجیب وغریب حیثیت سے سامنے آیا ہے۔" سالار نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر خاموش رہی۔ پھر سالار بولا۔

"تو اب تم لوگوں کا ارادہ کیا ہے؟"

"کاف ڈینئیل نے بتایا ہے کہ اینجل اب لمبے سفر کے لئے تیار ہے اور یہ اطلاع جیمس ہائلر' آرگو بیلوسا اور جان فائلر کو بھی مل چکی ہے سوری سالار۔ میری بھی ان کے ساتھ میٹنگیں ہوتی رہی ہیں۔ وہ لوگ۔ میرا مطلب ہے تمہارے ساتھی۔ ہمارے ساتھ ہی سفر کریں گے' لیکن تمہیں ان سے الگ تھلگ رہنا ہوگا۔ میں نے انہیں تمہارے بارے میں کوئی خاص بات نہیں بتائی ہے۔ جبکہ تبت

سے لائے جانے والے قیدیوں کے بارے میں انہیں تفصیلات معلوم ہیں اور میں نے کسی نہ کسی طرح انہیں اس بات پر تیار کرلیا ہے کہ وہ اینجل پر ہمارے ساتھ سفر کریں۔ تمہیں جہاز پر ایک عام آدمی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔"

"اس سلسلے میں کوئی خاص بات۔"

"ہاں...... بہت خاص بات۔"

"کیا......؟" سالار نے دلچسپی سے کہا۔

"بہت جلد اینجل کا نیا سفر شروع ہونے والا ہے اور اینجل اس انوکھی دنیا کی طرف روانہ ہو رہا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسی دنیا ہے' جس کا دنیا والوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اور جہاز کا کپتان کیا کہتا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں کہتا۔ وہ بیچارہ جیمس ہائلر کا ملازم ہے اور اس کے مفادات کیلئے کام کرتا ہے۔"

"ہوں۔" اس کے بعد گونیا تھارم اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔

"میرے دوست تم مجھے بہت عزیز ہو...... ہوسکتا ہے دوران سفر تمہیں مشکلات سے گزرنا پڑے' لیکن میری خاطر تمہیں یہ سب کچھ کرنا ہوگا۔ محسوس نہ کرنا۔" سالار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے گونیا تھارم کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔

پانچ یا چھ دن تک کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔ پھر ایک دن سالار باہر نکلا تو اس نے بہت سے لوگوں کو جہاز اینجل کی جانب جاتے دیکھا۔ شاید یہ وہی قیدی تھے۔ جن کے بارے میں گونیا تھارم نے اسے بتایا تھا۔ گونیا تھارم کہیں آس پاس موجود نہیں تھی۔ سالار کی دلی خواہش تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ ان لوگوں کو دیکھے۔ جو اس کے اپنے ساتھی تھے۔ بھگت رائے' شمیتا جگت چوہان' جان کرسٹوفر وغیرہ' لیکن وہ اسے نظر نہیں آئے۔ غالباً اس پورے دن لوگوں کو جہاز پر منتقل کیا جاتا رہا۔ اس کے بعد کچھ افراد سالار کے پاس بھی آئے اور اسے جہاز پر چلنے کیلئے کہا گیا۔

سیڑھیوں کے ذریعے سالار بھی جہاز پر پہنچ گیا۔ عرشے پر پہنچ کر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر عرشے پر بھی بہت سے لوگ موجود تھے۔ وہیں اس نے ایک بھیڑیئے نما انسان کو بھی دیکھا جو سرخ وسفید رنگت کا مالک تھا۔ لمبی داڑھی' لیکن جسمانی طور پر طوفانی معلوم ہوتا تھا۔ سالار کو فوراً ہی اندازہ ہوگیا کہ یہ شخص آرگو بیلوسا ہے۔ بڑی متاثر کن شخصیت کا مالک تھا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ غرض یہ کہ سب کو ان کی جگہ بتا دی گئی اور گہرے پانیوں میں سفر کا آغاز ہوگیا۔ سالار کسی قدر بے چینی کا شکار ہوگیا تھا بہت سے ایسے وسوسے تھے جو اس کے دل میں اتر رہے تھے۔ پتہ نہیں

مہابیر' جگت چوہان وغیرہ کو بھی جہاز پر لایا گیا ہے یا...... بے کار شخصیت سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس دوران کمبخت گونیا تھارم بھی ایک دو بار نظر بے شک آئی تھی' لیکن اس طرح اجنبی اجنبی سی جیسے کسی سے کوئی جان پہچان ہی نہ ہو...... غرض یہ کہ وہ لوگ سمندر میں سفر کرتے رہے اور سالار اس دنیا کو غور سے دیکھتا رہا۔

ابھی تک اس نے جیمس ہائلر یا جان فائلر کو نہیں دیکھا تھا۔ جس کی پراسرار قوتوں کا اعتراف گونیا تھارم نے بھی کیا تھا۔ شام ہوگئی سمندر بہت خوبصورت نظر آرہا تھا۔ یہاں لوگوں کو عرشے پر چلنے پھرنے کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔ نچلی منزل میں جہاں کیبن بنے ہوئے تھے۔ کاف ڈینئل نے اسے پورا ماحول دکھا دیا تھا' لیکن اس وقت جب وہ خود اپنے طور پر کاف ڈینئل کے پاس پہنچا تھا' لیکن اب وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔

بہت سے لوگوں کا بسیرا عرشے پر ہی تھا۔ ہاں انہیں یہ بتا دیا گیا تھا کہ اگر بارش ہو اور اتنی تیز ہو کر عرشے پر آرام کے لئے جگہ نہ رہے تو وہ نیچے کی منزل میں جاسکتے ہیں۔ رات کو سالار عرشے کے ایک گوشے میں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ہی اسے ایک مجبور سا بوڑھا شخص نظر آیا۔ یہ شاید انہی پستہ قامتوں میں سے ایک تھا۔ جنہیں سالار نے اس جگہ دیکھا تھا۔ بدصورت اور بدنما شخصیت لمبا سا چوغہ پہنا ہوا تھا۔ سر پر عجیب سی ٹوپی تھی۔ جسم پر طرح طرح کے رنگین موتی سجے ہوئے تھے۔ اس کی چمکدار آنکھیں۔ مسکراتے ہوئے سالار کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر وہ سالار کے قریب آکر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ وہ عجیب انداز میں گردن جھٹک رہا تھا اور سالار اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

ایک لمحے کے لئے اس کے دل میں خیال ابھرا کہ کہیں یہ جان فائلر نہ ہو' لیکن کچھ بھی تھا۔ کم از کم جان فائلر کو اس حلیہ میں تو نہیں آنا چاہئے تھا۔ اچانک اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور بولا۔

''بھول گیا...... بھول گیا...... سب کچھ بھول گیا...... سب کچھ بھول گیا کیا تجھے وہ کہانی یاد نہیں جب سمندر پہ سورج کا عکس منتشر تھا اور پانی پر طوفان آگیا تھا۔ سو یوں ہوا کہ طوفان کی بڑی بڑی لہروں نے ساری بستی کو تباہ و برباد کردیا۔ بہتے ہوئے انسان سمندر میں جاگرے اور وہ جس کی ماں سمندر میں گرگئی تھی اپنے معصوم بچے سے جدا ہوگئی۔ پھر جب یہ ننھا سا بچہ ساحل سے جالگا تو وہ یہ سمجھے کہ وہ کسی ایسے شخص کی اولاد ہے جو سمندر میں گر کر ہلاک ہوگیا' لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ ایک لمبی کہانی ہے...... لمبی کہانی...... اور یہ کہانی دو قبیلوں کی کہانی ہے جس میں سے ایک کا نام ہارلیزا اور دوسرے کا شوپن تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور آج تک ایسا ہی ہے' لیکن یہ

کہانی ابھی تیری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ البتہ تو یہ سمجھ لے کہ یہ وقت آئے زیادہ دور نہیں ہے۔ دیکھو! ذرا دیکھو...... آسمان کی طرف رخ کرکے دیکھو۔ اوپر چاند اور ستارے بکھرے ہوئے ہیں' لیکن کتنے لوگ ہیں جو ان ستاروں کی تحریر سمجھتے ہیں...... دیکھ...... یہ دیکھ...... وہ دور بہت دور...... دیکھا۔ وہ جو چار ستارے آپس میں جڑے ہوئے چمک رہے ہیں۔ ان کا تعلق تیری تقدیر سے ہے اور یہ سمجھ لے کہ پہلے یہ ستارے مدھم تھے اب ذرا کچھ اور نیچے آئیں گے۔ کل کے بعد انہیں دیکھنا یہ چمک رہے ہوں گے کیونکہ تیرا اپنی دنیا سے رابطہ قریب ہوتا جارہا ہے۔ اور میرا نام...... میرا نام جانتا ہے کہ میرا نام کیا ہے۔ میرا نام ہے ہڈ گا...... سمجھا۔ جب بھی تجھے ہڈ گا کی طلب ہو مجھے بلا لینا۔ سمجھ رہا ہے نا تو ......اور میری بات سمجھ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ وہ اپنی دشمنیاں دور کردیتے۔

لیکن وہ بے عقل ہیں...... اور ان کا بے عقل رہنا ہی ہمارے لئے سودمند ہے۔ چل...... چل ......چل تو جا یہاں سے۔ یہ جگہ تیری نہیں میری ہے اور جب تک تو یہاں بیٹھا رہے گا میں بولتا رہوں گا۔ چل یہاں سے آگے بڑھ جا...... جاتا ہے یا میں چلا جاؤں۔'' اس نے تیکھی نگاہوں سے سالار کو دیکھا۔ اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا گیا۔ سالار کی نگاہیں دور تک اس کا جائزہ لیتی رہی تھیں۔

لیکن جو خلش اس کے دل میں پیدا ہوگئی تھی وہ اسے بے چین کئے دے رہی تھی تو کیا یہ سچ ہے کہ ہارلیزا' شوپن اور پھر اس کے ماں اور باپ آہ...... تو کیا یہ سب کچھ سچ ہے وہ آنکھیں بند کرکے اپنے ماضی پر غور کرنے لگا۔ زندگی کی کہانی اس وقت سے یاد تھی۔ جب ہوش و حواس جاگے تھے۔ اس سے پہلے بھی تو کچھ ہوگا۔ خان مراد کے پاس جو بھی اسے چھوڑنے آیا تھا۔ وہ کون تھا کیا ہڈ گا یا پھر کوئی اور۔ میرے خدا...... میرے خدا اور اس کے بعد سالار نے سوچا کہ وقت گزر جائے ہڈ گا تو ان سب سے زیادہ قابل عزت ہے۔ میں اس کے پاس جاؤں گا تاکہ اس سے آگے کی معلومات مجھے حاصل ہوں۔ ایک جانب گونیا تھارم تھی اور دوسری طرف اور بہت سے کردار' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذہن میں سب سے بڑا خیال سمیتا کا تھا اور اب ایک نیا خیال اس کے ذہن میں پیدا کر دیا گیا تھا اور یہ خیال اس کے ماں باپ اور اس کے قبیلوں کا تھا۔ جن کا ذکر اس سے کیا گیا تھا۔

وقت کا انتظار کیا جاتا رہا اور وہ اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچتا رہا۔ یہ تو کہانی ہی بالکل بدل گئی تھی۔ اس نے تو اپنی دنیا کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ زندگی کے یہ شب و روز تو اسے اجنبی دنیا میں گزارنے پڑے تھے۔ جس سے اسے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ اس کی اصل دنیا تو کہیں اور ہی تھی۔ رات ہونے کا انتظار کیا جانے لگا۔ جب رات کا کھانا ان لوگوں میں تقسیم ہوا تو گونیا تھارم نے اس سے محبت کا اظہار اس انداز میں کیا کہ اسے بہترین کھانا فراہم کیا گیا۔ خود وہ کھانا لیکر اس کے پاس آئی تھی۔

"میں نے حالات پر قابو پا لیا ہے میں ابھی ان لوگوں کے سامنے تمہیں نمایاں کرنا نہیں چاہتی۔ بس یوں سمجھ لو کہ اس وقت کا انتظار کر رہی ہوں جب حالات مکمل طور پر میرے قبضے میں ہوں۔"

"میں بڑی الجھن میں ہوں۔ گونیا! بہت سی چیزیں میرے ذہن میں جنم لے رہی ہیں۔" گونیا تھارم اسے دیکھتی رہی۔ وہ جیسے اس کے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک رہی تھی۔ پھر اس نے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کھانا کھالو۔ میں تمہارے پاس ہی بیٹھی ہوئی ہوں۔ اس وقت کوئی میری تلاش میں نہیں ہے میں تمہیں کچھ اور بتاؤں گی۔ کچھ اور سناؤں گی۔" وہ ضد کر کے کھانا کھلاتی رہی اور جب کھانا ختم ہوگیا تو اس کے بعد اس نے کہا۔ "دیکھو! بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں سالار جو فوراً سامنے نہیں آتیں۔ بلکہ وقت آہستہ آہستہ انہیں سمجھاتا ہے۔ جس دنیا میں تم نے وقت گزارہ ہے یہ پاگلوں کی دنیا کہلاتی ہے۔ یہاں کے رہنے والے دلچسپ اور بے وقوفی کے حالات کے مالک ہیں۔ حالانکہ یہ دنیا صدیوں سے آباد ہے۔ اس دنیا میں اقتدار کشید کئے جاتے ہیں۔ سب ایک دوسرے کو اچھی باتیں بتاتے ہیں' لیکن خود اچھی باتوں کو نہیں مانتے۔ کچھ لوگ جو ان اچھی باتوں کو مان لیتے ہیں۔ بے قوف کہلاتے ہیں۔ یوں وقت آگے دوڑ رہا ہے یہ ترقی کے نام پر آگے قدم بڑھاتے ہیں میں بہت پہلے کی بات نہیں کرتی۔ کیونکہ اگر دنیا کی عمر کی بات کی جائے تو نگاہوں کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ کیا سمجھے؟

ہاں...... ہماری دنیا جو ذرا الگ تھلگ ہے اور جس کا نام ہارلیز ہے۔ وہ ان لوگوں سے بہت مختلف ہے۔ وہاں ایک نظام قائم رکھا گیا ہے ہمارے ان لوگوں نے اپنی بقا کا خیال رکھا ہے اور اصول تراش لئے ہیں۔

اسی لئے گردن نہیں گھمائی جاسکتی' ہماری اس دنیا کی تاریخ کتنی پرانی ہے۔ حساب دانوں نے اس کا حساب بھی رکھا ہے' لیکن وہ حساب صرف ان کے ذہنوں میں ہے۔ ہمارے ہاں کی زندگی بہت طویل ہے۔ ہارلیزا کے باشندے اپنی اس دنیا کے بارے میں وہ سب کچھ کر چکے ہیں۔ جو وہاں کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے لئے جینے کے ڈھنگ اختیار کر لئے ہیں' لیکن بہت پرانی بات ہے اتنی پرانی کہ مجھ سے پہلے سو مرنے والے اس کے وقت کا یقین نہیں کر سکتے۔

ہماری اس پر سکون دنیا میں جہاں ہم کیڑے مکوڑوں کی مانند زمین پر رینگ کر زندگی گزار رہے تھے کچھ نئے لوگوں کی آمد ہوئی۔ سنا جاتا ہے کہ سورج سے اٹھنے والے طوفانوں نے ایک ایسے سیارے کو جنم دیا جو سورج کے لاوے کا ایک حصہ تھا اور خلا میں پہنچ کر سرد ہوگیا تھا' لیکن وہ ہماری دنیا سے اتنا قریب تھا کہ ہماری دنیا سے اسے دیکھا جاسکتا تھا۔ پھر جب وہاں نمی پیدا ہوئی تو زندگی کا

آغاز اس طرح ہوگیا جیسے گندی زمین میں کونپلیں پھوٹ آئی ہیں اور خوشنما درخت بن جاتی ہیں۔ وہاں جو نمود ہوئی۔ وہ شاید کسی وجہ سے سورج کی توانائی جذب کر چکی تھی اور یہ کہ اس کی ذہنی قوتیں ہم سے زیادہ تھیں' لیکن جہاں وہ رہتے تھے وہاں ان کی بقاء کے انتظامات نہیں تھے۔ کیونکہ سورج کے حرارے وہاں نمود کیلئے تکلیف دے رہے تھے۔

اور انہیں تلاش ہوئی کسی ایسے اجنبی سیارے کی جہاں وہ اپنی بقا قائم رکھ سکیں۔ سو قریب ترین جگہ ہماری زمین ہی نظر آئی اور وہ ہارلیزا میں اتر آئے۔ انہوں نے اپنی ذہنی قوتوں سے ہارلیز والوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیا اور ہم میں گھل مل گئے پھر ان کے وجود سے ہمارے ہاں اولادیں بھی پیدا ہوئیں' لیکن ان کے آنے کے بعد ہارلیزا کی اندرونی زندگی وہ نہ رہی جو پہلے تھی اور اس اندرونی زندگی میں نفرتیں پیدا ہوگئیں۔

انہی نفرتوں کے نتیجے میں یہاں دو قبیلے بنے ہارلیزا کے بعد شوپن نے جنم لیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کے درمیان طاقت کی دوڑ شروع ہوگئی۔

دونوں نے اپنی اپنی رہائش گاہیں الگ الگ کر لیں اور درمیان میں حد فاصل کھینچ لی گئی وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں کوشاں ہوگئے اور سورج سے بنی لاوے کی دنیا سے آنے والے اس بات سے مطمئن ہوگئے کیونکہ ان کے آپس کی جنگ کی ان کی بقاء کا ذریعہ تھی یہ الگ بات ہے کہ وہ ختم ہوتے چلے گئے۔

لیکن وہ اپنی نسلوں کو سب کچھ سکھا کر چھوڑ گئے تھے اور ان کی نسلوں نے وہی کیا جو ان کے پہلے کرتے چلے آئے تھے ادھر ہارلیزا والے اپنے آپ کو سورج کی نسل سے متعلق کہتے تھے اور ادھر شوپن والے بھی یہ ہی دعویٰ کرتے تھے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے۔ برتری اور اقتدار قائم کرنے کا دور آخر کار وہی دور ہوگیا جو تخریب کو جنم دیتا ہے۔ تو وہاں پر بھی جادو زیر اثر آیا اور ہر شخص اپنی جادوئی قوتوں کو بڑھانے لگا اور اپنی طاقتیں اسی جادو کے زیر اثر لائی جانے لگیں۔ کیا سمجھے؟ انہی میں ایک اور نام بھی شامل ہوا جسے میں بعد میں تمہیں بتاؤں گی۔

بہر حال یوں یہ دونوں قبیلے سازشوں کا شکار ہوتے رہے۔ پھر انہی سازشوں میں سے ایک عمل ہارلیزا والوں نے کیا۔ یعنی انہیں اس دنیا کے بارے میں علم ہوا جو تخریب کاروں کی دنیا تھی اور وہاں تخریب ہی زیادہ بہتری کے ساتھ انجام پا رہے تھے۔ تو ہارلیزا والوں نے سوچا کہ اگر ان کا اس دنیا سے رابطہ ہو جائے تو پھر وہ شوپن والوں پر فتح پانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور ان کے لوگ وہاں سے ایسی تربیت لے کر آسکتے ہیں جس سے شوپن والوں کو قابو میں کیا جاسکے اور ان تربیت لینے والوں میں' میں بھی تھی۔

تیاریاں کی گئیں اور بہت سے گروہ بنا کر سمندر میں اتار دیئے گئے۔ یہ گروہ دنیا کی جانب سفر کرنے لگے میں بھی ایک ایسے یہ گروہ میں شامل تھی۔ سمندر کی لہروں نے ہمیں اپنی آغوش میں لے کر نجانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور ہم اس دنیا تک پہنچ گئے۔ ہم نے ان کے درمیان پہنچنے کے بعد اپنا کام شروع کر دیا۔ بدقسمتی یہ تھی کہ ہم سب سمندر میں بچھڑ گئے تھے کیونکہ ہمیں سمندر کی وسعتوں کا علم نہیں تھا جو جہاں تک پہنچا وہیں آباد ہو گیا اور ہمارا اس طرح منتشر ہو جانا ہمارے مشن کا قاتل بن گیا۔ یکجا رہتے تو یقینی طور پر جو کام کرنا تھا وہ کام کرتے اور واپس چلے جاتے' لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ شوپن والوں کو بھی ہماری اس کوشش کا علم ہو گیا اور وہ بھلا کیوں کسی سے پیچھے رہتے۔ تو انہوں نے بھی وہی کیا جو ہم نے کیا تھا۔

وہ سمندر میں اتر گئے اور ان کے ساتھ بھی وہی واقعات پیش آئے۔ کوئی سمندر کی تہہ میں جا بیٹھا اور کوئی خلاء کی وسعتوں میں پرواز کر گیا۔ کون اس سرزمین تک پہنچا۔ جہاں سے ہمیں تخریب لے کر جانا تھا اور ہمیں نہیں پتہ چل سکا' لیکن اب تم ایک حیرت انگیز انکشاف کو نوٹ کرو۔

تم مجھے نظر آنے والے وہ پہلے فرد تھے۔ جسے میں نے جانا حالانکہ اس وقت تم ایک چھوٹے سے بچے تھے' لیکن تمہاری صورت اپنے باپ سے ملتی تھی اور ہم پہچان لینے کی قوت رکھتے ہیں اور یہ طریقہ میں تمہیں بھی بتا دوں گی کہ کس طرح میں نے تمہاری ماں اور باپ کو پہچانا۔ وہ کہاں ہے ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہم سب ایک دوسرے کے بارے میں نہیں جانتے۔

لیکن ہماری شناخت ہے۔ ہارلیزا والے الگ پہچانے جاتے ہیں اور شوپن والے الگ۔ یہ ہمارے اندر کی قوتوں کا کھیل ہے اور پھر یہ ہوا کہ شوپن والوں نے اپنے لئے جگہ اور پناہ گاہ بنا لی اور وہ پناہ گاہ جہاں ہم قید ہوئے اس کے بعد وہ کوشش کرتے رہے کہ ہمارے باقی ساتھیوں کو بھی تلاش کر لیں اور انہوں نے ایسا کیا اور حقیقت یہ ہے کہ آرگو بیلوسا ہم پر حاوی ہو گیا۔ اس نے ہمیں اپنے قبضے میں کر لیا اور میں بھی ان کے قبضے میں آ گئی۔ یہاں میں نے بھی شوپن والوں کو پہچان لیا اور اس کے سلسلے میں کارروائی ہونے لگی۔

بہرحال میں نے اپنی کوششیں کیں اور ان لوگوں نے اپنی اور اس کے بعد بات یہاں تک پہنچ گئی۔ بے شک ہم ابھی شوپن والوں کے زیر اثر ہیں' لیکن تم یہ سمجھ لو کہ میری کوششیں بارآور ہو رہی ہیں۔ جیمس ہائلر اور جان فائلر بہت خطرناک لوگ ہیں' لیکن میں نے ان کے درمیان اپنی جگہ بنا لی ہے اور ہم آگے کیلئے کام کر رہے ہیں۔ سن سالار تو...... ہارلیزا کا بیٹا ہے اور اب تجھے نئے سرے سے اپنے ماں باپ کے دیس کا سفر کرنا ہے۔ سن رہا ہے تو...... اب میں خاموش ہو جاتی ہوں...... کیونکہ

بتانے کیلئے میرے پاس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔"

✤ ✤ ✤

سالار پر جو حقیقتیں منکشف ہوئی تھیں وہ بڑی حیرت انگیز تھیں' لیکن ان میں کوئی ایسی بات بھی نہیں تھی۔ جسے سمجھنے میں اسے دقت ہو۔ سوائے اس کے کہ اپنے دل کی گہرائیوں میں اس نے شوپن کیلئے نفرت پائی اور نہ ہارلیزا کے بارے میں محبت۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر اس سے پوچھا جاتا کہ وہ کس کے مفاد میں کام کرنا چاہتا ہے تو یقینی طور پر اس کے منہ سے یہی جواب نکلتا اور وہ جواب ہوتا بھگت رائے...... بھگت رائے اور صرف بھگت رائے نہ شوپن...... نہ ہارلیزا۔

ہاں ایک اور احساس بھی اس کے دل میں تھا اور وہ تھا اپنے ماں باپ کا اور شاید اس دنیا میں بھی محبت کا انداز وہی تھا جو ساری دنیا میں ہوتا ہے۔ کیڑے' مکوڑے' پرندے' حشرات الارض' درندے سب ایک ہی انداز میں پیار کرتے ہیں۔ بہرحال شوپن اور ہارلیزا کی کہانی بڑی عجیب سی تھی وہ اور بھی دوسرے انداز میں سوچنے لگا تھا۔ تین چار افراد اس کے علم میں آئے تھے۔ مثلاً آرگو بیلوسا' جیمس ہائلر اور جان فائلر۔ ان میں سے کس کا تعلق کون سے قبیلے سے ہو سکتا ہے اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔

گونیا تھارم نے باقی لوگوں کا بھی جو تعارف کرایا تھا۔ وہ بھی سالار کے ذہن میں تھا ابھی تو وہ بالکل ایک عام آدمی کی حیثیت سے جہاز کے مختلف گوشوں میں کام کرتا رہا تھا اور نامعلوم سمندروں میں یہ سفر جاری رہا۔ کوئی خاص سرگرمی دیکھنے کو نہیں ملی تھی۔ جیمس ہائلر جہاز کا مالک تھا۔ اس کے بعد اگر جہاز کے عملے میں کسی کا سب سے بڑا احترام تھا تو وہ کاف ڈینیئل تھا۔ وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ گونیا تھارم اس کے بہت قریب آتی جا رہی تھی اور ایسا بہت کم موقع ملتا تھا کہ سالار گونیا تھارم سے دور رہے۔ البتہ خاص طور سے آرگو بیلوسا گونیا تھارم کو زیادہ قریب کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ ادھر گونیا تھارم حیرت انگیز طور پر پہلے سے زیادہ پرشباب ہوتی جا رہی تھی اور سمندری زندگی نے اسے ایک انوکھے حسن سے دوچار کر دیا تھا۔ سمندر کے سفر کے دوران ان لوگوں کو مختلف قسم کے کام سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ جن میں سے بعض بڑے گھٹیا درجے کے ہوتے تھے۔ اس دن آسمان ابر آلود تھا اور ننھی ننھی بوندیں جہاز کے مختلف گوشوں کو بھگونے لگی تھیں۔

آنجل میں بارش سے بچاؤ کے انتظامات کئے جا رہے تھے اور سالار بھی کاموں میں مصروف تھا کہ گونیا تھارم ایک انوکھے لباس میں ملبوس اسے اپنی جانب آتی ہوئی نظر آئی اس کے چہرے پر مسرتیں نظر آ رہی تھیں۔ آنکھوں میں خوبصورت چمک تھی اور چہرے پر خوبصورت میک اپ' بادلوں کی چھاؤں میں وہ ایک عجیب سے حسن کی مالک نظر آ رہی تھی۔ سالار اس وقت ایک سنسان گوشے میں تھا

وہ اس کے قریب پہنچ گئی اور مست نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ سالار اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں؟" گونیا تھارم نے محبوبانہ لہجے میں پوچھا اور سالار نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری وہ اس طرح کی اداکاری کرنے کی کوشش کرنے لگا جیسے اس وقت گونیا کے حسن و جمال سے بہت متاثر ہوا ہو۔

"بولو گے نہیں...... بولو گے نہیں سالار؟"

"میں وہ الفاظ نہیں رکھتا گونیا تھارم جو اس وقت تمہارے حسن کے بارے میں ادا کر سکوں۔"

"ارے...... کیا واقعی۔ میں بہت اچھی لگ رہی ہوں۔"

"ہاں۔"

"سالار ایک بات بتاؤ گے؟"

"ہاں۔"

"کون سی عورت تمہارے سب سے زیادہ قریب رہی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ عورت جو تمہاری قربت سے لطف اندوز ہوئی ہو۔"

"اور میں تمہیں آخری بار یہ بتا رہا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"مجھے پتہ ہے۔"

"تو پھر تم یہ سمجھ لو کہ میں نے عورت کی سانسیں تک اپنے چہرے پر محسوس نہیں کیں۔" گونیا کے انداز میں ایک خوشی کا عنصر نمایاں ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں نشیلا پن محسوس ہو گیا تھا۔

"تم میرے صبر کو انتہا تک پہنچا رہے ہو۔ کیا میں تمہاری بات پر یقین کر لوں؟"

"وہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"نہیں مجھے یقین ہے۔ خیر کیا تمہیں اس بات کی خواہش بھی محسوس نہیں ہوئی کہ کوئی محبت کرنے والا تمہارے بالکل قریب آ جائے۔"

"پہلے نہیں۔"

"کیا......؟ اور اب......؟" گونیا تھارم نے بڑی محبوبیت سے پوچھا اور سالار نے گردن جھکا لی اور پھر بولا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں کہ اس جہاز کے سفر سے پہلے آپ اتنی خوبصورت نہیں تھیں۔"

"اوہ...... میری بدقسمتی ہے کہ اس وقت مجھے جیمس ہائلر اور آرگو بیلوسا جیسے ہوس کار بوڑھوں کی دلجوئی کرنی پڑ رہی ہے۔ ورنہ شاید میں ہر لمحہ تمہارے ساتھ بسر کرتی۔ مگر سنو! جو میں نے تم سے کہا ہے اس کو بھی سچ محسوس کرنا۔ ان میں سے کوئی میری زندگی کا مرد نہیں بنا۔ یہاں تک کہ جان کرسٹوفر

بھی نہیں۔ میری فطرت میں پہاڑوں کی سختی اور ناقابل تسخیر چٹانوں جیسی قوتیں پوشیدہ ہیں۔ میں نرم و نازک کونپلوں سے بھی پیار کرتی ہوں' لیکن کسی منظر سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو کھو دینا اپنی شخصیت کو قتل کر دینے کے مترادف ہے تمہیں میرا انتظار کرنا پڑے گا اور ایک وقت ایسا آئے گا جب میں اپنی شخصیت کو اپنی مکمل محبت کو تمہارے سپرد کر دوں گی۔" سالار نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر دل ہی دل میں سوچا کہ میڈم خدا کا شکر ہے وہ وقت ابھی نہیں آیا۔

وہ واپس پلٹی۔ اتنی دیر تک کھڑے رہنے سے اس کا لباس بھیگ گیا تھا اور اس کے جسمانی نقوش نمایاں ہوئے تھے۔ اس عورت کی عمر کا کوئی تجزیہ نہیں کیا جا سکتا تھا' لیکن اس کے جسم کا سفر سانسوں کی گرمی تیز کر دینے کیلئے کافی تھا' تاہم سالار کی آنکھوں میں ایک نفرت سی ابھری اور اس نے دل ہی دل میں کہا کہ کمینی عورت جن لوگوں کو تو نے قید کر رکھا ہے اس میں میری زندگی کی پہلی عورت محبت جو کچھ بھی کہے سمجھا ہے اور میں اس کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہوں گا۔

تھوڑی دیر تک وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اسے جہاز کے ایک حصے کو وائپر سے صاف کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور وہ اپنے کام میں معروف ہو گیا تھا جس جگہ وہ اس وقت کام کر رہا تھا۔ وہ کیبنوں کی قطار تھی۔ جہاں بارش کے پانی سے پھسلن پیدا ہو گئی تھی اور اس جگہ کو صاف کرنا ضروری تھا۔ وہ اپنے کام میں مصروف تھا کہ اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور جب اس نے گردن گھمائی تو اپنی پشت پر میلینا کو دیکھا۔ دل میں ایک ہوک تو اٹھی کہ میلینا سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھے جو اس کے بالکل قریب تھے' لیکن مصلحت نے اس کو اس بات سے روکا تھا کہ وہ سارے بندھن توڑ کر ان کے پاس پہنچ جائے' لیکن میلینا کے بارے میں بھی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ کس طرح کی لڑکی ہے۔

چنانچہ اس نے گردن گھما کر اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ البتہ وہ یہ بات اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ میلینا اپنی جگہ کھڑی ہوئی اسے یہ کام کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور اس کے بعد اس نے میلینا کے قدموں کی چاپ سنی اور وہ اس کے قریب پہنچ گئی۔ سالار اپنا کام کرتے کرتے رک گیا۔ اس نے سپاٹ نگاہوں سے میلینا کی طرف دیکھا اور بولا۔

"مجھ سے کوئی کام ہے میڈم!" میلینا کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی اور پھر ان میں نمی نظر آنے لگی پھر اس نے ہونٹ بھینچ کر کرخت لہجے میں کہا۔

"تم سالار' مکار ہو۔ جھوٹے ہو۔ فریبی بھی ہو۔"

"بہت عرصے کے بعد آپ نے میرا تجزیہ کر کے مجھے بتایا ہے میڈم!"

"تم دوہری شخصیت رکھتے ہو......؟"

"اب ان حالات میں مس میلینا جبکہ آپ مجھ پر حکمران ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ کو خاص طور سے گونیا تھارم کی آشیر باد حاصل ہے تو میں آپ سے یہ سوال بھی نہیں کرسکتا کہ آپ نے مجھے یہ اعزازت کیوں بخشے ہیں۔ میری حیثیت تو اس وقت ایک غلام کی سی ہے۔ بہر حال جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں وہی ٹھیک ہوگا۔"

"اتنے معصوم مت بنو! سالار...... تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کرتے ہو۔"

"معذرت خواہ ہوں۔ میرا خیال ہے مجھے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔"

"یہ وائپر رکھو اور مجھ سے بات کرو۔"

"اور اگر مجھے یہ کام نہ کرنے کے الزام میں سزا دی گئی تو کیا آپ میری سفارش کریں گی۔"

"تم بہت مکار انسان ہو۔ تم نے مجھے ذہنی طور پر ختم کر کے رکھ دیا ہے۔"

"شاید یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔ آپ یقین کیجئے۔"

"کیا تم یہ نہیں جانتے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ کیا تم نے سمیتا کو مجھ پر فوقیت نہیں دی۔" سالار خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"مس میلینا! اول تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ جس چیز کو عشق و محبت کہا جاتا ہے میری اس سے کبھی قربت نہیں رہی۔ میں نے کبھی اس موضوع کو اپنے سامنے نہیں دیکھا اگر آپ یہ سوچ رہی ہیں تو میں اس کی تردید کرتا ہوں۔"

"سنو...... سالار! اب میں پہلے سے بہت مختلف ہوگئی ہوں۔ خود میرے باپ نے مجھ پر سے تمام پابندیاں اٹھالی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب وہ میرے لئے کچھ نہیں کرسکتے تو مجھ پر پابندیاں بھی عائد نہیں کرسکتے۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا ہے کہ اپنی زندگی کی کسی بھی طلب کو میں ان کے سامنے بیان کروں گی۔ تو وہ مجھے کھلی اجازت دے دیں گے کہ میں اپنی مرضی کے مطابق عمل کروں۔ سمجھے؟ سالار اب مجھے زبان بھی مل گئی ہے اور اختیار بھی۔"

"آپ جذباتی ہو رہی ہیں مس میلینا۔"

"نہیں میں...... حقیقتیں کہنے کی جرأت رکھتی ہوں۔"

"کون سی حقیقتیں۔ آپ کے علم میں ہیں۔"

"یہ ہی سالار! کہ تم جس قدر معصوم نظر آتے تھے اتنے معصوم نہیں ہو۔ تم انتہائی شاطر نوجوان ہو۔ بے شک تم بہت سی انوکھی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ عام آدمیوں سے بہت مختلف ایسے کہ کوئی بھی تمہارے لئے اپنے دل میں محبت محسوس کرے۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں تمہارے جال میں گرفتار ہوگئی اور وہ پاگل لڑکی بھی یہ ہی سمجھتی ہے۔ کہ تم اس سے محبت کرتے ہو۔ میری مراد سمیتا

سے ہے' لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں اور میں نے ان لوگوں کو بتا دیا ہے کہ تمہاری نئی کہانی شیروک کے ساتھ ہے۔"

سالار نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں اور میلینا کو دیکھتا ہوا بولا۔

"شیروک کے ساتھ؟"

"اداکار بھی ہو اور اچھی اداکاری کر لیتے ہو۔" سالار مسکرا دیا پھر بولا۔

"اس تعریف کا شکریہ! میلینا اور تم پر ہنسی بھی آرہی ہے کیا شیروک تمہارے باپ کی بیوی نہیں ہے۔ کیا وہ عمر میں مجھ سے کہیں زیادہ نہیں ہے۔ کیا اس بات سے تم انکار کرسکتی ہو کہ وہ ایک بری عورت ہے اور کیا تم نے یہ بات محسوس نہیں کی کہ میں اس سے بے پناہ نفرت کرتا ہوں۔" میلینا غور سے سالار کا چہرہ دیکھ رہی تھی پھر اس آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"لیکن گونیا تھارم کی تمہارے ساتھ مہربانیاں اور جب وہ تمہاری طرف دیکھتی ہے تو اس کے انداز میں جو کیفیت پیدا ہوجاتی ہے وہ سب کیا ہے۔"

"پاگل ہے...... پاگل ہے...... پاگل ہے۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گا میلینا۔"

"میرے خدا...... تو کیا یہ سب صرف غلط فہمیاں تھیں۔ یہ غلط فہمیاں تھیں' لیکن ڈیڈی کا تجربہ کہاں گیا۔ یہاں تو وہ بالکل ہی فیل ہوگئے۔ سالار مجھے ایک بات کا جواب دو...... کیا ہم ان راستوں کو دوبارہ ہموار نہیں کرسکتے۔ جن سے ہم دور ہٹ گئے ہیں۔"

"مس میلینا اس کے بعد آپ مجھ پر نئے الزامات عائد کرنا شروع کردیں گی۔"

"نہیں میں اب تک کی تمام بیوقوفیوں کی معافی چاہتی ہوں۔" سالار تیکھے انداز میں مسکرا دیا پھر اس نے کہا۔

"آپ بہت معصوم ہیں۔ مس میلینا...... آپ جن حالات اور واقعات سے گزر رہی ہیں۔ ان کا آپ کو اندازہ نہیں ہے۔"

"ہاں...... واقعی مجھے اندازہ نہیں ہے مگر میں کیا کروں وہ خود تمہارے بارے میں اس طرح کی باتیں کرتی ہے۔"

"کون؟"

"خود...... شیروک۔"

"کیا کہتی ہے وہ؟"

"تمہیں اپنا محبوب کہتی ہے۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"نہیں میرا مطلب ہے کہ مجھے تو یہ ہی آج تک معلوم ہوا ہے کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔"

"ایک ہاتھ سے بھی بجتی ہے۔" سالار

"کیسے......؟"

"جب کسی کا ایک ہاتھ ہو اور کسی کا ایک گال۔ تو کیا کہو گی تم اس وقت آواز تو تالی جیسی ہی نکلتی ہے۔" میلینا ہنس پڑی اور پھر بولی۔

"آج میں کتنے دن کے بعد ہنسی ہوں۔ تمہیں نہیں معلوم سالار۔"

"مگر تمہیں تکلیف کیا تھی میلینا؟"

"ایک ایسی لڑکی سے اس کی تکلیف پوچھتے ہو۔ جس کے دل میں کسی کا پیار ہو۔"

"پیار ہر دل میں ہر شخص کا ہو سکتا ہے' لیکن پیار کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔"

"تم سمیتا سے پیار کرتے ہو۔"

"میں نے کہا ناں عشق و محبت کی یہ کہانیاں اس وقت زیادہ بہتر لگتی ہیں' جب پوری فلم ختم ہو جاتی ہے۔ تب اظہار ہوتا ہے کہ کون کس کو کس طرح چاہتا ہے۔" میلینا پھر ہنس پڑی پھر بولی۔

"تم تو بڑی معلومات رکھتے ہو۔"

"ظاہر ہے دنیا میں ہوں اور تم لوگوں کے ساتھ گزارہ کرتا رہا ہوں۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"یہ ہی سب کچھ معلوم کرنے کیلئے تو خاموشی اختیار کئے ہوئے ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم ہے۔"

"قسم لے لو...... بالکل بھی نہیں۔"

"وہ سب کیسے ہیں؟ سمیتا کیسی ہے؟ باقی لوگ نادیہ' جیسیکا اور کنور دلاور' پربھارک سنگھ اور باقی سب لوگ۔"

"سب ٹھیک ہیں۔ شیروک نے کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی سوائے اس کے کہ ابھی تک وہ قیدیوں کا درجہ رکھتے ہیں۔"

"تم لوگوں کو وہاں قبیلے سے کس طرح لایا گیا؟"

"بے ہوش کر کے۔ ہم سب کو کسی خواب آور گیس سے بے ہوش کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد جب ہماری آنکھ کھلی تو ہم نے اپنے آپ کو کشتیوں میں پایا اور یہ کشتیاں دریاؤں کے دھارے پر بہہ رہی تھیں۔ ہم سوتے جاگتے ہوئے ان آبادیوں تک پہنچے تھے۔ جہاں سے اب دوبارہ ہم اینجل کے

سفر پر روانہ ہوئے ہیں۔"

"میرے بارے میں سب لوگوں کا کیا خیال ہے؟"

"یہ ہی کہ تم کوئی پراسرار ہستی ہو اور تمہارا ان لوگوں سے تعلق نہیں تھا کیونکہ تمہاری زندگی سے ایک انوکھی کہانی وابستہ ہے وہ یہ کہ تم بھگت رائے کے پاس بھی کہیں اور ہی سے آئے تھے اور بھگت رائے نے تمہیں پروان چڑھایا تھا۔"

"خود بھگت رائے کیسے ہیں؟"

"اداس رہتے ہیں اور تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔"

"ٹھیک۔"

"بہرحال وقت گزرنے دو۔ دیکھتے ہیں کہ وقت کی کہانی کیا رنگ اختیار کرتی ہے۔ ویسے میلینا۔ شیروک یا گونیا تھارم تمہاری طرف سے بھی بہت لاپروا ہے۔"

"ہاں ...... اس نے مجھے اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے اور اگر اسے ان لوگوں تک کوئی بات پہنچانی ہوتی ہے تو وہ میرا ہی سہارا لیتی ہے۔"

"مثلاً کون سی بات۔"

"کوئی خاص نہیں کوئی بھی ذریعہ ہو۔"

"گڈ...... ٹھیک۔"

"میں تم سے مل سکتی ہوں۔؟"

"سوچ لو...... کہیں تم پر بھی پابندی نہ لگ جائے۔ شیروک یہ پسند نہیں کرے گی کہ تم مجھ سے زیادہ گھلو ملو۔" میلینا سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ...... یہ تو ہے۔ اچھا میں چلتی ہوں۔" وہ واپس گئی تو سالار نے اپنا وائپر اٹھایا اور ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

اور یہ اچھا ہی ہوا کیونکہ نگرانی کرنے والے ادھر سے گزر رہے تھے سالار اپنا کام کافی دیر تک سرانجام دیتا رہا اور جب اس کا کام پورا ہو گیا تو وہ اس طرف چل پڑا جہاں کھانا تقسیم ہونے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

✤ ✤ ✤

شب و روز اسی طرح گزرتے رہے۔ دن کو سورج چمکتا رات کو چاند۔ کبھی کبھی بادلوں سے نمی بوندوں کی شکل میں برسنے لگتی۔ ایک شام جب سالار اپنے کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد عرشے کے ایک گوشے میں کھڑا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنائی

دی۔ پلٹ کر دیکھا تو جان فائلر اس کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ سالار ایک دم محتاط ہو گیا۔ گونیا تھارم نے جان فائلر کے بارے میں خاصی تفصیلات اسے بتا رکھی تھیں۔ جان فائلر کڑی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا......؟"

"سالار جناب!" سالار نے پرادب لہجے میں کہا۔

"تم ایک عام ملازم تو نہیں ہو۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"مگر میں سمجھتا ہوں۔"

"کیا سر؟"

"یہی جو میں کہہ رہا ہوں کہ تم ایک عام آدمی نہیں ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"ایک عام آدمی۔" سالار نے جواب دیا بجائے اس کے کہ جان فائلر اس کی اس بات پر ناراض ہوتا وہ مسکرا دیا۔

"ہاں یہی میرا بھی اندازہ تھا کہ تم عام آدمی نہیں ہو اور ویسے بھی میں تمہیں بتاؤں کبھی کبھی میں بلاوجہ اور بے مقصد انسان کی گہرائیوں میں اترنے لگتا ہوں یہ میرا شوق بھی ہے اور میرا کاروبار بھی۔ میری نگاہیں اتفاق سے تم پر پڑیں اور یونہی تمہارا زائچہ میرے ذہن میں آ گیا اور جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ تمہارا تعلق میری ہی دنیا سے ہے تو یقین کرو' مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی اس وقت میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تمہارا تعلق کون سے قبیلے سے ہوگا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جس بستی سے تمہارا تعلق ہے ان میں سے ایک کا نام شوپن ہے اور دوسری کا ہارلیزا اور ان دونوں قبیلوں کی آپس میں دشمنی چل رہی ہے۔

تم ہارلیزا والے ہو اور شوپن والوں سے تمہاری دشمنی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں۔ میرا تعلق بھی شوپن ہی سے ہے اور یہ بات اس وقت مجھے معلوم نہیں تھی کہ تم ہارلیزا سے تعلق رکھتے ہو۔

بہر حال ہم ایک ہی دنیا ایک ہی زمین کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے حالات ذرا مختلف ہو گئے ہیں' لیکن زمین مختلف نہیں ہے اور اس بات کے امکانات ہیں کہ تمہیں شوپن والوں میں قبول کر لیا جائے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہوگا میرا خیال ہے۔ میں وقت سے بہت آگے کی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اصل میں تم سے تمہارے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ سمجھ رہے ہو تم

......"

"آپ مجھ سے جو کچھ چاہتے ہیں جناب! مجھے کھل کر بتائیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم میرے زیر سایہ آ جاؤ۔" جان فائلر نے کہا۔

"مجھے خوشی ہوگی' لیکن آپ ہی نے کہا ہے کہ میرا تعلق آپ کے مخالف قبیلے سے ہے۔"

"ہاں...... میرے بچے تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ بالکل سچ ہے' لیکن میں تمہارے لئے اپنے دل میں ایک جگہ پاتا ہوں۔ تم یقین کرو یہ سب کچھ میرے لئے ایک تجربہ ہے۔ میں بڑی عجیب سی حیثیت رکھتا ہوں۔ ان دونوں قبیلوں کے درمیان دل کی بات بتاؤں نہ مجھے ہارلیزا سے دشمنی ہے نہ شوپن سے' لیکن میرا تعلق شوپن سے ہے اور ظاہر ہے کہ مجھے اسی کے مفادات کی نگرانی کرنی پڑے گی۔"

"تو پھر میں بھی آپ کو بتاؤں محترم بزرگ...... میرا تعلق نہ شوپن سے ہے نہ ہارلیزا سے' میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور مجھے کیوں ہارلیزا کا فرد تصور کر لیا گیا ہے میں نے تو ایک الگ ہی دنیا میں پرورش پائی ہے میں اس دنیا کے انسانوں کے درمیان پلا ہوں جس کے بارے میں اب مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ میری دنیا نہیں ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا کہ یہ دنیا کیا ہے۔ بھلا ایک اجنبی شے کے لئے انسان جذباتی کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ لوگوں نے میرا تعین کر دیا ہے کہ میرا تعلق ہارلیزا والوں سے ہے' لیکن میں نہیں جانتا کہ ہارلیزا کیا ہے اگر آپ صحیح معنوں میں میرا تعلق اسی سے قائم کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس دنیا سے ہے جس میں میرا سب کچھ میرا اتالیق' میرا رہنما' میرا پرورش کنندہ جو کچھ بھی میں کسی کے بارے میں ایک اچھے انداز میں سوچ سکتا ہوں وہ بھگت رائے ہے۔

بھگت رائے...... مجھ پر جو چھاپ لگائی ہے وہ بے مقصد ہے سمجھ رہے ہیں ناں آپ؟" جان فائلر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"کاش...... کاش...... کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔ خیر...... تم انتظار کرو میں یقینی طور پر تو خاموش نہیں بیٹھوں گا تمہارے لئے کچھ کروں گا۔ سمجھ رہے ہو ناں۔ تم یہ مت سمجھنا کہ تم تنہا ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا اور سالار کے ہونٹوں پر ایک بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

✦ ✦ ✦

سمندر پرسکون تھا۔ موسم بھی صاف و شفاف تھا۔ اس وقت جہاز کا کپتان کاف ڈینئیل جہاز کی سب سے پراسرار شخصیت جان فائلر کے ساتھ برج پر کھڑا ہوا دوربین سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً اس نے ایک ایسی چیز دیکھی جسے دیکھتے ہی اس کے ذہن میں تجسس بیدار ہوگیا۔ تھوڑے فاصلے پر گونیا تھارم اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر تھا۔

اچانک ہی کاف ڈینئیل نے جان فائلر کو مخاطب کیا۔

"مسٹر فائلر...... مسٹر فائلر......" اس کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی کہ جان فائلر نے پلٹ کر حیران نگاہوں سے کاف ڈینئیل کو دیکھا۔

"کیا بات ہے کیپٹن؟" فائلر کی آواز ابھری۔

"پلیز مسٹر فائلر...... اور میڈم گونیا آپ ذرا ادھر تشریف لائیے۔" ڈینئیل نے کہا اور دونوں اس کے پاس پہنچ گئے۔

"کوئی خاص بات ہے ڈینئیل۔"

"ہاں...... یہ پلیز...... یہ لیجیے......" ڈینئیل نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی انتہائی طاقتور دوربین جان فائلر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟" جان فائلر نے دوربین اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"وہ دیکھیے...... وہ دور اس لکیر کے پاس وہ دھبے کیسے ہیں؟" کاف ڈینئیل نے کہا اور جان فائلر دوربین آنکھوں سے لگا کر ادھر دیکھنے لگا۔ چند لمحات دیکھتا رہا پھر سرسراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"وہ سمندری جہاز ہیں اور ان کی تعداد آٹھ کے قریب ہے۔ ہوسکتا ہے ان کے پیچھے کچھ اور بھی جہاز ہوں' لیکن یہ آٹھ جہاز۔"

"مائی گاڈ...... مائی گاڈ...... یہ کون ہوسکتے ہیں۔؟" کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گونیا تھارم نے تھوڑی دیر صبر کیا اور اس کے بعد جان فائلر سے بولی۔

"سر! کیا آپ یہ دوربین چند لمحات کیلئے مجھے دینا پسند کریں گے؟"

"ہاں...... دیکھو! اور اندازہ لگانے کی کوشش کرو......" جان فائلر نے دوربین گونیا کی طرف بڑھا دی اور گونیا نے اسے آنکھوں سے لگا لیا۔

جان فائلر کے انداز میں تشویش پائی جاتی تھی۔ گونیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے دوربین سے دور تک دیکھتی رہی۔ پھر سرسراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جہازوں کی نوعیت سے کوئی پتہ نہیں چل رہا۔ دوربین انہیں صرف دھبوں کی شکل میں پیش کرسکتی ہے۔ کہیں وہ سمندری ڈاکو نہ ہوں۔"

"اندازہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا ان کا رخ ہماری ہی جانب ہے......؟"

"ابھی تو یہ بھی اندازہ نہیں ہو رہا کہ وہ متحرک ہیں یا غیر متحرک۔"

"مجھے یہ سب کچھ بہتر نظر نہیں آرہا۔ گونیا تھارم۔"

"ظاہر ہے سر!" گونیا نے کہا۔

"ہوسکتا ہے یہ سمندری قذاق ہی ہوں اور ہم پر حملہ کرنے آرہے ہوں۔ یا پھر...... یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ...... کہ۔" جان فائلر نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

گونیا نے کاف ڈینئیل کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ کیا کہتے ہیں مسٹر ڈینئیل۔"

"پلیز یہ دوربین مجھے دیجئے۔" کاف ڈینئیل نے پرادب لہجے میں کہا اور گونیا نے دوربین اس کی طرف بڑھا دی۔

اس بار ڈینئیل بہت دیر تک جہازوں کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"وہ سب کے سب جنگی جہاز ہیں اور میرا خیال ہے بہترین سازوسامان سے آراستہ۔" اس کے یہ الفاظ بڑے سنسنی خیز تھے۔ گونیا تھارم کی آنکھوں میں ایک پراسرار چمک لہرانے لگی اس نے ایک نگاہ کاف ڈینئیل کو دیکھا اور پھر دوسری نگاہ جان فائلر کو۔ اس کے بعد وہ بولی۔

"فرض کرو...... کیپٹن اگر وہ لوگ ہم پر جدید ہتھیاروں سے حملہ کریں گے تو ہم لوگ کیا کرسکتے ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں۔" کاف ڈینئیل نے سادگی سے کہا۔

"لیکن ہمارے پاس بھی تو دفاع کا سامان موجود ہے۔"

"مگر مجھے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ میڈم شیروک اس سلسلے میں جو کچھ کرنا ہوگا آپ ہی کو کرنا ہوگا۔" کاف ڈینئیل نے کہا۔ وہ ایک سیدھا سادا سا آدمی تھا' لیکن اس وقت اس کی آنکھوں میں نجانے کیوں ایک عجیب سی کیفیت پائی جارہی تھی۔

نجانے وہ کیا سوچ رہا تھا۔ غالباً وہ خود بھی ان ہنگامہ آرائیوں سے تنگ آچکا تھا اور اپنی دنیا میں واپس جانا چاہتا تھا۔

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" گونیا تھارم نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"کیا......؟"

"اس وقت سر! جان فائلر میرے پاس ایک ایسا آدمی موجود ہے جو اس صورتحال کو قابو میں کر سکتا ہے۔"

"کون؟" جان فائلر نے چونک کر پوچھا۔

"اس کا نام سالار ہے۔" جان فائلر نے ایک دم رخ بدل لیا۔ غالباً وہ اپنے چہرے کے تاثرات کو چھپانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے اعصاب پر قابو پایا اور پھر پلٹ کر بولا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے ایک شخص یہ سارے کام کرے گا۔"

"ہاں۔"

"مجھے کچھ اور تفصیل بتاؤ۔"

"اس کا تعلق ہارلیزا سے ہے۔" گونیا تھارم پراسرار لہجے میں بولی۔

"او...... میں تمہاری بات کسی حد تک سمجھ رہا ہوں کیا تم یہ بھی سوچ رہی ہو کہ جہاز والے شوپن قبیلے کے لوگ بھی ہوسکتے ہیں۔"

"جی سر! وہ صرف وہی ہوسکتے ہیں اور کوئی نہیں۔" گونیا تھارم نے پر اعتماد لہجے میں کہا اور جان فائلر سوچ میں ڈوب گیا اور پھر بولا۔

"جاؤ پھر کوشش کرو...... اسے جس طرح تم سوچ رہی ہو تیار کرو۔"

"آیئے...... آپ بھی آیئے۔" گونیا تھارم نے کہا اور جان فائلر کو ساتھ لے کر برج سے نیچے جانے والے راستے کی جانب چل پڑی۔

اسے یہ ایک بہترین موقع ملا تھا کہ وہ سالار کو اہم حیثیت سے ان لوگوں سے متعارف کرا دے تا کہ اس کو ایک مقام مل جائے۔ پتہ نہیں کیا بات تھی اس کے ذہن میں بہرحال وہ سالار کی تلاش میں آگے بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ سالار اسے ایک جگہ جہاز کے ایک حصے میں صفائی کرتا ہوا مل گیا۔ گونیا تھارم اور جان فائلر کو دیکھ کر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا صفائی کا برش نیچے رکھا اور اس طرح کھڑا ہوگیا جس [illegible]ح ان کے کسی نئے حکم کا منتظر ہو۔

گونیا تھارم نے کرخت اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

"سالار...... ادھر آؤ......" سالار خاموشی سے اس کے قریب پہنچ گیا تو گونیا بولی۔

"مسٹر جان فائلر تمہیں ایک باعزت مقام دینا چاہتے ہیں' لیکن تم یہ بات جانتے ہو کہ کوئی بھی باعزت مقام حاصل کرنے کیلئے کچھ کرنا پڑتا ہے اور اس وقت میں نے تمہاری سفارش مسٹر جان فائلر سے کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ گے۔ یہ بات غالباً جہاز میں بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ تمہارا تعلق ہارلیزا سے ہے کیا سمجھے......؟" سالار سادہ سی نگاہوں سے جان فائلر اور گونیا تھارم کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"آپ نے جب پہلے بھی مجھ سے یہ سوال کیا تھا۔ میڈم تو میں نے جواب دیا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ ہارلیزا کیا ہے اور شوپن کیا ہے۔ یہ بات آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں نے مہذب دنیا میں پرورش پائی ہے۔ میں نے آج تک نہ ہارلیزا کے بارے میں کچھ سوچا ہے اور نہ شوپن کے بارے میں اگر آپ مجھے ان میں سے کسی ایک سے منسلک کرتی ہیں تو یہ آپ کا اپنا عمل ہے میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"سنو...... میری بات سنو۔" جان فائلر نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو...... اور جیسے بھی ہو...... اور اپنے آپ کو جو کچھ بھی سمجھتے ہو۔ اس وقت تمہیں ہمارا ایک کام کرنا ہے۔"

"میں خادم ہوں۔" سالار نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"اس وقت کچھ نامعلوم جہازوں نے ہماری جانب رخ کیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ ہمارے اوپر حملہ کریں۔ ان کا تعلق دشمن قبیلے سے بھی ہوسکتا ہے کیا سمجھے۔ تمہاری مدد سے ہم ان جہازوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے تعجب ہے۔ اتنے سارے لوگ یہاں موجود ہیں۔ تاہم اگر آپ مجھے حکم دیں گے تو جو آپ حکم دیں گے وہ میں کروں گا۔" سالار نے ایک قدم آگے بڑھا کر کہا۔

"ٹھیک ہے میرے دوست! اور میں ان لوگوں کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا جو مجھ پر تھوڑا سا بھی احسان کریں۔ تم فوراً اپنا یہ کام چھوڑ دو۔ کاف ڈینیکل کے تمام خامیوں اور ان لوگوں کو جو میرے ساتھی ہیں۔ جنگی ہتھیاروں پر متعین کردو اور انہیں ان کے استعمال کا طریقہ بتاؤ اور ان تمام لوگوں کو فوراً ہی جمع کرلیا جائے گا۔"

"لیکن سر! میں۔"

"نہیں...... تم کوئی سوال نہیں کرو گے۔" گونیا تھارم نے سالار کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"جو حکم آپ کا۔" سالار نے کہا

گونیا تھارم نے ایک نگاہ سالار پر ڈالی آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے کہا کہ سالار...... میں

تمہارے لئے ایک خاص جگہ بنا رہی ہوں۔ جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اور اب تمہیں جہاز کے سب سے طاقتور آدمی کے دل میں اپنے لئے جگہ بنانی ہوگی۔ میں تمہارے ساتھ تمام کام کراتی ہوں اور اس کے بعد ایک عجیب و غریب ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی۔ سالار بلاشبہ ایک طاقتور اور ذہین نوجوان تھا' لیکن جنگ و جدل کا اسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ البتہ گونیا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

''تم بالکل فکر مت کرنا سالار منظر عام پر تم رہو گے اور باقی سارے کام میں کروں گی۔ تم بالکل بے فکر رہو۔''

غرض یہ کہ کام کا آغاز ہوگیا۔ سالار بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ اسے خود بھی مزہ آ رہا تھا او وہ نجانے کن جذبوں کے تحت ان ساری کارروائیوں میں بھرپور حصہ لے رہا تھا وہ بہت دیر تک ان تمام کاموں میں مصروف رہا۔ گونیا اسے مسلسل ہدایت دے رہی تھی۔ جان فائلر' آرگو بیلوسا اور جیمس ہائلر برتج پر موجود تھے۔ وہ ان جہازوں کو بھی دیکھ رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کارروائیوں کو بھی جو کاف ڈینئل' گونیا تھارم اور سالار کر رہے تھے۔

سالار تمام کاموں میں پیش پیش تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے گونیا تھارم ایک بہترین جنگجو بھی ہو اور اس طرح کے معاملات سے واقفیت بھی رکھتی ہو۔

جہاز پر تمام حفاظتی انتظامات کر لئے گئے تھے اور برتج پر سے خود جان فائلر بھی گہری نگاہوں سے سالار کا جائزہ لے رہا تھا۔ سالار کو خود اپنے عمل کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس وقت وہ جو کچھ کر رہا تھا وہ واقعی بڑی ذہانت کی بات تھی۔ کاف ڈینئل نے اپنے ایک ماتحت سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''یہ نوجوان تو مکمل کیپٹن ہے ابھی تک ہمیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا بہر حال تمام کارروائیاں بڑے جوش و خروش کے ساتھ ہو رہی تھیں۔'' ادھر دوسرے جہاز نمایاں ہو چکے تھے اور اب انہوں نے ایک نیم دائرے کی سی شکل بنالی تھی ان کا انداز اینجل کو گھیر لینے والا سا تھا۔ سالار نے کاف ڈینئل کو ایک کمانڈر کی حیثیت سے پہلا حکم صادر کیا۔

''کیپٹن ...... جہاز کے تمام انجن بند کرا دیئے جائیں اور خاص طور پر اس بات کا انتظام کیا جائے کہ ہمارے جہاز کی یہ پوزیشن تبدیل نہ ہو۔''

''ٹھیک ہے کیپٹن سالار۔'' کاف ڈینئل نے پرتپاک مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اس کے ساتھ ہی اپنے آدمیوں کو ہدایت دینے لگا۔

جہاز کے انجن بند کر کے لنگر ڈال دیئے گئے اور خصوصی طور پر اس کا انتظام کر لیا گیا کہ تیز ہوائیں جہاز کی پوزیشن تبدیل نہ کر دیں پھر اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے تھے جب

جنگی جہازوں کی جانب سے کارروائی کا آغاز ہوگیا۔ جنگی جہازوں کی جانب سے تارپیڈو فائر کئے گئے تھے اور سالار نے نجانے کہاں سے مل جانے والی صلاحیتوں کے تحت انتظامات کر لئے تھے۔ چنانچہ اس کی ہدایت پر فوری طور پر عمل کیا گیا اور سمندر کے اندر فاصلے پر ہی تارپیڈو کو تباہ کرنے کا کام شروع کر دیا گیا۔ تارپیڈو شکن میزائل فائر کئے اور یوں تارپیڈو درمیان میں ہی تباہ ہوگئے۔

وہ سب کے سب سرد نگاہوں سے سالار کی اس کمان کو دیکھ رہے تھے۔ خود گونیا تھارم بھی ششدر تھی۔ اس نے بے شک سالار کو اپنے ٹرانس میں لیا ہوا تھا' لیکن سالار اب جو کچھ کر رہا تھا وہ اس کے اندر کی پوشیدہ صلاحیتوں کا اظہار تھا۔ دوسری جانب سے جو کارروائی ہوئی تھی اس پر غور کیا جا رہا ہوگا۔

حیرت کی بات تھی کہ اینجل پر بھی یہ تمام انتظامات موجود تھے۔ بہر طور اب دور مار توپوں سے گولہ باری شروع کر دی گئی تھی اور دھواں دھار گولہ باری۔ ادھر پہلے سے ہی تمام تیاریاں موجود تھیں۔ چنانچہ اینجل سے بھی ہلکے ہتھیار استعمال کئے جانے لگے جبکہ اس پر نئے اور طاقتور ہتھیار بھی موجود تھے۔ اس وقت سالار نے اپنے ذہن سے یہ بات نکال دی تھی کہ اس کا تعلق کون سے قبیلے سے ہے وہ صرف اینجل کی حفاظت کر رہا تھا۔ البتہ اسے اس بات پر حیرت تھی کہ اب تک اسے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ صرف یہ تھیں کہ اینجل ایک تحقیقاتی مشن پر نکلا تھا اور اپنے مشن کی تکمیل کیلئے سرگرداں ہے' لیکن اینجل پر جدید ترین ہتھیار نظر تھے وہ شدید حیرت کا باعث تھے اور ان ہتھیاروں کی مدد سے حملہ آور جہازوں پر تباہی نازل کی گئی تھی اس کے اثرات تھوڑی ہی دیر میں نمودار ہونے لگے۔

جہاز ایک ایک کر کے تباہ ہو رہے تھے۔ باقی تین جہاز بچے تھے۔ جنہوں نے راہ فرار اختیار کی تھی۔ باقی جہاز اب بھی دور سے ڈوبتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ انسانوں کے شور شرابے کی آوازیں سمندر کی آوازوں تک پر حاوی ہوتی جا رہی تھیں۔ شارک مچھلیوں کو غالباً ان کی کسی دعاؤں کا صلہ ملا تھا۔ شکار ہی شکار گوشت ہی گوشت' خون ہی خون۔

ادھر مفرور ہونے والے جہازوں کو دور بھگانے کیلئے ان پر گولہ باری کی گئی' لیکن وہ توپوں کی رینج سے دور چلے گئے تھے اور پھر تو اینجل پر وہ غلغلہ اٹھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اور سالار کو اس فتح کا ہیرو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ لوگ اسے کندھوں پر اٹھائے پھر رہے تھے اور دور کھڑی گونیا تھارم مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

سارے اسی طرف متوجہ تھے کہ عقب سے کوئی گونیا تھارم کے پاس پہنچ گیا۔ گونیا تھارم نے قدموں کی چاپ پر پلٹ کر دیکھا تو وہ ڈی ایس آرنالڈ تھا۔ گونیا مسکرا دی۔

"فتح مبارک ہو میڈم!"

"آرنالڈ...... میں تمہیں اپنا داہنا بازو کہوں تو غلط نہیں ہے۔ تمہاری کوششوں نے وہ کر دکھایا جو میں چاہتی تھی۔ سالار بے چارہ جنگ وجدل کو کیا جانے یہ فتح تم نے اس کے نام پر حاصل کی ہے۔ میں تمہیں اس کا بھر پور صلہ دوں گی۔"

"آرنالڈ...... آپ کا غلام ہے میڈم! حقیقت یہ تھی کہ سالار کو اس طرح کی جنگوں کا بھلا کیا تجربہ اس کے پس پردہ گونیا تھارم کا وہ خاص آدمی تھا' جسے وہ جادوگر کہا کرتی تھی۔ یعنی آرنالڈ۔"

آرنالڈ نے اپنے آدمیوں کو خفیہ طور پر چھوٹے چھوٹے کاموں پر لگا رکھا تھا' لیکن اس وقت انہوں نے ہی جنگی ہتھیار استعمال کر کے اس چھوٹے سے جہاز کو ان خوفناک جہازوں پر فتح دلائی تھی۔ جو دشمن کے جہاز تھے۔

+ + +

جان فائلر کی حیثیت تو اب نمایاں ہوئی تھی۔ جہاز جیمس ہائلر کی ملکیت تھا اور آرگو بیلوسا ایک روحانی رہنما کی حیثیت سے ان کے ساتھ تھا۔ جس کا مستقبل میں نجانے کیا کردار ادا ہونا تھا۔ وہ سب اس کا احترام کرتے تھے' لیکن سالار کو یہ محسوس ہوا کہ جیسے یہ سب احترام مصنوعی ہے۔ پھر وقت ملتے ہی جان فائلر نے سالار سے ملاقات کی۔

"میرے دوست! میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت جو کچھ تم نے کر دکھایا ہے اس کی مثال ناممکن ہے۔ تمہارا ایک مقام ہو گیا ہے۔ یہ سمندری جہاز میری ملکیت نہیں ہے۔ اس کے مالک جیمس ہائلر ہیں' لیکن تم نے جس طرح اس پر سے ایک جنگ کنٹرول کی ہے وہ صرف تمہارا ہی کارنامہ ہے۔ مجھے جو مقصد سونپا گیا تھا اس کیلئے مجھے شدید جدوجہد کرنا پڑی ہے مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تمہارا تعلق ہارلیزا سے ہے' لیکن میری بدقسمتی یہ ہے کہ میرا تعلق شوپن سے ہے اور یہ میرے لئے بڑی عجیب بات ہے۔ بہت ہی عجیب بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہماری عظیم سرزمین کے رہنے والے کبھی زمانہ قدیم میں نہ شوپن تھے نہ ہارلیزا۔ وہ سب ایک تھے اور محبت و پیار سے رہا کرتے تھے۔ ہماری ملکہ اشمینہ ہوتی تھی۔

اشمینہ کو ہر محبت کرنے والا اپنے اپنے نام سے پکارتا تھا۔ اسے مکمل اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ وہ ہماری ملکہ تھی اور اس کے حکم پر بروں کے ساتھ برا اور اچھوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔

ہماری عظیم مملکت سرسبز و شاداب تھی اور وہاں امن و سکون کا دور دورہ تھا ہم اس دنیا کے بارے میں بھی جانتے تھے جو ہمارے سمندروں سے بہت دور تھی۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ دنیا ہمیشہ

آفات کا شکار رہتی ہے۔ اس دنیا کے لوگوں کی فطرت میں وحشت اور درندگی ہے' لیکن ہماری سرزمین ان کیفیتوں کی حامل نہیں تھی۔ البتہ شاید ہمارا غرور رنگ لایا اور ہماری بدقسمتی کا آغاز ہو گیا۔ جادوگروں نے جادو کے کھیل دکھانے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اپنی اپنی جادوئی قوتوں کو ملکہ اشمینہ سے الگ الگ رکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ملکہ بھی اس کا شکار ہو گئی۔ انہوں نے اس پر اپنا قبضہ جما لیا اور سازشیں انتہا کو پہنچ گئیں پھر اشمینہ صرف ایک نام رہ گیا۔

ایک ملکہ ضرور تخلیق کر لی جاتی تھی' لیکن اقتدار جادوگروں کے پاس ہوتا تھا اور وہاں نفرتیں پروان چڑھنے لگیں۔ جادوگر نجانے کیا کیا کر رہے تھے اور اس کے بعد ہماری دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ دو قبیلے بن گئے۔ ایک ہارلیزا اور دوسرا شوپن اور ان جادوگروں نے اپنے اپنے حصے بانٹ لئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کیلئے برائیوں کی آخری منزلوں تک پہنچنے لگے' لیکن یہ سچ ہے کہ ہم سب ایک ہی سرزمین کی تخلیق ہیں اور وہ سرزمین ہمارے لئے سب سے اول حیثیت رکھتی ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہارلیز اور شوپن دونوں کے نام مٹ جائیں اور ہماری سرزمین ہماری سرزمین رہے اور اس کیلئے گونیا تھارم اور میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ سمجھ رہے ہو ناں...... تم...... میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ جان کر مجھے واقعی حیرت ہوئی کہ تیرا تعلق ہارلیزا سے ہے۔

لیکن جس طرح تو نے بے لوث وغرض ہو کر یہ جنگ کی ہے اس کے تحت ہم تجھے نہ ہارلیزا کا باشندہ سمجھتے ہیں نہ شوپن کا بلکہ تو ہم میں سے ایک ہے اور میں تجھ سے ہاتھ ملانا چاہتا ہوں۔" سالار اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تو جان فائلر نے اس سینے سے لگا دیا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"میں آپ کی ہر بات کو خلوص دل سے قبول کروں گا۔ مسٹر! جان فائلر......" جان فائلر خوشی خوشی وہاں سے واپس چلا گیا۔ سالار وہاں سے پلٹا تو اسکا راستہ کسی نے روک لیا۔ یہ ایک فاصلے کا گوشہ تھا' لیکن جن لوگوں نے سالار کا راستہ روکا تھا انہیں دیکھ کر سالار کو تھوڑی سی حیرت ہوئی تھی وہ میلینا اور جیمس ہائلر تھا۔ جہاز کا مالک جیمس ہائلر۔ دونوں اسی کی جانب متوجہ تھے۔ پھر وہ دونوں خود ہی آگے بڑھے اور سالار کے پاس پہنچ گئے۔ میلینا عجیب سے انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"ہیلو......" جیمس ہائلر نے سالار کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور سالار نے پُرادب انداز میں اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ جیمس ہائلر نے اس سے مصافحہ کرنے کے بعد اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا تھا اور پھر اسی انداز میں وہ عرشے کی ریلنگ کی جانب چل پڑا جو چند گز کے فاصلے پر تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"موسم بھی پرفضا ہے اور سمندر بھی پرسکون...... آؤ...... اس کا نظارہ کرتے ہوئے بات کریں گے۔" میلینا جیمس ہائلر کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ سالار نے اپنے آپ کو معتدل ہی رکھا تھا وہ نہیں

جانتا تھا کہ جیمس ہائلر کے دل میں اس کیلئے کیا مقام ہے' لیکن پھر بھی احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔

''تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے اب کیونکہ یہ بات مکمل طور پر میرے علم میں ہے کہ اس وقت ایک خوفناک خطرے سے ہمیں بچانے میں تمہارا ہاتھ ہے۔ تم نے ایک بہترین کمانڈر کی طرح ہمارے اس معمولی سے جہاز سے ایک شاندار جنگ لڑی اور دشمنوں کو عبرت ناک شکست دی۔ یہ بات بھولنے کی نہیں ہے سمجھ رہے ہو ناں تم۔ میں اس کے لئے تمہیں مبارکباد بھی پیش کرتا ہوں اور تمہارا شکرگزار بھی ہوں۔ اور اس کے بعد میلینا نے' جو میری بیٹی ہے مجھ سے تمہارے متعلق تعارف کرایا اور تمہارے بارے میں بہت سی باتیں بتائی ہیں۔

بڑا عجیب سا وقت ہے تاہم میں چاہتا ہوں کہ اب تمہیں تمہارا وہ اصل مقام ملے' جو تمہارا مقام ہے۔ تم جہاز کے ایک معمولی حیثیت کے حامل شخص نہیں ہو' بلکہ اب تمہیں زیادہ تر بریج پر وقت گزارنا ہوگا۔ جہاز کے کیپٹن کے ساتھ۔ میں نے احکامات صادر کر دیئے ہیں۔''

''جو آپ کا حکم سر!''

''آرام سے وقت گزارو۔ بعد میں کسی وقت تم سے تفصیلی گفتگو ہوگی۔''

''جی سر! جس طرح آپ پسند فرمائیں۔'' جیمس ہائلر وہاں سے واپسی کے لئے بڑھا تو میلینا نے کہا۔

''سر! اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑا سا وقت سالار کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں...... ہاں...... ہاں میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' جیمس ہائلر نے کہا اور ان دونوں کو ہاتھ ہلا کر الوداع کہتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میلینا نے سپاٹ نگاہوں سے سالار کو دیکھا۔ کچھ لمحے خاموش رہی پھر بولی۔

''مجھ سے بات چیت کرنے کیلئے وقت ہے تمہارے پاس؟''

''ہاں...... میلینا کیوں نہیں۔''

''دیکھو! میں ان دنوں اپنے آپ سے جنگ کر رہی ہوں۔ میں جن حالات کا شکار ہوں۔ شاید تمہیں اس کا اندازہ ہو یا نہ ہو۔ میرا باپ شیروک کا قیدی ہے اور میں شیروک کی دست راست نمبر دو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تم کئی حصوں میں تقسیم ہو۔ شیروک جس کے بارے میں اب مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ اس نے تمہیں اپنے لئے منتخب کرلیا ہے۔ میری اس سے بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ بہت سی باتیں۔ تم اپنے آپ کو بہت ذہین' سمجھدار' چالاک اور طاقتور سمجھتے ہو ناں۔ کچھ بھی نہیں ہو تم سمجھے؟ کچھ بھی نہیں ہو تم۔'' اصلیت سے بے نیاز اپنے آپ پر ناز کرنے والے سالار خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

''اور کچھ میلینا؟''

''ہاں...... دل میں غبار بھرا ہوا ہے۔ نکالنا چاہتی ہوں۔''

''میں تیار ہوں۔''

''کسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھے' لیکن میرا باپ بھی قیدی ہے سمجھے؟ میرا باپ بھی گونیا تھارم کا قیدی ہے۔ کیا سمجھتے ہو تم اس شاطر عورت کو۔ اس جہاز پر جتنے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نجانے کیا کیا سمجھ رہے ہیں گونیا ان سب کو منٹوں میں فنا کر سکتی ہے۔ اس جہاز پر جس قدر طاقتور وہ ہے' سالار اور کوئی نہیں ہے۔ سالار باقی سب جن جن غلط فہمیوں کا شکار ہیں وقت آنے دو۔ دیکھنا ان کی غلط فہمیاں کس طرح دور ہوتی ہیں۔'' سالار خاموشی سے میلینا کے تمتماتے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ میلینا پھر بولی۔

''اور تم...... سب سے بڑا دھوکہ تم کھا رہے ہو سالار...... سب سے بڑا دھوکہ تم کھا رہے ہو۔ مجھے مکمل تفصیل تو نہیں معلوم' لیکن یوں سمجھ لو کہ اس ساری ہنگامہ آرائی کے روح رواں تم ہو۔ وہ تمہارے شانے پر رکھ کر بندوق چلا رہی ہے اور تم پتہ نہیں کن کن چکروں میں پھنسے ہوئے ہو۔''

''مجھے ایک سوال کا جواب دو گی میلینا......؟'' سالار نے سرد لہجے میں کہا۔

''ہاں...... بولو؟''

''وہ سب لوگ کس حال میں ہیں؟''

''ٹھیک ہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ تم کن لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔ کھا رہے ہیں...... پی رہے ہیں بس ایک قیدی کی حیثیت رکھتے ہیں۔''

''اگر گونیا تھارم جیسا کہ وہ ایک منصوبہ رکھتی ہے' اس کیلئے سارے کام کر رہی ہے اور میں اس کیلئے اہمیت رکھتا ہوں۔ تو پھر وہ ان لوگوں کو کیوں اپنے ساتھ لے جا رہی ہے اس نے انہیں وہیں کیوں نہیں چھوڑ دیا۔''

''اتنی سی بات نہیں سمجھ سکے۔ تعجب ہے۔ تعجب ہے۔''

''بتانا چاہو...... تو مجھے بتاؤ۔ ورنہ میں خاموشی سے یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔''

''تمہارے لئے...... اگر تم کہیں گونیا تھارم سے روگردانی کرو گے تو ان کے نام پر وہ تمہیں بلیک میل کرے گی سمجھے؟'' میلینا نے کہا اور سالار گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''میلینا...... وہ سب ٹھیک تو ہیں ناں؟''

''ہاں...... سمجھا بھی ٹھیک ہے۔'' میلینا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اور مسٹر جان کرسٹوفر۔'' سالار نے فوراً جوابی کارروائی کی۔

"چلتی ہوں۔ غور کر لینا۔"

"میری بات تو سنو...... مجھ سے کیا چاہتی ہو۔"

"بتا دوں......؟" میلینا نے کہا۔

"ہاں......"

"میں اس پوری بازی کو پلٹنا چاہتی ہوں سمجھے؟ لیکن ایک شرط پر۔ تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔ تمہیں مجھ سے شادی کرنا ہوگی۔" میلینا نے تیز لہجے میں کہا اور واپس پلٹ گئی۔ سالار خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

* * *

کوششیں گو ناتمام ہی کی تھیں' لیکن ان لوگوں نے بھی اس جنگ کے بعد سالار کی ذہانت اور جوانمردی کو تسلیم کر لیا تھا۔ جان فائلر نے سالار کو طلب کیا اور وہ اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت برتج پر تھا۔ کاف ڈینئل بھی وہیں موجود تھا۔ جان فائلر بولا۔

"اور اس کے بعد مسٹر کاف ڈینئل ہمارا رہنما ایک طرح سے سالار ہوگا اب آپ کو اس سے تعاون کرنا ہوگا۔"

"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے جناب!" کاف ڈینئل نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ وہ کچھ مضمحل سا نظر آ رہا تھا۔

"مسٹر فائلر نے ایک بہت بڑی ذمے داری مجھے دی ہے' لیکن مسٹر کاف ڈینئل جہاز کے بارے میں مجھے کچھ بھی معلومات نہیں ہیں۔ آپ کے ساتھ تعاون کر کے البتہ مجھے خوشی ہوگی۔"

"میں چلتا ہوں۔" جان فائلر نے کہا اور سالار کاف ڈینئل سے باتیں کرنے لگا۔ کاف ڈینئل نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا صرف انسانی بنیاد پر میں آپ سے دل کی کچھ باتیں کر سکتا ہوں۔ مسٹر سالار!"

"ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں...... کیوں نہیں۔"

"میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں اب اپنی دنیا میں کبھی واپس نہیں جا سکوں گا۔ انسان موت کے بعد ایسے تصورات قائم کرتا ہے' لیکن مجھے زندگی میں ہی آگے کا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔" سالار چند لمحات سوچتا رہا۔ کاف ڈینئل ایک بہت ہی اہم کردار تھا اور سارے معاملات میں اس کا اپنا ایک عمل تھا۔ اسے راز داروں میں شامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ جہاز کا عملہ اسی کے ماتحت تھا۔ اس نے کہا۔

"میں آپ سے ایک سوال کروں۔ مسٹر ڈینئل......؟"

"جی۔"

"آپ کا اپنا عقیدہ کیا ہے؟"

"کرسچن ہوں۔"

"کون سے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"کیتھولک۔" کاف ڈینئل نے جواب دیا۔

"آپ کے مذہب میں امید اور آس کا کوئی وجود ہے۔"

"سمجھا نہیں؟"

"میں اپنے مذہب کی بات کرتا ہوں۔ یعنی وہ مذہب جس کو مجھ پر مسلط نہیں کیا گیا' لیکن جس کے درمیان میں نے پرورش پائی ہے ہم ایک عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسے کبھی شکست نہیں دی جا سکتی۔ جب کوئی کام ہماری پہنچ سے باہر ہوتا ہے تو پھر ہم اس آسمانی قوت کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے جو کچھ ہو رہا ہے آپ اسے زندگی کی بقاء کے لئے ضروری سمجھیں اور اپنے معاملات آسمانوں کے سپرد کر دیں۔ آپ کی مدد ضرور ہوگی۔" کاف ڈینئل سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

"حقیقت بالکل سامنے کی بات ہے' لیکن آپ تو میرا مطلب ہے آپ کے بارے میں تو......"

"ہاں...... میرے بارے میں آپ نے یہ سنا ہوگا کہ میں اسی دنیا کا باشندہ ہوں جس کی سمت ہم لوگ سفر کر رہے ہیں۔ میرا معاملہ تو آپ یوں چھوڑ دیجئے کہ میں اپنا مستقبل اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں گا' لیکن آپ کو میں یہی مشورہ دوں گا کہ آپ خدا سے رجوع کیجئے اور اسی سے اپنی واپسی کی دعائیں مانگیں۔ ہاں میں صرف آپ سے ایک وعدہ کرتا ہوں کہ تقدیر نے اور وقت نے کبھی مجھے ایسا موقع فراہم کیا کہ میں آپ کو آپ کی دنیا میں واپس لوٹا سکوں تو میں اس سے کوتاہی نہیں کروں گا۔"

"اوہ...... میرا خدا۔ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بھی کیا اہمیت رکھتے ہیں آپ نے مجھے نئی زندگی سے روشناس کرا دیا ہے۔ شکریہ۔"

"آپ حوصلے سے کام لیں۔ ہم اپنے معاملات میں ان آسمانی قوتوں کا فیصلہ مان لیں گے۔"

"میں آپ کی ان ہدایات پر عمل کروں گا۔ نہ صرف میں بلکہ میرے دوسرے ساتھی بھی۔" بہر حال اس کے بعد سالار کاف ڈینئل کے ساتھ ہی رہا اور اس نے محسوس کیا کہ ڈینئل کے انداز میں بڑی شگفتگی اور زندگی پیدا ہوگئی ہے۔ البتہ اس رات وہ معمول کے مطابق عرشے پر گشت کر رہا تھا کہ ایک بار پھر اس نے "ہڑ گا" کو دیکھا۔

"ہُوگا......" نہ جانے کہاں سے چلتا ہوا۔ اس کے پاس پہنچا تھا' لیکن سالار نے اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں سرخی لہرا رہی تھی۔

"ہیلو......ہُوگا! تم کہاں ہوتے ہو۔ اس رات کے بعد تم اس طرح غائب ہوئے کہ تمہارا پتہ بھی نہیں چلا۔"

"غدار......غدار ہے تو......غدار ہے تو......غدار ہے۔"

"معزز بزرگ میں کیسے غدار ہوگیا۔"

"شوپن......شوپن کے لئے کام کررہا ہے نا تو......اور کیا تو نے اینجل کو تباہی سے بچا کر ان کی نگاہوں میں ایک مقام نہیں حاصل کرلیا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جب تو اپنی سرزمین پر پہنچے گا تو ہارلیز والے تجھ سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے جو ان کا حق بنتا ہے۔"

"لیکن معزز ہُوگا! میں نہیں جانتا کہ میری سرزمین میں کیا کیا ہے اور اس بات سے تجھ سے زیادہ اور کون واقف ہوگا' لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے میرے بزرگ! وہ نہ اپنے لئے کیا ہے اور نہ تیرے لئے۔ اور نہ ہی ہارلیز والوں کیلئے۔ تو بہت دانا ہے تو مجھے بتا اگر وہ جنگی جہاز جو اینجل کو تباہ کر دینے کیلئے آئے تھے۔ اسے تباہ کر دیتے تو کون بچتا......کون نہ بچتا......کیا اینجل کے ٹکڑے پانی میں نہ تیر رہے ہوتے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ ہم اس کے بعد زندہ بچ جاتے۔"

"مطلب کیا ہے تیرا......؟"

"میں اپنے دل کی بات کسی کو نہیں بتاتا کہ میں نے کچھ اور بھی کیا ہے۔"

"کیا......؟" ہُوگا کا چہرہ اب کچھ بدلنے لگا تھا۔

"یہ بات میرے ذہن میں ہزاروں بار آئی ہے کہ اینجل جو ہماری سرزمین کی جانب جا رہا ہے ایسے اسلحے سے لیس ہے جو اگر ہماری سرزمین کے لوگ حاصل کرلیں تو اس سے اپنے مخالفین کو شدید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میرے ذہن میں کتنی ہی بار یہ بات آئی تھی' لیکن کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس کی بنا پر میں یہ اسلحہ تباہ کرسکوں۔ اسلحے کی تباہی کا مطلب یہ تھا کہ اینجل بھی تباہ ہو جائے' لیکن میرے ذہن میں اکثر یہ بات آتی رہی کہ جس طرح بھی بن سکے میں اس اسلحے کو ضائع کردوں تاکہ یہ میری سرزمین پر استعمال ہو کر میرے خوبصورت دیس میں بسنے والوں کیلئے نقصان دہ ثابت نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہوسکتا تھا کہ وہاں اسلحے کی نقل بھی شروع ہو جاتی۔

اور اس کے بعد وہاں بھی وہ سب جاری ہو جاتا جو اس دنیا میں ہوتا ہے۔ چنانچہ میرے معزز بزرگ ہُوگا وہ سارا اسلحہ میں نے بے مقصد ضائع کیا۔ ان جہازوں کو تباہ کرنے میں جتنا اسلحہ صرف ہوا اس سے کہیں زیادہ اسلحہ میں نے بلاوجہ سمندر کی نذر کردیا تاکہ وہ اسلحہ ختم ہو جائے اور میری سر

زمین پر استعمال نہ ہوسکے۔ میں نے یہ بات کسی کو بھی محسوس نہیں ہونے دی اور اب سنو! جہاز پر اسلحہ موجود نہیں ہے۔ کیا سمجھے......؟ اس میں سے بہت کچھ ہوگیا ہے۔ خاص طور سے گولہ بارود۔ جو میری سرزمین والوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔" ہُوگا کے انداز سے یوں محسوس ہوا' جیسے اس کے پیروں کی جان نکل رہی ہے۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے سالار کو دیکھتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ برا بھلا جو کوئی کہہ سکتا تھا میرا مطلب ہے۔ اشمینہ! وہ میں نے تم سے کہہ دیا اور یہ ہی تو ہے اور اسی لئے تو تیری سرزمین کے لوگ تیرا انتظار کررہے ہیں۔"

"سنو......ناں میں ہارلیزا کا غدار ہوں اور نہ شوپن کا۔ مجھے علم ہے کہ یہ دونوں قبیلے کبھی کسی زمانے میں یکجا ہوکر رہتے تھے اور اگر کبھی مجھے کچھ کرنے کا موقع ملا تو سب سے پہلا کام میں یہ ہی کروں گا کہ ان دونوں قبیلوں کے درمیان جھگڑا ختم کر دیا جائے۔ کیا سمجھے؟" سالار نے کہا اور پھر وہ وہاں نہیں رکا تھا۔ بلکہ وہاں سے روانہ ہوگیا تھا۔

پھر اس وقت وہ ایک تنہا گوشے میں کھڑا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ تو جان فائلر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ تنہا ہی تھا۔

"ہیلو......! مائی ڈیئر! ینگ کیپٹن۔" اس نے سالار کو مخاطب کیا تو سالار نے اسے دیکھ کر گردن ہلائی۔

"ہیلو سر!"

"میں نے تیرے سپرد جو ذمہ داریاں کی ہیں۔ انہوں نے مجھے بے پناہ مصروف کر دیا ہے اور میں خود اپنی آنکھوں سے تیری مستعدی کی کارروائیاں دیکھتا رہتا ہوں۔ میں تیرے لئے اپنے دل میں بڑے عظیم جذبے رکھتا ہوں۔" سالار مسکرا کر بولا۔

"معزز جان فائلر! میں ہر حالت میں تم سب کا وفادار ہوں۔"

"میری خواہش ہے کہ تو ہمیشہ میرا دوست رہے اس سرزمین پر بھی جہاں ہم جا رہے ہیں۔ اس کا عہد تو ہم لوگ کرچکے ہیں۔"

"ہاں......اور اس پر قائم رہنا۔ میرے دوست! ورنہ مجھے دکھ ہوگا۔"

"میرا وعدہ ہے تجھ سے عظیم جان فائلر......" سالار نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور فائلر نے اپنے قوی ہیکل ہاتھ میں سالار کا ہاتھ تھام لیا وہ مسرور نظر آرہا تھا۔ چند لمحات کے بعد سالار نے کہا۔

"ویسے مسٹر جان فائلر آپ نے جہاز کی سمت کا صحیح اندازہ لگا رہا ہے۔ میرا مطلب ہے ان

ویران سمندروں میں ہم بغیر کسی خاص اشارے کے ایک خاص سمت بڑھ رہے ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ ہم اپنی منزل ہی کی طرف جا رہے ہیں۔" جان فائلر نے آنکھیں بند کر کے جھومتے ہوئے کہا۔

"یہ ہی ساری باتیں تو ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ رہنما' رہنما ہی ہوتا ہے۔ یہ سوال کسی اور کے ذہن میں نہیں آیا' لیکن میرے دوست میں نے اس علم پر خصوصی مہارت حاصل کی ہے اور میں سورج سے راستہ پوچھتا ہوا چل رہا ہوں۔ سورج کی رہنمائی ہمیں ...... میرا مطلب ہے مجھے صحیح سمت لے جا رہی ہے اور مجھے وہ نشان ملتے جا رہے ہیں۔ جن سے مجھے پتہ چل رہا ہے کہ ہم صحیح سمت پر ہیں۔ سورج مجھے اشاروں سے راستہ بتاتا ہے۔ رات کو جب ستارے چمکتے ہیں تو سمندر کی اس دنیا میں ہماری رہنمائی ہوتی ہے۔ نامعلوم سمندروں کی یہ دنیا بڑی وسیع وعریض ہے اور اس میں صحیح سمتوں کا تعین ہی سب سے مشکل کام ہے' لیکن ستاروں کی اپنی ایک سرزمین ہے اور وہ دیکھ آسمان پر سا وقت بھی وہ ستارے جو کسی چندن ہار کی ایک لڑی کی طرح نظر آ رہے ہیں۔ صحیح سمت میں ہماری رہنمائی کر رہے ہیں۔ تو نے دیکھا کہ ان کی سیدھ کس جانب ہے اور جہاز کے رخ کا بھی تو اندازہ کرے یہ ستارے ہمیں سیدھا راستہ دکھا رہے ہیں۔ سورج کی کرنیں' انداز بدلتی رہتی ہیں' لیکن ان میں سے ایک رہنما کرن بھی ہوتی ہے۔ جس کا نشان میں دن کی روشنی میں تجھے اس وقت دکھاؤں گا جب سورج آسمان کی بلندی میں بیچ و بیچ ٹکا ہوا ہوگا۔ ایک کرن ہمیشہ سمندر پر رہتی ہے اور یہ کرن میری سرزمین کا رخ کئے ہوئے ہے۔"

"ہم اس کرن کی رہنمائی میں آگے بڑھ رہے ہیں۔"

"واہ ...... یہ تو بہت دلچسپ بات ہے۔" سالار نے دلچسپی سے کہا۔

"نہیں۔ اس میں حیرت کی بات نہیں۔ تیرے اپنے پاس بھی ایک ایسی قوت موجود ہے۔ جس کا میں اظہار نہیں کر سکتا یہ وقت خود ہی کبھی سامنے آئے گی۔"

"کچھ اور سوال میرے ذہن میں ہیں۔ عظیم جان فائلر!۔"

"بول ...... بول ...... کیا؟"

"جب یہاں کی سرزمین کے رہنے والے ایک جیسی صورتوں کے حامل ہیں تو ان کی شناخت کیسے ہوتی ہے؟"

"یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے۔ بہت ہی دلچسپ اور اس بات کو صرف ایک ہی شخص جانتا ہے اور وہ شخص ہے آرگو بیلوسا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ان دونوں قبیلوں میں ذرا سا بھی فرق نہیں ہے۔ میرا چہرہ دیکھ ...... اس کے بعد تجھے میرے نقوش میں کوئی فرق نظر آئے گا' لیکن میں تجھے بتاؤں۔ میرے چہرے کی رنگت میں تانبے جیسی سرخی شامل ہے اور ان سب میں جن کا تعلق شوپن سے ہے یہ

سرخی پیدا کی گئی ہے۔"

"یہ کیسے؟" سالار نے تعجب سے پوچھا۔

"زمین میں ایک دھات پیدا ہوتی ہے ایک ایسی دھات جس کا استعمال اگر غذا کی حیثیت سے کیا جائے تو خون کے ذرات میں شامل ہو کر وہ خون کی رنگت میں تبدیلی رونما کرتی ہے یہ بھی ہمارے جادوگروں کا ایک جادو تھا۔ جو انہوں نے اپنے تعصب کی بنا پر شوپن اور ہارلیزا میں شناخت کی حیثیت سے بنایا۔"

"ہارلیزا والے وہ دھات نہیں کھاتے اس لئے ان کے رنگوں میں سفیدی شامل ہوتی ہے۔ جیسے تیرے رنگ میں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے جسموں میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ان کی شناخت ہوتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ایک ہلکی' ہلکی خوشبو ...... جسے تم پسینے کی بو بھی کہہ سکتے ہو' لیکن شوپن والوں کو پسینہ نہیں آتا۔ وہ دھات ان کے جسم سے فاضل پانی ختم کر دیتی ہے۔"

"کیسی حیرت ناک بات ہے۔"

"یہ حیرتیں تو تو اپنی سرزمین پر چل کر دیکھے گا کہ وہاں والوں کا جادو کیا کیا شکل اختیار کر چکا ہے۔ ابھی ہم یہاں سے آگے بڑھیں گے اور جب سبز سمندر آ جائے گا تو ہمیں پھولوں کی بستی نظر آئے گی۔"

"سبز سمندر ......؟ پھولوں کی بستی؟"

"آسمان کی رنگت میں جو نیلاہٹیں تو دیکھ رہا ہے۔ آگے چل کر یہ رفتہ رفتہ سبزی مائل ہو جائیں گی اور اس کے بعد ہم جس سمندر سے گزریں گے وہ پھولوں سے بھرا ہوا ہوگا۔ مخصوص قسم کے پھول جو کنول کے پھولوں کی طرح پانی میں اپنا سارا نشوونما کا عمل رکھتے ہیں اور اسی میں زندہ رہتے ہیں۔ پھولوں کی ایک قسم کا یہ سمندر ہماری بستی کا آغاز ہوگا۔ یعنی وہاں سے ہمیں اپنی بستی کے کنارے نظر آنے لگیں گے۔ اوہ ...... تو نہیں جانتا کہ میری آنکھیں ان کناروں کو دیکھنے کا کتنا شوق رکھتی ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ جب آسمان کا رنگ سبز ہونے لگے گا اور ہمیں پھولوں کے سمندر سے گزرنا پڑے گا اور ہم اپنی آبادیوں میں پہنچ جائیں گے۔ سالار ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا' لیکن یہ دلچسپ باتیں سن سن کر اس کا تجسس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اینجل کے شب و روز میں اب وہ ڈھلتا ہی جا رہا تھا اب پھر اس کے ذہن میں جس سرزمین کا تصور تھا۔ یوں بے شمار دن اور راتیں گزر گئیں اور ایک صبح جب سالار نے آسمان کو دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ آسمان کا رنگ سبز تھا اور یہ سبز

رنگ یقینی طور پر آسمان کی حیثیت سے آنکھوں کو قبول نہیں ہوتا تھا' لیکن اب یہ سب کچھ سچ تھا اور جہاز پر ہلکا ہلکا سبز رنگ مسلط ہو گیا تھا دھوپ کی تمازت وہی تھی اور اس کی شدت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔

لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ سورج پر بھی سبزی چڑھی ہوئی تھی۔ ہلکی ہلکی سبزی جو سورج کی شعاعوں کو روک تو نہیں پا رہی تھی' لیکن ایک خوشگوار سا رنگ جو اس نے پورے سمندر پر بکھیر دیا تھا اور یہاں سمندر بھی سبزی مائل ہی تھا۔ سالار یہ تمام چیزیں دیکھتا رہا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ باقی لوگوں پر اس تبدیلی کے کیا اثرات ہیں' لیکن اس نے اپنی زبان بند ہی رکھی تھی۔ البتہ انجن کی رفتار کچھ تیز کر دی گئی تھی اور اسی مناسبت سے سالار کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہو گئی تھی۔ کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ اب وہ ایک ایسی بستی پہنچنے والا ہے جو ساحروں کی بستی ہوگی۔ نجانے کیا کیا کہانیاں وہاں بکھری ہوئی ہیں اور سب سے تعجب کی بات یہ تھی کہ وہ خود بھی اس بستی کا ایک فرد تھا۔

پھر پھولوں کا سمندر آ گیا۔ ایسے عجیب و غریب مناظر انسانی آنکھ نے کبھی نہ دیکھیں ہوں گے' لیکن مالک کائنات نے اپنی اس تخلیق میں ایسے ہزاروں کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ بات صرف ان پھولوں کے سمندر کی نہیں تھی۔ زمین کے ایک ایک چپے پر ایسے ایسے عجائبات بکھرے ہوئے پڑے تھے کہ انسانی ذہن جیسے کسی بھی طور پر صحیح انداز میں پیش نہیں کر سکتا تھا۔ وہ برتج پر پہنچا تو کاف ڈینئیل پہلا آدمی تھا جس نے آنکھوں سے دور بین لگائی ہوئی تھی اور قرب و جوار کے حیرت انگیز مناظر دیکھ رہا تھا۔ سالار کو دیکھتے ہوئے اس نے زور سے آواز لگائی۔

''سالار ...... سالار ادھر آؤ ...... ذرا دیکھو! تم نے دیکھا۔ تم نے محسوس کیا یہ کیا ہو گیا۔ سالار یہ کیا ہو رہا ہے۔ سمندری زندگی۔ یوں سمجھ لو میرا اوڑھنا بچھونا رہی ہے' لیکن ...... ایسے مناظر ...... ایسے مناظر اوہ ...... میرے خدا ...... میرے خدا ...... دیکھو تو سہی یہ خشکی نہیں ہے۔ سمندر پر تیرتے پھول اور ان کا کوئی حدود اربعہ نہیں ہے۔ جدھر دیکھو پھول ہی پھول نظر آتے ہیں۔ کیسی حیرانی کی بات ہے۔'' سالار خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ اچانک ہی اس کی نگاہ عرشے کے ایک گوشے پر پڑی۔ ہُوگا ...... عرشے کی ریلنگ کو ہاتھوں سے پکڑے ہوئے دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ سالار کو وہ گھاس یاد آ گئی جو عجیب و غریب تھی۔ اس کے دل میں نجانے کیا کیا خیالات آ رہے تھے۔ اس وقت اسے وہ سب لوگ یاد آ رہے تھے۔ جن کے درمیان وہ پروان چڑھا تھا۔

کبھی کبھی تو اس کا دل چاہتا تھا کہ جہاز میں بغاوت کر دے اور ان سب کو آزاد کرا لے یا پھر گونیا تھارم سے یہ شرط رکھے کہ وہ اس وقت تک اس کیلئے ایک قدم بھی نہیں اٹھائے گا جب تک کہ اس کے ساتھی آزاد نہیں ہو جائیں گے۔ بہرحال سفر جاری رہا اور یوں لگا جیسے جان فائلر نے ان

لوگوں کو بھی کچھ بتا دیا ہو۔ آرگو بیلوسا ...... جیمس ہائلر' گونیا تھارم سب کے سب عرشے پر کھڑے ہوئے۔ ایک دوسرے کو اشارے بازی کر رہے تھے اور اچانک ہی جان فائلر کی آواز ابھری۔

''ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے ...... دیکھو وہ دیکھو ...... وہ میری سرزمین ...... وہ میرے سرزمین۔''

✤ ✤ ✤

رفتہ رفتہ جہاز کے دوسرے مسافروں کو بھی اس بات کا علم ہو گیا کہ جہاز خشکی پر پہنچ رہا ہے۔ بہت دور سمندر کے سرے پر نگاہوں کے اس زاویئے سے لے کر اس زاویئے تک پھیلی ہوئی ایک لکیر خشکی کا نشان دے رہی تھی۔

جہاز پر موجود ہر شخص عرشے پر پہنچ گیا تھا۔ سوائے ان کے جو قیدیوں کی حیثیت سے نچلی منزل پر تھے۔ ان میں صرف بھگت رائے وغیرہ ہی نہیں تھے بلکہ اور بھی کچھ ایسے لوگ تھے جن کی حیثیت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ سب لوگ عرشے پر کھڑے کھڑے شور مچا رہے تھے اور ماحول کچھ عجیب سا ہو گیا تھا۔ سالار بھی ایک طرف کھڑا' نجانے کیسے کیسے احساسات کے ساتھ ایک عبوری لکیر کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے بارے میں اب اس پر یہ انکشاف ہو رہا تھا کہ وہ اس کی سرزمین ہے۔ کیسی انوکھی بات تھی۔ اس کی شخصیتوں پر کئی بار نئی نئی مہریں لگی تھیں۔ کبھی کون کبھی کون ...... کبھی کون جو وقت اس نے بھگت رائے کے پاس گزارہ تھا۔ وہ حقیقتوں میں اس کی زندگی کا سنہری دور تھا۔ ایک کھلے شیر کی مانند کھاتا پیتا ...... گرجتا برستا ...... اپنی مرضی سے دنیا کا ہر کام کرتا۔ پھر اس کے بعد اسے پتہ چلا کہ تبت کے انتہائی سرے پر موجود پہاڑوں میں سے ایک قبیلہ اس کا اپنا قبیلہ ہے۔ وہ سب وہاں پہنچے' لیکن سب کے سب ہوس کے مارے ہوئے تھے اور دولت کے حصول کیلئے اپنی زندگی داؤ پر لگا چکے تھے۔ دولت کو کسی کو ملی یا نہ ملی اپنی دنیا سے بہت دور وہ اس پراسرار دنیا میں آ گئے تھے۔ جس میں اب نجانے کون کون سی داستانیں بکھری ہوئی تھیں۔ وہ اپنی داستانوں کو متحرک دیکھ رہا تھا کہ عقب سے کسی کی آواز ابھری اور وہ چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔

''تمہاری سرزمین آ گئی سالار۔'' یہ آواز گونیا تھارم کی تھی۔ سالار نے عجیب سے نگاہوں سے گونیا تھارم کو دیکھا تو وہ بولی۔ ''ہاں ...... اب تم یہاں سب سے بڑھ کر ہو۔ مگر ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گے؟'' سالار تھکے تھکے انداز میں مسکرا دیا۔ پھر بولا۔

''ہر بات کہنے سے پہلے تم یہ بات ضرور کہتی ہو۔ گونیا میں تمہاری کسی بات کا ابھی تک تو برا نہیں مانا۔''

''نجانے کیوں سالار! میری ساری شخصیت تمہارے سامنے آ کر مٹی میں مل جاتی ہے۔ میں ب بھی تمہیں بتا رہی ہوں کہ یہاں جتنے بھی افراد موجود ہیں۔ میں ان سب پر بھاری ہوں' لیکن تم پر

نہیں اور اب تو تم نجانے کیا سے کیا بننے والے ہو...... کیا تم ان حالات میں گونیا تھارم کو یاد رکھو گے؟ کیا تم میری جانب سے نگاہیں تو نہیں پھیر لو گے...؟"

"نہیں۔" سالار نے جواب دیا۔

"مجھے یاد رکھنا سالار...... مجھے یاد رکھنا۔" گونیا نے کہا۔

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں...... کیوں نہیں بالکل ایسا ہی ہوگا۔ بالکل ایسا ہی ہوگا۔" عقب سے جان فائلر کی آواز سنائی دی اور گونیا چونک کر پلٹی...... جان فائلر کی مسکراہٹ بہت عجیب تھی۔

"ہیلو...... جان۔" گونیا نے کہا۔

"اب ہمیں آگے کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ ہم رات کی تاریکی میں اگر اس لکیر تک پہنچ بھی گئے تو خشکی پر نہیں اتریں گے۔ ہمیں اس وقت تک خشکی پر قدم نہیں رکھنا چاہئے جب تک کہ ہماری مطلوبہ کشتیاں ہمیں نظر نہ آجائیں۔"

"مطلوبہ کشتیاں؟" سالار نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں مائی ڈیئر سالار...... رسیوں کے اور کشتیوں کے رنگ بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔" جان فائلر نے عجیب سے لہجے میں کہا اور ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"سالار تم پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان کا خیال رکھنا۔"

"میں آپ کی رہنمائی کا انتظار کیا کروں گا۔ مسٹر جان فائلر۔" وہ سب آگے جانے کا انتظار کرتے رہے۔

جہاز کی رفتار بہت کم کر دی گئی تھی اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک عجیب سا ماحول تھا۔ عجیب سی صورت حال تھی۔ سالار دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے ہُوگا کو دیکھا۔ جو دوسرے لوگوں کے ساتھ بھوری لکیر کا جائزہ لے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ سالار کے پاس پہنچ گیا اور اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے۔ ہُوگا۔"

"کچھ نہیں۔ میں تیرے وجود میں تیرا مستقبل پڑھ رہا ہوں۔"

"کیا پڑھا؟"

"جو کچھ پڑھا وہ بتاؤں گا نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تجھے جو کچھ معلوم ہونا چاہئے آہستہ آہستہ معلوم ہونا چاہئے۔"

"دیکھو! ہُوگا میں ذرا مختلف قسم کا انسان ہوں اپنے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں رکھتا۔ جو ہوگا وہ

سامنے آتا جائے گا۔ مجھے کہانیاں نہ سناؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔" ہُوگا ہنسنے لگا۔ غرض یہ کہ وقت گزرتا رہا۔ نجانے سالار کی کیا کیفیت تھی۔ وہ اپنے بدن میں ایک اینٹھن سی محسوس کر رہا تھا۔ بہت سی سوچیں اس کے ذہن میں آرہی تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے میلینا کو دیکھا۔ جو اسی کی طرف آرہی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ ان کے قریب پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر غم کے آثار تھے۔

"کیا بات ہے۔ میلینا مجھے تم کچھ دکھی دکھی سی لگ رہی ہو۔"

"ہاں۔ سالار بھگت رائے تمہارے بھی تو سرپرست ہیں۔"

"مطلب؟"

"اس وقت جہاز کے ہر شخص کو آزادی مل گئی ہے۔ پتہ نہیں گونیا تھارم نے صرف ان لوگوں کو کیوں قید رکھا ہے۔ سالار وہ تم سے اتنا قریب ہوگئی ہے کیا تم نے اپنے ساتھیوں کی رہائی کی سفارش نہیں کی۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ کبھی کسی نے مجھے اپنے اعتماد میں نہیں لیا۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ ان کی اپنی ذمہ داری ہوگی۔"

"اور اگر انہیں کوئی جسمانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے؟"

"تو میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" سالار کے لہجے میں ایک غراہٹ سی پیدا ہوگئی۔

"تمہارے اس لہجے پر مجھے خوشی ہوئی۔ ویسے مبارک ہو میری معلومات کے مطابق یہ تمہارے باپ کی بستی ہے۔"

"افسوس کی بات یہ ہے کہ میں نے نہ اپنے باپ کو دیکھا ہے اور نہ ہی اپنی ماں کو۔"

"ہاں......؛ لیکن خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ساتھی کسی ایسی مشکل میں گرفتار ہو جائیں جو ہمارے لئے خوفناک ہو۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں خیال رکھوں گا۔" سالار نے آہستہ سے کہا۔ وہ بدستور سحر کی سی کیفیت میں گرفتار تھا۔ جہاز پر کسی شخص نے آرام نہیں کیا تھا۔ سارے کے سارے ساحل پر اترنے کی تیاریوں میں معروف تھے۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی اور اسی طرح رات بھی اسی شور شرابے میں گزر گئی۔ تب خدا...... خدا کر کے سورج نکلا اور اس طرح سورج کا انتظار شاید ہی کسی نے کیا ہو۔ اس وقت جہاز کا ہر شخص سورج کا انتظار کر رہا تھا اور اس کے بعد ایک بار پھر جیمس ہائلر کے حکم سے جہاز کے انجن چلا دیئے گئے۔

جہاز نے لنگر اٹھایا اور ساحل کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کر دیا۔

سالار' کاف ڈینئیل اور دوسرے لوگوں نے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ لکڑی کی انوکھی ساخت کی کشتیاں ساحل سے سمندر میں اتری ہیں۔ ان کی تعداد اتنی تھی کہ گنی نہیں جاسکتی تھی۔ سالار کو وہ لمحات یاد آگئے جب ایک رات انہوں نے سمندر میں انوکھی ساخت کی چھوٹی چھوٹی کشتیاں دیکھی تھیں جو انجل پر حملہ آور ہونے آئی تھیں۔ ان کشتیوں کی تعداد بے پناہ تھی۔ بہر حال انجل کا رخ تبدیل کیا جانے لگا اور وہ آہستہ آہستہ ساحل سے قریب ہونے لگا۔ وہ لوگ کسی ایسی جگہ کا انتخاب کررہے تھے جہاں اسے لنگر انداز کر دیا جائے ادھر کشتیاں جہاز سے ابھی کافی دور تھیں۔

لیکن ان پر موجود انسانوں کو دیکھا جاسکتا تھا یہ انوکھی آبادی کے انوکھے لوگ تھے جو دور سے انجل کو دیکھ رہے تھے۔ البتہ ان میں سے بے شمار افراد استقبالیہ انداز میں ہاتھ ہلا رہے تھے یہاں تک کہ انجل ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اسے لنگر انداز کرایا جاسکے۔ کشتیاں تیار ہوئیں اور تمام لوگوں کو کشتیوں میں سوار کرانے کے بعد سب سے پہلے جان فائلر اپنی رہنمائی میں انہیں ساحل کی جانب لے چلا۔

ان کشتیوں کو آبادی کی کشتیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ جان فائلر سب سے زیادہ خوش نظر آرہا تھا۔ سالار جو اس کے قریب کھڑا ہوا تھا دوسری سمت گونیا تھارم اور اس کے عقب میں میلینا اور جیمس ہائلر تھے وہ سب کے سب خوش نظر آرہے تھے اور کشتیاں آہستہ آہستہ ساحل کے قریب پہنچ رہی تھیں' لیکن جب جان فائلر نے ساحل پر قدم رکھا تو دفعتاً ہی وہ دہشت سے سکڑ کر رہ گیا۔ استقبال کرنے والوں کے چہروں پر استقبالیہ تاثر نہیں تھا بلکہ ایک خوفناک سی کیفیت تھی۔ جان فائلر کے حلق سے بے اختیار نکلا۔

"آہ ...... دھوکہ ہوگیا ...... دھوکہ ہوگیا۔ یہ تو ہارلیز قبیلے کے لوگ ہیں۔ آہ ...... یہ تو ہارلیزا والے ہیں۔ ہمارے دشمن۔" سننے والوں پر جیسے بجلی سی گر پڑی تھی۔ جان فائلر کے الفاظ گویا پگھلے ہوئے سیسے کی مانند تھے جو بہت کے کانوں کو زخمی کر گئے۔ سب کی پھٹی پھٹی آنکھیں یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ ہارلیزا والوں نے ایک زبردست چال چلی تھی اور اس کا مقصد یہ ہی تھا کہ انہیں شوپن قبیلے والوں پر فوقیت حاصل ہوگئی ہے اور وہ دھوکہ دے کر انجل کو اپنے قبضے میں لینے آئے ہیں۔ جان فائلر نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"آہ ...... ہم دھوکہ کھا گئے۔ ہم آخری لمحات میں دھوکہ کھا گئے۔ بہت چالاکی سے کام لیا گیا ہے۔ سنو میرے ساتھیو غور سے سنو ...... کوئی شخص جذباتی ہونے کی کوشش نہ کرے۔ ہمارا پلان بے شک عارضی طور پر فیل ہوگیا ہے اور ہم ہارلیزا والوں کی ذہانت کا شکار ہوگئے ہیں' لیکن اب ہماری

ذہانت یہ ہے کہ ہم ان کے درمیان رہ کر اپنی زندگی بچائیں۔ اس لئے کوئی جدوجہد نہ کرے اور میں تمہارے سربراہ کی حیثیت سے تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ جب تک میں تمہیں کوئی حکم نہ دوں۔ کوئی حرکت نہ کرے صرف ان حالات کا تجزیہ کرے جو اب ہمیں پیش آنے والے ہیں۔"

گونیا تھارم' سالار' جیمس ہائلر سب کے سب ساکت و جامد تھے۔ البتہ سالار کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ انسان دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو' اس کے اندر وہ صفات موجود ہیں جن کے ذریعے وہ ایک دوسرے کو دھوکہ دے سکتا ہے۔ اپنی بقاء اور اپنی برتری کا سامان پیدا کرسکتا ہے۔ تمام کشتیاں ساحل پر پہنچ چکی تھیں اور انہوں نے جہاز سے اترنے والوں کو اس طرح گھیرے میں لے رکھا تھا کہ اگر کوئی بھی ذرا سی کوشش کرے تو اسے نقصان پہنچایا جاسکے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک ایسی شخصیت نمودار ہوئی جسے دیکھ کر سب کے سب بہت متاثر ہوئے تھے۔ یہ ایک انتہائی قدر آور نوجوان تھا۔ ورزشی جسم کا مالک اتنا خوبصورت جسم کے دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے تھے۔ گونیا تھارم کا منہ بھی حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ پراشتیاق انداز میں آنے والے کے تن و توش کو دیکھ رہی تھی۔ بالکل یہ ہی لگتا تھا جیسے کسی ماہر سنگ تراش نے پتھر کا ایسا مجسمہ تراش دیا ہو' جس میں خود بخود زندگی دوڑ گئی ہو۔

فولاد کی مانند یہ شخص ان کے سامنے پہنچ گیا اور اس نے ان پر نگاہ ڈالی پھر مسکرا کر بولا۔

"میرا نام ڈلوس ہے۔ روکرڈلوس! اور ہارلیزا کے معزز بزرگوں نے مجھے ہارلیزا والوں کے تحفظ کیلئے ذمہ داری سونپی ہے۔ میں تم سب لوگوں کو اس سرزمین پر خوش آمدید کہتا ہوں اور تم لوگوں کی برتری کو تسلیم کرتا ہوں میں ایک ناچیز انسان ہوں۔ تمہارے علم کے سامنے بچہ......' لیکن جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے اس کے تحت میں مجبور ہوں کہ تھوڑی سی سختی تمہارے ساتھ اختیار کروں اور اس بات کا خواہش مند ہوں کہ ہر شخص میری کہی ہوئی بات مانے۔ اس لئے نہیں کہ وہ میری کہی ہوئی ہے بلکہ اس کا حکم مجھے ہارلیزا کے ان بزرگوں نے دیا ہے۔ میں تم لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم میں سے جس کا بھی تعلق شوپن سے ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

تم ہمارے معزز ہم وطن ہو جو اختلاف ہارلیزا اور شوپن کے درمیان ہے وہ بزرگوں اور جادوگروں کا اختلاف ہے۔ ہم نوجوانوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے' لیکن ہر شخص کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ جب تک تمہارے لئے کوئی مناسب فیصلہ نہ ہو جائے۔ اپنے آپ کو پرامن رکھو۔ ورنہ مجھے حکم ملا ہے کہ ہر سرکشی کرنے والے کو ختم کردوں اور میں یہ بالکل نہیں چاہتا کیونکہ ہم ایک آزادانہ زندگی چاہتے ہیں موت نہیں۔ یہ میرا حکم نہیں التجا ہے۔ آپ سب سے کہ مجھ سے تعاون کریں اور اب ہارلیزا والے الگ ہو جائیں اور شوپن والے الگ۔ مجبوری ہے ایک حصہ قیدیوں کا

ہوگا اور دوسرا ہارلیزا والوں کا۔ وہ لوگ ان کی شناخت کریں گے اور اس شناخت کے بعد انہیں ان کے مقامات دیئے جائیں گے۔"

سالار دلچسپی سے یہ سوچ رہا تھا کہ جان فائلر نے اس پر بہت اعتماد کیا ہے۔ اور یقیناً وہ اس سے کسی بہتری کا خواہشمند ہوگا۔ اب اس کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ وہ کیا کرے، لیکن ہوا یہ ہی ایسا لگتا تھا جیسے ان لوگوں کی آنکھوں میں خاص قسم کے شیشے لگے ہوئے ہوں جو شوپن اور ہارلیزا والوں کی پوری شناخت کرلیں۔ وہ رکے تو صرف چند افراد پر جیسے گونیا تھارم، میلینا وغیرہ...... یا پھر کیپٹن کاف ڈینئیل اور اس کے ساتھی چنانچہ اس سلسلے میں وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے لگے۔ تب ڈلوس نے کہا۔

"اور جن کا تعلق میری رائے کے مطابق اس انوکھی دنیا سے ہے جس کی کہانیاں بڑی خوبصورت ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ عارضی طور پر وہ باقی لوگوں سے الگ ہو جائیں۔"

جیمس ہائلر نے بے بسی کی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں سالار کی جانب اٹھ گئیں اور اس نے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا۔

"سالار اس وقت صرف ہمارے لئے تم اہم حیثیت کے حامل ہو۔ ہماری نگاہیں تم پر جمی ہوئی ہیں اگر حالات تبدیل نہ ہوتے اور شوپن کی حیثیت بڑی ہوتی تو یقین کرو کہ ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے۔" سالار نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلائی۔ اب اسے ان لوگوں کی فکر تھی جنہیں ابھی جہاز سے اوپر نہیں لایا گیا تھا۔

جب صورتحال کا کوئی اندازہ نہ ہو پایا تو اس نے گونیا تھارم کو اشارہ کیا اور گونیا اس کے قریب پہنچ گئی۔

"گونیا تھارم کیا ان لوگوں کو جہاز ہی میں ختم کر دیا جائے گا۔ جو میرے اصل ساتھی ہیں۔" سالار کا لہجہ بہت کرخت تھا۔ گونیا نے چونک کر اسے دیکھا صورتحال کا اسے اندازہ ہوگیا تھا اس نے کہا۔

"نہیں...... میں آرگو بیلو سا سے بات کرتی ہوں۔"

"پانچ منٹ کے اندر اندر انہیں جہاز کے اندر سے اوپر آجانا چاہئے۔" سالار نے سخت لہجے میں کہا اور گونیا اس کی صورت دیکھتی رہ گئی۔ پھر اس نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور آگے بڑھ کر اس شخص کے پاس پہنچ گئی جس نے اپنا نام ڈلوس بتایا تھا۔

"میں کچھ اور لوگوں کی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں جو جہاز پر موجود ہیں۔"

"ہاں...... محترمہ! ابھی ہمارا ایک گروپ آرہا ہے جو جہاز کی تلاشی لے گا اور ایک ایک فرد کو

وہاں سے نکال لائے گا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔"

"اگر تم چاہو تو ہمارے آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں۔ سب کام آپ کی پسند کے مطابق ہو جائے گا۔ اس وقت ہماری مجبوری ہے کہ ہم کسی کے ساتھ کوئی الگ کام نہیں کر سکتے۔ جہاز سے جتنے افراد نیچے اترے ہیں وہ سب کے سب ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں گے اور اس کے بعد ان کے بارے میں فیصلے ہوں گے۔"

ڈلوس اس وقت ماحول پر حکمران نظر آرہا تھا۔ ایک لمحے کے اندر اندر سالار کو یہ احساس ہوگیا تھا کہ گونیا تھارم کچھ نئے فیصلے کررہی ہے۔ غالباً اس نے یہ دیکھا تھا کہ ڈلوس اس وقت اس ماحول پر حکمرانِ ہے۔ چنانچہ کیوں نہ اسی پر پوری توجہ رکھی جائے۔ وہ مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کررہی تھی اور ڈلوس کو بتا رہی تھی کہ ابھی جہاز پر بہت سے لوگ ہیں انہیں میں گونیا تھارم کے خاص آدمی بھی تھے۔

یقینی طور پر ڈی ایس آرنالڈ اور اس کی ٹیم بھی جہاز پر ہی ہوگی بہت سی باتوں کا سالار کو علم ہی نہیں تھا۔

بہرطور ان لوگوں کو بظاہر بڑی عزت و احترام کے ساتھ ایک سمت لے جایا جانے لگا۔ غالباً وہ ان کا قید خانہ متعین کرنا چاہتے تھے لیکن سالار کے قدم جس انداز سے زمین پر پڑ رہے تھے۔ وہ ایک الگ ہی انداز تھا۔ یہ سوچ سوچ کر وہ اپنے دل میں بہت سے احساسات کا شکار تھا۔ کہ یہ اس کی اپنی سرزمین ہے مٹی کی محبت واقعی انسان کے رگ و پے میں رچی ہوتی ہے۔ چاہے اس کا تعلق زمین کے کسی بھی حصے سے ہو۔

✣ ✣ ✣

انوکھی اور پراسرار زمین تھی۔ ان لوگوں کو جس جگہ لایا گیا تھا وہ ایک عظیم ترین اور وسیع ترین احاطہ تھا‘ جسے خاص قسم کی لکڑی کی دیواروں سے بنایا گیا تھا۔ بہت ہی چوڑا گیٹ تھا اسکا اور اس کے دوسری طرف بڑے بڑے چھتری والے درخت لگے ہوئے تھے۔ جو دور سے دیکھنے سے بالکل غیر قدرتی محسوس ہوں۔ یہ درخت اتنے گھنے تھے کہ ان کے نیچے سورج کی روشنی بالکل نہیں پہنچ سکتی تھی۔

یہ ان کی چھتیں تھیں۔ جن کے نیچے انہیں پہنچا دیا گیا تھا۔ بہت سے لوگ یہاں موجود تھے۔ یہ مقامی لوگ تھے اور ان کا حلیہ بہت ہی دلکش تھا اس وقت جیمس ہائلر‘ آرگو بیلوسا‘ جان فائلر تینوں کے تینوں سر جوڑے بیٹھے تھے۔ گونیا تھارم بھی انہی کے درمیان موجود تھی اور وہ اس موضوع پر باتیں کررہے تھے۔

”حالات ایک دم بالکل بدل گئے ہیں مسٹر آرگو بیلوسا۔ اب اس وقت ہم ہارلیزا والوں کے رحم وکرم پر ہیں اور کون جانے ان کے دلوں میں کیا ہے۔ بظاہر اس شخص کی باتیں بہت لچھے دار تھیں۔ جس کا نام ڈلوس ہے‘ لیکن میرا تجربہ بتاتا ہے کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اور یقینی طور پر اسے ہارلیزا کی نمائندگی بے مقصد ہی نہیں دی گئی ہوگی۔“

”ٹھیک کہتی ہیں میڈم شیروک! اس کے علاوہ ایک گروپ جو جہاز کے نچلے حصے میں قید تھا‘ لایا جارہا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کی کیا کیفیت ہوگی اسے آزادی ملے گی یا وہ سخت حالات کا شکار رہے گا۔“

”خود آپ کا کیا خیال ہے میڈم شیروک۔“ جان فائلر نے پوچھا۔

”سالار! اسی گروپ کا فرد ہے اور یقیناً آنے والا وقت سالار کو ایک اہم مقام دینے والا ہے۔ میلینا کے بارے میں مسٹر جیمس ہائلر سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔“

”وہ لڑکی بہت ہی اچھی لڑکی ہے۔ میرا اس سے بڑا ذہنی رابطہ ہے وہ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز ہوگئی ہے۔“ جیمس ہائلر نے کہا۔

”اس وقت مسٹر جیمس ہائلر بڑی نفسا نفسی کا عالم ہے۔ کون کیا ہے یہ سوچنا تو بڑی دور کی بات

ہے بس ہم آنے والے وقت کا تعین کریں گے۔“ سب کے سب خاموش ہوگئے۔

ادھر میلینا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سالار کے پاس پہنچ گئی۔ سالار بھی اس وقت اتفاق سے تنہا ہی تھا۔ میلینا اس کے پاس پہنچ گئی اور سالار کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں۔

”بیٹھو میلینا! یہ ایک عمدہ قید خانہ ہے۔ کیسا لگا یہ تمہیں؟“

”ہاں...... اتفاق کی بات ہے بڑا عجیب سا واقعہ ہوا ہے۔“ میلینا نے کہا۔

”واقعی...... اس میں کوئی شک نہیں ماحول اچانک اور اس انداز میں بدلا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔“

”ایک بات بتاؤ سالار؟ اگر تم شوپن قبیلے کے قیدی ہوتے تو اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوتی؟۔“

”تم جو کہنا چاہتی ہو...... ذرا کھل کر کہو میلینا؟“

”سالار ہمارا مستقبل کیا ہے؟ تم سب تو یہاں والے ہو۔ میں اس دنیا کی فرد نہیں ہوں یہ سب کچھ میرے لئے اجنبی ہے‘ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا باپ میرے لئے ماں کا درجہ بھی رکھتا ہے اور جن حالات کا شکار میرا باپ ہوا وہ میرے اپنے ہی حالات ہیں اور میں اپنے آپ کو اب ان سے الگ نہیں پاتی۔ ہارلیزا اور شوپن دو الگ قبیلے ہیں‘ لیکن جان کرسٹوفر میرا باپ ہے اور یہ عورت جس کا نام گونیا تھارم ہے یہ بھول گئی ہے کہ اس نے کچھ عرصے کیلئے میرے باپ کو اپنے شوہر کی جگہ دی تھی۔“

”میلینا اب اور آگے کہو۔“

”اب میں ذرا نروس ہورہی ہوں۔ ان لوگوں کو ابھی تک جہاز سے اس قید خانے میں نہیں لایا گیا یہ لوگ کیا انہیں کسی الگ جگہ رکھیں گے۔“

”اگر رکھیں گے بھی تو میلینا تم بے فکر رہو۔ جب میرا وقت آئے گا تو میں سب سے پہلے انہی لوگوں پر توجہ دوں گا جو کچھ مجھ سے بن پڑے گا میں ضرور کروں گا۔“

”ہاں...... اس وقت وہ لوگ کیا کررہے ہیں کیا سوچ رہے ہیں یہ میں نہیں جانتی‘ لیکن سالار تم سے یہ کہنا ہے کہ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔“ سالار نے گردن ہلا دی۔

دور سے گونیا تھارم اس طرف آتی ہوئی نظر آرہی تھی۔

گونیا تھارم سالار کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ معمول کے مطابق شفاف نظر آرہا تھا کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”تو وقت نے تمہیں ان سب پر فوقیت دلا دی سالار...... میں نے تم سے غلط تو نہیں کہا تھا۔“

"مگر میں نے ابھی کوئی خاص بات محسوس نہیں کی۔" سالار نے کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور گونیا پرخیال نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر مدھم لہجے میں بولی۔

"ابھی تم نے محسوس نہیں کیا مگر میری آنکھیں بہت دور تک دیکھ رہی ہیں اور میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ کچھ ہی لمحے گزر رہے ہیں جب وہ تمہیں عزت و احترام کے ساتھ کہیں اور لے جائیں گے۔ یہ انوکھی دنیا بڑی دلکش ہے شاید تم یقین نہ کرو اس بات پر کہ میں اپنا سب کچھ چھوڑ دینے کے باوجود اس میں اسی طرح دلچسپی لے رہی ہوں۔ جس طرح لی جاسکتی ہے مگر تمہیں کچھ باتوں کا خیال رکھنا ہے۔" سالار نے سوالیہ نگاہوں سے گونیا تھارم کو دیکھا تو وہ بولی۔

"جان فائلر کو میں نے دلاسہ دیا ہے اور اس سے کہا ہے کہ جو کچھ بھی بن پڑتا ہے کروں گی اور ایسے حالات پیدا کروں گی کہ اسے نقصان نہ پہنچے لیکن یہ سب کچھ میں نے تمہارے دم پر کیا ہے۔ سالار اور تمہیں میرے ان الفاظ کی لاج رکھنی ہے۔"

"مجھ بتاؤ۔ مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"تمہیں ہر طرح سے جان فائلر کا خیال رکھنا ہوگا۔ ادھر میں اس کے ساتھ ہوں اور اس کے ساتھ ہی رہوں گی۔ کیونکہ یہ بہت ضروری ہے اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اگر کسی طرح شوپن والوں کو برتری حاصل ہوئی تو وہاں تمہارا تحفظ کرنے والا کوئی نہ کوئی ہوگا یعنی میں اور جان فائلر اور اگر ہارلیزا والے حاوی رہے۔ تو ادھر سے حالات کو سنبھالنے والے تم ہو گے سمجھ رہے ہو ناں......؟ یقین کرو۔ جان فائلر ہمارے بہت زیادہ کام کا آدمی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ تم یہاں اور میں وہاں اس طرح صورت حال ہر طرح سے ہمارے کنٹرول میں رہے گی۔" سالار نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور بولا۔

"گونیا تھارم! آپ شاید اس دنیا کی سب سے ذہین خاتون ہیں۔"

"شکریہ سالار! یہ الفاظ میرا دل بڑھاتے ہیں اور آخر میں میں ایک ذاتی بات ضرور کرنا چاہوں گی۔ وہ یہ کہ یہ لڑکی میلینا تمہارے بہت زیادہ قریب دیکھی جاتی ہے۔ یہاں اس نئے ماحول میں اس سے بہت زیادہ قربت کا اظہار مجھے پسند نہیں ہے۔ ذرا خیال رکھنا۔ میں عورت ہوں خالص عورت۔" سالار ہنس کر خاموش ہوگیا تھا' لیکن ان الفاظ پر اس کے دل میں گونیا تھارم کیلئے نفرت کا اظہار اور زیادہ شدید ہوگیا تھا۔ بدترین عورت تھی۔

سالار نے تو کچھ اور ہی دیکھا تھا۔ جہاں اس نے پرورش پائی تھی وہاں عورت کا ایک معیار تھا۔ محبت اور پاکیزگی کا ایک تصور تھا۔ جو اس عورت کی شکل میں ریزہ ریزہ ہوگیا۔ جب رات ہوئی تو کچھ لوگ سفید سفید ہاتھی دانت جیسی کسی چیز سے بنے ہوئے تھالوں میں کچھ لے کر آئے اور انہوں

نے یہ اشیاء ان لوگوں کو پیش کر دیں۔ یہ کچھ مختلف سی چیزیں تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی لمبی شاخ کے گول کٹے ہوئے ٹکڑے ہوں۔ ان تمام چیزوں کو قبول کر لیا گیا۔ تو کاف ڈینئیل نے حیرانی سے کہا۔

"یہ کیا ہے اور ہم اس کا کیا کریں؟"

"میں بتاتا ہوں۔" آرگو بیلوسا نے کہا اور سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ "یہ غذا ہے۔ بہت عرصے سے جادوگر اس مشکل پر قابو پانے کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ غذائی قلت' کم جگہ' زیادہ آبادی ان مشکلات کا اظہار کرتی تھیں کہ جیسے جیسے آبادی بڑھے گی غذا کا مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا جائے گا۔ زمین کی وسعتیں اتنی نہیں ہیں کہ اس بے پناہ آبادی کو رہائش بھی مہیا کرے اور اس کا غذائی مسئلہ بھی پورا کرے۔ جادوگران کوششوں میں تھے کہ وہ کون سا ایسا طریق کار ہوسکتا ہے جو جسموں کی بقاء کے لئے غذا کا مسئلہ بھی حل کر دے اور زمین کی وسعتیں بھی کم نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ایک مؤثر منصوبے پر عمل کیا جا رہا تھا اور یہ عمل مکمل ہو چکا ہے۔" یہ کہہ کر غذا لانے والے ایک شخص سے آرگو بیلوسا نے کہا۔

"کیا تم ہمیں اس کے بارے میں بتاؤ گے؟" اور وہ شخص آرگو بیلوسا سے کسی اجنبی زبان میں بات کرنے لگا۔ آرگو بیلوسا نے کہا

"میرا اندازہ بالکل درست ہے۔ یہ بات تمہاری دنیا کے حساب سے تقریباً دو سو سال پرانی ہے کہ یہ لوگ غذا کے مسئلے پر قابو پا سکے ہیں اور اب بالکل مطمئن ہیں۔ اس کا اندازہ تم ان کی صحت' مستعدی اور چستی سے لگا سکتے ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے جادوگروں نے اس کی بنیاد پر جس کا تذکرہ میں کر چکا ہوں سوچا۔ اور ایسی جڑی بوٹیاں سمندر سے حاصل کیں جن کی مدد سے انہوں نے یہ نادر شے تیار کی۔ اس غذا کا ایک ٹکڑا تقریباً ایک ماہ کے لئے تمام جسمانی ضروریات پوری کرنے کیلئے کافی ہوتا ہے تاہم اسے دن میں تین بار استعمال کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔"

کاف ڈینئیل اور باقی تمام لوگ دلچسپی سے یہ تمام تفصیل سن رہے تھے۔ کاف ڈینئیل نے لرزتی آواز میں کہا۔

"آہ...... یہ تو انسانی مشکلات کا بہت بڑا حل ہے۔"

"ہاں...... دلچسپ بات یہ ہے کہ تمہاری دنیا کے انسان بنیادی طور پر صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔ سوائے کچھ ناموں کے' جنہوں نے انسانیت کی بھلائی کیلئے کچھ کام کیا ہے۔" بہر حال یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ہی ایک دلدوز چیخ نے سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ یہ کاف ڈینئیل کا ایک جہاز ہی تھا۔ جو ان رسیوں کے قریب پہنچ گیا تھا جو احاطے کی شکل میں درختوں کے

ٹہنیوں سے باندھ دی گئی تھیں۔ غالباً اس نے انہیں چھو کر دیکھا تھا۔ ایک تیز چمک ہوئی تھی اور اب اس کے بدن کی راکھ آہستہ آہستہ زمین پر ڈھیر ہو رہی تھی اور یہ چیخ اس کی تھی' لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی چیخے تھے۔

اسی وقت چند مقامی محافظ آگے بڑھے اور انہوں نے ان لوگوں کو سمجھایا۔

"قید خانہ اس لئے نہیں ہوتا کہ اس میں اچھل کود کی جائے۔ یہ رسیاں آسمان پر چمکنے والی بجلی کے اشتراک سے بنی ہیں اور وہ بجلی ان میں دوڑ رہی ہے۔ انہیں چھونے والا ہر شخص خاکستر ہو سکتا ہے۔ اس کا خیال رکھا جائے۔" کاف ڈینئل کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اس کا ایک ساتھی جل کر راکھ ہو گیا۔ اس نے روتے ہوئے سالار سے کہا۔

"تم لوگ اپنی دنیا میں آ گئے۔ بہت عظیم ہے تمہاری دنیا ہر دولت سے مالا مال' لیکن یہ ہماری دنیا نہیں ہے۔ تم میں سے کچھ شوپن والے ہیں اور کچھ ہارلیزا والے ہم کون ہیں ہمارا کیا ہوگا۔" یہ کہہ کر وہ بلک بلک کر رونے لگا۔ تو سالار نے آہستہ سے کہا۔

"کاف ڈینئل میں نہیں کہہ سکتا کہ آنے والا وقت مجھے کیا حیثیت دے گا' لیکن اگر مجھے اختیار ملا میرے دوست! تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں یہاں سے واپسی کے انتظامات کر دوں گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ اپنی زندگیاں یوں نہ کھونا جس طرح تمہارا ایک ساتھی فنا ہو گیا۔ مجھے بہت دکھ ہوگا۔ اپنے آپ کو تحفظ دینا۔ میری بات پر غور ضرور کر لینا۔ یہ مت سوچنا کہ ایک لمحاتی دلاسہ ہے۔" کاف ڈینئل بہت دیر تک روتا رہا۔

غذا کے وہ ٹکڑے سب کیلئے عجیب تھے' لیکن سب نے ہی استعمال کئے۔ بہرحال دن کی روشنی میں شوپن اور ہارلیزا والوں کی شناخت کا کام شروع ہو گیا۔ یہ بات بڑی متاثر کن تھی کہ کسی نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش نہیں کی۔ جو شوپن کے لوگ تھے۔ جان فائلر سمیت الگ کھڑے ہو گئے۔ جیمس ہائلر نے میلینا کو اپنے نزدیک کھڑا کیا تو ڈلوس نے اس کے بارے میں سوال کیا۔

"یہ لڑکی کون ہے؟"

"یہ میری بیٹی ہے۔ یہ تم میں سے نہیں ہے۔"

"اس کی ماں کون تھی۔"

"جواب اس دنیا میں نہیں ہے' لیکن اس دنیا کی باشندہ جہاں ہم نے اپنی زندگی گزاری ہے۔"

"اسے کس میں شمار کیا جائے؟" ڈلوس نے سوال کیا۔

"شوپن کے رہنے والوں میں۔" جیمس ہائلر نے ایک عجیب و غریب فطرت کا مظاہرہ کیا اور ڈلوس نے رخ تبدیل کر لیا۔ البتہ ہارلیزا کے لوگوں کو اس نے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر اس

کی نظریں سالار پر آ رکیں۔ ایک بوڑھے شخص نے کہا۔

"ڈلوس! یہ نوجوان کون ہے؟"

"میں خود اس سے یہ سوال کر لیتا ہوں۔" ڈلوس نے کہا تو سالار مسکرا کر بولا۔

"میں خود اپنی شناخت کرنے سے معذور ہوں۔ عظیم ڈلوس' لوگ مجھے ہارلیزا کا بیٹا کہتے ہیں اور کچھ کا کہنا ہے کہ میرے ماں باپ کا تعلق ہارلیزا ہی سے تھا۔" فوراً ہی ایک ایسے شخص نے جس نے اینجل پر سفر کیا تھا اور جو حقیقت میں ہارلیزا کا باشندہ تھا۔ اعتراف کیا۔

"ہاں ...... عظیم ڈلوس! یہ شخص ذہنی طور پر ہارلیزا کا باشندہ نہیں ہے کیونکہ دوران سفر جب اینجل نامی جہاز پر ہم لوگ شوپن کی غلامی کر رہے تھے یہ شوپن والوں میں شامل تھا اور اس نے ان کے تحفظ کیلئے ایک عظیم قدم اٹھایا تھا۔" ڈلوس نے اس شخص کو قریب بلایا اور پوچھا۔

"وہ کیا قدم تھا؟"

"اس نے آزادی پا کر ان کے ساتھ شامل ہونے کا مظاہرہ کیا اور انہیں کے ساتھ رہا۔"

"ایسے شخص کو ہم ہارلیزا والا نہیں کہہ سکتے۔"

"یہ فیصلہ بزرگوں کا کام ہے اور میں خود کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔" اسی وقت اچانک ہی کسی طرف سے ہُوگا نمودار ہوا اور غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم سب گدھے اور احمق ہو۔ جو لوگ تمہارے درمیان پھوٹ ڈلوا رہے ہیں اور جس کا نتیجہ تباہی ہے۔ جس دنیا سے یہ لوگ آئے ہیں وہ بہت خوفناک ہے اور تباہی اس کا شوق۔ احمق نہ بن۔ چھوٹی عمر کے لڑکے' حقیقتوں کو پہچاننے کے لئے آنکھ نہیں رکھتا۔ کس نے تجھے حق دیا ہے کہ تو ہارلیزا والوں کا نمائندہ بنے اور اپنے آپ کو وہاں کا بڑا کہے۔" ڈلوس نے بڑے صبر و سکون کے ساتھ ہُوگا کی یہ بات سنی اور مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"آ...... تو تو ایک ایسا بزرگ ہے جس کی محبت خواہ مخواہ دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور مجھ پر لازم ہے کہ تیرے اس غصے کا سبب پوچھوں۔ معلوم تو کروں کہ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"سن ...... اے بیوقوف اس شخص نے اپنی کم نظری کا ثبوت دیا ہے اور ایک ایسے شخص پر یہ الزام لگایا ہے جس نے آج اسے اس کی سرزمین پر لا کر کھڑا کیا ہے۔ ذرا پوچھ اس سے کہ کیا کیا تھا۔ اس نوجوان نے کیا وہ خود بھی شوپن والوں کا قیدی نہیں تھا' لیکن جب اس دنیا کے کچھ ایسے جہاز جو اینجل کی تباہی چاہتے تھے اسے تباہ کرنے کیلئے سامنے آئے تو یہ واحد نوجوان تھا جو ان سے مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا تھا اور اس کی وجہ تو نہیں جانتا کہ کیا تھی۔"

"ہاں میں واقعی نہیں جانتا میرے معزز بزرگ۔" ڈلوس نے بڑی حلیمی سے کہا۔

"یہ جہاز جن لوگوں کی ملکیت ہے ان میں یہ واحد شخص ہے جو اس کی ملکیت کا دعویدار ہے جو لوگ اسے چلا کر یہاں تک لائے ہیں وہ بالکل اجنبی لوگ ہیں وہ نہیں جانتے تھے کہ جہاز پر ایسے تباہ کن ہتھیار موجود ہیں۔ جو جنگ کر سکتے ہیں اور ان تباہ کن ہتھیاروں کی مدد سے اینجل کو قائم رکھ کر ان ہارلیزا والوں کو زندگی بخش سکتے ہیں۔ جانتے ہو یہ کون ...... شاید نئی پود کو سچائیوں کا علم نہ ہو...... لیکن ...... لیکن میں تمہیں ایک بات بتادوں۔ میں تمہیں ایک ایسی بات بتاؤں اگر تم الیش مینا سے اس بارے میں بات کرو گے تو وہ تمہیں سب کچھ بتادے گی۔" بوڑھے نے کہا اور جیسے وہاں زلزلہ آ گیا۔

الیش مینا کا نام بہت ہی سنسنی خیز تھا۔ بے شمار آنکھیں حیرت سے سالار کو دیکھنے لگیں پھر ان میں سے دو افراد نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کہاں ہے الیش مینا...... کہاں ہے وہ؟"

"آنے والا وقت بتائے گا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ کیا سمجھے؟ اور اس وقت یہ وہ ہوگا جس کے سامنے تم سب سجدہ ریز ہو جاؤ گے اور آنے والا وقت یہیں اس سرزمین سے اس کے ماں اور باپ کا پتہ تمہیں دے گا۔"

"اوہ ...... تعجب کی بات ہے ...... تعجب کی بات ہے' لیکن پھر بھی ہماری سرزمین کے بیٹے! تو ہمارا اپنا ہے ہم تجھے خوش آمدید کہتے ہیں۔ تو ہمارے لئے ہواؤں کے جادوگر کا بیٹا ہے۔"

"اور ہارلیزا والو! میں نہیں جانتا کہ میرے ماں باپ کہاں پوشیدہ ہیں' لیکن بہت جلد میں انہیں تلاش کر لوں گا۔" پھر کچھ تبدیلیاں ہوئیں اور ان لوگوں کو ذرا الگ الگ کیا گیا۔ کونیا تھارم جان فائٹر کے ساتھ ہی رہی۔ بہت تیز عورت تھی۔ نجانے کیا کیا ہونے والا تھا اور اس کے بعد کچھ لوگوں کو خاص طور سے الگ کیا گیا اور کہیں لے جایا جانے لگا۔ وہ ڈلوس ہی کی رہنمائی میں آگے بڑھ رہے تھے اور اس سمت جا رہے تھے جو ہارلیزا کے قبیلوں کا اندرونی راستہ ہوتا تھا اور جو اپنے اندر کئی راز ہائے سربستہ چھپائے ہوئے تھا۔ کافی دور نکلنے کے بعد اچانک ہی سالار نے چٹانوں کا ایک جنگل دیکھا۔ اتنا وسیع و عریض جنگل جو تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ پھر جب وہ چٹانوں کے نزدیک پہنچا تو اس نے دیکھا کہ چٹانوں کے نچلے حصوں میں قد آدم دروازے بنے ہوئے ہیں اتنے وسیع کہ انسان باآسانی ان دروازوں کے دوسری جانب صاف ستھری اور شفاف سیڑھیاں انہیں لاتے' آنے والے ان دروازوں سے اندر داخل ہونے لگے۔ بے شمار دروازے تھے چٹان کے نیچے' لیکن سیڑھیاں طے کرنے کے بعد تمام راستے ایک وسیع و عریض ہال نما جگہ پر کھلتے تھے۔ جو اندر سے پتھریلی دیواروں پر مشتمل تھی اور اس کا فرش نہایت ہموار چکنا اور دیواریں روشن تھیں' لیکن یہ دیواریں کس طرح روشن تھیں یہ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اس عجیب و غریب دنیا میں رہنے والوں نے اپنے لئے ہر طرح کی آسانیاں اور آسائشیں فراہم کر لی تھیں۔ ہر چیز صفائی سے دیکھی جا سکتی تھی اور اس ہال میں پتھر سے تراشی ہوئی سنگی کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جن کی تعداد ہزاروں کے قریب تھی۔ درمیان میں ایک میز نما شے تراشی گئی تھی اور یہ میز ایک دیوار سے لگی ہوئی تھی اور اس کے گرد بیٹھنے والوں کا رخ ان تمام نشستوں کی جانب تھا جہاں سے انہیں دیکھا جا سکے۔

یہ کوئی کانفرنس ہال لگتا تھا۔ پھر نجانے کہاں کہاں سے لوگ ان دروازوں سے نمودار ہونے لگے اور سیڑھیوں سے گزرنے کے بعد ہال میں موجود نشستوں پر بیٹھنے لگے۔ جبکہ اینجل سے آنے والوں کو میز کے گرد نشستوں پر ایک سمت جگہ دی گئی اور وہ سب کو وہاں بیٹھا دیئے گئے۔ ڈلوس اس میز کے عقبی حصے میں بنے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے کچھ دیر کے لئے یہاں موجود لوگوں سے معذرت طلب کی تھی۔

جب وہ درآمد ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ سفید لباس میں ملبوس چند بوڑھے لوگ تھے۔ جن کے بال برف کی طرح سفید' لیکن صحت قابل رشک تھی۔ وہ سب اندر داخل ہوئے تو تمام لوگ احترام سے کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد انہوں نے ہاتھ اٹھا کر ان سب کو ترقی اور خوشحالی کی دعائیں دیں اور خود بیٹھ گئے تو بقیہ سارے لوگ بھی بیٹھ گئے۔ ڈلوس نے تقریر کرنے والے انداز میں کہا۔

"ہارلیزا کے دانش مندو! خوشی کا مقام ہے کہ ہم نے اپنی زندگی میں انہیں دیکھا جو ہارلیزا کیلئے خوشیاں لینے گئے تھے اور ہمیں ان کی عزت و احترام میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ شوپن والوں پر امن و امان قائم کیا جائے۔ ہماری سرزمین پر یہ برتری حاصل کرنے والے واپس آ گئے ہیں۔ تو وہ کہانی جو مجھے اس وقت سنائی گئی تھی جب ہارلیزا کی سربراہی ان لوگوں نے میرے شانے پر رکھی تھی اور جس کا مفہوم یہ تھا کہ زمانہ قدیم میں اس سرزمین پر صرف ایک قبیلہ آباد تھا اور یہ سب اس سرزمین کے لوگ کہلاتے تھے' لیکن پھر یوں ہوا کہ کچھ لوگوں نے غیر دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے دو گروہ بنا لئے ایک گروہ شوپن اور دوسرا ہارلیزا کہلایا۔ تو دونوں کے درمیان اقتدار کی دوڑ شروع ہو گئی۔

اور جادوگروں نے اپنے جادو سمیت لئے کچھ شوپن کے ساتھ ہوئے اور کچھ ہارلیزا کے ساتھی بن گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے جادو کی برتری کا اظہار شروع کر دیا اور بدقسمتی یہ رہی کہ شوپن والوں نے الیش مینا کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور وہ اس طرح برتری کا اظہار کرنے لگے جس کی وجہ سے ہارلیزا والوں کو پسپا ہو کر دور دراز علاقوں میں اپنے لئے جگہ حاصل کرنا پڑی اور ہمارا یہ مؤقف رہا کہ ہماری یہ سرزمین تباہی کا شکار نہ ہو' بلکہ وہاں وہی قدیم امن قائم کیا جائے۔ جو محبت کا پیامبر ہوتا ہے' لیکن ہر پیشکش رد کر دی۔ شوپن والوں نے اور کہا کہ ہارلیز کا نام ختم کر دیا جائے اور ہم ان کی

غلامی اختیار کریں تو یہ ممکن نہیں تھا۔ ایک اول ہو تو دوسرا آخر۔ ایک برتر ہو اور دوسرا محکوم۔ یہاں سے تو نفرت کی ابتداء ہوتی ہے کیونکہ برابری کی بنیاد ہی محبتوں کو قائم رکھتی ہے اور آخر ہم مجبور ہو گئے اپنے آپ کو مستحکم کرنے پر تاکہ ان کے جادو کا توڑ دریافت کیا جائے اور یہ سب ایک ہی گروہ اور ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے سب ان صلاحیتوں کے مالک تھے جو ایک دوسرے کے پاس ہوتی ہیں۔

لیکن ایک طرف جارحیت تھی اور دوسری طرف دفاع یہ نہ سوچا گیا کہ اپنی ان قوتوں کو لے کر میدانوں میں نکل آیا جائے۔ بلکہ اصل جھگڑا جادوگروں کا تھا۔ جو اپنی جادوئی قوتوں کو سبقت دلانا چاہتے تھے اور کچھ ایسے جادو دریافت رکھنے کے بارے میں سوچا گیا جو شوپن والوں کے پاس نہ ہوں۔ یوں ایک گروہ ترتیب دیا گیا' جسے اس دنیا کی جانب روانہ کر دیا گیا۔ جہاں قوت کا ایک الگ مقام ہے اور یہ سمجھ لو ایک طویل سفر پر چل پڑے۔ نئے جہانوں کی تلاش میں یہ لوگ اور علم ہوا کہ انہوں نے وہ جہاں پالئے اور مصروف ہو گئے' لیکن کچھ عرصے کے بعد غداروں نے شوپن والوں کو بتا دیا کہ ہارلیزا والے کیا کر رہے ہیں اور انہوں نے سوچا کہ یہ تو بڑی خطرناک بات ہے سو انہوں نے بھی ایک گروہ تیار کیا اور اسے اسی دنیا کی جانب روانہ کر دیا' لیکن شکر ہے کہ وہاں ان کا کوئی بڑا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ البتہ اب یہ دونوں گروہ یہاں واپس آ چکے ہیں۔ یقینی طور پر ہارلیزا کے لوگ نئی دنیا کا جادو لے کر آئے ہیں تو ظاہری بات ہے شوپن والوں نے بھی کچھ نہ کچھ معلوم کیا ہی ہوگا۔ اتفاق کی بات کچھ عرصے قبل ہارلیزا والوں کو یہ پتہ چل گیا کہ ایک سمندری جہاز اس سمت آ رہا ہے اور اس میں دونوں گروہوں کے افراد موجود ہیں۔ چنانچہ یہاں میری تھوڑی سی تجویز کام آئی۔

میں جاننا چاہتا تھا کہ طویل عرصے پر اپنی سرزمین پر لوٹنے والے کیا اپنی زمین سے بے خبر ہو گئے ہیں اور مجھے یہ علم ہوا کہ نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے ہاں یہ پتہ ہمیں ضرور چلا کہ شوپن والے کس طرح ان کا استقبال کریں گے۔ سو میں نے اتنا ضرور کیا کہ ہارلیزا کے اس علاقے کے ماحول کو شوپن کے علاقے میں تبدیل کر دیا اور اس طرح وہ لوگ بھٹک کر اس طرف آ گئے۔

اور اب وہ ہمارے قبضے میں ہیں۔ شوپن والوں کو یقیناً پتہ چل گیا ہوگا کہ ہم نے کیا کیا ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے یہ الگ بات ہے' لیکن ہمارے جادوگر پہاڑوں کی چوٹیوں سے نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ شوپن کے علاقے کی جانب اگر وہاں سے کوئی کارروائی ہوئی تو اس کا موثر جواب دینے کیلئے ہم پوری طرح تیار ہیں' لیکن ہمیں ایک حل چاہئے یقینی طور پر ہمارے معزز بزرگ جو ہماری رہنمائی کرتے ہیں اس وقت تک بہت کچھ سوچ چکے ہوں گے اس حل کے بارے میں۔ کیوں کہ میں نے انہیں وقت دیا ہے اور آنے والا وقت ضائع کرنا دنیا کا سب سے برا کام ہے اور پسپا وہی ہوتے

ہیں جو وقت سے پیچھے رہ جائیں۔

چنانچہ ساری کارروائی شروع ہو کر اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ ہم اپنے لئے آئندہ کا حل نہ تلاش کر لیں۔ میں معزز بزرگ کی اجازت سے نئی دنیا سے آنے والوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ ہارلیزا کیلئے کیا لائے ہیں اور ہمیں کس انداز میں اب ہارلیزا والوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے۔ میں دعوت دیتا ہوں کہ آنے والوں میں سے ایک شخص کو کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرے۔"

چند لمحات کیلئے خاموشی سی طاری ہو گئی۔ یہ ایک بڑی سنسنی خیز بات تھی اور سب ہی دلچسپی کی نگاہوں سے اس شخص کا انتظار کر رہے تھے جو اس سلسلے میں آگے بڑھے اور پھر بالکل ہی اجنبی چہرہ نگاہوں کے سامنے آیا۔ وہ آگے بڑھ کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔

"نئی دنیا میں' میں نے جو کچھ دیکھا ہے اسے دیکھ کر مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی۔ بڑا غلط نظام قائم کیا ہے ان لوگوں نے اور یوں لگتا ہے کہ جیسے ہر شخص زندگی کو مختصر سمجھتا ہو اور یہ سوچتا ہو کہ جیسے بھی ممکن ہو۔ حیات کے ان مختصر لمحات میں صرف اپنی ذات کے آسائشیں حاصل کی جائیں اور اپنی زندگی گزار کر فناہ کے راستے اختیار کئے جائیں۔ بڑی بے یقینی ہے اس دنیا میں کوئی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتا۔ سب ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کی فکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔ مختلف انداز میں۔ کسی کے پاس غذائی قوت ہے تو وہ اپنی اس قوت کو سنہری سکوں میں تبدیل کر رہا ہے۔

کسی کے پاس کوئی اور طاقت ہے تو وہ اس طاقت کو استعمال کر رہا ہے اور یہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ ہماری سرزمین کے جادوگر بالکل ایسی انداز میں عمل کرنے لگے ہیں' لیکن میری آنکھوں نے دیکھا کہ وہ دنیا جسے ہم ترقی کی دنیا کہتے ہیں۔ کتنی برق رفتاری سے پستی کی طرف جا رہی ہے کہ کوئی بھی لمحہ اس کا اختتام بن سکتا ہے۔ وہاں ہتھیار تیار کئے جاتے ہیں۔ آتش و آہن سے۔ وہاں بیماریاں ایجاد کی جاتی ہیں۔ جراثیمی ہتھیاروں کی شکل میں اور جب کہیں کچھ گروہ آپس میں لڑ پڑتے ہیں تو وہ ہتھیار ایک دوسرے پر استعمال کرتے ہیں۔

جنگ ختم ہو جاتی ہے' لیکن ہتھیاروں سے جو فضاء پیدا ہوتی ہے وہ لاکھوں ایسے جنم دیتی ہے۔ بیماریاں گھر گھر پھیل جاتی ہیں اور وہ بے قصور لوگ جن کا ان تمام باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ یہ بدترین المیہ ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اس معزز دنیا سے یہ ہی احساس لے کر آیا ہوں کہ وہاں کے لوگ ترقی کے راستے ایک دوسرے کو فنا کرنے میں سرگرداں ہیں اور میرے خیال میں اس دنیا کی عمر بہت ہی مختصر ہے۔ میں صرف ایک تجربہ لے کر آیا ہوں اپنی اس سرزمین کے لئے بہت افسوسناک بات ہے۔ ظاہر ہے ہمارا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن

جہاں انسان رہتا ہے۔ وہاں سے خود بخود ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم بھی انسانوں کی ایک قسم میں سے ہیں' لیکن یہ بڑی فکر کی بات ہے کہ ان کی یہ سوچ رفتہ رفتہ ہماری سرزمین تک آ پہنچی ہے۔

بے شک ہم ذی روح ہیں مگر ان کی طرح زندہ رہنا نہیں چاہتے قدرت نے ہمارے اور ان کے درمیان وسیع و عریض سمندر حائل کئے ہیں۔ تو ہماری دعا ہے کہ خدا ہم کو ان سے محفوظ رکھے۔ ہمیشہ ہمیشہ...... وہ تو اپنا اختتام لکھ کر چلے جائیں گے' لیکن کچھ برائیاں اگر ہم تک پہنچ گئیں تو آخر کار ہماری سرزمین کا بھی یہ ہی انجام ہوگا۔" آخر میں اس شخص کا لہجہ گلوگیر ہو گیا اور جب اس نے اپنی بات ختم کر دی۔ تب ڈلوس نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ میرے معزز دوست نے اس دنیا سے جو کچھ لا کر یہاں ہارلیزا والوں کو دیا ہے وہ سب سے عظیم ہے۔ ایک ایسی سوچ جو محبتوں کو جنم دے نفرتوں کو ختم کر دے۔ دنیا کے ہر ہتھیار سے زیادہ قیمتی ہے اگر اس دنیا سے یہ تصور لایا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ سب سے قیمتی تحفہ ہے ہارلیزا کیلئے۔"

"لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ یہ تصور شوپن والوں کے ذہنوں تک کیسے پہنچایا جائے۔"

"یہ ہی تو ہمارا اصل کام ہے ہم ان سے سخت جنگ کرنے کے بجائے ذہنی جنگ کریں انہیں یہ احساس دلائیں کہ جنگیں صرف تباہی کو جنم دیتی ہیں۔"

"ساری باتیں اپنی جگہ' لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شوپن والے ہمارے ہم آواز کیسے ہوں گے۔؟"

"میں نے کہا ناں کہ ہماری تمام تر قوتیں اس مقصد کیلئے ہی وقف ہونی چاہئیں کہ ہم شوپن والوں کو یہ احساس دلا دیں۔"

"اور ہتھیاروں کے طور پر آپ لوگوں میں سے کوئی کیا لایا ہے۔" کسی نے سوال کیا تو ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔

ان سب کو دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی جہاز پر یہ عام قسم کے لوگ تھے' لیکن اس وقت بڑی بڑی شخصیتیں باہر نکل رہی تھیں۔ اس نے کہا۔

"میں نے بارود کا جادو سیکھا ہے۔ زمین کے اندر پیلے رنگ کا ایک موم پایا جاتا ہے۔ جو اس سلسلے میں کارآمد ہوتا ہے۔ اس موم کو دوسری چند چیزوں میں شامل کر کے جن کے بارے میں مجھے علم ہے یہ زمین کے ہر خطے میں پائی جاتی ہیں۔ ایسے دھماکے کئے جا سکتے ہیں جو آگ بھی اگلتے ہیں اور اپنی قوت سے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے اس جادو پر عبور حاصل کیا ہے اس کے

علاوہ میں نے لوہے کے وہ ہتھیار بھی بنانا سیکھے ہیں جن سے جسم کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔"

لوگ کھڑے ہو ہو کر اپنی اپنی کارستانیاں بتانے لگے۔ میں نے یہ دیکھا ہے میں نے فلاں چیز سیکھی ہے اور سننے والے لرزتے رہے۔ سالار خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نئی دنیا سے بہت سے لوگ بہت سی چیزیں سیکھ کر آئے ہیں اور سب سے زیادہ اہمیت کے حامل وہ لوگ ہیں جو وہ عظیم کہانیاں لے کر آئے ہیں جو سب سے بڑا ہتھیار لگتی ہیں' لیکن اب بات عمل کی ہو جاتی ہے۔ شوپن والوں سے وہ ذہنی جنگ کس طرح شروع کی جائے۔ جس سے انہیں نفرتیں ختم کر کے محبت پر آمادہ کیا جائے۔ ہارلیزا والوں نے اب تک جو کچھ کیا ہے اب اس میں بالکل تبدیل شدہ انداز میں سوچنا پڑے گا۔

یہ لمحوں کا کھیل نہیں ہے۔ ہم بوڑھے ہو چکے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہمارے سوچ بھی بوڑھی ہو گئی ہے۔ جوان ذہن زیادہ بہتر انداز میں سوچ سکتے ہیں اور عمل بھی کر سکتے ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ یہ نوجوان شہزادہ جس کا نام ڈلوس ہے ہمارا سربراہ قرار پایا ہے اور یہ ہی ہم سب کی خوش نصیبی ہے کہ ڈلوس اپنے بزرگوں کی بات کو اولیت دیتا ہے اور ہم اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے اسے اختیارات دیئے ہیں کہ وہ جو بھی سوچے اس پر عمل کرے۔

بہر طور اب سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شوپن قبیلے کے جو لوگ ہمارے ہر عمل سے واقف ہیں میرا مطلب ہے کہ جو ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ان کیلئے کیا کیا جائے۔"

"انہیں ختم کر دیا جائے۔" ایک طرف سے آواز آئی۔

"نہیں یہ حل نہیں ہے مستقبل میں ایسے بہت سے معاملے آئیں گے اور ہم ایک بری روایت کی داغ بیل ڈالنا نہیں چاہتے۔ ہم انہیں آزادی دیں گے۔"

"نہیں یہ مناسب نہیں ہوگا۔" لوگ مختلف باتیں کرتے رہے اور پھر کسی نے کہا کہ فیصلہ ڈلوس کرے گا۔

"بہر حال ابھی غور کیا جائے گا اور اس کے بعد سوچا جائے گا کہ کیا کیا جائے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کوئی بہتر نتیجہ ظاہر ہوگا۔"

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے۔" چاروں طرف سے آوازیں آئیں' لیکن اس وقت وہ سب لوگ دنگ رہ گئے جب اچانک ہی ہُوگا کہیں سے نمودار ہوا تھا۔ اس نے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"اور میں صرف ایک انکشاف کرنے کیلئے آیا ہوں اور وہ انکشاف یہ ہے کہ ڈلوس! اس لڑکے کا جس کا نام سالار ہے۔ رشتے دار ہے اس کے باپ کے بڑے بھائی کا بیٹا...... کیا سمجھے؟ جس کا نام ابلاس ہے اور ابلاس سالار کا تایا ہے اب بات کچھ آگے بڑھتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ آسمان والا جانے۔" یہ کہہ کر وہ واپس پلٹا اور ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا اور پھر اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔

تمام لوگ دنگ رہ گئے تھے' لیکن باقی تمام لوگ شدت حیرت سے گنگ سالار اور ڈلوس کی شکل دیکھ رہے تھے۔ سالار کا چہرہ بھی تصویر حیرت بنا ہوا تھا۔ ایکا ایکی ڈلوس آگے بڑھا اور اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میرے تایا کے بیٹے! میں سب سے زیادہ خوش ہوں کہ تو میرا خون ہے اور تو نے ایک ایسی دنیا میں پرورش پائی ہے جہاں سے تو نے بہت کچھ سیکھا ہوگا۔ محبتیں تو کائنات میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ اب مجھے تجھ سے اپنے ماں اور باپ کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہو جائے گی۔ آہ...... کاش کاش! میری اپنی ذات تیرے لئے کارآمد ثابت ہو۔" اس حیرت ناک انکشاف نے سالار کو بری طرح متاثر کیا تھا اور وہ عجیب سے جذبات میں گھرا ہوا تھا۔

پھر یہ تقریب ختم ہوئی اور لوگ منتشر ہونا شروع ہو گئے۔ ہال خالی ہوا اور خاص طور سے ڈلوس نے سالار کو اپنے ساتھ لیا اور وہاں سے باہر نکل آیا وہ سالار میں بہت دلچسپی لے رہا تھا اس جگہ سے باہر نکلنے کے بعد ابھری ہوئی چٹانوں کے درمیان چلتے ہوئے اس نے کہا۔

"دل تو چاہتا ہے کہ تجھ سے ہزاروں باتیں ایک ساتھ کرلوں' لیکن مجھے بہت سے احساسات ہیں میں تجھے ابھی پریشان نہیں کروں گا پہلے کچھ وقت میرے ساتھ چل کر آرام کر...... پھر میرے اور تیرے درمیان باتیں ہوں گی۔ اس کیلئے سینکڑوں چاند اور سورج ناکافی ہوں گے۔ کیا تیرا دل مجھ سے باتیں کرنے کو چاہتا ہے۔" سالار نے مسکرا کر محبت بھرے انداز میں ڈلوس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولا۔

"میرے بھائی! اور اس سے زیادہ میرے دوست میں تو بڑا خوش نصیب ہوں کہ میں نے تجھے پایا اور یہ انوکھی سرزمین جو میری اپنی ہے میرے لئے اجنبی ہے' لیکن میرے لئے اتنی ہی دلکش کہ میں اس کے بارے میں ہر بات جان لینے کا خواہش مند ہوں اور جی چاہتا ہے کہ میں بھی جاگتا رہوں اور تجھ سے اس بارے میں پوچھتا رہوں۔"

"اور میں بھی تجھ سے اس دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ جہاں تو نے زندگی پائی ہے کیا وہاں زندگی مختلف ہے؟"

"ہاں...... وہ لوگ زمین کی گہرائیوں میں نہیں رہنا چاہتے بلکہ آسمان کی بلندیوں کی طرف پرواز کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ انہوں نے بلند و بالا عمارتیں بنائی ہیں۔ جو پہاڑوں کی طرح بلند ہو جاتی ہیں اور بعض ایسی جن کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر زمین کو دیکھو تو انسان نہ ہونے کے برابر نظر آتا ہے۔"

"مگر ان بلندیوں تک پہنچنا کیسے ممکن ہوتا ہوگا۔"

"راستے بنائے جاتے ہیں اور ایسی سیڑھیاں ایجاد کرلی گئی ہیں جن پر صرف کھڑا ہوا جائے اور پلک جھپکتے ہی چوٹیوں تک پہنچ جایا جائے۔"

"گویا بلندیوں کا جادو۔" ڈلوس نے کہا اور سالار ہنسنے لگا۔

"اب میں جادو کو کچھ کچھ سمجھتا جا رہا ہوں۔ کیا سمجھے؟"

"ہاں۔ ہمارے ہاں عمارتیں زیر زمین ہیں۔ بلندیوں سے اگر یہاں کا منظر دیکھا جائے تو وہ صرف سرسبز جنگل اور پہاڑوں کے درمیان بکھری ہوئی چٹانیں نظر آئیں گی اور کوئی نہیں سمجھ پائے گا کہ ان کے نیچے زندگی پوشیدہ ہے۔ ہم پستیوں میں رہ کر بلندیوں کو دیکھتے ہیں اور بلندیوں کا احترام کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اس دنیا نے اپنے آپ کو بلند کر کے اپنے وجود کو پست کر لیا ہے۔" سالار ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تو ڈلوس نے پھر کہا۔

"مگر تو تو اس سرزمین کا باشندہ ہے۔"

"ہاں...... اب مجھے اس کا احساس ہو رہا ہے۔"

"تجھے تو اپنی زمین سے محبت ہوگی اور یقیناً ہوگی۔ کیونکہ مٹی کا پیار انسان کی فطرت میں شامل ہے۔"

"ہاں مجھے اپنی سرزمین سے پیار ہو گیا ہے۔"

"پھر تو ان کیلئے افسردہ کیوں ہے جن کے درمیان سے تو نکل آیا ہے۔"

"اس لئے کہ میں نے زندگی کا بہت بڑا حصہ ان کے درمیان گزارا ہے مجھے ان سے بھی بے پناہ محبت ہے میں کچھ ایسے افراد کو چھوڑ آیا ہوں جنہوں نے میری بے کسی کو سینے سے لگایا۔ اس وقت جب میں ایک نابالغ بچہ تھا اور یقیناً اگر میری پرورش اس جگہ ہوتی جہاں میں نے ہوش سنبھالا تھا تو آج میں نجانے کیا کر رہا ہوتا۔ نہ میرے پاس وسائل ہوتے نہ میرے ذہن کی پہنچ۔ مگر ہُوگا کو جانتے ہو۔"

"کون ہُوگا۔"

"وہ پراسرار بوڑھا' جو آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے مجھے میرے ماں باپ کے

بارے میں بتایا اور ایسے ظاہر کیا جیسے میرے ماں باپ کا اس دنیا میں اب کوئی وجود نہ ہو۔" ڈلوس سوچ میں ڈوب گیا تھا وہ پھر بولا۔

"میں نہیں جانتا...... آ چل ...... میرے ساتھ چل۔" وہ اسے لے کر ایسی چٹان نما جگہ پر پہنچ گیا جہاں بڑا سا دروازہ بنا ہوا تھا۔ اگر دنیا کے نکتہ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو ڈلوس ایک طرح سے اس جگہ کا سردار تھا اور اس میں سرداری کی شان ہونی چاہئے تھی' لیکن وہاں جہاں سارے لوگ جمع ہوئے تھے وہاں وہ بے شک ایک سردار کی حیثیت سے نظر آیا تھا' لیکن اس کا طرز زندگی بڑی سادگی لئے ہوئے تھا۔

وہ اس دروازے سے اندر داخل ہوا اور سیڑھیاں طے کر کے بڑے خوبصورت سجے ہوئے ایک بڑے سے ہال کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کمرے کا انداز دنیا کے کمروں سے مختلف نہیں تھا۔ دیواریں' چھت' زمین پر کسی خاص قسم کی گھاس کے تنکوں سے بنا ہوا قالین جو بے شک موٹا تھا مگر اتنا نرم کہ پاؤں ٹخنوں تک اس میں دھنس جائیں۔ اس کے ساتھ ہی مچھلی کے جسم کے ڈھانچوں سے ایسی دوسری چیزوں پر خوبصورت کھالی منڈھ کر نشستیں بنائی گئی ہیں اور ساری کی ساری اتنی خوبصورت کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ماحول اتنا دلکش تھا کہ بس بیان نہیں کیا جاسکتا۔

یہاں کئی عورتیں نظر آئیں ان میں ایک عمر رسیدہ تھی۔ کسی قدر بھاری بدن کی مالک' ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی تھی۔ بہت ہی خوبصورت خدوخال لئے ہوئے۔ اس کی مسکراہٹ سالار کو بہت پسند آئی۔ عمر رسیدہ عورت نے آگے بڑھ کر کہا۔

"یہ خبر مجھ تک پہنچ گئی ہے کہ تو شائیلاس کا بیٹا ہے۔ شائیلاس اور میں ایملس' میں تیری چچی ہوں اور یہ میری بیٹی یعنی ڈلوس کی بہن سوما آرس سوما۔ میں تجھے خوش آمدید کہتی ہوں کیونکہ تو میرے اپنوں میں سے ہے۔ آ میرے سینے سے لگ جا۔" سالار آگے بڑھا تو پیچھے سے ایلاس بھی پہنچ گیا اور معمر عورت نے سالار کو سینے سے لگالیا۔ نجانے کیوں سالار کی آنکھوں میں نمی سی آگئی تھی۔

"تجھے شکوہ تھا ناں ...... میری بیوی ...... کہ تیرا ایک ہی بیٹا ہے۔ دیکھ تیری تقدیر نے تجھے دو بیٹے عطاء کر دیئے۔ یہ ڈلوس کا بھائی ہے۔ میرے بھائی کا بیٹا اور میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اسے دیکھ کر۔ اور مجھے آج بھی یہ امید ہے کہ میرا بھائی واپس آئے گا۔ تو جانتی ہے کہ میرے پاس سوچ کا جادو ہے اور میری سوچ کا جادو مجھے یقین دلاتا ہے اور میں تجھے بھی یقین دلاتا ہوں میرے بچے! کہ تیری ماں اور تیرا باپ ہواؤں کے دوش پر سفر کرتے ہوئے کہیں بھی پہنچ چکے ہوں گے' لیکن ایک دن وہ واپس آجائیں گے میں سوچ کا جادوگر ہوں اور میرا جادو مجھے بتاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اور اگر تو یہ سوچے کہ میں اتنے اعتماد سے یہ بات کیسے کرتا ہوں تو میرا خیال ہے کہ نہ پوچھ کیونکہ سوچ

دل کی گہرائیوں میں پروان چڑھتی ہے۔ کسی کو اتارنا ممکن نہیں ہوتا۔" سالار یہ باتیں سن رہا تھا کم از کم اسے اس بات کا علم تھا کہ یہاں اس عجیب و غریب سرزمین پر جادو کا دور دورہ ہے اور یہاں کے فنکار طرح طرح کے جادو کے ماہر ہیں۔ اس نے کہا۔

"اور جب تو نے کہا تو مجھے تیرے علم پر یقین ہے میرے باپ کے بھائی۔"

"تو پھر اپنی دنیا کو خوش آمدید کہہ اور اتفاق کی بات ہے کہ اب تو ایسے لوگوں میں شامل ہو گیا جب تو اپنے باپ کا استقبال کرے۔ اب آ میرے ساتھ آ ...... میں تجھے اپنے کمرے میں لے جاؤں گا اور وہیں تیرے لئے آرام کا بندوبست کروں گا۔ کیا سمجھے؟"

ان لوگوں نے جس طرح اپنی بستی اپنی نگری کو آباد کیا تھا اس کو دیکھ کر سالار کو ایک احساس ضرور ہوتا تھا وہ یہ کہ انہوں نے زندگی کی وہ تمام آسائشیں حاصل کر لی ہیں جو مہذب دنیا کے لوگ اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ ان لوگوں نے یہ آسائشیں مختلف طریقوں سے اور ذرا تبدیل شدہ طریقے سے حاصل کی تھیں۔ یہ سارا کام دیکھ کر سالار کو بڑا عجیب و غریب احساس ہو رہا تھا۔ بستروں کا اوپری حصہ وہیل مچھلی کی کھال سے بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے سمندر کی سطح پر بہنے والی سفید رنگ کی گھاس کے انبار لگائے گئے تھے یہ گھاس انتہائی نرم اور لچکدار تھی اور اس سے انسانی جسم کی تھکاوٹ دور ہو جاتی تھی۔

بہر حال سالار نے کہا۔

"اور میری کہانی تجھے معلوم ہوگی۔ عظیم ایلاس! نئی دنیا کے لوگ یہاں سے بالکل مختلف ہیں وہ دولت کے حصول کے لئے اپنی زندگی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔"

"ہاں ...... دولت ساری کائنات میں ایک ہی حیثیت رکھتی ہے۔ خیر کوئی بات نہیں ہم نے ضرورت کی تمام چیزیں حاصل کی ہیں۔ سمندر سے حاصل ہونے والی ایک مخصوص گھاس کے پتے بہت چوڑے اور سینکڑوں سال کے لئے کارآمد ہوتے ہیں ان پر اگر تحریریں لکھ دی جائیں تو وہ تحریریں فنا نہیں ہوتیں۔ بلکہ محفوظ رہتی ہیں۔"

"بڑی عجیب و غریب چیزیں ہیں۔"

"اس کے علاوہ ہمارے پاس ایسے پتھر موجود ہیں جنہیں درمیان میں کر کے تم اپنی آوازوں کو نشر کرو تو وہ پتھر ان آوازوں کو جذب کر لیتے ہیں۔"

"یہاں ہر شخص جادوگر ہے؟" سالار نے سوال کیا۔

"نہیں ...... بس جس نے کسی ایک فن پر محنت کی اور اس پر بھرپور وقت صرف کیا تو اسے کامیابی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ بہر حال سالار یہاں آ کر کچھ عجیب و غریب کیفیات کا شکار ہو گیا تھا

اور بہت سی سوچیں دامن گیر ہوگئی تھیں۔ پھر جب اسے آرام کا موقع ملا تو اس نے سب سے پہلے یہاں کے بارے میں سوچا۔"

آرس سوما بہت خوبصورت لڑکی تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کا خون تھی۔ اسے اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آرس سوما اس کی محبت میں گرفتار ہو جائے۔ اس طرح بڑی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ اس کے ذہن میں سمیتا کا تصور تھا۔ بہت سوچتے سوچتے آخر کار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اسے ڈلوس کی مدد بھی حاصل ہو چکی ہے تو کیوں نہ گونیا تھارم سے اس بات کی فرمائش کرے کہ ان لوگوں کو بھی اسی طرح آزادی دی جائے۔ جس طرح خود سالار کو آزادی ملی ہے اور اس سلسلے میں سالار منصوبہ بندیاں کرنے لگا۔

* * *

بڑی خاطر مدارت کر رہے تھے یہ لوگ اس کی اور سالار کو تو اپنی سرزمین پر آنے کے بعد ہی یہ احساس ہونے لگا تھا کہ یہاں کے لوگ بھی اس کے اپنے ہیں۔ خاص طور سے ان رشتوں کا مل جانا اس کے لئے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس نے دوسرے دن ڈلوس سے کہا۔

"میرے بھائی! کیا مجھے یہاں ایک محتاج زندگی گزارنا پڑے گی۔"

"مطلب؟"

"کیا میں آزادی سے ہر جگہ آ...... جا سکتا ہوں۔"

"ہاں ...... تجھے ایک گھوڑا مہیا کر دیا جائے گا اور دنیا یہ بات جانتی ہے کہ وہ گھوڑا کس کا ہے۔ بس جن سرحدوں کی نشاندہی تجھ سے کر دی جائے۔ ان کے دوسری طرف جانے کی کوشش مت کرنا کیونکہ وہاں شوپن والوں کا راج ہے اور ہم ایک لکیر کے تحت' سارا عمل کرتے ہیں جب کوئی شخص اس لکیر کو عبور کرتا ہے تو یہ اس کی اپنی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی حفاظت کیسے کرے۔"

"ٹھیک ہے مجھے گھوڑا مہیا کر دو۔" جس گھوڑے کو سالار کے حوالے کیا گیا تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ سالار کو گھوڑے کی سواری آتی تھی۔ وہ تو شاید دنیا کے ہر کام سے واقف تھا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہی تھی کہ اس نے بھگت رائے کے ساتھ رہ کر آزادی سے ساری زندگی گزاری تھی اور اپنا لوہا منوالیا تھا۔

ایک طرف ڈلوس ایک پراسرار اور طاقتور قوت نظر آتا تھا' لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اگر کبھی سالار سے اس کا جسمانی مقابلہ ہو جائے۔ تو وہ سالار کو زیر کر سکے۔ شاید ڈلوس ابھی سالار کی قوتوں سے واقف نہیں تھا۔

بہر حال سالار گھوڑا دوڑاتا ہوا ان کیمپوں کے پاس پہنچ گیا جہاں جہاز سے آنے والے موجود تھے۔ وہ لوگ خوش نظر نہیں آتے تھے اور ان کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ سالار کو گونیا تھارم کی تلاش تھی۔ جو اسے مل گئی وہ آزادی سے ان پتھروں پر بیٹھی ہوئی ایک مقامی شخص سے باتیں کر رہی تھی۔ سالار کو دیکھ کر وہ خوشی سے مسکرائی اور اس نے ہاتھ ہلایا۔ سالار گھوڑے سے نیچے اتر گیا تھا۔ گونیا تھارم اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے قریب پہنچ گئی۔ "میں نے اس وقت جو کچھ دیکھا ہے۔ سالار میں

بیان نہیں کرسکتی کہ صبح اٹھ کر میری کیا کیفیت ہوگئی۔ آؤ ادھر بیٹھتے ہیں۔"

اس نے ایک پرفضا گوشہ منتخب کیا۔ سالار نے گھوڑے کو آزاد چھوڑ دیا۔ لوگ یہ دیکھ چکے تھے کہ یہ نوجوان ڈلوس کا منظور نظر ہے۔ چنانچہ ان میں سے چند مقامی آدمیوں نے سالار کے گھوڑے کو سنبھال لیا۔ سالار گونیا تھارم کے ساتھ اس جگہ جا بیٹھا۔ گونیا نے اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سچ یقین کرو۔ سالار تم خوب صورت تو پہلے ہی تھے' لیکن اب تمہارے اندر ایک عجیب سی تمکنت پیدا ہوگئی ہے۔ میں نے تمہیں گھوڑے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو مجھے یوں لگا جیسے ہارلیزا کا مستقبل میری نگاہوں کے سامنے ہو۔ شاید ابھی تمہیں یہاں کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم' لیکن بہت جلد تمہیں پتہ چل جائے گا۔"

"کیا؟"

"میں ایش بینا کی بات کررہی ہوں۔"

"ایش بینا؟"

"ہاں ...... ایک بہت بڑا نام۔ سالار! بہت کچھ سوچتے ہوں گے تم میرے بارے میں۔ یقیناً تمہارے ذہن میں یہ سوال آتا ہوگا کہ آخر میں اپنی ذات کے لئے کیا چاہتی ہوں۔ تو سالار یہ سچ ہے کہ میرے وجود کے کئی حصے ہیں۔ اب تم اس سرزمین پر آئے ہو تو آہستہ آہستہ تمہیں علم ہوگا کہ یہ جادوگروں کی سرزمین ہے اور بڑا دلچسپ موازنہ پیش کررہی ہوں میں تمہیں۔

تمہاری دنیا کے سائنسدان جنہوں نے ایسی ایسی عجیب و غریب چیزیں ایجاد کی ہیں۔ سائنٹسٹ کہلاتے ہیں بس یہ سمجھ لو کہ یہاں یہی کیفیت ان جادوگروں کی ہے۔ ان کا علم طرح طرح کی باتیں سوچتا ہے یہ بے شک تمہاری دنیا کے لوگوں سے مختلف ہیں' لیکن کسی طرح ان سے کم نہیں ہیں۔ ان کے ہاں بھی تباہی و بربادی چلتی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ اس سرزمین کے بارے میں بہتر انداز میں بھی سوچتے ہیں' لیکن ہر ایک کی سوچ الگ الگ ہے۔"

"مگر میرے پاس تو کوئی جادو نہیں ہے میں ان کے درمیان اپنی جگہ کیسے بنا سکوں گا؟"

"آہ ...... میری جان' میری ...... زندگی ...... میری روح تمہارے پاس وہ جادو ہے جو دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے۔"

"میرے پاس؟"

"ہاں۔"

"مگر میں اپنے جادو کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"یہ تمہاری سادگی اور بھولپن ہے۔"

"کیوں؟"

"تمہارے پاس حسن کا جادو ہے تمہارے پاس آنکھوں کا جادو ہے۔ جس سے تم ہر ایک کو مسرور کرسکتے ہو۔ جیسے مجھے۔"

"گونیا تھارم میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ...... بولو۔"

"یہاں ایک تم ہی ہو جو میرے اتنے قریب ہو کہ اب میں دل کی بات تم سے ہی کرسکتا ہوں۔" ان الفاظ کا اثر گونیا تھارم کے چہرے پر خاطر خواہ ہوا تھا اس نے محبت بھری نگاہوں سے سالار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کہو نہ دل کی بات مجھ سے۔"

"گونیا وہ لوگ جن کے درمیان میں نے پرورش پائی ہیں۔ بھگت رائے' مہابیر' جگت چوہان اور باقی لوگوں کی بات کرتا ہوں۔ ان لوگوں کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں وہ لوگ سوچتے تو ہوں گے کہ میں آزاد پھر رہا ہوں اور وہ یہاں بدترین قیدیوں کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔ گونیا تھارم میں تم سے ان کی آزادی کی درخواست کرتا ہوں۔"

"مجھ سے۔" گونیا تھارم نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔"

"مگر ......"

"نہیں گونیا تھارم ...... اگر تم یہ جملے ادا کروگی تو یقین کرو کہ میرے دل میں ایک بال پیدا ہو جائے گا تمہارے لئے۔" گونیا تھارم تشویش بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی تھی پھر اس نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"ان کی آزادی کے بعد تم ان سے گھلو' ملو گے۔"

"ظاہر ہے ...... گونیا ...... میں ان سے ملوں گا۔"

"کہیں تمہارے دل میں سپنا تو نہیں جاگ رہی ہے۔"

"بات پرانی ہوگئی ہے۔ گونیا ...... بہت پرانی ہوگئی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ باتیں بھی میرے ذہن میں آتی ہیں۔"

"کیا ......؟"

"اگر انہیں آزادی مل گئی تو وہ یہاں سے نکلنے کی کوششیں کریں گے اور یقین کرو یہ کوششیں ان

کیلئے صرف اور صرف موت کا پروانہ ثابت ہوں گی۔"

"نہیں کریں گے وہ یہ کوششیں۔"

"کیسے؟"

"میں انہیں کنٹرول کروں گا۔"

"نہ کر پائے تو؟"

"تو پھر جس کی موت آئے گی وہ مرنے کی کوشش کرے گا۔ میں انہیں سمجھا دوں گا' لیکن اگر انہوں نے میری بات نہ سمجھی تو پھر وہ جانیں اور ان کا کام۔"

"ہوں...... ٹھیک ہے مگر ایک بات بتاؤ۔"

"ہاں...... بولو۔"

"ڈلوس تم پر بہت مہربان ہے۔"

"ہاں...... پھر؟"

"تم نے اس سے یہ فرمائش کیوں نہیں کی۔"

"نہیں...... ابھی میری کوئی حیثیت نہیں ہے اگر مجھے کچھ وقت ملا تو پھر میں کوشش کروں گا کہ ڈلوس کی قربت حاصل کروں۔"

"ہاں...... یہ ضروری ہے کیونکہ وہ یہاں سب سے بڑی حیثیت رکھتا ہے اور ہمیں اسے بھی قبضے میں کرنا ہے۔ آنے والے وقت میں تو ہمیں بہت کچھ کرنا ہے میں تمہیں بتاؤں گی کہ کیا......؟۔"

"فی الحال تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم انہیں آزاد نہیں کرا سکو گی۔"

"کیوں نہیں وہ آزاد ہو جائیں گے۔" گونیا تھارم نے کہا۔

سالار کو اپنے ایک اور مقصد میں کامیابی ہو گئی تھی۔ جادوگروں کی اس سرزمین میں۔ جس سرزمین کا وہ خود بھی ایک حصہ تھا۔ سب سے بڑی چیز جادو تھا سوچ کا جادو' عمل کا جادو' علم کا جادو' طاقت کا جادو' پتہ نہیں کون کون سے جادو یہاں زیرعمل تھے۔ سالار کو چالاکی کا جادو کھیلنا تھا۔ گونیا کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"ٹھیک ہے سالار! میرے لئے تشویش کا ایک پہلو پیدا ہو جائے گا۔"

"کیا؟"

"یہ ہی کہ تم ان کی آزادی کے بعد کہیں ایسا نہ ہو ان کے ساتھ مل کر یہاں سے فرار کی منصوبہ بندی شروع کر دو۔"

"تو پھر میں تم سے یہ ہی بات کہوں گا کہ میری جانب سے بھاڑ میں جاؤ۔" سالار کا لہجہ خراب سا ہو گیا تو گونیا چونک کر بولی۔

"بھاڑ......؟ یہ کیا ہوتا ہے؟" گونیا کے اس انداز پر سالار کو ہنسی آ گئی تھی۔ گونیا سوالیہ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ سالار نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ پھر بولی۔

"تم نے بتایا نہیں بھاڑ کیا ہوتا ہے۔"

"بھاڑ تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکے گا۔"

"مگر میں سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"چھوڑو گونیا کیا کرو گی سمجھ کر۔"

"دیکھو! تم مجھ سے جو کچھ پوچھتے ہو میں تمہیں اس کا جواب دیتی ہوں یا نہیں؟ مجھے بتاؤ کہ بھاڑ کیا ہوتا ہے۔" اور سالار اسے بھاڑ کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ بڑی مشکل سے اس نے گونیا کو سمجھایا کہ جہنم میں جاؤ...... کا نعم البدل بھاڑ ہوتا ہے۔ تو وہ خوب ہنسی پھر بولی۔

"جہنم کو تو میں سمجھتی ہوں' لیکن یہ بھاڑ کہاں ملتا ہے۔"

"بابا...... جان بخش دو میری۔ میں یہ ہی کہہ رہا تھا کہ اگر تم صرف یہ سمجھتی ہو کہ تم ہی قابل بھروسہ ہو تو پھر تمہاری مرضی ہے میں تمہیں یقین نہیں دلا سکتا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔"

"کیا؟" گونیا محبوبانہ انداز میں بولی۔

"یہ ہی کہ تم اگر انہیں آزادی دے دو۔ تو میں تمہارے اور قریب ہو جاؤں گا۔"

"سچ؟"

"ہاں...... مگر ایک سوال کا مجھے جواب دو گونیا؟"

"پوچھو۔"

"تم جان کرسٹوفر کی بیوی ہو۔"

"بتا چکی ہوں تمہیں۔ چاہو تو جان کرسٹوفر سے کسی بھی وقت تصدیق کر لینا۔"

"کمال کی بات ہے۔ تم دونوں میاں بیوی کی حیثیت ہی سے مجھے ملے تھے۔"

"میاں بیوی کی حیثیت سے ملے تھے' لیکن ہم کبھی میاں بیوی نہیں رہے۔"

"میرا مطلب وہ نہیں ہے میں تو دنیا کی نگاہوں کی بات کر رہا ہوں اگر میں نے تمہارے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا تو کیا جان کرسٹوفر اسے برداشت کر لے گا۔"

"اس کا ایک حل ہے میرے پاس۔"

"کیا......؟"

"ہم جان کرسٹوفر کو ختم کر دیتے ہیں۔ کھیل ختم پیسہ ہضم۔" گونیا نے بے دردی سے کہا۔ سالار اسے ملامت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"گویا ہم اپنی ہوس پوری کرنے کیلئے ایک انسان کی جان لے لیں گے۔"

"پتہ نہیں کون سی مٹی سے بنے ہوئے ہو۔ جس دنیا سے تم آرہے ہو اس دنیا میں لوگ اپنی ہوس پوری کرنے کیلئے ایک کیا ہزاروں کو قتل کر دیتے ہیں اور تم ایک آدمی کی زندگی کیلئے اس قدر تشویش کا اظہار کر رہے ہو۔"

"جس دنیا میں اب تم آئی ہو ناں گونیا تھارم وہاں کے انکار کے بارے میں تھوڑا بہت مجھے اندازہ ہو چکا ہے۔ بے شک یہاں دو قبیلے ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں' لیکن جو مشن میرا ہے۔ یا یوں سمجھو ڈلوس کا ہے یا یہ سمجھو کہ یہاں رہنے والوں کا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی آپس کی دشمنی ختم کر کے یہاں کی فضاء' اس دنیا سے مختلف بنائی جا سکے۔" گونیا جیسے سالار کی بات ہی نہیں سن رہی تھی۔ وہ کسی اور ہی خیال میں گم تھی۔ اس کے بعد اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ایک بات تو بتاؤ سالار! تم یہاں کی دنیا میں گزارہ کر لو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"بہت سوچتی رہی ہوں میں اس بارے میں۔"

"کیا......؟"

"یہ ہی کہ ہر جگہ کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے۔ جنگ و جدل' ہلاکت خیزی' جعل سازی' ایک دوسرے کے خون کے پیاس' کبھی کبھی یہ بھی ضمیر کا حصہ بن جاتی ہے جیسے میں' مجھے تو اسی زندگی میں مزہ آتا ہے تم بتاؤ اپنی۔"

"گونیا پلیز! اس طرح کی باتیں کر کے میرا ذہن خراب مت کرو۔ ابھی تو ہمیں یہاں بہت سے اہم کام کرنے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے' لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ مستقبل کی زندگی میں ایک میں ہوں گی اور ایک تم اور باقی لوگ ہمارے محکوم ہوں گے۔ یہ بات اپنے ذہن میں نقش کر لینا اور یہ ہی وجہ ہے کہ میں تبت کے ان علاقوں کی سربراہی چھوڑ کر اور ستھاروا کی بیوی بننے کے بجائے یہاں تک آئی ہوں۔ کیونکہ یہاں مجھے جو مقام ملے گا وہ اس سے بالکل مختلف ہوگا۔"

"تم ایک کام کرو۔ اس کے بعد دوسرے کام کے بارے میں سوچیں گے۔" سالار نے جواب دیا اور گونیا نے گردن ہلا دی۔

✤ ✤ ✤

گونیا کافی دیر تک اس کے کان کھاتی رہی تھی پھر اس کے بعد سالار نے ایک نوجوان کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"معزز ڈلوس نے تمہیں طلب کیا ہے۔ مہمان۔"

"ہاں......ہاں میں چلتا ہوں۔" سالار نے جواب دیا پھر گونیا کی طرف رخ کر کے بولا۔

"میں چلتا ہوں۔ مناسب وقت پر تم سے ملوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ تھوڑے فاصلے پر اس کا گھوڑا موجود تھا۔ سالار نے اس کا نام لے کر اسے آواز دی تو وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اسے ڈلوس کا پیغام دینے والا نوجوان ایک طرف چلا گیا تھا۔ سالار اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا۔ تو گونیا کی نگاہیں دور تک اس کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔

بہر حال مطلوبہ راستے سے گزرنے کے بعد وہ اسی غار کے دہانے کے پاس پہنچ گیا۔ جہاں ڈلوس کی قیام گاہ تھی۔ ڈلوس وہاں موجود تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے سالار کا استقبال کیا۔ "اور اب اتنے عرصے کے بعد جب تم مجھے ملے ہو تو میرا دل نہیں چاہتا کہ میں تم سے دور رہوں اور پھر میں ہی نہیں اس گھر کے تمام افراد قریب رہنا چاہتے ہیں۔ سوما تمہارے لئے ایک مشروب تیار کر رہی ہے جو ہم بہت خاص خاص موقعوں پر تیار کرتے ہیں میں تمہیں وہ مشروب پلانا چاہتا ہوں۔ سوما نے وہ مشروب تیار کر لیا ہے آؤ بیٹھو۔" ڈلوس نے کہا اور خود بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا۔

"سالار اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جو میری سمت سے تجھے شاید ناگوار گزریں انہیں درگزر کرنا اور مجھ سے ان کا مفہوم پوچھ لینا۔ کیونکہ جب وقت کا فرق نمایاں ہوتا ہے تو غلط فہمیاں سامنے آجاتی ہیں میں چاہتا ہوں کہ میری سمت سے تم کبھی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ تیرا احسان ہوگا مجھ پر اور میں ہمیشہ اس کے لئے تیرا شکر گزار رہوں گا۔" سالار نے محبت سے ڈلوس کا ہاتھ دبایا اور کہا۔

"میں جس دنیا سے آیا ہوں۔ ڈلوس وہاں نفرتوں کو فروغ مل رہا ہے۔ یقیناً وہی فطرت میرے ضمیر میں بھی شامل ہوگی' لیکن میں کوشش کروں گا کہ اپنی دنیا سے محبت کروں۔ یہ الفاظ میں تم سے اپنے بارے کہتا ہوں ہر بات میں تجھ سے مشورہ کروں گا اور تجھ سے رہنمائی بھی حاصل کروں گا۔"

"میں تیار ہوں۔" ڈلوس نے کہا۔ پھر سوما نظر آئی تو نوکیلے برتنوں میں کوئی گرم چیز لائی تھی اور جسے اس نے ان دونوں کو پیش کر دیا تھا پھر محبت بھری نگاہوں سے اس نے سالار کو دیکھا اور پھر اس کے لہجے کا ترنم ابھرا۔

"سالار پر مکمل اپنا ہی قبضہ نہ جمائے رکھنا بھائی ڈلوس۔ میرا بھی ان سے رشتہ ہے۔"

"کیوں نہیں ...... سوما میں تجھ سے ان کا رشتہ نہیں چھینوں گا' لیکن پہلے اسے اپنی سرزمین کو سمجھ لینے دے۔"

"تم تو یوں کہتے ہو جیسے ہم عورتیں کسی کو کوئی بات سمجھا ہی نہیں سکتیں۔ چلو ٹھیک ہے جب تم انہیں بہت کچھ سمجھا لو تو پھر انہیں مجھے بھی کچھ سمجھانے دینا۔" سوما نے شرارت بھرے لہجے میں کہا اور پھر سالار سے بولی۔

"سالار خیال رکھنا۔ ڈلوس میں یہ خوبی ہے کہ وہ شخصیتوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور میرا بھائی اس خوبی میں یکتا ہے' لیکن تم جذب نہ ہونا کیونکہ تم بہت سوں کی ملکیت ہو۔" سالار ان کی باتوں پر خوب ہنسا اور پھر اس نے کہا۔

"میں تو چاہتا ہوں کہ مجھے ریزہ ریزہ کر کے تقسیم کر لیا جائے تاکہ میں کسی کی قربت سے دور نہ ہوں۔" سوما شرارت سے مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

ایسی دلکش ایسی پیاری مسکراہٹ تھی اس کی کہ دنیا کی حسین ترین عورتوں میں بھی ایسی مسکراہٹیں تلاش نہ کی جا سکیں' لیکن سالار کی نگاہوں میں ایک اور تصویر تھی اور وہ تصویر اسے اپنی زندگی سے لگی ہوئی محسوس ہوتی تھی وہ اسے ہر وقت اپنے سینے کی قربتوں میں محفوظ رکھتا تھا اور یقیناً وہی تصویر اس کا اول اور آخر تھی وہ جب بھی اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانکتا اس کے علاوہ اسے اور کوئی چہرہ نظر نہ آتا۔

سو...... وہ گرم شے جسے قہوے کا نام ہی دیا جا سکتا تھا۔ اتنی لذیذ تھی کہ سالار اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ لذیز چیز پینے کے بعد اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی نشہ آور کیفیت پیدا ہو گئی۔ تو اس نے کہا۔

"اور یہ شہد سرور آمیز ہے۔ ڈلوس مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"ہاں ...... اور یہ بستر اس سے بھی زیادہ سرور آمیز ہے۔ لیٹ اور آنکھیں بند کر لے۔ ویسے بھی سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا سمجھا؟"

ڈلوس نے اسے اس کا بستر دکھایا اور خود اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ مدھم روشنیاں ذہن کو سکون ہی سکون دے رہی تھیں۔ سالار کو نیند آنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ نہ ہی اس نے کوئی خواب دیکھا کہ

طبیعت میں ذرا بھی بے چینی نہیں تھی۔ تجسس کو بے چینی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ جب یہ نیند مکمل ہوئی تو وہ جاگا۔ سبز روشنی میں کچھ تبدیلیاں تھیں۔

ڈلوس کے بستر پر نظر پڑی تو وہ موجود نہیں تھا۔ سالار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب ہی اس نے سوما کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس کے چہرے کی شادابیاں دل کو موہ لینے والی مسکراہٹ' اس کا استقبال کر رہی تھی۔

"یہ تو بہت اچھا ہے کہ اس وقت ڈلوس اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے نکل گیا ورنہ وہ تمہیں کہاں چھوڑتا۔ میری ماں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔" سوما نے کہا اور سالار کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ وہ احساس یہ تھا کہ یہاں کی دنیا میں صبح کے معمولات ہوا کرتے تھے۔ طبیعت سیر و سکون ہوتی تھی۔ بہرحال سوما نے اس کیلئے ناشتا تیار کر رکھا تھا۔ اس کی ماں سالار کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے سالار کے ہاتھ کی درمیانی انگلی کو ہونٹوں سے لگایا۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ کے دونوں انگوٹھے اس کی پیشانی پر چسپاں کئے یہ گویا محبت کا اظہار تھا۔ جسے سالار نے اپنے ذہن میں رکھا۔

"نرم اور آرام دہ نشستوں پر بڑی فرحت محسوس ہوئی مجھے۔" سالار نے کہا۔

"مجھے خوشی ہے۔ کہ تو سکون سے سویا۔" سالار کی چچی نے کہا۔

"ڈلوس کہاں ہے؟"

"وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کیلئے سورج کی پہلی کرن کے ساتھ چلا جاتا ہے اور اس کا باپ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔"

"اور اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"بس مجھ سے باتیں کر ...... ناشتا کر۔" عورت نے کہا اور سالار نے مسکراتے ہوئے اس کی بات مان لی۔

ناشتے کے دوران وہ سالار سے اس انوکھی دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔ جہاں سے وہ آیا تھا۔ وہ ان باتوں میں بہت دلچسپی لے رہی تھی اور سوما بھی۔ اس کے بعد اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور بولی۔

"میں سالار کو باہر لے جا سکتی ہوں؟"

"ہاں ...... کیوں نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ تو اس سے بہت کچھ جاننے اور سنانے پر تلی ہوئی ہے' لیکن اگر سالار پسند کرے۔"

"ہاں ...... کیوں نہیں۔"

"تو پھر آؤ ...... سالار میں تمہیں آس پاس کی سیر کراؤں اور اپنی زمین سے روشناس کراؤں۔"

سالار تیار ہو گیا۔ وہ دونوں سیڑھیاں عبور کر کے چٹان سے باہر نکل آئے۔ سوما بہت خوش نظر آ رہی تھی اور سالار جب بھی اس پر بھرپور نگاہ ڈالتا رخ تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ کیوں کہ سوما کی دلکشی اسے اپنی جانب کھینچتی تھی۔ باہر سورج کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جسے دھوپ کہا جا سکتا تھا' لیکن دھوپ میں جو چبھن ہوتی ہے جو جلا دینے والا انداز ہوتا ہے وہ اس دھوپ میں نہیں تھا بلکہ ایک عجیب طرح کا سرور جو جسم کے مسامات کو فرحت بخشتا تھا۔ سوما کا رخ سمندر ہی کی جانب تھا۔ وہ راستے کی دلکشی سے بے نیاز۔ نجانے کس سوچ میں ڈوبی مسکراتی آگے بڑھ رہی تھی۔ ایک بار اس نے رک کر سالار کو دیکھا اور اپنا سرسری ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ جسے سالار نے تھام لیا۔

سوما مسکرائی اور اس کے بعد اس نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ ساحل کے ایک مخصوص گوشے میں پہنچ کر اس نے پھولوں کے وہ انبار دیکھے۔ جو اب بھی سمندر کی سطح پر بہہ رہے تھے وہ سالار کو دیکھ کر ہنس پڑی پھر بولی۔

"کیسی چالاکی سے ہارلیز والوں نے شوپن والوں کو اپنی جانب بلانے کیلئے یہ سب کچھ کھیل کھیلا۔ مزید دلچسپ بات یہ کہ ان کے ساتھ تم بھی تھے اور سالار میں تمہارے آنے سے بہت خوش ہوں۔ اپنوں کا احساس دل کی گہرائیوں میں پرورش پاتا ہے اور میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تم کبھی اس طرح یہاں پہنچو گے۔ بیٹھو یہ جگہ بہت خوبصورت ہے۔ میں اکثر اس جگہ آتی ہوں اور یہاں میری ایک دوست ہے جو سب سے زیادہ مجھے چاہتی ہے ابھی کچھ دیر کے بعد وہ آئے گی میں عام طور سے اس کے ساتھ سمندر کی سیر کو نکلتی ہوں۔ بہت سی باتیں ہوں گی تم سے' لیکن تھوڑا سا وقت اس کیلئے ضروری ہوتا ہے۔

ہاں ...... میں اس سے ایک فرمائش بھی کروں گی۔ تمہیں میری دوست یہ پسند آئے گی۔" سالار مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"سوما ...... بہت خوبصورت ہے یہ دنیا بے شک میں نے کبھی اسے نہیں دیکھا اور پہلی بار یہاں آیا ہوں' لیکن لگ رہا ہے کہ میرے دل کے تار یہیں سے بندھے ہوئے تھے اور شاید ایک وقت گزارنے کے لئے مجھے اس کا انتظار تھا۔ یہاں آ کر میں بہت خوش ہوں۔ کاش میری ماں اور باپ بھی مجھے یہاں مل جاتے تو میں خوش نصیب ترین ہوتا۔" سوما نے کہا۔

"جیسا کہ میرے باپ نے کہا وہ ضرور واپس آئیں گے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی تصویر موجود ہوتی ہے۔ اور اگر کبھی یہ تصویر دل کے خانے میں دھندلا جائے تو سوچ لیا جاتا ہے کہ اب اس شخص کا وجود نہیں ہے' لیکن میرا تایا اور میری تائی۔ اتنے ہی روشن ہیں جتنے زندگی میں لوگ ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہی ہے کہ وہ دونوں زندہ ہیں اور واپس

آ جائیں گے۔ اور انتظار کرنا ہوگا۔ ان کیلئے چنانچہ تم ان کا غم نہ کرو ...... وہ دیکھو! میری دوست آ رہی ہے۔ وہ کتنی تیز رفتار ہے۔" سوما نے ایک جانب اشارہ کیا اور سالار کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔

سطح سمندر پر ایک سفید لکیر کسی تارپیڈو کی طرح سیدھ میں آ رہی تھی اور کبھی کبھی وہ بلند ہوتی تو اس کی اصلیت پتہ چل جاتی۔ سالار نے دیکھا کہ وہ ایک ڈولفن ہے' لیکن سوما اسے نہ جانے کیا کہتی تھی۔ سالار دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ مہذب دنیا میں ڈولفن کو سمندر کی سب سے ذہین مچھلی تسلیم کیا جاتا ہے اور انسانوں سے اس کی قربت کو بھی یہاں بھی یہ ہی نظارہ تھا۔ ساحل پر پہنچ کر ڈولفن مستیاں دکھانے لگی۔ کئی بار اس نے چھلانگیں لگا کر سوما تک آنے کی کوشش کی تھی۔

"میرے ساتھ سالار ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ میں سمندر میں تمہارے ساتھ رنگ رلیاں مناؤں۔ ہاں اگر لا سکتی ہو تو اپنے ساتھ سالار کیلئے بھی کسی کو لے آؤ تاکہ ہم دونوں تمہاری قربت کا مزہ لے سکیں۔" جیسے ہی ڈولفن نے یہ الفاظ سنے ایک لمبی چھلانگ لگا کر وہ سمندر کی گہرائیوں میں اتر گئی اور سوما ہنسنے لگی۔ اس نے کہا

"سمندر میں اس کا قبیلہ بھی آباد ہے اور تمہارے لئے وہ یقینی طور پر کوئی انتظام کر کے آئے گی۔" سالار حیرت اور دلچسپی سے اس انوکھے رنگ کو دیکھنے لگا۔ اسے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا کچھ دیر کے بعد سوما کے بیان کی تصدیق ہوگئی۔ اس بار ڈولفن تنہا نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ ایک اور ڈولفن موجود تھی۔ تندرست و توانا اور کافی بڑی بھی بالکل پہلی ڈولفن کی جسامت کی مانند سوما نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آؤ ...... سالار میں تمہیں سمندر کی سیر کی دعوت دیتی ہوں۔" سالار نے حیرت اور دلچسپی سے سوما کو دیکھا اور پھر بولا۔

"میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"یہ میری دوست ہے۔ مجھے اپنی پشت پر سوار کر کے سمندر کی گہرائیوں میں لے جاتی ہے اور سمندری عجائبات دکھاتی ہے تم بھی یہ عجائبات دیکھنے سے گریز نہیں کرو گے یا پھر تمہیں خوف محسوس ہوتا ہے۔" سالار نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور بولا۔

"نہیں ...... مجھے ڈر نہیں لگتا۔" اور اس کے بعد سالار نے جس طرح سوما کو ڈولفن کی پشت پر بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ خود بھی اس طرح بیٹھ گیا۔ سوما اس طرح ڈولفن کی پشت پر سوار ہوئی تھی' جیسی کوئی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ جاتا ہے اور سالار نے بھی ڈولفن کی چکنی پشت پر ڈیرہ جما لیا۔ دونوں ڈولفن برق رفتاری سے منہ سے آوازیں نکالتی ہوئیں سمندر کی سطح پر دوڑنے لگیں اور اگر مہذب دنیا کے لوگ یہ منظر دیکھ لیتے تو حیرت سے دانتوں میں انگلی دبا کر رہ جاتے۔ بے شک سالار نے زندگی میں بڑے

بڑے انوکھے کارنامے سرانجام دیئے تھے' لیکن یہ اس کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ سمندر میں مچھلیوں کو پانی کے گھوڑوں کی طرح استعمال کرنا ایک انوکھا تصور تھا۔ سطح سمندر پر وہ دور تک چلی گئیں۔ لہروں سے کھیلتی ہوئی پانی کے بلبلوں سے اٹکھیلیاں کرتی ہوئی اور اچانک ہی انہوں نے اپنا رخ تبدیل کیا اور تہہ کی طرف تیرنے لگیں۔

سالار نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اگر سوما کو یہ اندازہ ہوتا کہ سالار نے مہذب دنیا کو اپنی تیراکی کے مظاہروں سے حیران کر کے رکھ دیا تھا تو وہ شاید اس طرح محسوس نہ کرتی۔ بار بار اس کی نظریں سالار کا جائزہ لے رہی تھیں اور رفتہ رفتہ اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس کا تایا زاد بھائی کسی بھی طرح پانی میں اس سے کم نہیں ہے جبکہ وہ سمجھتی تھی کہ نئی دنیا سے آنے والا یہ شخص پانی سے اس قدر واقف نہیں ہوگا۔ ڈولفن مچھلیاں سمندر کی تہہ میں پہنچ گئیں اور اس کے بعد وہ تہہ کے ساتھ ساتھ اپنے مشاغل میں معروف ہوگئیں۔

اپنے جسموں پر بیٹھے ہوئے دوسرے جسموں کا انہیں کوئی احساس نہیں تھا اور سمندری عجائبات اس وقت سالار کو بہت زیادہ دلکش اور واضح نظر آرہے تھے کیونکہ اس سے پہلے اسے اپنا عمل بھی کرنا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے معروفیت دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ وہ دیر تک ڈولفن کی پشت پر سمندر کی گہرائیوں کا نظارہ کرتے رہے اور پھر سوما نے ہی شاید ڈولفن کو اشارہ کیا اور ایک ڈولفن سطح سمندر کی جانب بلند ہوئی تو دوسری نے فوراً ہی اس کا تعاقب کیا اور یہ بھی انہیں کا کمال تھا کہ وہ اپنے آپ کو ڈولفن کی پشت پر سنبھالے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سطح سمندر پر پہنچ گئے اور اس کے بعد ڈولفن ساحل کی جانب تیرنے لگی۔ گویا انہیں ہر طرح سے ہدایت دی جا رہی تھی۔ ساحل پر پہنچنے کے بعد ڈولفن ایک بار پھر اچھلنے لگی اور سوما نے انہیں رخصت کر دیا۔

دونوں تیرتی ہوئی پانی کی گہرائیوں میں رخصت ہوگئی تھیں۔ سوما بے اختیار ہنس رہی تھی اور اس کی ہنسی اتنی دلکش تھی کہ سالار کوشش کے باوجود نظریں نہیں ہٹا سکا تھا۔ ہنستے ہنستے وہ بولی۔

"کہو...... سمندر کی ایسی سیر تم نے کبھی کی ہے۔"

"کبھی نہیں۔"

"تمہیں کیسا لگا؟"

"شاید میں الفاظ میں بیان نہ کر سکوں میں نے اپنے آپ کو ایک چھوٹا سا بچہ محسوس کیا۔"

"بچہ؟" سوما نے اسے چونک کر دیکھا۔

"ہاں ...... یہ بچوں ہی کا تو کھیل تھا۔" سوما اسے دیکھتی رہی۔ ایک لمحے کیلئے اس کے چہرے

پر سنجیدگی سی آگئی۔ پھر وہ تیزی سے اٹھ کر ہنس پڑی اور پھر اس نے کہا۔

"تو پھر تم مجھے بڑوں کے کسی کھیل سے روشناس کراؤ۔ آج نہیں کسی بھی دن سہی۔" ان الفاظ میں بڑی معنی خیزیت تھی۔ سالار سنبھل سا گیا۔ سوما کے چہرے سے اچانک ہی اسے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ وہ جس طرح معصوم بچوں جیسی نظر آتی ہے درحقیقت ایسی نہیں بلکہ معصومیت اپنی جگہ اور عمر اپنی جگہ اور بلاشبہ یہ نوجوانی کی عمر تھی جو اس کے سر سے پاؤں تک اس وقت چھائی ہوئی تھی اور گہری نگاہوں سے دیکھنے پر بہت سے انا کے جذبے دل میں بیدار ہو جاتے تھے۔ سوما اس وقت بالکل سنجیدہ ہوگئی تھی۔ اس نے کہا۔

"یوں لگتا ہے۔ سالار جیسے میں تمہیں آواز دے رہی تھی اور میری آواز تمہارے کانوں تک پہنچ رہی تھی ہمارا تو خون بھی ایک ہے اور جب میرے تایا اور تائی واپس آئیں گے ......تو ......" سوما خاموش ہوگئی۔

یہاں بھی وہ تمام جذبے موجود تھے۔ یہاں بھی وہی احساسات تھے' لیکن سالار کو سب سے زیادہ الجھن اسی چیز سے ہوتی تھی تاہم اپنی اس عزیزہ کا دل بری طرح نہیں توڑنا چاہتا تھا یہاں تو ایک انار سو بیمار والی بات تھی۔ نجانے کون کون تھا جو اس سے کیسے کیسے جذبوں کا طالب تھا۔ سوما نے اسے سنجیدہ دیکھ کر کہا۔

"کیوں کیا بات ہے تمہارے ہونٹوں کی مسکراہٹ کہاں گم ہوگئی۔"

"نہیں میں اپنے باپ اور ماں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" سالار نے کہا سوما آگے بڑھی۔ اس نے سالار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"وہ واپس آجائیں گے۔ سالار میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔" سالار مضمحل سے انداز میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔

❖ ❖ ❖

قیدیوں کو جس کیمپ میں رکھا گیا تھا وہ انتہائی وسیع و عریض تھا بس انہیں قیدی کہا جا سکتا تھا۔ ابھی تک ان کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں ہوا تھا اور وہ کسی مشکل کا شکار نہیں ہوئے تھے' لیکن سب کے سب تشویش میں ضرور مبتلا تھے۔ کیونکہ جو کچھ ان کے ساتھ ہوا تھا وہ ان کی توقع کے خلاف تھا۔ جیمس ہائلر' آرگو بیلوسا' جان فائلر سارے کے سارے عجیب و غریب احساسات میں مبتلا تھے اور عموماً اسی موضوع پر بات کرتے رہتے تھے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آئندہ کیا ہوگا۔

اس وقت بھی جیمس ہائلر آرگو بیلوسا اور چند دوسرے افراد بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ جان فائلر میلینا ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا

پھر اس نے جیمس ہائلر سے کہا۔

''گونیا تھارم کو تو نہیں دیکھا آپ نے؟''

''نہیں وہ آزاد پھرتی رہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے اس کا تعلق نہ شوپن والوں سے ہے اور نا ہارلیزا سے اور یا پھر اسے کسی خاص مؤقف کے تحت آزادی دے دی گئی ہے۔''

''میں نے ایک بڑی پریشان کن خبر سنی ہے اور اس کی وجہ سے میں بہت زیادہ الجھ گیا ہوں۔'' جان فائلر نے کہا۔

''کیا......؟'' جیمس ہائلر چونک کر بولا۔

''میرا خیال ہے کہ ہارلیزا والے انسانیت کی حد سے گزر رہے ہیں وہ ہم سب کو قتل کر دینا چاہتے ہیں اور ان کا مؤقف یہ ہے کہ چونکہ ہم بھی اسی دنیا سے واپس آئے ہیں اور جو جادو وہ وہاں سے لائے ہیں یقینی طور پر وہ ہمارے علم میں بھی ہے اگر ہم شوپن تک پہنچ گئے تو ہم اپنا جادو استعمال کریں گے اور اس طرح انہیں مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اس کا بہتر طریقہ یہ ہی دریافت کیا گیا ہے کہ ہم سب کو قتل کر دیا جائے۔''

پہلی بار جیمس ہائلر کا چہرہ تاریک ہو گیا اس نے چاروں طرف دیکھا سبھی خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ تب جان فائلر نے کہا۔

''میں شیروک کو تلاش کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ اس سلسلے میں کچھ کر سکے۔'' یہ کہہ کر فائلر وہاں سے آگے بڑھا' لیکن میلینا یہیں رک گئی تھی پھر اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''یہ تو کچھ اچھا نہیں ہو رہا اس کا مطلب ہے کہ اس سرزمین پر بھی قتل و غارت گری کا دور دورہ شروع ہو گیا ہے اور ظاہر ہے ہم میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔''

''حالات واقعی سنگین نوعیت اختیار کر چکے ہیں اور اب مسٹر فائلر بھی ہماری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔''

''میری نگاہ بار بار ایک طرف اٹھتی ہے۔'' اس بار نجانے کیا سوچ کر آرگو بیلوسا نے کہا۔ اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

''کون؟'' جیمس ہائلر نے پوچھا۔

''صرف ایک شخص جس کا نام سالار ہے۔ اینجل پر معمولی سا کام کرنے والا ایک لڑکا۔ جو اچانک ہی آفاقی حیثیت اختیار کر گیا۔ میں اس شخص کے بارے میں نجانے کیوں ایک عجیب سا خیال رکھتا ہوں۔''

''کیا خیال؟''

''بعض اوقات مجھے لگتا ہے کہ وہ ایک معصوم سا بچہ ہے۔ ایسا معصوم بچہ' جسے دنیا کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہے جو ہر چیز سے ناواقف ہے۔ جو خطرناک سے خطرناک حالات میں اتنا بے خبر رہ سکتا ہے کہ اس کے چہرے پر خوف کی ایک بھی جھلک نہ ہو اور جب وہ عمل کرتا ہے تو وہ عمل اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ سب حیران رہ جاتے ہیں۔ میرے ذہن میں تو ایک اور ہی خیال ہے۔'' سب لوگ خاموشی سے آرگو بیلوسا کو دیکھنے لگے۔

آرگو بیلوسا مدبرانہ انداز میں بولا۔

''مجھے وہ دوہری شخصیت کا مالک نظر آتا ہے۔ ایک سمت وہ ایک معصوم بچہ ہے اسی سرزمین پر رہنے والا غیر معمولی صلاحیتوں سے آراستہ اور دوسری طرف وہ اس دنیا کا نوجوان ہے جو مکروفریب کی دنیا ہے اور جہاں سازشیں جنم لیتی ہیں۔

ہم اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے دل میں کیا ہے کیونکہ اس کی شخصیت کا کوئی صحیح روپ سامنے نہیں آیا مجھے معاف کرنا میلینا...... جہاں تک میری اپنی معلومات کا تعلق ہے تم اسے چاہتی ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟'' میلینا نے اداس نگاہوں سے جان فائلر کو دیکھا اور پھر بولی۔

''ہاں...... میں اسے چاہتی ہوں۔''

''اور وہ......؟''

''نہیں وہ مجھے نہیں چاہتا۔''

''کسی اور لڑکی کو چاہتا ہے وہ؟''

''ہاں۔''

''کون ہے وہ؟''

''انہی لوگوں میں سے ایک جن کے درمیان اس نے پرورش پائی ہے۔''

''کیا نام ہے اس لڑکی کا؟''

''سمیتا۔''

''مگر میلینا وہ لڑکی بھی تو اس کے قبیلے سے تعلق نہیں رکھتی اگر وہ اس دور میں اسے چاہتا تھا تو کیا یہ ضروری ہے کہ اب بھی اس کے دل میں اس کا کوئی مقام ہو۔''

''یہ میں نہیں کہہ سکتی۔''

''بہر حال ہو سکتا ہے وہ کوئی بہت ہی گہرا انسان ہو اور ہم سب بے وقوف بنا رہا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک سادہ لوح شخص ہو۔'' جان فائلر نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ پیچھے سے گونیا

تھارم کی ہلکی سی ہنسی سنائی دی اور وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے پاس پہنچ گئی۔

دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ گونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''بہت دیر سے میں آپ دونوں کی باتیں سن رہی ہوں۔ مجھے تمام باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے' لیکن سالار کے سلسلے میں چند غلط فہمیوں کو دور کر دینا چاہتی ہوں۔'' دونوں خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ تو گونیا بولی

''میلینا کا خیال غلط ہے۔ مسٹر جان فائلر وہ کسی سمیتا کو نہیں چاہتا' سمجھ رہے ہو ناں......؟ میں تمہیں ایک بات بتاؤں اگر تم لوگوں کے خیال میں اس کے دو روپ ہیں تو میرے ہزار روپ ہیں۔ لوگوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں ہے ابھی تک اور دیکھ بھی نہیں سکتے۔ کسی آنکھ میں یہ قوت نہیں ہے کہ وہ میرا بھرپور جائزہ لے سکے۔ سمجھ رہے ہیں نا۔ آپ وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ کچھ بھی نہیں جانتا اور خاص طور سے میرے بارے میں۔ میں تمہیں صرف ایک بات بتادوں۔ میلینا ابھی تم نے جان فائلر کے سامنے اعتراف کیا ہے کہ تم سالار سے محبت کرتی ہو' لیکن وہ میری ملکیت ہے صرف میری...... اور میں اسے جس طرح چاہوں استعمال کر سکتی ہوں۔'' گونیا تھارم کے انداز میں ایک غرور سا پیدا ہو گیا۔

کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد جان فائلر نے کہا۔

''آپ اس لڑکی کو موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتیں۔ میڈم گونیا تھارم! یہ نوجوان لڑکی ہے اور جوانی جوانی سے متاثر ہوتی ہی ہے۔ بہرحال آپ نے اگر اسے اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے تو یہ تو ہم سب کیلئے بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ آپ ہمارے کام آسکتی ہیں بہت کام آسکتی ہیں۔ آپ ہمارے۔''

''ٹھیک ہے۔ میلینا کو بس میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ وہ سالار کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہے کوئی بھی لمحہ کبھی بھی ایسا نہیں آئے گا کہ سالار کسی اور کی ملکیت بن سکے۔ جہاں تک آپ لوگوں کا معاملہ ہے آپ اطمینان رکھئے جو ہوگا بہتر ہی ہوگا۔'' یہ کہہ کر گونیا تھارم خاموش ہوگئی۔

✤ ✤ ✤

گونیا تھارم نے ان لوگوں کے سامنے جو کچھ بھی کہا تھا اس سے سالار کے دل میں گونیا تھارم کیلئے مزید نفرت پیدا ہوگئی تھی وہ جس فطرت کا مالک تھا۔ اس کے تحت اس پر کوئی اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہئے' یہ ناممکن سی بات تھی' لیکن اب وہ مکمل طور پر سادہ لوح ہی نہیں تھا اسے دنیا داری آ چکی تھی۔ چنانچہ خاموشی اختیار کی اور اس دن جب وہ صبح ہی صبح ڈلوس سے رخصت ہو کر باہر نکلا اور گھومتا ہوا غاروں کے اس عظیم الشان سلسلے کی طرف چل پڑا۔

جسے یہ بہت بار دور سے دیکھ چکا تھا اور اس نے سوچا تھا کہ اسے ایک بار ضرور قریب سے دیکھے تو وہاں اسے جو سب سے پہلی شخصیت نظر آئی۔ وہ کنور دلاور جیسکا اور ان کی بیٹی نادیہ کی تھی وہ انہیں دیکھ کر بری طرح اچھل پڑا۔

ان لوگوں کو پہلی بار اس نے تبت کے پہاڑوں کے بعد یہاں دیکھا تھا۔ تینوں الگ ہی کرداروں کے مالک تھے اور بہت سے معاملات میں خود بھی ایک پراسرار وجود۔ انہوں نے بھی شاید اسے دیکھ لیا' لیکن ان کے انداز میں ایک عجیب سی بے رخی محسوس ہوئی۔ سالار کو اس بات پر حیرت ہوئی کیونکہ بہرحال انہیں چونکنا چاہئے تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچا۔ ابھی زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ پیچھے سے جان کرسٹوفر آ گیا۔ وہ کنور دلاور کے پاس کھڑا ہوا تھا اور سالار کو دیکھنے لگا تھا۔ سالار تیز رفتاری سے چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ ان کے انداز میں کوئی گرمجوشی نہیں تھی۔ سالار نے حیرانی سے کہا۔

''کیا ہوا آپ لوگوں کو۔ آپ لوگ مجھے دیکھ کر چونکے نہیں؟''

''نہیں سالار چونکنے کی کیا بات ہے۔''

''کیا مطلب؟ کچھ عجیب سا احساس ہو رہا ہے مجھے۔''

''بھگت رائے سب سے زیادہ مایوسی کا شکار ہیں۔ مسٹر سالار کیا میں انہیں بلاؤں۔''

''کہاں ہیں وہ میں خود ان کے پاس جاؤں گا۔''

''میں انہیں بلا کر لاتا ہوں۔ تم یہیں رکو۔'' جان کرسٹوفر نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد بھگت رائے' مہابیر' جگت چوہان اور سب ان کے ساتھ سمیتا بھی باہر نکل آئی۔ انہوں نے پھیکے پھیکے انداز میں سالار کو دیکھا۔ سالار دوڑتا ہوا بھگت رائے کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا۔

''آپ......آپ باباجی مہاراج آپ؟''

''ہاں......سالار کیا تم نے ہماری موت کی خبر سنی تھی تم اسقدر حیران کیوں ہو رہے ہو؟۔''

''میں حیران اس بات پر ہوں باباجی مہاراج! کہ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے آپ سب مجھ سے ناراض ہوں۔''

''ناراض تھے اب نہیں ہیں۔'' بھگت رائے خشک لہجے میں بولا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب میرا یہ ہے کہ اس وقت ہم سب تمہارے اپنے تھے۔ اب تم اپنوں میں آ گئے ہو' ہم تمہارا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔''

''میرے اپنے تو آپ آج بھی ہیں۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میرے بارے میں۔''

''نہیں سالار۔ بہت سی خوبیاں ہیں تمہارے اندر یا یہ کہوں کہ تھیں شاید اب نہیں رہیں۔ سالار ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ تم سچ بولتے تھے۔ دھوکہ دہی نہیں کرتے تھے کبھی۔ تمہاری شاندار صحت' شاندار زندگی اعلیٰ درجے کی کارکردگی سب کچھ بہت قیمتی تھا ہمارے لئے اور تم نے ہمیشہ

سچ بولا' لیکن سالار اب اس وقت جھوٹ کیوں بول رہے ہو۔ تم اپنوں میں آگئے ہو۔ ہم تمہارے قیدی ہیں۔ ظاہر ہے تمہاری پالیسی ہمارے بارے میں کچھ اور ہوگی۔"

"آہ...... آپ لوگ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ بہت بڑی غلط فہمی کا میں آپ کیلئے وہی ہوں جو تھا۔ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے میرے اندر۔"

"بس یہ تبدیلی کیا کم ہے کہ تم ہمارے لئے جھوٹ بول رہے ہو۔ اچھا بس ایک سوال کا جواب دے دو۔" مہابیر جگت چوہان نے کہا۔

"جی جی! کہئے چاچا جی! کونسے سوال کا جواب؟"

"کیا تم بھی ہماری طرح یہاں قید ہو؟"

"نہیں۔"

"کیا تمہارا تعلق اسی سرزمین سے نہیں ہے؟"

"ہے۔"

"کیا تمہیں علم تھا کہ ہم لوگ یہاں قیدی ہیں؟"

"ہاں...... تھا۔"

"تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ ہم قیدیوں کی زندگی گزار رہے ہیں اور تم آزاد پھر رہے ہو اور اس کے بعد تم ہمیں اپنا کہتے ہو۔ ہم کن مصائب کا شکار تھے اور کس طرح یہاں پہنچے۔ تم نے کبھی ہمارے پاس آکر یہ بھی معلوم نہیں کیا جبکہ ہم تمہیں کئی بار آزادی سے گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر دوڑتے بھاگتے ہوئے دیکھ چکے ہیں۔"

"آپ یہ ساری شکایتیں ابھی کرلیں گے مجھے موقع نہیں دیں گے؟"

"نہیں۔" جگت چوہان نے پتھریلے لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ جو کچھ بھی جدوجہد میں اب تک کرتا رہا ہوں وہ آپ ہی کیلئے ہیں۔"

"ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میلینا ہمیں بہت کچھ بتاتی رہی ہے۔ تمہاری آزادی کے بارے میں۔ گونیا تھارم سے تمہاری محبت اور دوستی کے بارے میں۔ سب کچھ بتا چکی ہے وہ۔"

"اور مجھے بھی تم سے یہ شکایت ہے سالار...... تمہیں معلوم ہے وہ میری بیوی تھی۔ اس کا نام شیروک ہے۔ شیروک...... شیروک۔ تم ایک اچھے انسان تھے۔ کیا تمہیں میری بیوی سے اس طرح تعلقات استوار کرنے چاہئے تھے۔" جان کرسٹوفر نے کہا۔

"کیا آپ کو یہ ساری باتیں میلینا نے بتائی ہیں؟"

"ہاں...... وہ ہمارے درمیان رابطہ رہی ہے اور صحیح معنوں میں اس لڑکی نے اس وقت یہ کردار ادا کیا ہے کہ شاید میں نے کبھی اس سے اس کی توقع نہیں کی تھی۔ وہ جان فائلر کی ناک کا بال بنی ہوئی ہے تو دوسری طرف اس نے گونیا تھارم کا اعتماد میں حاصل کرلیا ہے اور شاید یہ اسی وجہ سے کہ ہم لوگ زندہ سلامت ہیں اور کھاپی کر وقت گزار رہے ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہم ان غاروں سے زیادہ دور نہیں جاسکتے ہماری ایک حد مقرر ہے۔"

"مسٹر جان کرسٹوفر! میں میلینا کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ نے اس لڑکی پر بہت زیادہ اعتماد کیا ہے۔ جان کرسٹوفر! وہ آپ کی بیٹی ہے' لیکن اس قدر ذہین نہیں جس قدر آپ نے اس کو سمجھ لیا ہے۔ بے شک اس نے گونیا تھارم اور جان فائلر کی دلچسپیاں حاصل کرلی ہیں' لیکن وہ اس معاملے میں دھوکہ کھا گئی۔ اس نے میرے خلاف آپ کے دل میں جو نفرت بھر دی ہے شاید اس نے اسے اپنے مفاد میں سمجھا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے...... خیر چھوڑیئے ان باتوں کو...... آپ مکمل طور پر اطمینان رکھیئے۔ بہت جلد میرے بارے میں آپ کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔" پھر اس نے بڑی ہمت کر کے سمیتا کی طرف دیکھا اور بولا۔

"سمیتا...... میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری...... مسٹر سالار...... سوری۔" سمیتا نے کہا اور واپس غار کی جانب مڑ گئی۔ پھر سالار نے دیکھا کہ وہ سب برا سا منہ بنا کر ان چھوٹے چھوٹے غاروں کی جانب چل پڑے ہیں۔ جہاں یقیناً ان کی رہائش گاہ تھی۔ سالار نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکنے کی کوشش کی' لیکن اس کے بعد کسی نے پلٹ کر اسے نہ دیکھا۔

سالار چاہتا تو وہاں ان غاروں میں اندر داخل ہوسکتا تھا' لیکن اس نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ وہ خاص طور سے سمیتا کے رویے سے دکھی ہوگیا تھا...... دوسرا دکھ اسے بھگت رائے پر تھا۔ بھگت رائے کے ساتھ تو اس نے پوری زندگی گزاری تھی۔ بھگت رائے بھی اس کی جانب سے غلط فہمی کا شکار ہوگیا۔ سالار کو اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ ان تمام کوششوں میں میلینا اور گونیا تھارم کا دخل ہے۔

بہرطور کم از کم اسے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ ان کا ٹھکانہ اس طرف ہے اور یہ بھی پتہ چل گیا تھا۔ اسے کہ گونیا تھارم نے اپنے قول کو پورا کیا ہے اور ان لوگوں کو اتنی آزادی ملی ہے کہ وہ باہر آجائیں اور اس کی تصدیق گونیا تھارم سے ہوگئی۔ جب وہ وہاں سے واپس پلٹا تو کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے گونیا تھارم کو دیکھا جو مسکراتی ہوئی اسی کی جانب آرہی تھی۔ سالار اس کے قریب پہنچ گیا تو گونیا نے کہا۔

"ہاں ...... تو تمہاری ملاقات اپنوں سے ہوگئی۔ تم نے دیکھا کہ انہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔"

"ہاں میڈم! لیکن وہ مجھ سے بہت بددل ہو چکے ہیں۔"

"مجھے بھی اس بات کے بارے میں علم ہے یہ ان کی اپنی سوچ ہے۔ اسے کوئی کیسے بدل سکتا ہے ان کا خیال ہے کہ تم یہاں عیش و عشرت سے وقت گزار رہے ہو اور وہ قیدیوں کی طرح قید خانے میں پڑے ہوئے ہیں احمقانہ خیال ہے تمہارا اور ان کا کیا مقابلہ بہرطور یہ تمہاری سرزمین ہے تم یہاں کے ہونے والے بادشاہ ہو اور وہ پھر بھی تمہارے شناسا' لیکن خیر ...... تمہاری وجہ سے انہیں مزید آسائشیں ملیں گی۔ اس سے پہلے وہ غاروں سے باہر نہیں آسکتے تھے۔ میں نے اپنا قول نبھاتے ہوئے یہاں سے وہ پہرہ ہٹا لیا ہے اور اب وہ آزادی سے ہر جگہ گھوم پھر سکتے ہیں۔ شاید تمہاری اور ان کی ملاقات تسلی بخش نہیں رہی۔"

"ہاں ...... میں نے کہا ناں ...... کہ وہ میری طرف سے بددل ہیں۔" سالار نے پھیکے سے لہجے میں کہا اور گونیا پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

ادھر ڈلوس بھی سالار سے بہت زیادہ محبت کرنے لگا تھا۔ سالار اس کے قریب ہی رہ رہا تھا اور اس نے اس کا گہرا تجزیہ کیا تھا۔ ڈلوس بلاشک ایک ذہین نوجوان تھا۔ اسے ہارلیزا کی سربراہی بے مقصد نہیں دی گئی تھی۔

ویسے اس قدر اچھی طبیعت کا مالک تھا کہ ہارلیزا کے سارے بڑے اس کی رہنمائی بہت محبت سے کرتے تھے۔ وہ ہر اس جگہ جہاں ڈلوس کو کوئی پریشانی پیش آتی اور پھر فیصلے کرتے اسے مشورہ دیتے ان سب کے درمیان بڑی ہم آہنگی تھی اور یوں ان کا کاروبار زندگی چل رہا تھا' لیکن نہایت سست روی سے۔ اس حسین ماحول میں جو فرحت چھپی ہوئی تھی اس سے سالار کو کوئی انکار نہیں ہوسکا تھا' لیکن زندگی میں اور بھی ضرورتیں ہوتی ہیں اور سست روی اعضاء کی تھکن بن جاتی ہے۔ سالار مختلف موضوعات پر اس سے باتیں بھی کرتا تھا اس وقت بھی وہ اس کے ساتھ ایک الگ تھلگ گوشے میں بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔

"میرے ذہن میں بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ جن کا حل تلاش کرنے میں مجھے مشکلات پیش آرہی ہیں۔" ڈلوس نے اس سے کہا۔

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ وہ تمام لوگ جو مہذب دنیا کا جادو لے کر آئے ہیں اپنے جادو کو آزمانے کیلئے پر تول رہے ہیں' لیکن مجھے اس بات کا پوری طرح اندازہ ہوگیا ہے کہ اگر میں انہیں اس کی اجازت

دے دوں تو ہماری اس سرزمین میں ہولناک جنگ کا آغاز ہو جائے گا اور ہمارے لئے سب سے بدترین مسئلہ یہ ہے سالار! کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں۔ چند لوگوں کی رائے یہ ہے کہ شوپن والوں کو ہلاک کر دیا جائے اور اس جادو کو ہمیشہ کیلئے فنا کر دیا جائے جو وہ وہاں سے لے کر آئے ہیں اور اگر وہ جادو ان تک پہنچے تو ہمیں ان پر نئی دنیا کے جادو کی برتری حاصل ہو' وہ جو بارود بنانے کی بات کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آتشی ہتھیاروں سے انسان کو مجموعی تعداد میں باآسانی فنا کیا جاسکتا ہے۔ تم خود ہی سوچو کہ ہم ایک ہی قسم کے گوشت پوست سے بنے ہوئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ایک دوسرے کو فنا کریں گے وہ بھی اپنے ان ہاتھوں سے۔

اگر ہمیں اس میں کامیابی ہوگئی تو کیا ہم پر وہ اپنی سانس کے آخری لمحے تک نہ روتا رہے گا۔ جس نے اپنے جیسے کو درمیان سے ہٹا دیا اور اس طرح کہ وہ کبھی واپس نہ آئے۔ تم خود ہی سوچو ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔" سالار کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔

وہ عقیدت بھری نگاہوں سے ڈلوس کو دیکھتا رہا کافی دیر تک خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔

"آہ ...... یہ بہت بڑا جذبہ ہے ڈلوس! اور حقیقت یہ ہے کہ اس نئی دنیا میں جو طوفانی نفرتیں پھیل گئی ہیں وہ موت کو جنم دیتی ہیں وہ وہاں ایسے ایسے المناک حادثے جنم لیتے ہیں جنہیں دیکھ کر وہاں کے رہنے والے بھی درد اور کرب میں ڈوب جاتے ہیں سو ہم اپنی سرزمین پر یہ کیسے کرسکیں۔ حالات چاہے کچھ بھی ہو جائیں یہ عمل نہیں ہونا چاہئے۔ تم نہیں جانتے ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں لوگ' مذہبی جذبوں کے تحت یکجا ہوتے ہیں اور ان کے درمیان بارود کے دھماکے ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے خلاف نفرت کا محرک نہیں ہوتا' لیکن نفرت پھیلانے والے انہیں فنا کر دیتے ہیں۔ ان کے بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ ماں باپ دور ہو جاتے ہیں۔ بیویاں شوہروں سے محروم ہو جاتی ہیں۔ بہنیں بھائیوں سے اور یہ سب بے مقصد ہوتا ہے۔ بس اپنی انا کی تسکین کے لئے وہاں حکمرانی کرنے والے یہ سب کچھ کراتے ہیں۔"

"نہیں ڈلوس! چاہے کچھ بھی ہو جائے یہ سب نہیں ہونا چاہئے۔ اس دنیا اور اس دنیا میں کم از کم اتنا فرق تو ہونا ہی چاہئے۔ وہاں حیوانی جذبے انسانوں پر مسلط ہیں۔ وہاں ہر شخص اپنی ذات کیلئے سوچتا ہے۔ ہر شخص صرف اپنے اہل خاندان کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہے۔ اسے بالکل اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ دوسرے کیا کر رہے ہیں اور کس طرح اس دنیا سے وہ رخصت ہو جائیں گے۔

غربت کے ہاتھوں' بھوک و افلاس کے ہاتھوں' بے روزگاری کے ہاتھوں وہاں یہ سب کچھ ہے۔ یہاں یہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں اگر ایک پھل ملتا ہے تو ہم اس کے چار ٹکڑے کر کے چار آدمیوں

کا پیٹ بھر سکتے ہیں۔ ہم چاروں کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک اکیلے اگر ہم زندہ رہیں گے تو ہمیں کیا ملے گا اس زندگی سے۔" ڈلوس سالار کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو نے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا ہے۔ سالار میرے بھائی میں تجھے بتا نہیں سکتا کہ تو نے مجھے کتنا ہلکا کر دیا ہے۔ بزرگوں نے خود بھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ اس سلسلے میں سالار سے بات کرو...... اس کے پاس عقل کا جادو ہے۔ وہ بہت بڑے آدمی کا بیٹا ہے ہاں...... وہ بہت بڑے آدمی کا بیٹا ہے۔ بے شک اس کا باپ اس کے پاس نہیں ہے' لیکن اس کے باپ کی ذہانت کی کہانیاں' پوری سرزمین پر مشہور ہیں۔ شائیلاس اور ہیلمس بہت ذہین تھے۔ بہت ذہین' تجھے نہیں معلوم کہ تیرے باپ کے پاس کون سا جادو تھا اگر تجھے بتاؤں تو کیا تو یقین کرے گا۔"

"آہ...... کتنا اچھا لگتا ہے جب کوئی مجھ سے میرے ماں باپ کے بارے میں باتیں کرتا ہے۔" سالار نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

اور ڈلوس پرخلوص لہجے میں بولا۔

"ہاں...... میرا تایا...... میرا تایا شائیلاس اور میری تائی ہواؤں کی جادوگر تھیں۔ وہ ہوا پر قابو پا چکے تھے اور ہوا کے دوش پر چلنا سیکھ لیا تھا انہوں نے سمجھے؟ لیکن ان کا بیٹا...... ان کا بیٹا سالار ان سے کہیں آگے ہے کیونکہ اس کے پاس عقل کا جادو ہے اور عقل کا جادو سب سے اہم ہے۔ کیونکہ اس سے ہر طرح کا جادو جنم لیتا ہے۔ خیر...... وہ الگ بات رہی۔ ان لوگوں کے بارے میں تمہارا مشورہ آخری مشورہ تسلیم کیا جائے گا۔ سالار...... اور تم نے یہ ہی تو کہا ہے کہ ہم موت کے سوداگر نہیں بنیں گے اور ایسا ہی شوپن والے بھی سوچتے ہوں گے۔ کیونکہ وہ ہم میں ہی سے ہیں۔ یہ بنیادی اختلاف جادوگروں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ آہ...... یہ جادوگروں کا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔"

"بالکل...... بالکل...... نئی دنیا میں یہ جادوگر سیاستدان کہلاتے ہیں یہ اپنی سیاست چمکانے کیلئے ہر طرح کے خوفناک کام کیا کرتے ہیں۔ وہی ان دھماکوں کے موجد ہیں۔ جو بے گناہ انسانوں سے ان کی زندگیاں چھین لیتے ہیں۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"صرف یہ کہ جادوگروں کو ان کے جادو میں محکوم کر دیا جائے اور انہیں مجبور کر دیا جائے کہ وہ اپنے جادو صرف ہماری سرزمین کی بھلائی کے لئے استعمال کریں اگر کسی نے اپنے جادو کو نقصان پہنچانے کیلئے خرچ کیا تو اسے بدترین سزا دی جائے۔"

"اب میں تجھ سے کچھ اور باتیں کرنا چاہتا ہوں سالار۔ میری رہنمائی کر......"

"کاش میری رہنمائی تیرے لئے کارآمد ہو۔ میرے بھائی میں تیار ہوں۔" سالار نے کہا

"بنیادی طور پر سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو لوگ جو ہمارے قبضے میں ہیں اگر ہم یہ نہ کر پائے تو آج ہارلیزا والے شوپن والوں کے قیدی ہوتے۔ وہ کیا کرتے یہ ہم نہیں جانتے ہمیں ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ کیا ہم انہیں دوسروں کی خواہش کے مطابق قتل کر دیں؟"

"کیا اب اس بات کا کوئی امکان رہ گیا ہے ڈلوس!"

"نہیں بالکل نہیں رہا۔ اب ہم انہیں قتل کرنے کی بات نہیں کریں گے۔"

"تو اب یہ بتاؤ کہ اس کے بعد تم کیا سلوک کرنا چاہتے ہو ان کے ساتھ۔"

"میں تجھ سے ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں۔ ڈلوس! تو مجھے یہ بتا کہ کیا ہارلیزا اور شوپن کے درمیانی راستے کھلے ہوئے ہیں۔ شوپن کی سرحد کہاں سے شروع ہوتی ہے میں نے تو وہ مختصر علاقہ دیکھا ہے' لیکن میں نے جہاں بھی دیکھا وہاں ہارلیزا والوں کو ہی پایا۔ شوپن والے تو نظر نہیں آئے۔"

"کافی فاصلے پر ایک بھورے رنگ کا پہاڑ نظر آ رہا ہے۔ یہ ہمارے درمیان حد فاصل ہے اور اس کے دوسری جانب شوپن آباد ہے اور یوں تھا کہ پہلے اس پہاڑ کے درے ادھر سے ادھر جانے کا راستہ تھے' لیکن اب ان دروں کو وسیع و عریض چٹانی دروازے بنا کر بند کر دیا گیا ہے اور اس طرح ہارلیزا اور شوپن تقسیم ہو گئے ہیں۔ جب کبھی ہمیں کوئی پیغام ان تک پہنچانا ہوتا ہے تو ہم روشنی کا جادو استعمال کرتے ہیں۔ رات کو جب سبز چاند نکلتا ہے تو ہم سرخ روشنی فضاء میں منتشر کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم شوپن والوں کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں۔ تب ہم اپنی جانب کا سنگی دروازہ کھولتے ہیں اور وہ اپنی جانب کا سنگی دروازہ' پھر وہاں سے تین افراد جو مدبر ہوتے ہیں گزر کر ہمارے علاقے میں آتے ہیں یا ہم میں سے کچھ گزر کر ان کے علاقے میں جاتے ہیں اور یہ ہمارے درمیان پیغام کے تبادلے کا ذریعہ ہوتا ہے۔"

"دوسرا سوال اور ہے میرا۔ بتا کیا شوپن والوں کے پاس ہارلیزا کے کچھ افراد قیدی ہیں؟"

ڈلوس نے چونک کر سالار کی طرف دیکھا اور بولا۔

"ہاں...... بہت سے ایسے لوگوں کو انہوں نے قید کر لیا ہے جو غلطی سے یا کسی نہ کسی طرح وہاں تک جا پہنچے ہیں۔ یا کچھ ایسے خاندان جو ذہنی طور پر ہارلیزا کے حامی ہیں' لیکن وہاں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ اور اب وہاں قیدیوں کی زندگی گزار رہے ہیں ہم نے ان سے کہا ہے کہ ہمارے لوگ ہمیں

واپس دے دیئے جائیں‘ لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں مانی۔“

”تو پھر ڈلوس! میری بات توجہ اور غور سے سن ہمارے قبضے میں جو لوگ ہیں اور ان کا تعلق شوپن سے ہے یہ فیصلہ تو ہم نے کرلیا ہے کہ کسی بھی طرح انہیں ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ میری خواہش ہے کہ ان لوگوں کو میرا مطلب ہے شوپن والوں کو پیغام دے کہ وہ ہم سے ملاقات کریں اور جب وہ قاصد کی حیثیت سے آئیں تو دوسرا پیغام انہیں یہ دے کہ شوپن والوں کے جو ساتھی یہاں آئے ہیں اگر ان کی زندگی شوپن والوں کو درکار ہے تو وہ ہمارے ان تمام قیدیوں کو رہا کردے اور ہم ان لوگوں کو ان کے بدلے میں ان کے حوالے کردیں۔“ سالار خاموش ہوا۔

ڈلوس کی پھٹی پھٹی آنکھیں۔ سالار کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر مسرت پھوٹنے لگی۔ اس نے کہا۔

”گویا قیدیوں کا تبادلہ؟“

”ہاں۔“

”لیکن اس سے خطرہ تو باقی رہے گا سالار۔“

”کیا؟“

”کیا یہ لوگ مہذب دنیا کے جادو وہاں تک نہیں پہنچا دیں گے۔؟“

”مہذب دنیا کا جادو اگر وہاں تک پہنچ بھی گیا تو ہمارے پاس اس کا توڑ موجود ہے۔ ہم ان لوگوں کو سمجھائیں گے‘ گفتگو کریں گے اور اپنے نظریات ان تک پہنچائیں گے اگر وہ اتنے برے انسان ہوگئے ہیں کہ صحیح انداز میں نہ سوچیں تو پھر اور کچھ سوچا جائے گا۔“

”آہ...... اس بات کا امکان تو نہیں ہے۔ وہ ہم میں سے ہیں‘ لیکن یہ نئے آنے والے ہم میں سے نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہارلیزا کے لوگ اپنا جادو آزمانے کیلئے دیوانے ہورہے ہیں اور اپنی اپنی تلاش میں مصروف ہوگئے ہیں۔“

”لیکن ہمیں یہ خطرہ تو مول لینا ہوگا ڈلوس! اگر ہم پہلا قدم نہیں اٹھائیں تو دوسرے قدم کی بات کیسے کرسکتے ہیں۔ ان کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا مقابلہ بھی ہم کریں گے‘ لیکن ہمارے بچھڑے ہوئے واپس آجائیں گے اور یہ ہمارے لئے ایک بہت بڑی بات ہوگی۔“

”میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ کیا کہتا ہے تو؟“

”ہاں...... ہم آغاز جہاں سے کریں گے ہمیں اس کا بھرپور اندازہ ہے اور ہمارے پاس کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جن سے ہم اپنے اس اچھے عمل کا آغاز کریں گے۔“

”کون؟“

”اس دنیا کے لوگ جو ہمارے قیدی بن کر یہاں تک آئے ہیں اور جہاز چلا کر لائے ہیں۔“

”ہاں...... ہاں وہ لوگ بھی ہماری توجہ کا مرکز ہیں۔ مگر تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ان کیلئے ہم کیا کریں گے۔“

”ایک مخصوص وقت پر انہیں اجازت دے دی جائے گی کہ وہ اس جہاز جس کا نام انجیل ہے کو لے کر اپنی دنیا میں واپس چلے جائیں ان کی رہنمائی کردی جائے گی۔ ان کی ضروریات پوری کردی جائیں گی اور اس کے بعد انہیں ان کی تقدیر پر چھوڑ دیا جائے گا۔“

”آہ...... میں نے وہ خوبصورت جہاز دیکھا ہے اس میں کیا کیا نہیں ہے میں تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا ہم میں سے بہت سے اس کا جائزہ لے چکے ہیں۔“

”اور میں تجھے یہ بتاؤں کہ اس سے میری جذباتی زندگی بھی وابستہ ہے۔“ سالار نے کہا۔

”اس کے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات آرہے تھے۔ شاید اس وقت وہ مہابیر‘ جگت رائے اور اپنے محسن بھگت رائے کے بارے میں سوچ رہا تھا؟“

”خیر اب یہ بتاؤ۔ سالار کہ اس کے بعد ہمیں اور کیا کرنا چاہئے۔“

”جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ ہمیں شوپن والوں کو امن و امان کا پیغام بھیجنا چاہئے ہم ان سے کہیں گے کہ جنگ و جدل سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا وہ ہمارے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھیں اور یہ کہ مہذب دنیا سے موت کا جادو حاصل کرنے کیلئے گئے تھے ان سے پوچھا جائے کہ وہاں کی زندگی کیسی ہے اور اگر یہ برائیاں ہماری سرزمین تک نہ پہنچیں تو ہم اس کی بقاء کے لئے کام کرسکتے ہیں۔ سمجھے؟“

”اور وہ جو صرف اپنے ذہنوں میں جنگ و جدل کا جذبہ رکھتے ہیں چاہے ان کا تعلق شوپن سے ہو یا ہارلیزا سے۔ ہمارے مشترکہ دشمن قرار پائیں۔“ ڈلوس کے چہرے پر خوشی کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

”اور اب تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ بوڑھے بزرگ جنہوں نے صدیاں گزاری ہیں تیرے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں تو نے ایک ایسا حل پیش کردیا ہے جسے صدیوں میں نہ سوچا جاسکا ہو اور فکر مت کر میں اس کا آغاز تیری ہدایت کے مطابق ہی کروں گا۔ سب سے پہلے قیدیوں کا تبادلہ اور اس سے پہلے قیدیوں کے درمیان پہنچ کر ہم کیوں نہ انہیں بتائیں کہ برائی ہر حال میں برائی ہی ہوتی ہے اور اس کے نتائج سنگین ہوتے ہیں۔ کیا کہتے ہو؟۔“

”آہ...... سب کچھ اس طرح ہوگیا تو میرے دوست میرے بھائی ہماری دنیا روشن ہوجائے گی۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا کوئی حل بھی نکل سکتا ہے چل ٹھیک ہے ہم قیدیوں کے احاطے میں چلتے ہیں تاکہ ہم انہیں اپنے موقف سے آگاہ کرسکیں۔“

"ٹھیک ہے اس سلسلے میں میری تو خواہش ہے کہ ہم سب سے پہلے ایلاس اور سوما کو بھی اپنے ساتھ لے لیں تاکہ ہماری کارروائی اور موثر ہو جائے۔ غرض یہ کہ جو یہ لوگ چمک کے احاطے میں داخل ہوئے تو سب گردنیں اٹھا کر انہیں دیکھنے لگے۔" اور ڈلوس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"شوپن والو! اور وہ جو نئی دنیا کے معزز لوگ ہیں۔ سب میرے سامنے آجاؤ۔ میں تمہیں ہارلیزا کی طرف سے پہلا پیغام دینا چاہتا ہوں اور اس پیغام میں ہماری اس حسین سرزمین کے لئے ایک اچھا پیغام ہے آؤ۔ سب لوگ آجاؤ۔" سب نے ڈلوس کی بات سے اتفاق کیا۔

گونیا تھارم بھی مسکراتی ہوئی سب کے درمیان موجود تھی۔

"اور میں نے تم سے کہا تھا ناں جان فائلر کہ ہارلیزا والے کچھ بھی کریں میں نے سالار کو ان کے درمیان بھیج کر ایک ایسا عمل کیا ہے جس کی مثال اس سرزمین کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔ ذرا سنو! یہ خوبصورت آدمی کیا کہتا ہے جس کا نام ڈلوس ہے۔" گونیا تھارم کی پرہوس نگاہیں ڈلوس پر جمی ہوئی تھیں اور اس کی آنکھوں میں ایک نشہ آلود کیفیت اترتی آ رہی تھی۔ بہت ہی بدفطرت عورت تھی وہ۔ ڈلوس نے اس سب کو دیکھا جو اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر اس نے کہا۔

"بات کسی ایک سے کہنے کی نہیں ہے بلکہ میں سب سے کہہ رہا ہوں۔ میں ان سب سے بات کر رہا ہوں جنہیں اپنی سرزمین سے پیار ہے۔ چاہے ان کا تعلق کسی بھی قبیلے سے ہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ عام لوگ۔ اس سرزمین کے دشمن نہیں ہیں۔ ہمارے درمیان جادوگروں کی وجہ سے ایک چپقلش چل رہی ہے اور ہم دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ سب کا یہ خیال ہے بلکہ جادوگروں کا کہ اب شوپن اور ہارلیزا والے کبھی ایک نہیں ہو سکتے' لیکن ایسا نہیں ہے اگر شوپن والے ہارلیزا والوں پر برتری حاصل کر لیں تو زیادہ سے زیادہ کیا کریں گے یہی ناں کہ ہارلیزا کا نام ختم کر کے اس سرزمین پر بسنے والے ہر شخص کو شوپن کا باشندہ کہا جائے گا۔ ہوگا کیا وہی ایک بات ناں کہ یہ سب پھر سے ایک ہو جائیں گے اور یہی خیال ہارلیزا والوں کا بھی ہوگا۔ بات صرف ان جادوگروں کی آ جاتی ہے۔ جو ذاتی طور پر صرف اپنی برتری چاہتے ہیں اور اپنے جادو کو افضل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ دوستو! سارا کام اور سارا کھیل یہیں سے شروع ہوا ہے۔

ہم میں سے ہر شخص جادوگر نہیں ہے اور جادوئی قوتوں کو نہیں جانتا' لیکن ہم میں سے ہر شخص اس سرزمین کا باشندہ ہے جو محبت کی سرزمین ہے امن و امان کی سرزمین ہارلیزا والوں نے اپنی قوتوں کو بڑھانے کیلئے کچھ لوگوں کا انتخاب کیا اور انہیں اس دنیا میں بھیجا۔ جہاں کا جادو ایک الگ ہی جادو ہے۔ آگ اور لوہے کا جادو۔ لیکن آنے والوں نے جب اپنے وہاں کے تجربات بیان کئے تو پتہ یہ چلا کہ وہاں کے رہنے والے انسانوں کی طرح زندگی نہیں گزارتے۔ وہ ہر لمحہ موت کے خوف کا شکار ہیں

اور یہ موت انہیں ان کے اپنے لوگوں سے مل رہی ہے۔ سو یہاں جو کچھ سامنے آیا وہ یہی ہے کہ ہم اس دنیا کی تخلیق کر کے اپنے لئے باہر سے موت منگوانا چاہتے ہیں۔ ہماری یہ خوبصورت سرزمین کسی بھی طرح اس دہشت کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

امن کا جھنڈا کوئی بھی بلند کر دے یہ اس کی بڑائی ہے اور یہ ہمارا اپنی زمین سے محبت کا قرض بھی ہے آپ لوگ بھی شوپن کیلئے وہاں سے قوتوں کا خزانہ لے کر آئے ہیں' لیکن آپ یہ سوچئے کہ ہمارے جسموں کے تار ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ہم نے ایک ہی مٹی سے تخلیق پائی ہے ہم ایک دوسرے کو فنا کیسے کریں۔ ہماری زمین کے کسی بھی باشندے کی موت ہم میں سے کس کے لئے خوشی کا باعث ہوگی؟ آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ ہارلیزا والے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ یہی خیال ہے ناں...... آپ کا' لیکن مجھے بتائیے کہ ہم وہ دل کہاں سے لائیں گے جس کے ذریعے ہم اپنے جیسوں کو زندگی سے محروم کریں ہم یہ نہیں کر سکتے اور ہمارا دل یہ کہتا ہے کہ آپ لوگ بھی یہ نہیں کر سکتے۔

آپ نے تو وہ دوسری دنیا دیکھی ہے۔ میں اور زیادہ کچھ نہیں کہوں گا بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کی زندگی محفوظ ہے بالکل محفوظ اور شکر ہے کہ ہمارے اپنے ساتھی بھی ہم تک پہنچ چکے ہیں۔ میں انتظام کر رہا ہوں کہ آپ لوگوں کو آپ کے قبیلے تک پہنچا دوں۔ اور اس کیلئے میں شوپن کے سمجھداروں کو طلب کر رہا ہوں مطمئن رہیں اور بس ایک بات ذہن میں رکھیں ہم اس زمین کو محبت اور امن کی زمین بنانا چاہتے ہیں۔ جو جادو آپ وہاں سے لائے ہیں اسے آپ اپنوں کے خلاف استعمال نہیں کریں گے اور اگر وہ جادو جو ہارلیزا والے وہاں سے لائے ہیں۔ آپ کے خلاف استعمال ہوگا تو آپ خود سمجھدار ہیں کہ نتیجہ موت کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔ آپ جب یہاں سے اپنے قبیلے میں واپس جائیں تو بھرپور کوشش کریں کہ محبت کا جواب محبت سے دیں۔

آپ انہیں بتائیں کہ وہ دنیا کس قدر بے کسی کا شکار ہے۔ اقتدار کی ہوس میں وہ اپنی ہی موت کا باعث بن گئے ہیں۔ میں آپ کو یہ خوشخبری دینا چاہتا تھا کہ اگر آپ کے دل میں یہ خوف ہے کہ ہارلیزا والے آپ کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کریں گے۔ تو وہ خوف دل سے نکال دیں آپ کو معزز مہمانوں کی حیثیت حاصل ہے۔ ہاں...... ہم اتنا ضرور چاہیں گے کہ آپ تھوڑا سا وقت یہاں گزاریں اور اس کے بعد ہم اپنے مسائل حل کر لیں گے اور میں ان معزز مہمانوں کو بھی یہ بات بتانا چاہتا ہوں جو اس جہاز کے مالک ہیں اور اسے لیکر یہاں تک آئے ہیں۔ آپ کا جہاز محفوظ ہے اور وقت آتے ہی آپ کو اجازت دے دی جائے گی کہ آپ خود بھی اس کی حفاظت کریں اور پھر آپ یہاں سے باعزت طریقے سے واپس جا سکیں گے اور میں یہ بات آپ کو بتانا بہت ضروری سمجھتا ہوں

کہ یہ صلاح، مشورہ مجھے سالار نے دیا ہے۔"

ڈلوس کی یہ تمام باتیں ان میں سے ہر شخص کے چہرے پر حیرت کے نقش نمودار کر رہی تھیں اور پھر آہستہ آہستہ ان کے چہرے پر خوشی کے رنگ نظر آنے لگے۔ گونیا تھارم نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"سنا تم نے ...... جان فائٹر تم نے سنا۔ کیا سنا تم نے جو الفاظ ڈلوس کے منہ سے نکلے اس نے خود اس بات کو تسلیم کیا کہ آواز اس کی تھی اور الفاظ سالار کے۔" جان فائٹر الجھی ہوئی نگاہوں سے گونیا تھارم کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ گونیا تھارم!۔" گونیا تھارم نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولی۔

"جو میں کہنا چاہتی ہوں وہ شاید ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔" یہ کہہ کر وہ واپسی کیلئے مڑ گئی۔ ادھر ڈلوس بھی سالار کا بازو پکڑ کر وہاں سے واپس چل پڑا تھا۔

اور گونیا تھارم عجیب سی نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ ہر طرف چہ مگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔ کاف ڈینئل نے جیمس ہائلر سے کہا۔

"اور میں سمجھتا ہوں۔ مسٹر جیمس ہائلر اگر یہ فرشتہ نما نوجوان ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو ہمیں شاید یہاں سے واپسی نصیب نہ ہوتی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا میں ان لوگوں سے ایک اور اجازت لینا چاہتا ہوں، لیکن کہیں یہ غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔"

"کیا؟" جیمس ہائلر نے سوال کیا۔

"اگر یہ لوگ مجھے مستقل طور پر اینجل پر رہنے کی اجازت دے دیں تو میں اینجل کو ایک بار پھر بالکل پہلے جیسا بنا دوں۔"

"تھوڑا توقف کر لو۔ یہاں کوئی فیصلہ ہو جائے اس کے بعد ہم سالار ہی کے ذریعے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کر دیں گے۔"

"اور ...... یقیناً ...... یقیناً جس طرح یہاں کا سربراہ ڈلوس سالار کی عزت کرتا ہے اس سے مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ ہماری یہ خواہش قبول کرے گا۔ ویسے میں آپ سے ایک سوال کروں اگر آپ برا نہ مانیں تو ......؟" کاف ڈینئل نے جیمس ہائلر سے کہا اور جیمس ہائلر کاف ڈینئل کو دیکھنے لگا۔

"ہاں بولو۔"

"کیا آپ اپنی دنیا میں واپسی پسند کریں گے؟" جیمس ہائلر پر خیال نگاہوں سے کاف ڈینئل کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

"اور اگر یہی سوال میں تم سے کروں تو؟"

"سر! میرے لئے اپنی اس دنیا سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہے۔" کاف ڈینئل نے پر اعتراف لہجے میں کہا۔

"ہاں ...... واقعی حالانکہ اس شخص نے جس طرح اس دنیا کے بارے میں تشریح کی ہے اس میں ایک لفظ بھی غلط نہیں ہے۔" جیمس ہائلر نے پر خیال انداز میں کہا۔

❖ ❖ ❖

تمام انتظامات کر لئے گئے تھے۔ بزرگوں سے منظوری حاصل ہو چکی تھی۔ چنانچہ انتظامات کئے گئے پھر روشنی کے جادوگر نے سرحدی پہاڑی کے پاس جا کر پتھروں میں آگ جلانا شروع کر دی۔ اس کے بعد اس نے سرخ نگینے جیسی کوئی شے نکالی اور اسے سلگتے پتھروں میں ڈال دیا۔ روشنی نے اچانک سرخی اختیار کر لی اور اس کے بعد ایک زوردار دھماکہ ہوا اور سرخ روشنی فضاء میں سینکڑوں فٹ بلند ہو گئی۔ اور پہنچ کر سرخ فضاء چھتری کی طرح پھیل گئی تھی اور بہت دیر تک پہاڑوں کو سرخ رنگ میں نہلائے رہی تھی۔ اسے روشنی کا جادو کہا جاتا تھا۔

اور پھر ڈلوس نے پر مسرت لہجے میں سالار کو بتایا۔

"انہیں پیغام مل گیا ہے اور اب سنگی دروازوں پر ان کا انتظار کرنا ہوگا۔ سالار یہ سب بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ جب ڈلوس کسی کام میں مصروف ہوا تو عقب سے سوما کی آواز سنائی دی۔"

"تجھے یہ سب کچھ کیسا لگتا ہے سالار؟"

"بہت اچھا ...... بہت پر اسرار۔"

"اور میں تجھے کیسی لگتی ہوں؟" سوما نے بے اختیار سوال کیا اور سالار اسے چونک کر دیکھنے لگا پھر اس نے گول مول سا جواب دیا۔

"تو بھی سوما اسی دنیا کا ایک حصہ ہے۔"

"گویا میں بھی تجھے اچھی لگتی ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" سالار بولا۔ تو سوما مسکراتی ہوئی کہنے لگی۔

"سمندر کی اس زمین میں تھوڑے فاصلے پر جو یہ پہاڑیاں ابھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ وہاں میں نے ایک اپنا گھر بنا رکھا ہے وہی سکون گاہ ہے۔ جہاں میں اپنی دوست مچھلیوں کے ساتھ ہوتی ہوں کل میں تجھے وہاں اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

"ضرور۔" سالار بولا۔

"میری وہ دنیا ایک انوکھی دنیا ہے۔ وہاں میں نے ایک عجیب و غریب چیز رکھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

”وہاں پہنچو گے تو دکھاؤں گی تم اسے دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے۔ شاید تم اس بات کو نہیں جانتے
کہ صدیوں میں سورج کی کوئی کرن سمندر کی گہرائیوں میں جھانکتی ہے تو وہ تہہ کے جس ٹکڑے کو چومتی
ہے۔ وہاں ایک موتی پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہوتا ہے سچ کا جادو...... اس موتی کو چھو کر جو کہا جاتا ہے
سچ کہا جاتا ہے۔ چاہے کوئی انسان کتنا ہی جھوٹ بولنا چاہے اور وہاں تجھے ایک سچ بولنا ہوگا۔“
”مجھے؟“

”ہاں...... ایک ایسا سچ جس پر میری آئندہ کی زندگی کا انحصار ہے۔“ سوما عجیب سے لہجے میں
بولی اور سالار چونک کر اسے دیکھنے لگا۔
نجانے کیوں اسے ایک عجیب سی الجھن کا احساس ہو رہا تھا۔ سوما جو کچھ کہہ رہی تھی۔ اس کا
مطلب آہستہ آہستہ اس کی سمجھ میں آ رہا تھا' لیکن جو کچھ سوما کہہ رہی تھی وہ اس کے لئے پریشان کن
بھی تھا۔

اس کے دل و دماغ میں تو بس ایک ہی نام تھا سمیتا...... حالانکہ سمیتا نے بھی اس سے بیزاری کا
اظہار کیا تھا' لیکن سالار جانتا تھا کہ وہ صرف حالات کی بنا پر ہے۔ ورنہ حقیقت میں سمیتا کے دل میں
بھی اس کیلئے بہت گہری جگہ موجود ہے۔ اس نے سوچا کہ ایک بار پھر ان پہاڑوں کی طرف جا کر ان
لوگوں کو آواز دے گا اور ان سے کہے گا کہ وہ اپنے دل سے غلط فہمیاں نکال دیں' لیکن کیا یہ ان
حالات میں اور اس وقت مناسب ہوگا۔ ڈلوس جو بھی کہہ رہا تھا۔ جان فائلر اور باقی افراد جو کچھ بھی
کہہ رہے تھے۔ سالار نے انہیں سنا تو تھا' لیکن نجانے کیوں اس کے دل میں ایک چور موجود تھا اور وہ
چور تھا اس خطرناک عورت کی طرف سے جس کا نام گونیا تھا اور گونیا تھارم ان لوگوں میں سب سے
زیادہ پراسرار اور طاقتور جادو کی مالک تھی۔ جس کی تفصیل ابھی تک کسی کو نہیں معلوم تھیں۔ یہ بھی ایک
کمال کی بات تھی کہ اتنے عرصے سے وہ ان لوگوں کے ساتھ تھی۔ اس کے بہت سے روپ سامنے
آئے تھے' لیکن آج تک یہ حقیقت نہیں پتہ چل سکی تھی کہ آخر گونیا تھارم ہے کون۔ کہیں وہ شیرو ک تھی
...... کہیں کچھ...... کہیں کچھ......' لیکن بہر حال جو کچھ بھی تھا آخر کار اسے سامنے تو آنا تھا ہی...... ہاں
...... کچھ وقت کے لئے سالار نے اپنا یہ منصوبہ ملتوی کر دیا تھا۔
گونیا تھارم سے کوئی بات بعید نہیں تھی کسی بات پر بگڑ کر وہ حالات کی شکل ہی بدل دے۔ ادھر
ہارلیزا کے داخلی سنگی دروازے پر شوہن والوں کی طرف سے جواب کا انتظار کیا جا رہا تھا اور سرخ رنگ
کی روشنی کا پیغام فضاء میں منتشر ہونے کے بعد سے اب تک ہر شخص بے چینی سے منتظر تھا کہ شوہن
والے کیا جواب دیتے ہیں۔
پھر شوہن والے جو صورت و شکل اور لباس میں بالکل ہارلیزا والوں جیسے تھے اور یہ اندازہ ہی

نہیں ہوتا تھا کہ ان کے درمیان کوئی اختلاف ہے اس طرف آتے ہوئے نظر آئے۔ ڈلوس نے محبت
سے ان کا استقبال کیا اور انہیں تعظیم دی۔ ان کے استقبال کے لئے ان کی نشست گاہ کیلئے بہت ہی
معقول بندوبست کیا گیا تھا پھر ان میں سے ایک شخص جو عمر رسیدہ تھا اور چہرے سے تجربے کار معلوم
ہوتا تھا۔ آگے بڑھا اور بولا۔
”میں سرخ روشنی کے جواب میں آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ مجھے ایک مہمان ہی کا درجہ دیا
جائے اور کسی دشمنی کا آغاز نہ کیا جائے میں شوہن کا نمائندہ ہوں اور معزز ڈلوس سے بات کرنا چاہتا
ہوں۔“
”ہم جانتے ہیں میرے بزرگ! کہ صدیوں پہلے کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل میں تم سے ہمارا
کوئی رشتہ ضرور ہوگا اور وہ رشتہ تو اب بھی نہیں ٹوٹنا چاہئے۔ چاہے اس کا کوئی نام ہو یا نہ ہو...... ہم
فاصلوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں جو ہوا سو ہوا۔ آپ کی آمد پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں
اور ہمارے درمیان جو زمین کا رشتہ ہے اسے کبھی بھی نہیں توڑا جا سکتا۔ سارے رستے ایک سمت ہو
جاتے ہیں۔ محبت اور امن سے زندگی گزارنے کیلئے زمین کا رشتہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہم
چاہتے ہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے ایک دوسرے کو نقصان پہنچے' لیکن آہ...... بدقسمتی نے ہمارے
درمیان پہاڑی دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔ اور ایک نہ ایک دن یہ دیواریں ختم ہو جائیں گی۔ میں اس
بات کا پورا یقین رکھتا ہوں۔ جس طرح اپنی آپ کے سامنے موجودگی۔“
”کیوں نہیں...... کیوں نہیں...... کیوں نہیں اور وہ جو نوجوان ہیں اور اپنے جسموں میں آتش
دوڑتی ہوئی محسوس کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی معمولی چیز ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ وہ آنے والی
کوئی شے دوبارہ نہیں آتی چلے جانے کے بعد۔“ پھر دوسرے شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔
”ہمیں بتاؤ وہ پیغام ہمیں کس لئے دیا گیا تھا۔“
”میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے مکمل گفتگو کے اختیارات کس کے پاس ہیں۔“
”ہاں...... ہمیں یہ پیغام سننے کے اور اگر کوئی ہلکی پھلکی بات ہوئی تو فیصلہ یہیں کیا جا سکتا
ہے۔“
”تو پھر جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔“ ڈلوس نے کہا اور دل کی ساری بات
ان لوگوں سے کہہ دی۔ تب اسی بزرگ شخص نے کہا ”وہ کون لوگ ہیں جن کا تم ان قیمتی لوگوں سے
تبادلہ کرنا چاہتے ہیں۔“
”بالکل بے حقیقت لوگ ہیں وہ ان کے مقابلے میں اور تم یہ سوچ لو بزرگ کہ ہم کتنا بڑا خطرہ
مول لے رہے ہیں یعنی ایسے لوگوں کو تمہیں دے رہے ہیں جو مستقبل میں ہمارے لئے ہی خطرناک

ثابت ہو سکتے ہیں' لیکن ایک اچھے اور نیک پیغام کے ساتھ کہ جنگ اچھی چیز نہیں ہے اور وہ جادو جو یہ لوگ اس بے سکون دنیا سے لائے ہیں۔ سب اپنے اپنے ذہنوں میں تحلیل کردیں گے اور نہ ہی یہ ہوگا کہ ہم لوگ یعنی ہارلیزا والے جو جادو وہاں سے لائے ہیں اسے زیر عمل لائیں۔ ایک وعدہ ہے جو کیا جاسکتا ہے اور بہتر ہوگا کہ اسی کی پابندی ہو۔ اگر عقل و ہوش سے سوچا جائے تو جوابی طور پر...... ہارلیزا پہلے بھی شوپن سے جنگ کیلئے تیار تھا اور اب بھی تیار رہے گا' لیکن یہ اچھا ہو کہ یہ خیال ترک کر کے بہتری کے راستے اختیار کئے جائیں۔" عمر رسیدہ آدمی گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"آہ...... اس سے اچھی تو کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ بعض ذہنوں میں فتور ہے اور یہ سوچا جاتا ہے کہ قوت حاصل کرنا بہت اچھی بات ہے' لیکن ہم بھی سمجھتے ہیں کہ اس سے ہماری یہ سرزمین لہوزار ہو جائے گی اور حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ میں تمہارا یہ پیغام اپنے سربراہ کو پہنچا دیتا ہوں۔ اور اس سے یہ درخواست کرونگا کہ تمہاری یہ بات تسلیم کرلی جائے۔ یہ ایک نیک خیال ہے جسے خلوص سے مان لے گا۔"

"میں بھی یہ چاہتا ہوں۔ معزز بزرگ اور میری یہ خواہش ہے کہ کچھ سمجھدار لوگ راہبان کو سمجھائیں کہ راہبان وہی کرے جیسا ہم چاہتے ہیں۔"

"تم مجھے ان لوگوں کے نام بتادو جن کی آزادی چاہتے ہو۔"

"چونکہ یہ لوگ نہایت قیمتی ہیں۔ جو شوپن کے قیدی ہیں اس لئے ہم یہ چاہیں گے کہ اب تک ہمارے جتنے افراد کو قید کیا گیا ہے سب کی رہائی عمل میں آئے اور اس کیلئے میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔" ڈلوس نے کہا۔

"وہ کیا؟" بزرگ نے پوچھا۔

"تجویز یہ ہے کہ دو سورج اور دو چاند گزر جائیں تو ہمیں سرخ روشنی سے جواب دے دیا جائے اور یہ روشنی اس بات کا اعلان ہوگی کہ ہمارا مطالبہ منظور کرلیا گیا ہے اور جب یہ دو سورج اور دو چاند گزر جائیں گے تو ہم ایک سورج کا اور انتظار کریں گے اور جب چاند آسمان پر نمودار ہوگا تو شوپن کے ان تمام قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور ان کی لاشیں پہاڑی چٹانوں کے دوسری جانب پھینک دی جائیں گی۔ تاکہ شوپن والے انہیں اٹھا کر لے جائیں اور اس طرح یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارے درمیان جنگ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ پھر یہ تمہارا کام ہوگا کہ تم اپنے جادو کو کس طرح استعمال کرو' لیکن ہم آنے والوں سے کہیں گے کہ وہ جو کچھ اپنے ساتھ لائے ہیں اس کی تیاری کرلیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے بعد میرے لئے ضروری ہے کہ میں فوراً ہی واپسی کا سفر اختیار کروں اور تفصیل سے سردار راہبان کو بتا دوں۔ مجھے وہ نام بتادو جن کی رہائی چاہتے ہو۔" ڈلوس نے یہ کام پہلے سے کر رکھا تھا۔ اس نے یہ نام بتائے اور اس کے بعد کہا۔

"لیکن بہت سے لوگ نشاندہی کریں گے ان قیدیوں کی جو شوپن والوں کے پاس ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں۔ راہبان اچھائی چاہتا ہے تو ان سب کو ہمارے حوالے کردے اور یہ ہی اس کے حق میں بہتر ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب مجھے اجازت دو۔" بوڑھے شخص نے کہا اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ شوپن کی طرف سے آنے والوں کو رخصت کیا گیا۔

اس طرح سالار نے یہاں اس انوکھی سرزمین پر اپنی شخصیت کا ایک انوکھا تصور پیش کیا اور کم از کم ان لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا۔ جنہیں یہ بات معلوم تھی کہ یہاں اس سر زمین پر برسوں کی دشمنی اور کشاکش کے بعد ایک ایسے عمل کا آغاز ہوا ہے جو سب کے لئے ایک خوشگوار عمل ہوسکتا ہے۔

ادھر گونیا تھارم! نجانے کن سوچوں میں گم تھی۔ وہ سالار کو تلاش کرتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ سالار نے فوراً ہی اسے دیکھ کر کہا۔

"آپ خیریت سے تو ہیں۔ گونیا تھارم!۔"

"میں جہاں بھی ہوتی ہوں خیریت سے ہی ہوتی ہوں تمہاری مصروفیات کیا ہیں...... آہ...... کیا تم مجھے کچھ وقت دینا پسند کرو گے؟"

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں۔ کیوں نہیں...... میں حاضر ہوں۔" سالار بولا۔

"آؤ پھر...... ادھر بیٹھتے ہیں۔" گونیا تھارم نے کہا اور ایک گوشے کی جانب بڑھ گئی پھر اس نے کہا۔

"ہاں سالار کیسی گزر رہی ہے۔؟"

"میڈم شیروک! آپ کے سامنے ہوں۔" سالار نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ایک بات بتاؤ؟ اگر تم شوپن پہنچ جاتے تو وہاں ان لوگوں کے قیدی ہوتے اور وہ جگہ تمہیں حاصل نہ ہوتی جو ہے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ تم ڈلوس سے زیادہ سے زیادہ قریب ہوتے جارہے ہو۔"

"یہ تو ڈلوس کی بڑائی ہے میڈم کہ اس نے مجھے اتنی اہمیت دے دی۔"

"ایک بات بتاؤ۔ کیا تم نے کاف ڈینئیل اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خصوصی

خواہش ظاہر کی ہے۔"

"ہاں...... میں نے ان کیلئے ڈلوس سے بہتری کی بات کی تھی۔"

"کیوں؟"

"میڈم اس لئے کہ وہ ایک مظلوم انسان ہے اور صرف ایک جہازی کپتان نہ وہ ہارلیزا کا دشمن ہے اور نہ شوپن کا' بلکہ وہ تو یہاں آ کر پھنس گیا ہے اور میرے بارے میں آپ جانتی ہیں کہ میں کسی بے گناہ انسان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"تم...... تم نے اپنے آپ کو اس قدر بلند طاقتوں کا مالک کیوں سمجھ لیا ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"دیکھو! میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ جتنے کردار تمہاری نگاہوں کے سامنے آ رہے ہیں وہ میرے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ یہاں تم اپنی کسی کہانی کا آغاز نہ کرنا۔ میں روز اول ہی سے اپنے آپ کو اول سمجھتی ہوں۔ جہاں میرا نمبر دو ہو جاتا ہے وہاں میں بالکل نہیں رہ سکتی۔ ہاں مصلحتاً کچھ وقت گزار لیتی ہوں' لیکن مجھے اپنا مقام حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ جان فائلر اگر شوپن پہنچ جاتا تو میں تمہیں بہت بڑی حیثیت کی مالک نظر آتی' لیکن وقت آ رہا ہے کہ مجھے پھر وہی حیثیت حاصل ہو جائے۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتی ہوں سالار کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہیں چاہتی ہوں میں صرف تمہارے لئے وہاں جا رہی ہوں اگر میرے دل میں ایسا احساس نہ ہوتا تو میں ہارلیزا کی وفاداریاں قبول کر لیتی اور جو کچھ کرتی ہارلیزا کیلئے کرتی' لیکن اب بھی یہ ذہن میں رکھنا جو میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اگر میں شوپن پہنچی تو ہارلیز کے لئے اپنے دل میں نرمی رکھوں گی۔ کیونکہ تم یہاں موجود ہو۔

سالار مجھے چٹانیں پسند ہیں اور چٹانی انسان میری بہت بڑی کمزوری ہیں' لیکن تم میری نامکمل آرزو ہو۔ اور ایک ایسی نرم و ملائم شخصیت جسے چٹانی سفر کے بعد سرسبز و شاداب خطہ زمین کہا جا سکتا ہے۔ اور زندگی کی بقیہ سانسیں اس میں بسر کی جا سکتی ہیں۔ نئے جہانوں میں میرا مقام کیا ہوگا یہ آنے والا وقت بتائے گا اور تم یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ میں لامحدود نہیں ہوں اور میری وسعتیں تمہاری سوچ سے کہیں آگے ہیں۔ مجھ سے کبھی منحرف نہ ہونا ورنہ اس سرزمین پر طوفان آ جائے گا۔ ایک ایسا طوفان جس کے بعد یہاں کی تاریخ سو جائے گی سمجھے؟"

سالار سرد نگاہوں سے گونیا تھارم کو دیکھتا رہا۔ اپنے چہرے سے اس نے کسی خاص کیفیت کا اظہار ہونے نہیں دیا تھا۔ گونیا تھارم پھر بولی۔

"اور وہ دونوں لڑکیاں۔ جن میں سے ایک کا نام میلینا ہے اور دوسری کا سمیتا...... اپنی آنکھوں

میں تمہارے لئے ایک محبت سجائے ہوئے ہیں...... سمجھے؟ میں اس محبت کو ملیامیٹ کر دوں گی۔ کیونکہ تم میری ملکیت ہو......" سالار بدستور سرد نگاہوں سے گونیا تھارم کو دیکھتا رہا تو گونیا بولی۔

"کیا سوچ رہے ہو سالار؟"

"بہت افسوس بھرے انداز میں سوچ رہا ہوں۔ میڈم گونیا تھارم! کیا خیال ہے۔ آپ کا کیا آپ مجھے اپنی ملکیت بنا کر رکھ سکیں گی۔" سالار کے تیکھے الفاظ نے گونیا تھارم کو چونکا دیا۔

"براہ کرم! تھوڑی سی وضاحت اور کرو۔"

"کیا محبت اور ملکیت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ایک طرف آپ محبت کی بات کرتی ہیں اور دوسری طرف ملکیت کی...... سمیتا یا میلینا آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں ان سے رجوع کرتا تو کیا ان کی ملکیت بن جاتا۔ آپ ایک محبت کی بات کرتی ہیں اور دوسری طرف ان سختیوں کا اظہار۔ اس کے بعد کیا انسان کی اپنی انا زندہ رہے گی۔ آپ نے چٹانوں کی پسندیدگی کی بات کی ہے تو میڈم گونیا تھارم ایک نام میرے ذہن میں آتا ہے آپ سمجھ رہی ہیں ناں؟"

"نام......؟" گونیا تھارم سرد لہجے میں بولی۔

"جی...... میڈم گونیا تھارم ایک نام۔"

"کون سا نام...... کیسا نام؟"

"ڈی ایس آرنالڈو۔ جو بقول آپ کے آپ کا دست راست ہے اور آپ نے اس کے ذریعے وہاں سے فرار حاصل کیا ہے۔"

"ہاں تو پھر؟" گونیا تھارم کسی قدر حیران ہو گئی تھی۔

"میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ میڈم گونیا تھارم! کہ دوستی کی زبان تو ہر جگہ سمجھی جاتی ہے اگر آپ کوئی بہت ہی بڑی شخصیت ہے اور آپ کے ذہن میں کوئی بہت ہی بڑا مرتبہ ہے تو کم از کم میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔"

"چلو آؤ۔ جان فائلر سے ملتے ہیں۔ شاید وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

"ہاں...... مجھے بھی مسٹر فائلر سے بات کرنی ہے۔" سالار نے کہا اور گونیا تھارم اس کے ساتھ چل پڑی۔

اس کی اجازت ڈلوس نے سالار کو دی تھی اور کہا تھا کہ شوپن والوں کے کان میں بھی یہ بات پہنچنی چاہئے کہ ان کی جانب سے مفاہمت کا آغاز ہو چکا ہے۔ بہر حال وہ...... جان فائلر کے پاس پہنچ گئے اور سالار جان فائلر کو تفصیل بتانے لگا۔ جان فائلر کے چہرے پر امید کے آثار نمایاں ہو گئے تھے اور گونیا تھارم کے چہرے کے عضلات میں تبدیلیاں پیدا ہوتی جا رہی تھیں۔

بہر حال اس کے بعد صورتحال میں کچھ اور تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ شوپن والوں نے ہارلیزا والوں کی اس پیشکش کو فوراً قبول کر لیا۔ چنانچہ کام کا آغاز ہو گیا اور مقررہ وقت میں قیدیوں کا وہ گروہ پہاڑی چٹانیں عبور کر کے ہارلیزا کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ اس گروہ کو ساتھ لانے والے وہی افراد تھے۔ جو وفد کے طور پر یہاں آئے تھے کیونکہ ہارلیزا والوں کا انتظار تھا۔ چنانچہ ادھر نگاہیں رکھی جا رہی تھیں اور شوپن والوں کے اس اقدام کو ہارلیزا میں بڑی اہمیت دی گئی سب نے طویل عرصے بعد شوپن میں قیدیوں کا استقبال کیا اور اس کے فوراً ہی بعد اس گروہ کو روک لیا گیا او خیر سگالی کے طور پر جوابی تاخیر نہ کی گئی اور طویل عرصے غیر دنیا میں زندگی بسر کرنے والوں کو آخر کار ان کی بستیوں کی جانب روانہ کر دیا گیا۔ سالار بھی ساتھ تھا اور ان لوگوں کو ساتھ جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

جیمس ہاکلر نے سالار کو مخاطب کر کے کہا۔

''سالار! تم نے میرے دل پر ایک اثر چھوڑا ہے۔ میں نے شوپن کا باشندہ ہوں اور نہ ہی ہارلیزا کا' لیکن میں شوپن جا رہا ہوں ایک منصوبے کے تحت جو میرے ذہن میں میرے دوست نے ڈالا ہے اور تم نہیں جانتے اس منصوبے میں بڑی بڑی بقائیں پوشید ہیں۔ سمجھ رہے ہو ناں آرگو بیلوسا ایک عظیم دماغ ہے۔ کاش! میں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا۔ بہر حال ٹھیک ہے اب جو ہوگا۔ آنے والا وقت ہی اس کے بارے میں کہے گا۔ یہ دونوں قبیلے جب یکجا ہو جائیں گے تو اس بات کو مد نگاہ رکھنا کہ میں صاحب اختیار نہیں ہوں اور ہو سکتا ہے کچھ ایسے لمحات بھی آ جائیں۔ جن میں شوپن اور ہارلیزا کے درمیان ناخوشگوار کیفیتیں پیدا ہوں۔ اس وقت جو بھی فیصلہ ہوگا۔ سالار اس قبیلے میں میری شخصیت نہ سمجھنا۔ کچھ مجبوریاں دامن گیر ہوئیں تو میں ان کے بارے میں نہیں کہہ سکتا۔ ہاں ایک بات میں تم سے ضرور کہے دیتا ہوں۔ یہ لڑکی میلینا یہیں موجود ہے۔ اور تم اس کا خیال رکھو گے کیونکہ میرے دل میں اس کیلئے بیٹیوں جیسا پیار پیدا ہو گیا ہے۔''

میلینا کچھ فاصلے پر خاموش کھڑی ہوئی تھی جب جیمس ہاکلر یہ باتیں کر رہا تھا تو قریب ہی موجود تھی' لیکن کسی نے بھی غور نہیں کیا تھا کہ اس وقت گونیا تھارم بھی زیادہ فاصلے پر نہیں تھی اور ان لوگوں کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کے چراغ روشن تھے۔

* * *

ہارلیزا میں برسوں کے بعد آنے والے قیدیوں کی خوشی میں جشن منایا جا رہا تھا سب ہی خوش تھے۔ آنے والوں کے اپنے عزیز و اقارب اور سالار اس وقت ایک عجیب سی کیفیت کا شکار نظر آ رہا تھا اس کے چہرے پر اداسی تیر رہی تھی اور اس اداسی کو کسی اور نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو' لیکن کچھ فاصلے پر موجود سوما ......بغور سالار کو دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار تھے اور جب سب اپنی اپنی خوشیوں میں مصروف ہو گئے تو سوما آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سالار کے قریب آ گئی۔ اس نے سالار کے بازو پر ہاتھ رکھا تو سالار چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر مسکرا دیا۔

''کوئی کام تو نہیں ہے تمہیں سالار!''

''نہیں...... کیوں؟''

''آؤ گے میرے ساتھ؟''

''ہاں ...... کیوں نہیں۔'' سالار نے کہا اور سوما اسے لئے ہوئے چل پڑی اور اس کے بعد وہ ساحل پر پہنچ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

''میں نے تم سے ایک بار کہا تھا کہ میں نے سمندر میں دور وہ جو ابھری ہوئی چٹانیں موجود ہیں وہاں اپنے لئے ایک جگہ بنا رکھی ہے جو صرف میری ہے۔ وہاں کوئی اور نہیں جا سکتا۔''

''ہاں تم نے مجھے بتایا تھا۔''

''کیا تم میری پسندیدہ جگہ چلنا پسند کرو گے؟''

''ابھی۔''

''ہاں اگر تم چاہو۔''

سالار نے کچھ لمحوں کیلئے کچھ سوچا اور پھر آمادگی کا اظہار کر دیا پھر مسکرا کر بولا۔

''کیا تم اپنی دوست مچھلیوں کو آواز دو گی۔''

''نہیں ...... میں تم سے یہ ہی پوچھنے والی تھی۔ ان چٹانوں تک تیرنے میں تمہیں کو دقت تو نہیں ہوگی۔''

"شاید......نہیں اور تمہیں؟"

"میں بے شمار بار تیرتی ہوئی اس طرف جا چکی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم ایک اچھی تیراک ہو۔"

"ہاں...... مجھے سمندر سے بہت محبت ہے۔"

"تو پھر میں بھی کوشش کروں گا۔"

"تم بالکل بے فکر رہنا تیرتے ہوئے اگر تمہیں کوئی دقت پیش آئی تو میں تمہیں سنبھال لوں گی۔" سوما نے محبت سے کہا اور سالار ہنس دیا پھر دونوں سمندر کی جانب بڑھ گئے اور اس کے بعد سمندر میں اتر گئے۔

چند ہی لمحوں کے بعد آبی جانوروں کے ساتھ دو انسان ان سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ حسین ترین مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ خوبصورت مچھلیاں جنہیں یہاں زندگی کی آزادی تھی اور دوسرے سمندری جانور جو مہذب آبادیوں کے قریب نہیں پائے جاتے تھے۔ ان کے آس پاس سے گزر رہے تھے اور سالار کی نگاہیں ان کا جائزہ لے رہی تھیں وہ لوگ سمندر میں پانی کے نیچے نیچے سفر کرتے رہے۔

سوما نے ایک مخصوص گہرائی اختیار کی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی ایک بار اس نے سالار کو اشارہ کیا اور دونوں سطح پر ابھر آئے۔

"کیا ہوا؟" سالار نے سوال کیا۔

"تمہیں سمندر کے نیچے تیرنے میں کوئی دقت تو نہیں ہو رہی۔"

"کیا تم دقت محسوس کر رہی ہو؟"

"نہیں۔"

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتی تھی یہ جو چٹانیں ہمیں نظر آ رہی ہیں۔ ہمیں ان کے اوپری حصوں میں نہیں بلکہ ان کی گہرائیوں میں جانا ہے۔"

"تو پھر؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ وہیں سے ہمارے لئے ان چٹانوں میں میری رہائش گاہ کے دروازے کھلیں گے۔"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے۔" اور اس کے بعد ایک عجیب و غریب منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ چٹانی علاقہ تھا۔ عظیم الشان آبی پھول تا حد نظر بکھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان آکٹوپس کروٹیں بدل رہے تھے۔ بڑی بڑی سمندری مچھلیاں گول گول آنکھوں سے اجنبی جانوروں کو دیکھ رہی

تھیں۔ آخر کار اس وسیع و عریض چٹانی سلسلے کے درمیان ایک مخصوص قسم کا غار نظر آیا۔ سوما کا رخ اسی غار کی طرف تھا۔ سالار اس کے ساتھ تیرتا ہوا غار میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دور تک تاریکی رہی اور اس کے بعد جب سوما اوپر کی سمت بلند ہوئی تو آہستہ آہستہ یہ تاریکی ختم ہونے لگی۔ ایک عجیب سی مدھم روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بلندیوں پر پہنچنے کے بعد کچھ ایسے چٹانی کٹاؤ سامنے آئے جن کی بھول بھلیوں میں سمندر کا پانی گم ہو گیا تھا اور پھر ایک مخصوص جگہ جہاں پانی ختم ہوا تھا ایک وسیع و عریض کشادہ چٹانی چھت نظر آئی۔ جس کا سفر طے کرنے کے بعد جب وہ گہرائیوں تک پہنچے تو وہاں ایک عظیم الشان غار پھیلا ہوا تھا اور حقیقتاً سمندر میں کسی ایسی جگہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جہاں پانی کی سائنس ختم ہو جاتی تھی اس جگہ کو پانی سے محفوظ کہا جاتا تھا۔

لیکن اگر دیکھنے والے گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے تو انہیں وہ عمل معلوم ہو جاتا جس کی وجہ سے پانی وہاں نہیں پہنچ پاتا تھا اور اس جگہ کی تلاش دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔ بے شک سوما نے اسے اپنی جنت کہا تھا تو غلط نہیں تھا۔ سمندری گھاس کے عظیم الشان ڈھیر بکھرے ہوئے تھے۔ جو بستر کے طور پر استعمال کئے جا سکتے تھے۔ سمندر سے نکلنے والے قیمتی موتیوں کو دیواروں میں نصب کر کے روشنی پیدا کی گئی تھی اور یہ روشنی برسانے والے انمول ہیرے مہذب دنیا کی نگاہوں میں کبھی نہ آئے ہوں گے۔ اس غار کی وسعتوں کو جگمگائے ہوئے تھے۔ آرائش کی تمام چیزیں سمندر ہی سے حاصل کی گئی تھیں۔ سالار حیران رہ گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ سوما نے کتنی محنت سے اپنی یہ جنت تیار کی ہے۔ بلاشبہ یہاں وقت گزارنا مہذب دنیا کیلئے ایک ایسا عمل ہوتا۔ جسے کوئی انسان کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا' لیکن اس دنیا کی کہانیوں سے دور سمندر کے ایک ایسے حصے میں جہاں انسانی تصور بھی نہ پہنچ پایا ہو۔ یہ پراسرار دنیا جن روایتوں کی حامل تھی۔ ان کے تحت اس جگہ کو بھی تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ سالار نے ہر چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ سوما نے اسے گھاس کے بستر پر بٹھا دیا اور خود بھی بے سدھ سی ہو کر اس کے نزدیک ہی نیم دراز ہو گئی۔

اس کے انداز میں شوریدہ سری نظر آ رہی تھی اور آنکھوں میں ایک خمار آلود کیفیت تھی جو غالباً سمندر کی گہرائیوں میں تنہائی کا نتیجہ تھی۔ سالار کو سنبھلنا پڑا۔ اس نے جس دنیا میں پرورش پائی تھی۔ اس کی زندگی کے مطابق جینے کا سلیقہ بے حد ضروری تھا۔ جذبات ہر جگہ نہیں بھٹکنے چاہئیں تھے اور پھر اس کے دل پر جوسنیتا کا قبضہ تھا۔ سوما سے اس کی رشتے داری تھی۔ وہ ایک معصوم لڑکی تھی۔ اور یہ عمر ایسے ہی جذبوں کی عمر ہوتی ہے' لیکن سالار کے سینے میں بھی ایک تصویر محفوظ تھی اور اس کی جگہ وہ زندگی بھر کسی کو نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے سوما کی اس سپردگی کو نظر انداز کر دیا۔

سوما سوال طلب نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سالار نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری یہ دنیا بڑی حسین ہے سوما!"

"اسے صرف میری دنیا کیوں کہتے ہو۔ تم بھی تو اس کے مالک ہو۔" سوما جذبات بھرے لہجے میں بولی۔

"ہاں...... کیوں نہیں میرا تمہارا رشتہ ہی ایسا۔"

"اور اس رشتے کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ جو میرے سینے میں پروان چڑھ رہا ہے۔"

"کک...... کون سا رشتہ؟" سالار کپکپاتی آواز میں بولا۔

"محبت کا رشتہ۔" سالار چند لمحات خاموش رہا۔ پھر اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سوما میں تم سے اپنے دل کی بات کہنا چاہتا ہوں؟"

"صرف ایک بات کہو سالار...... صرف ایک بات' میں تمہاری طلب گار ہوں اور جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے تم میرے سینے میں سما گئے ہو۔" سالار پریشان نگاہوں سے سوما کو دیکھنے لگا۔ وہ اس کی جذباتی کیفیت سے آگاہ ہو چکا تھا۔ اس نے کہا۔

"سوما یہاں رشتوں کا تعین کیا ہوتا ہے۔" سوما اس سوال پر غور کرتی رہی پھر بولی۔

"بس! سب سے بڑا رشتہ دل اور محبت کا ہوتا ہے۔"

"م...... میرا مطلب ہے کہ ہماری سرزمین میں کچھ رشتوں میں تقدس بھی پایا جاتا ہے۔"

"ہر رشتے میں تقدس ہوتا ہے۔ سالار ماں...... ماں ہوتی ہے۔ باپ باپ ہوتا ہے۔ بہن بھائی ہوتے ہیں' لیکن میں اور تم ایک دوسرے سے محبت کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو اپنی دنیا میں حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اور میں جس دنیا سے گزر کر آیا ہوں سوما وہاں ایک بہت بڑا رشتہ اعتماد کا رشتہ ہوتا ہے۔ تم میرے چچا کی بیٹی ہو۔ میرے اور تمہارے درمیان میں ایک اعتماد کا رشتہ قائم ہے۔ ڈیلوس تمہیں بہن کہتا ہے تو میرے لئے بھی تمہارا درجہ اس سے کم نہیں ہے اور میں اب تک تمہیں اسی نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں۔ میرے دل میں جو جذبے ہیں سوما! ان کی تسکین جس انداز میں تو چاہتی ہے۔ میری دنیا نے اسے مجھ سے منع کیا ہے اور میں تیری پذیرائی نہیں کر سکتا۔" سوما تعجب بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی سالار...... مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے پہلی نگاہ میں تجھے اپنا مان لیا تھا اور اسی انداز میں سوچتی رہی تھی جو کچھ تو کہہ رہا ہے اسے میں جانتی ہوں۔ آؤ...... یہاں سے چلتے ہیں۔ میں...... میں...... سالار میں...... تیری قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تو نے میری سوچ کا انداز بدل دیا ہے' لیکن میں تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟"

"کیا کوئی مجھ جیسی لڑکی تیری خلوت تک نہیں پہنچی؟" عجیب و غریب سوال تھا۔ سالار سناٹے میں رہ گیا۔ وہ سوما کے سوال پر غور کرتا رہا تھا' لیکن اسے اس بات کی خوشی ہوئی کہ وہ اس کا صحیح جواب دے سکتا ہے۔ اس نے کہا۔

"ہاں میں تجھ سے سچ کہتا ہوں۔"

"کیا کوئی حسین لڑکی تیرے دل کو بھائی۔" سوما نے دوسرا سوال کیا۔

"ہاں...... ایسا ہوا ہے۔"

"تو کیا تجھے اس کی قربت حاصل نہیں ہوئی۔" سوما کی نگاہیں سالار کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"نہیں۔"

"اور کیا ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی نے تیری قربت حاصل کرنے کیلئے آخری حد تک کارروائی کی ہو اور تو نے وہاں اسے تسلیم نہ کیا ہو۔"

"ہاں ایسا ہوا ہے۔"

"تب تو سچا ہے تو ٹھیک ہے۔" سوما نے مدھم سے لہجے میں کہا اور پھر وہ واپسی کیلئے چل پڑے۔

* * *

جیمس ہائلر ایک طرح سے شوپن والوں کا سردار بن گیا تھا۔ قیدیوں کا تبادلہ شروع ہو گیا اور جن لوگوں کو شوپن جانا تھا' ان کی کیفیت بہت عجیب تھی۔ گونیا تھارم جانتی تھی کہ اس وقت وہ اس اجنبی دنیا میں اپنا مقام بنانے کے لئے شدید جدوجہد کرنے کے بعد ہی اپنا مقام حاصل کر سکتی ہے۔ اس کیلئے یہ انتہائی مشکل حالات تھے۔ ہارلیزا کے سرحدی علاقے سے نکلنے کے بعد اس کا ذہن مستقل سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔

ادھر جیمس ہائلر بھی کچھ فیصلے کر رہا تھا اور غالباً اس نے بھی یہ ہی سوچا تھا کہ اس قبیلے میں سب سے زیادہ قابل غور شخصیت گونیا تھارم ہی کی ہے۔ البتہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ گونیا تھارم ان تمام تر کیفیتوں کے باوجود ایک منفرد شخصیت کی حامل ہے۔ ابھی اس کے پاس ایک راستہ ہے اس کے پراسرار علم کا راستہ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچ گیا اور بولا۔

"گونیا...... تم کچھ سوچ رہی ہو۔" گونیا نے چونک کر جیمس ہائلر کو دیکھا اور بولی۔

"بہت دلکش ہے تیری یہ دنیا جیمس ہائلر!"

”تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔“

”دیکھ رہی ہوں۔“

”جو کچھ تم دیکھ رہی ہو۔ یہ سب ویرانے ہیں۔ میری بستی' میری زمین تو بہت حسین ہے۔ تم اس کے حسن و جمال کو دیکھو گی تو دیوانی ہو جاؤ گی۔“

”ہاں ...... شاید۔“ گونیا نے گول مول لہجے میں کہا۔

”مطلب؟“ جیمس ہائلر نے کس قدر تعجب میں کہا تو گونیا نے اپنا انداز بدل دیا اور پیار بھری نگاہوں سے ہائلر کو دیکھتی ہوئی بولی۔

”مطلب بتانے کا نہیں سمجھنے کا ہوتا ہے۔“ ہائلر اس کے الفاظ پر غور کرنے لگا پھر بولا۔

”بڑی عجیب سے بات ہے گونیا۔“

”کیا؟“

”میں اپنی اس دنیا سے بہت عرصے تک دور رہا ہوں' لیکن اس وقت جب میں یہاں سے گیا تھا تو میں تمام حقیقتوں سے واقف تھا اور ان حقیقتوں میں عورت بھی تھی وہ عورت میری بیوی ہے۔ میرا بچہ کوئی نہیں تھا۔ میں اپنی بیوی کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکا۔ تمہاری دنیا میں رہ کر بھی میرا واسطہ عورتوں سے پڑا' لیکن میں ڈرتا رہا مگر گونیا تم سے ملنے کے بعد مجھے ایک اور احساس ہوا۔“ جیمس ہائلر بھی اس وقت نجانے کس موڈ میں تھا۔

”وہ کیا؟“ گونیا نے سوال کیا۔

”عورت صرف عورت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے اندر ایک اور دلکشی بھی چھپی ہوتی ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب سمجھنے کا ہوتا ہے سمجھانے کا نہیں۔“

”مجھے حیرت ہوتی ہے تمہارے ان الفاظ پر جیمس ہائلر۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ اب تک میں نے تمہیں صرف ایک باعمل انسان پایا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔“

”انسان تو میں ہوں گونیا کیا تم اس سے انکار کرتی ہو۔“

”نہیں۔“

”بس یوں سمجھ لو کہ ہر شخص ذہنی طور پر جب آزاد ہوتا ہے تو اندر سے دلکشی کا اظہار ابھرتا ہے۔ تو جانتی ہے کہ میں کیسے کیسے حالات کا شکار رہا ہوں۔ ہارلیزا والوں کو قید رکھنا میرے لئے ایک انتہائی مشکل کام تھا اور میں نے یہ مشکل کام قبول کیا تھا۔ ہم سب ایک دوسرے سے واقف ہوتے ہیں۔

اور مجھے اپنی کامیابی کی امید بہت کم تھی' لیکن تیری دلکشی کبھی میری نگاہوں سے محو نہ رہی۔“ گونیا نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر سنبھل کر بولی۔

”اب کیا ہوگا ہائلر۔؟“

”اس کا فیصلہ تو ایشامینا ہی کرے گی۔“

”ایش مینا؟“

”ہاں اس پوری سرزمین کی سربراہ۔“

”مگر میرے خیال میں تو تمہیں اس علاقے کا سربراہ ہونا چاہئے تھا۔“

”نہیں یہ معاملہ ذرا مختلف ہے۔ ایشامینا صدیوں سے ہم پر حکمران ہے۔“

”مگر میرے خیال میں تو تمہاری حیثیت بہت زیادہ ہے۔ جیمس ہائلر۔“

”وہ بات اپنی جگہ ہے۔“

”تو کیا ایش مینا۔ ہارلیزا اور شوپن دونوں پر حکمران ہے۔“

”وہ ایک مقدس روح ہے اور صرف اس وقت بولتی ہے جب بات انتہائی شکل اختیار کر جائے۔“

”تو کیا اب تک ایسا نہیں ہوا۔“

”شاید نہیں۔“

”اوہ ...... کیسی عجیب بات ہے؟“

”تم مجھے ایش مینا کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتاؤ۔“

”تھوڑا انتظار کر گونیا۔ یوں سمجھ لے کہ وہ خود تیری سمجھ میں آجائے گی۔“

”لیکن میں ......“

”نہیں گونیا! تھوڑا سا وقت نکال۔ ہر بات لمحوں میں سمجھ لینے کی نہیں ہوتی۔“

”مگر اب ہوگا کیا؟“

”اب ہم شوپن پہنچیں گے اور ہماری پیشی ہمارے سردار کے سامنے ہوگی اس کے بعد مستقبل کے فیصلے ہوں گے۔“

”ایک بات کا اور جواب دو ہائلر۔“

”ہاں ...... بولو۔“

”وہاں تمہاری بیوی بھی موجود ہے۔“

”تو پھر۔“

"میری کون سی جگہ ہوئی؟"

"یہ وقت بتائے گا۔" ہائلر نے مسکرا کر کہا اور گونیا تھارم خاموش ہو گئی۔ کافی سفر طے ہو گیا۔ پھر سفر کرنے والوں میں ہلچل سی پیدا ہوئی۔ شاید شوپن کی آبادی آ گئی تھی۔

"کیا ہم شوپن پہنچ گئے؟" گونیا نے پوچھا۔

"ہاں وہ دیکھو درختوں کے درمیان آبادی کے نشان۔ سرسبز و شاداب درختوں کی گھنی چھاؤں میں لکڑی کے شہتیروں سے بنے ہوئے یہ مکانات جادونگری کے گھر معلوم ہوتے تھے گو ان کا کوئی ڈیزائن نہیں تھا' لیکن یہ بہت دلکش تھے۔" گونیا نے ہائلر کو پکارا اور بولی۔

"مجھے کچھ بتاؤ تو سہی جیمس؟"

"سب کچھ تو تیرے سامنے ہے گونیا۔"

"میں نے ایک بات محسوس کی ہے۔"

"کیا؟"

"وہاں پہاڑوں کے دوسری طرف مجھے یہ زندگی نظر نہیں آئی تھی وہاں ایسے گھر نہیں تھے۔"

"تو میں تجھ پر ایک انکشاف کروں؟"

"کیا؟"

"جب میں یہاں سے گیا تھا اس وقت بھی ایسا نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"پہلی بات تو یہ کہ ہارلیز اسے شوپن کا فاصلہ؟ کیا یہ اتنا نہیں تھا؟"

"نہیں۔"

"پھر کیا صورتحال تھی؟"

"بس چٹانوں کی سرحدیں بنائی گئی تھیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ آبادی سمیٹ کر آگے بڑھا دی گئی ہے۔"

"ہاں۔"

"یہ تو دانشمندی ہے۔"

"ہاں۔"

"اور کیا تبدیلی ہوئی ہے۔" گونیا نے پوچھا۔

"یہ مکانات بھی ایسے نہیں تھے بلکہ زیادہ تر لوگ زمین میں گڑھے بنا کر رہتے تھے یہ تو بہت خوبصورت مکانات ہیں۔"

"جب تم یہاں سے گئے تھے تو ایش ینا تمہارے درمیان نہیں تھی۔"

"میں نے تجھے بتا دیا ہے کہ ایش ینا ہمیشہ سے یہاں تھی' ہے اور رہے گی' لیکن کہاں یہ نہیں معلوم۔"

"اور تمہارے ہاں ایک سردار بھی ہوتا ہے۔"

"ہاں تجھے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائے گی۔"

"ویسے تمہارا یہ سردار ایک ذہین آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"شاید۔" جیمس ہائلر آہستہ سے بولا۔

کچھ ہی دیر کے بعد اچانک اس خاموشی میں زندگی دوڑ گئی۔ درختوں کی شاخوں سے انسان ٹپکنے لگے تھے بالکل یوں لگ رہا تھا جیسے تیز ہوا کے جھونکوں سے پھل گر رہے ہوں۔ گونیا تھارم بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ درختوں سے کودنے والے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے قریب آ گئے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کے عزیز واقارب بھی تھے۔ جو اپنی محبتوں کا اظہار کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔ اس وقت جان فائلر بھی گونیا تھارم سے الگ ہو گیا تھا۔ جان فائلر ابھی گیا ہی تھا سامنے سے آرگو بیلوسا آتا ہوا نظر آیا۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ گونیا تھارم کے پاس ہی آ رہا ہو اور ایسا ہی ہوا۔ وہ اس کے قریب آ گیا۔

"ہیلو...... مسٹر بیلوسا آپ اتنے الگ تھلگ کیوں ہیں؟"

"یہ آپ کو بتانا ضروری ہے۔" آرگو بیلوسا سرد لہجے میں بولا۔

"مجھے تعجب ہو رہا ہے۔"

"انسان کو بہت سی باتوں پر تعجب ہوتا ہے۔" بیلوسا نے کہا۔

"کیا بات ہے؟ آپ کچھ اکھڑے اکھڑے سے لگ رہے ہیں۔"

"سوری میڈم! میں نے آپ سے کبھی قربت کا اظہار نہیں کیا؟"

"ہاں ایسا تو ہے۔" گونیا تھارم نے آہستہ سے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

بہرحال خوب ہنگامے ہوتے رہے تھے۔ شوپن کا سردار راہبان ان لوگوں کا استقبال کرنے نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جان فائلر نے گونیا تھارم کو اپنے پاس بلایا اور دو افراد سے اس کا تعارف کراتے ہوئے بولا۔

"یہ دونوں میرے بھائی ہیں۔ میرے ضعیف ماں باپ میرے استقبال کے لئے نہیں آ سکے۔"

"اور یہ کون ہیں؟" ان میں سے ایک نے پسندیدہ نگاہوں سے گونیا کو دیکھ کر کہا۔

"میڈم گونیا تھارم۔ نئی دنیا سے آنے والی۔"

"یہ وہاں کی باشندہ ہیں۔"

"ہاں۔"

"نئی دنیا سے کچھ اور لوگ بھی آئے ہیں؟"

"ہاں......شاید۔" پھر وہ گونیا تھارم سے بولا۔

"یہ لوگ ہارلیزا والوں کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔"

"ٹھیک۔" گونیا تھارم نے کہا۔ اس نے خاص طور سے ایک نوجوان پر توجہ دی تھی۔ جس کا نام شائیلاک بتایا گیا تھا وہ ایک سرکش اور خودسر سا نوجوان نظر آیا تھا۔

ادھر سالار ان لوگوں کے جانے کے بعد کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کرنے لگا تھا۔ اسے سب سے زیادہ فکر ان لوگوں کی تھی جو اس سے ناراض ہوگئے تھے اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس طرح مہابیر، جگت چوہان، بھگت رائے وغیرہ کو یہ بتا سکے کہ بحالت مجبوری اسے ان سے دور رہنا پڑ رہا ہے۔ وہ ان کیلئے نقصان نہیں چاہتا۔ حالانکہ گونیا تھارم شوپن والوں کے ساتھ چلی گئی تھی، لیکن پھر بھی وہ بہت محتاط تھا وہ ان لوگوں کی زندگی کیلئے کوئی خطرہ نہیں چاہتا تھا۔

وقت گزر رہا تھا اور پھر وہ دن آ گیا جو یہاں جشن کے طور پر منایا جاتا تھا۔ سوما اس دن کے بعد سے سالار سے کچھ الگ تھلگ ہی رہا کرتی تھی۔ سالار نے بھی اس سے اجتناب برتا تھا۔ عورت کی فطرت کو وہ سمجھتا جا رہا تھا۔ جشن میں سالار نے بھرپور حصہ لیا اور تمام لوگ اس سے واقف ہوگئے۔

ادھر سالار نے ڈیلوس سے بات کی اور یہ جان کر دنگ رہ گیا کہ جن غاروں میں بھگت رائے اور وہ پوری ٹیم موجود تھی۔ وہ اب خالی پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں دوسری دنیا سے آنے والوں میں سے تو کوئی بھی نہیں ہے۔" سالار دنگ رہ گیا اس نے ڈیلوس سے سوال کیا۔

"جانے والوں کو ہم نے خود الوداع کیا ہے، لیکن وہ لوگ تو ان میں شامل نہیں تھے۔ ڈیلوس ان کے قیام کا بندوبست کس نے کیا تھا؟"

"جن لوگوں کو میں نے ان کی خدمت پر مامور کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ خود اپنی مرضی سے غاروں سے کہیں باہر نکل گئے تھے۔"

"آہ......میرا خیال ہے ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا۔"

"ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہاں کسی کی زندگی اتنی آسانی سے نہیں لی جا سکتی۔"

"تو پھر اے میرے دوست! انہیں تلاش کرو۔"

"ہاں......تم بے فکر رہو۔ میں بھرپور کوشش کروں گا۔" ایک دن ڈیلوس کے باپ نے سالار سے کہا۔

"کیا تو اپنا گھر دیکھنا چاہتا ہے۔ سالار۔"

"ہاں......کیوں نہیں۔ میں دل و جان سے یہ چاہتا ہوں۔"

"چل تو پھر دیکھتے ہیں کیونکہ ڈیلوس اپنی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہے اور میں بھی چاہتا ہوں کہ تو عقل کا جادوگر ہے اس لئے تو ڈیلوس کی ذمے داریوں کا ایک حصہ سنبھال لے۔"

"جی میں چاہتا ہوں کہ میں ان جادوگروں سے ملوں۔ جو اپنا اپنا جادو رکھتے ہیں۔"

"کیوں نہیں......کیوں نہیں میں اس کا انتظام کردوں گا۔"

"تو پھر مجھے اپنے باپ کے گھر کب چلنا ہے۔"

"بہت جلد ہم وہ گھر تیرے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے دروازے بند ہیں اور آج تک کوئی ان دروازوں سے اندر داخل نہیں ہوا۔" سالار کے دل میں پہلی بار تجسس بیدار ہوا۔ اس نے سوچا کہ اس سے اچھا کیا ہے کہ اس کے باپ کے گھر سے اسے کچھ نشانیاں ملیں گی اور وہ اپنے باپ کے بارے میں جان لے گا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد جب سورج بلندی پر چمکنے لگا تو ایلاس نے اپنے وعدے کی تکمیل کی۔ ڈیلوس تو اپنی سرداری کے کاموں میں مصروف ہوگیا تھا۔ ایلاس سالار کے ساتھ اس مکان پر پہنچا۔ جس کے دروازے بند تھے اور یہ مکان بھی زمین بوس تھا اور ایک مضبوط چٹان نے اسے انسانی پہنچ سے دور رکھا تھا۔ سو ایلاس نے ایک عمل کیا اور دروازہ کھل گیا۔ اندر سے ایک ایسی ہوا آئی جس سے احساس ہوا کہ بند مکان کو بہت عرصے کے بعد کھولا گیا ہے۔ سالار کے دل میں عجیب سے تاثرات تھے۔ اس ماحول میں اسے کچھ خوشبوؤں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ جن سے محبت کی بو آ رہی تھی۔ اور دل میں یہ احساس اُمڈ رہا تھا کہ یہ وہ جگہ ہے، جہاں اس کا باپ شائیلاس اور اس کی ماں ایملس چلتے پھرتے ہوں گے۔ ضروریات زندگی سے گزرتے ہوں گے اور سالار بہت زیادہ متاثر ہوگیا تھا۔ تب ہی ایلاس نے اپنے بھتیجے کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تیرے دل میں کیا ہے۔ بہر حال میں تجھے اپنے جادو کے علم سے بتاتا ہوں کہ وہ واپس آئیں گے اور ہمیں ان کا انتظار اسی طرح کرنا ہوگا جیسے زندہ انسانوں کا۔ اور اب سن تو کسی بھی عمر میں یہاں سے گیا ہو۔ یہ گھر تیرے لئے اجنبی نہیں ہے۔ ہم باہر جا رہے ہیں تو یہاں رک اور یہاں موجود ہر چیز سے اپنے ماں باپ کے بارے میں سوال کر۔ آؤ سوما......"

یہ کہہ کر وہ واپسی کیلئے چل پڑا اس نے سوما کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ سالار بہت عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کرلیا اور اس ٹھنڈے اور پرسکون غار میں کھڑے ہو کر اپنے ماں اور باپ کے چہروں کا تصور کرنے لگا۔ پھر اس نے اطراف میں دیکھا۔ مختلف اشیاء موجود تھیں جو کہ گرد آلود نہیں تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان چیزوں کو ابھی ابھی چھوڑ کر کوئی باہر نکل گیا

ہو۔ سالار احساسات میں ڈوبا رہا۔ اس کی نگاہوں میں دو چہرے ابھر رہے تھے اور ان کے نقوش ایک دوسرے میں مدغم ہو رہے تھے۔

ابھی وہ انہی احساسات میں ڈوبا ہوا تھا کہ اسے کوئی آہٹ سنائی دی اور اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ یہ بوڑھا ہُوگا تھا ایک عجیب و غریب پُراسرار کردار' لیکن یہاں اس بند غار میں۔ سالار حیران رہ گیا بوڑھا آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"سالار۔" اس نے کہا۔

"ہو...... ہُوگا...... بابا تو؟"

"تو نے مجھے کبھی یاد نہیں کیا سالار؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں میری ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی۔"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھا؟"

"اپنی سرزمین پر آنے کے بعد۔"

"ہاں...... ہُوگا میں تجھے صحیح طور پر سمجھ ہی نہیں سکا ہوں۔"

"یہ تیرے باپ کا گھر ہے سالار۔"

"ہاں...... لیکن تو یہاں اس بند غار میں کیسے؟" سالار نے سوال کیا اور ہُوگا کے چہرے پر جذبات کے سائے لرزنے لگے۔

"میں یہیں ہوتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں بہت کچھ معلوم ہے مجھے بہت کچھ معلوم ہے۔ میں تو اس وقت سے تیرے ساتھ ہوں جب جب...... تو خان مراد کے پاس پہنچا تھا اس سے بھی پہلے۔" سالار حیرانی سے ہُوگا کو دیکھتا رہا۔

"سالار تو مجھ جان! میں بھی ایک انسان ہوں۔ اسی بستی کا' میرا بھی سب کچھ ڈوب گیا تھا۔ میں تیرے ساتھ ساتھ ہی وہاں پہنچا تھا۔ نئی دنیا میں' لیکن نئی دنیا میرے بیٹے...... کو کھا گئی۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ نئی دنیا کی عورت کے جال میں گرفتار ہو گیا تھا اسے آگ کے ہتھیاروں سے مار دیا گیا۔"

"اوہ...... مجھے بہت افسوس ہے۔ مگر ہُوگا تو...... تو تو...... نجانے کہاں کہاں موجود تھا۔"

"بس یوں سمجھ لے کہ میں تیرے ساتھ ہمیشہ تھا۔ ہمیشہ ان پہاڑوں میں بھی جہاں تیرے سر پر سرداری کا تاج رکھا جانے والا تھا اور وہاں بھی جہاں تو بھگت رائے کے پاس ایک شیر کی طرح پروان

چڑھ رہا تھا۔ مہابیر جگت چوہان کی بیٹی سنیتا جو تجھ سے محبت کرتی ہے۔ تیری یہ محبت میرے علم میں ہے۔"

"اور ہُوگا تو یہاں کیسے ہے مجھے یہ تو بتا؟"

"یہ بات پتا چلے گی تجھے۔ میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔ سمجھا میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔"

"کیا تو میرے دل کے اندر جھانک سکتا ہے۔"

"ابھی اس بات کا جواب نہیں دوں گا۔ سمجھا ابھی اس بات کا جواب نہیں دوں گا' لیکن تو یہ سمجھ لے کہ کبھی تجھے میری ضرورت ہوگی۔ میں تجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں نظر آؤں گا۔" ہُوگا نے کہا اور سالار ایک عجیب سی کیفیت محسوس کرنے لگا۔

شوپن آنے کے بعد جان فائلر کی شخصیت میں نمایاں تبدیلی رونما ہو گئی تھی۔ ادھر گونیا تھارم کی شخصیت کے بھی روپ بدلتے جا رہے تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس عورت کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا شاید کسی کے لئے بھی ممکن نہیں تھا۔ اس کے اندر کیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ وہ انسان ہے اسی زمین کی رہنے والی یا اس کا تعلق کسی اور سیارے سے ہے۔ وہ خود کیا چاہتی ہے۔ شاید آج تک کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں تھا جو اس بارے میں کچھ بتا سکتا۔

وہ جان فائلر کے گھر میں آ گئی تھی۔ اس گھر کا طرز تعمیر بھی ہارلیز اوالوں سے جدا نہیں تھا۔ زیر زمین وسعتوں میں پھیلا ہوا' جس میں الگ الگ کمرے بنے ہوئے تھے۔ جان فائلر نے اسے اپنی بیوی ایرنا سے بھی ملایا تھا جو سادہ سے نقوش کی عورت تھی' لیکن اس کے چہرے پر رقابت نہیں ابھری تھی۔ اس نے بڑی خوش دلی سے گونیا تھارم کو خوش آمدید کہا تھا۔ جان فائلر راہبان سے ملنے چلا گیا اور یہاں گونیا تھارم کا میزبان شائیلاک بن گیا۔

"تو اپنے بھائی جان فائلر سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ نوجوان ہے۔" گونیا تھارم نے کہا

"اور تو شوپن میں بسنے والی ہر عورت سے کہیں زیادہ حسین۔" شائیلاک نے فوراً جواب دیا اور گونیا ہنس پڑی پھر بولی۔

"تو جھوٹ بولتا ہے۔"

"ہرگز نہیں۔"

"کیا تو مجھے پسند کرتا ہے۔"

"ہاں...... لیکن تجھ پر میرا بھائی قابض ہے۔"

"وہ کب واپس آئے گا؟"

"پتہ نہیں۔"

"تو مجھے اپنا قبیلہ دکھائے گا؟"

"ہاں اگر تو چاہے تو۔" شائیلاک نے جواب دیا

"تو پھر میں چاہتی ہوں۔"

"میں خوشی سے تیار ہوں۔" شائیلاک نے کہا اور پھر وہ گونیا تھارم کو لیکر باہر نکل آیا۔

گونیا تھارم نے شوپن کی آبادیاں دیکھیں۔ زمانہ دیکھے ہوئے تھی۔ اندازے لگا رہی تھی۔ اس نے جانا کہ شوپن کے لوگوں سے زیادہ مشاغل والے لوگ ہارلیزا میں آباد ہیں۔ شوپن والے سورج ڈھلے جگہ جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کے ساز بجا کر محفلیں جماتے ہیں۔ وہ رنگین مزاج بھی ہیں کیونکہ بے شمار نظروں نے گونیا تھارم کا سر سے پاؤں تک طواف کیا تھا۔

"کیا یہ تیری عورت ہے۔ شائیلاک؟"

"نہیں۔"

"تو پھر کون ہے؟"

"بس...... ہے۔"

"کیا تو اسے اپنی بیوی بنائے گا؟"

"شاید نہیں۔"

"کیوں؟"

"بس ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

ادھر گونیا تھارم شائیلاک پر پوری طرح ڈورے ڈال رہی تھی اور شائیلاک خوش تھا کہ اسے اتنی حسین عورت کا ساتھ حاصل ہو گیا ہے اور عورت بھی وہ جو نئی دنیا سے تعلق رکھتی تھی ایک انوکھی دنیا ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ شائیلاک جان فائلر کی نسبت ایک ناکارہ اور سادہ سا نوجوان تھا اور اسے شوپن میں کوئی حیثیت حاصل نہیں تھی بس عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ بہر حال وہ وہاں سے آگے بڑھی تب اس نے نوجوانوں کا ایک غول دیکھا۔ جو عجیب و غریب ساز بجا رہے تھے۔ گونیا تھارم محسوس کر رہی تھی کہ سب کی نگاہوں میں اس کیلئے پسندیدگی کے آثار ہیں اس نے ان لوگوں کے درمیان آ کے رقص کرنا شروع کر دیا اور نوجوانوں کے چہرے سرخ ہو گئے۔ وہ سب مست ہو کر تالیاں بجانے لگے اور پھر گونیا تھارم ان نوجوانوں کی یلغار ہو گئی۔

✤ ✤ ✤

بمشکل تمام شائیلاک گونیا کو اپنی جانب پلٹا۔ اس نے راستے میں کہا۔

"تو نے تو اپنا رنگ ہی الگ جما لیا۔ میرے تو تمام شناسا مجھے مبارکباد دینے لگے ہیں۔...... آہ ...... میں کیسے بتاؤں انہیں کہ یہ مبارکباد میرے لئے نہیں میرے بھائی جان فائلر کیلئے ہے۔ کاش اس کی جگہ میں ہوتا۔"

"کیا تیرا دل مجھے پسند کرنے لگا ہے شائیلاک؟"

"میں تو اب یہ سوچتا ہوں کہ آئندہ کیا ہوگا؟" شاید میں تجھے فائلر کے ساتھ برداشت نہ کرسکوں اور مجھے اپنے بھائی سے پرخاش ہو جائے۔" گونیا تھارم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر میں جان فائلر کی ملکیت تو نہیں ہوں وہ میرا مالک نہیں ہے۔"

"تو پھر؟"

"تو بھی میرا دعوے دار ہو سکتا ہے۔" گونیا تھارم نے اسے دعوت دی اور شائیلاک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہ ممکن نہیں ہوگا۔ یہ بات تو بہت خطرناک ہو جائے گی۔ جان فائلر مجھے قتل کر دے گا۔"

"تو کیا اس سے کمزور ہے؟"

"نہیں تو۔"

"پھر۔"

"وہ میرا بڑا بھائی ہے۔" شائیلاک نے پریشان لہجے میں کہا۔

"اور اگر میں اس سے یہ کہہ دوں کہ میں اسے نہیں تجھے چاہتی ہوں تو پھر؟ وہ کیا کرے گا۔" شائیلاک خوشی سے دیوانہ ہو گیا اور بولا۔

"اگر تو یہ کہہ دے گی تو بزرگ میرے ہمنواہ ہو جائیں گے یہاں مرد اور عورت کی پسندیدگی ہی یکجائیت کا باعث بنتی ہے۔"

"ٹھیک...... میں ایسا ہی کروں گی۔ اچھا ایک بات بتا یہاں شوپن کا سربراہ راہبان ہے وہ کس

طرح کا انسان ہے اس کی عمر کیا ہے اور وہ عورت کے بارے میں کیا نظریہ رکھتا ہے۔"

"وہ......"

"ہاں میرا مطلب ہے کہ کیا اس کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔"

"بے شمار...... اس کی خلوت میں بہت سی حسین لڑکیاں ہوتی ہیں۔ اس کی خادماؤں کا غول اس کے ساتھ سفر کرتا ہے' لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس کی کسی خادمہ کی طرف نظر اٹھا جائے۔ ایسے کرنے والے کو سزا ملتی ہے۔"

"کیا سزا ہوتی ہے؟"

"اسے پتھروں کی وادی میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ جہاں زمین کے کیڑے اسے چاٹ لیتے ہیں اور پھر ان کے سوکھے پنجر وہیں پتھروں میں پڑے سڑتے رہتے ہیں۔"

"راہبان یہاں سب سے بڑی قوت ہے۔"

"نہیں۔"

"تو پھر؟"

"سب سے بڑی قوت ایش مینا ہے۔ ایش مینا اگر آج یہ اعلان کردے کہ آج سے اس نے شوبن اور ہارلیزا کے نام ختم کر دیئے ہیں اور یہ دونوں ایک ہو جائیں گے تو دونوں قبیلے ایک لمحہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ ان سے انکار کرنے والا ایک بھی نہیں ہوگا۔"

"لیکن یہ کیا بات ہے کہ ایش مینا صرف شوبن پر نگاہ رکھتی ہے۔"

"ہاں...... یہ ہمارے جادوگروں کا کمال ہے۔ شوبن کے جادوگر ایک ہو گئے ہیں اور یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی ہے جبکہ ہارلیزا کے جادوگروں میں یکجائیت نہیں ہے وہ اپنے جادو کے ساتھ الگ الگ زندہ ہیں اور کسی کی بات نہیں مانتے۔ یہاں تک کہ ہارلیزا کے سردار ڈیلوس بھی اپنے جادوگروں کے زیر اثر رہتا ہے۔"

"اور یہ راہبان کہاں پایا جاتا ہے۔"

"اس کی رہائش گاہ یہاں سے کچھ دور ہے۔" گونیا تھارم نے نجانے کیوں یہ معلومات حاصل کی تھیں اور اب اس کے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات پروان چڑھ رہے تھے۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ ان دونوں بھائیوں میں جنگ کرادی جائے اور اسے اپنا آگے کا کام کرنے کا موقع ملا۔ بہت دیر تک وہ نجانے کیا کیا سوچتی رہی تھی۔

ادھر سالار اپنی سوچوں میں گم تھا۔ اسے...... اب یہاں اکتاہٹ ہونے لگی تھی وہ بس سوچنے لگا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے یہاں سے نکل جائے۔ کاف ڈینئیل اس کا مرکز نگاہ تھا۔ چنانچہ

اس نے ایک بار پھر ڈینئیل سے ملاقات کی اور ڈینئیل نے اسے ایم سن سے ملایا۔ جو سمندر کا گہرا تجربہ رکھتا تھا اور ماضی میں غلاموں کی سوداگری کرتا تھا۔ ایک دلچسپ کردار بہت سی انوکھی داستان کا امین۔ اس نے سالار کو بہت پسند کیا اور اسے اپنی زندگی کی داستان بڑے ڈرامائی انداز میں سنائی۔

"میں کون تھا کیا تھا تمہیں میری کہانی سے پتہ چل جائے گا۔ میں اس وقت سے آغاز کر رہا ہوں جب میں اپنے خاص جہاز مارکوپولو کے کیبن میں سو رہا تھا اور ہارویٹ میرا دشمن جہاز جس سے میرے کئی معرکے ہو چکے تھے۔ مسلسل میرا تعاقب کر رہا تھا۔"

✤ ✤ ✤

کیبن کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا تو ایم سن کی آنکھ کھل گئی۔ نیم بیداری کی حالت میں وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ کیبن کی گول کھڑکی میں سورج کا گولا نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہے؟" اس نے پوچھا

"کنارہ نظر آ رہا ہے صاحب جی!" کاوڈرے کی آواز سنائی دی۔

"اچھا آتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھا۔ منہ ہاتھ دھوئے۔ داڑھی بنائی اور کپڑے تبدیل کئے۔ مارکوپولو کے ملاح ہر چند کی صفائی پسند نہ تھے' لیکن ایم سن بڑا نفاست پسند واقع ہوا تھا۔ وہ کیبن سے باہر آیا۔ دن چمکیلا اور شفاف تھا۔ موسمی ہوائیں فرحت بخش تھیں اور جہاز کی بلیاں اور مستول دبی دبی آواز میں چرچرا رہے تھے۔ ہوا موافق تھی۔ چنانچہ فلائنگ وچ نہایت سبک رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ کاوڈرے جہاز کے بری عرشے پر کھڑا ہوا تھا۔ ایم سن عرشے کے زینہ پر چڑھنے لگا تو کاوڈرے نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور تمباکو بھرے کالے تھوک کی پچکاری ماردی۔

کاوڈرے سے کچھ پوچھے بغیر ایم سن نے دوربین اٹھائی اور لمحہ بہ لمحہ قریب ہوتے ہوئے ساحل کا جائزہ لینے لگا۔ خلیج قلما اب اس کی دوربین کے دائرے میں تھا۔ ساحل پر باشندوں کی گارے اور پھوس کی جھونپڑیاں تھیں اور پس منظر میں پرتگالی قلعہ کی فصیل نظر آ رہی تھی۔ یہ قلعہ اب عربوں کے قبضے میں تھا۔ چند ڈونگے خلیج سے نکل کر مارکوپولو کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ایم سن نے دوربین آنکھ پر سے ہٹا کے کاوڈرے سے کہا۔

"جہاز کی رفتار کم کر کے اس کا رخ جنوب مشرق کی طرف کردو۔"

"میرا تو خیال تھا ہم قلما جائیں گے۔" کاوڈرے نے حیرت سے کہا۔

"وہیں جا رہے ہیں۔"

"تو پھر رخ کیوں بدلا جا رہا ہے۔" کاوڈرے حیرت سے دل میں بولا اور اس نے پھر تھوک

کی پچکاری ماری جس کا مطلب تھا "جو حکم۔" معلوم ہوتا ہے پھر کوئی چال چلی جارہی ہے۔

کاوڈرے نے اونچی اور کھڑکھڑاتی ہوئی آواز میں احکامات جاری کیے۔

"ہو...... ہوئے...... بادبان کم کردیئے جائیں۔ رخ جنوب مشرق۔"

ملاح کے اس حکم پر حیرت سے آپس میں چہ مگوئیاں کرتے مستولوں پر چڑھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی مارکو پولو کی رفتار کم اور رخ جنوب مشرق کی طرف تھا۔

ایم سن نے دوربین آنکھ سے لگا کے پھر ساحل کی طرف نظر کی ایک ڈونگا جس میں صرف ایک ہی بادبان لگا ہوا تھا' مارکو پولو کی طرف آرہا تھا۔ اس ڈونگے کو اور اس کے مالک کو ایم سن پہنچانتا تھا۔ یہ اطمینان کر کے کہ آنے والا ڈونگا وہی ہے۔ ایم سن نے دوربین بند کی اور بظاہر بڑی بے پروائی سے عرشے پر ٹہلنے لگا۔ ڈونگے والوں پر وہ یہ ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا کہ وہ انہی کا منتظر ہے۔

"کاوڈرے ان بنیوں سے کہو کہ نیچے چلے جائیں۔ اور جب تک میں حکم نہ دوں اوپر نہ آئیں۔" ایم سن نے چند ثانیوں تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد کہا۔

نصف کے قریب بادبان لپیٹ دیئے گئے تھے اور اس کی رفتار بہت سست ہوگئی تھی۔ چنانچہ ڈونگا بہت جلد مارکو پولو کے قریب پہنچ گیا۔ مارکو پولو پر سے خوشی اور استقبال کے نعرے بلند ہوئے۔ ایم سن اسی طرح بے پروائی سے ٹہلتا رہا۔

"بوڑھا یوحان آرہا ہے۔" کاوڈرے نے ایم سن کو مطلع کیا۔

"جہاز روک دیا جائے کیا؟"

"نہیں۔" ایم سن نے جواب دیا اور کن انکھیوں سے ڈونگے کی طرف دیکھا۔ اس میں چھ دیو ہیکل سیاہ فام بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لنگوٹ کے علاوہ اس کے بدن پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ ڈونگے کے پچھلے سرے پر ایک رعب دار اور بے حد اہم ہستی آبنوسی مجسمے کی طرح کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ایک بوڑھا حبشی تھا۔ جس کی کمر اتنی خمیدہ تھی کہ وہ کبڑا معلوم ہوتا تھا۔ وہ سر پر کسی انگریز افسر کی بے حد پرانی ٹوپی رکھے ہوئے تھا۔ جس میں امتیازی نشان کے طور پر لم ڈھینگ کا پر اڑسا ہوا تھا۔ یہ ٹوپی کسی انگریز نے بیکار سمجھ کر پھینک دی تھی' لیکن اس بوڑھے حبشی نے اس کو سر چڑھا لیا تھا۔ وہ پیسے کے بوتا موں والا جامنی رنگ کا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ یہ کوٹ بھی کسی زمانے میں ایک امریکی تاجر کی ملکیت رہا تھا۔ کوٹ کے کندھوں سے جھبا ٹنگا ہوا تھا۔ جس کا رنگ کبھی کالا ہوگا' لیکن زمانے کی گردشوں اور موسموں کے ردوبدل سے اب وہ بھورا بلکہ مٹیالہ ہوگیا تھا۔ اس خمیدہ کمر والے بوڑھے حبشی کی ٹانگیں ننگی تھیں۔

یعنی یہ لباس صرف اس کے اوپر جسم پر تھا۔ جسم کا نچلا حصہ سوائے ایک میلی لنگوٹ کے ننگا تھا۔ اس کی ننگی ٹانگیں' کالی چمکدار اور سڑئی ہوئی معلوم ہورہی تھی وہ مارکو پولو کی طرف ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ چیخ

رہا تھا۔

"یوحان اپنی وردی پہنے ہوئے ہے۔" ایم سن نے کاوڈرے سے کہا۔ "جس کا مطلب ہوا کہ غلاموں کو آزادی دلانے والا۔ کوئی جہاز اسطرف آیا نہیں۔ اگر انگریزی جہاز کہیں قرب و جوار میں ہی ہوتو یوحان اپنے ہموطنوں کی طرح ننگا ہی رہتا ہے۔"

ڈونگا قریب آیا اور مارکو پولو کے ایک پہلو سے لگ گیا۔ چند منٹوں بعد ہی یوحان مارکو پولو پر چڑھتا نظر آیا۔ ہر چند کہ وہ بوڑھا تھا' لیکن اکثر نوجوانوں سے زیادہ پھرتیلا تھا۔ طویل عمر پانے کے باوجود سٹھیانہ گیا تھا۔ چنانچہ ایم سن کی طرف بڑھتے وقت وہ عرشے پر نظر دوڑا رہا تھا اور جہاز کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ہیلو یوحان۔" ایم سن نے بڑی بشاشت سے کہا۔

"میرا تو خیال تھا کہ مگر مچھ تمہیں نگل چکے ہوں گے یا تم انگریزوں کی قید میں ہوگے۔"

"اور میں یہ سمجھے ہوئے تھا کپتان کہ تم دھر لئے گئے۔ ایک سال کے بعد آج تمہاری صورت نظر آئی ہے۔ خیر کپتان میں نے تمہارے لئے بہت عمدہ چیز رکھ چھوڑی ہے یعنی خاص الخاص۔ ایک عجوبہ ایک اچنبھا۔ سچ مچ تم خوشی سے اچھل پڑو گے۔"

"یوحان میں جانتا ہوں تمہاری خاص الخاص چیزوں کو۔ گزشتہ سال یہ خاص الخاص چیز وہ بونے تھے۔ یاد ہے نا؟"

"اب ان باتوں کو جانے دو کپتان۔" یوحان نے بے تابی سے ہاتھ ہلا کر کہا "میں تو انہیں بھول ہی گیا تھا۔"

"لیکن میں نہیں بھولا ہوں پھر انکشاف ہوا کہ وہ پگمی (بونا) نہ تھے بلکہ گری بیناس کے تین بڑے بڑے کبڑے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بے خیالی میں ایک عورت کے پاؤں پر میرا پاؤں پڑ گیا اور میں نے حسب عادت کہہ دیا" اونی سامے۔" معاف کیجیے گا اور جناب فوراً اس نے جواب دیا" ادی تا جے۔" کوئی بات نہیں۔ حیرت انگیز بات ہے کہ یوحان کہ پگمی اتنے جلد ساحلی زبان سیکھ لیتے ہیں یا وہ تمہارا معجزہ تھا؟"

"لعنت ہے اس پست قامت کالی کلوٹی چھوکری پر اس لکڑ بھگی سے میں نے کہا تھا کہ گونگی بنی رہنا' لیکن وہ تو اپنی ہوشیاری جتانے چلی تھی۔ چنانچہ اس کی سزا تمہارے جانے کے بعد اسے بھگتنی پڑی' لیکن اچھا ہوتا کپتان کہ تم نے ان بونوں کو خرید لیا ہوتا۔"

"کہنے کا مطلب یہ ہے یوحان کہ میں تمہاری عمدہ اور الخاص چیزوں سے واقف ہوں۔ ہمیں تو عام قسم کے مگر اچھے غلام درکار ہیں۔ مثلاً شی دائی' لی چی' چنگ یائی' بانس لے۔ قبیلے کا ایک غلام بھی نہ

لیں گے یہ لوگ جنگی اور شیطان ہوتے ہیں اور آئے دن نت نئے فتنے بپا کیا کرتے ہیں۔ پھر چنگ پائی چغل خور اور بھگوڑے ہوتے ہیں البتہ شی وائی' لی چی اور ہانس لے غلام ہوتے ہیں اس کے علاوہ اس دفعہ غلاموں کی زیادہ قیمت بھی نہ دے سکیں گے چنانچہ مناسب قیمت کے ہوں۔"

"افوہ قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں خبیثوں کی۔ سچ تو یہ ہے کپتان کہ آج کل غلام آ ہی نہیں رہے۔ نہ تو قبائل میں جنگیں ہو رہی ہیں اور نہ کہیں قحط پڑا ہے۔ اب غلام آئیں تو کہاں سے بڑی مصیبت سے کبھی کبھار ہاتھ لگ جاتے ہیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ان کی قیمت زیادہ ہی ہوگی۔"

"تو پھر قلما آنا بیکار ہے اچھی قسم کے اور مہنگے غلام تو لامو اور راس الاسود میں بھی مل جاتے ہیں۔"

ایم سن کاوڈرے کی طرف گھوم گیا۔ "کاوڈرے! بادبان کھول دیئے جائیں۔ ہم کسی دوسری بندرگاہ سے غلام لیں گے۔"

"جو حکم کپتان۔" کاوڈرے نے بڑی فرماں برداری سے کہا۔ وہ ایم سن کا ارادہ بھانپ گیا تھا کہ یوحان سے اونے پونے داموں غلام خریدنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مارکو پولو ایک دم گھوم کر کنارے کی مخالف سمت میں بہنے لگا۔ ایم سن نے اپنے کوٹ کی اوپری جیب میں سے ایک لمبا سا سگار نکالا اور اسے منہ میں دبا کر بڑی لاپروائی سے جہاز کے پچھلے حصے کی طرف چل دیا۔

یوحان نے جب دیکھا کہ ملاح کسی بھی طرح مایوسی کا اظہار کئے بغیر کام میں لگ گئے ہیں اور جہاز واقعی ساحل سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ وہ بڑی بے چینی کے عالم میں اپنے بدن کا بوجھ ایک سے دوسری ٹانگ پر باری باری منتقل کرنے لگا اور جب اس نے دیکھا کہ بادبان نہ صرف کھول دیئے گئے ہیں بلکہ ان کے رسے بھی مستولوں سے باندھ دیئے گئے ہیں تو اپنی ٹانگوں کو باری باری سے یوں اٹھانے اور رکھنے لگا جیسے چل رہا ہو۔ حالانکہ وہ جہاں کھڑا تھا وہاں سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھا تھا اس نے ایم سن کی طرف دیکھا۔

وہ کاوڈرے سے باتیں کر رہا تھا اور دونوں بظاہر قلما سے چلے جانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ یوحان نے گردن گھما کر ساحل کی طرف دیکھا جو دم بہ دم دور ہوتا جا رہا تھا۔

چند ثانیوں تک وہ کشمکش کے عالم میں کھڑا رہا اور پھر تیر کی طرح ایم سن کی طرف بڑھا۔

"کپتان! جا ہی رہے ہو؟"

"اور نہیں تو کیا یہاں رہ کر تمہاری پوجا کریں گے؟"

"کپتان میرے آقا! تم اسے بوڑھے حبشی کو لوٹ ہی لینا چاہتے ہو کیا؟"

"نہیں ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے البتہ ہم خود لٹنا نہیں چاہتے۔" ایم سن نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

یوحان نے ایک بار پھر دور ہوتے ہوئے ساحل کی طرف دیکھا اور بولا۔

"پچھتاؤ گے۔ سچ کہتا ہوں بعد میں تمہیں افسوس ہوگا تم نے وہ خاص الخاص چیز دیکھی نہیں۔"

"جہنم میں جائے وہ خاص الخاص چیز اور اس کے ساتھ تم خود۔ تم اول درجے کے دھوکے باز اور چور ہو۔"

یوحان نے پھر ساحل کی طرف دیکھا اور جلدی جلدی دل میں ایک آخری فیصلہ کر کے بولا۔

"اچھا سنو! سات سو تگڑے سیاہ فاموں کی قیمت کیا دو گے۔ ایں؟ سب کے سب موٹے اور تندرست' ہوشیار اور خوش ہیں۔ اداس اور رونی صورت کے نہیں ہیں جھگڑے فساد نہیں کرتے۔ بحری سفر سے نہیں ڈرتے۔ مارنے مرنے سے نہیں ڈرتے۔ بولو کیا دو گے۔؟"

"بیس سوڈالر فی کس اور یہ قیمت تمہیں کپڑے' دانوں' مالاؤں اور تانبے پیتل کی تاروں کی صورت میں ملے گی۔"

"بیس سوڈالر فی کس! آقا یہ تو ایسی ہی بات ہوئی کہ پھینک دو یا ہم کو دو۔ کم از کم تیس سوڈالر تو ہونے ہی چاہئیں۔ بیس سوڈالر تو کوئی قیمت نہ ہوئی۔ سب کے سب تندرست اور تگڑے ہیں اور پھر میں دوسروں سے کم قیمت پر دیتا ہوں۔ اگر تیس سوڈالر سے کم میں کسی سے ایک غلام بھی مل جائے تو میرے سارے قسم ہے مفت لے جانا۔"

"بوڑھے بندر بیس سوڈالر فی کس اس سے ایک ٹکا زیادہ نہیں۔"

یوحانا ایک لمحے کیلئے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے دور ہوتے ہوئے ساحل کو دیکھا اور پوچھا

"کچھ نذرانہ دو گے یا یوں ہی ٹرخا دو گے؟"

"ہاں...... ہاں دیں گے تمہیں بھی اور تمہاری پہلی اور پیاری بیوی کو بھی۔"

"بس تو بیس سوڈالر فی کس کے حساب سے میں نے سات سو غلام آپ کو فروخت کئے۔ کپتان سچ کہتا ہوں تم فائدے میں رہے اور میں گھاٹے میں۔"

"یونہی ہوتا ہے۔ یوحان کبھی چھکڑا' کشتی پر اور کبھی کشتی چھکڑے پر۔ موقع ہوتا ہے تو تم بھی داؤ لگا جاتے ہو۔ شائل شراب لاؤ۔ ہم اس امید پر رم پئیں گے کہ افریقی قبائل میں کبھی ختم نہ ہونے والی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ کہیں قحط پڑے غلاموں کا تانتا بندھ جائے اور انگریز الو کے پٹھے جہنم میں جائیں۔"

یوحان نے اپنے نقصان پر دل ہی دل میں کڑھتے ہوئے رم کا پہلا جام قبول کیا۔ سودا اس

کیلئے واقعی گھاٹے کا رہا تھا۔ ایم سن نے اسے سستی اور گھٹیا قسم کی شراب کے' جس میں نصف سے زیادہ پانی ملا ہوا تھا۔ جام پر جام دیئے اور جب سارے معاملات طے ہو گئے تو ایم سن نے بنیوں کو عرشے آنے کی اجازت دی انہیں دیکھتے ہی یوحان ریشہ خطمی ہو گیا اور پھنکار کے بولا۔

"یہ بنئے جہاز پر کیا کر رہے ہیں کپتان؟"

"اوہ...... یہ؟ دونوں تو مسافر ہیں بھئی۔"

یوحان نے شراب کا جام "دھڑام" سے عرشے پر پٹخا اور چیخ کر بولا۔

"یہ جھوٹ ہے ہاں جھوٹ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان بنیوں کو تم کیوں لائے ہو؟ یقیناً اس لئے کہ تمہارے ملاحوں اور غلاموں کیلئے رسد وغیرہ فراہم کریں میں جانتا ہوں۔"

"یوحان تم ایک بردہ فروش ضرور ہو' لیکن دوسرے معاملات میں اناڑی ہو پچھلی دفعہ جو تم نے غلہ دیا تھا وہ سڑا ہوا اور بیکار تھا اور پانی تم کہاں سے لاتے ہو' اگر ہم وہی پانی پیتے رہے ہوتے تو ہمارے جہاز میں ہیضہ پھیل جاتا۔"

خشمناک بوڑھے بردہ فروش نے ان الزامات کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔

"اور تم ان بنیوں کو یہاں اتارنا چاہتے ہو؟ ایں یہاں قلما میں؟ ان لوگوں نے احمد اور ہامان میں کیا تیر مار لیا۔ جو یہاں کچھ کریں گے؟ سچ تو یہ ہے کہ بنئے ایماندار نہیں ہوتے۔ تب ہی تو عرب انہیں احمد اور ہامان میں تجارت نہیں کرنے دیتے۔"

"یوحان میں اتنی دفعہ دھوکہ کھا چکا ہوں کہ اب مزید دھوکہ کھانے کی سکت مجھ میں نہیں ہے۔ تم نے سڑی ہوئی چیزیں دے کر مجھ سے پوری قیمت وصول کی ہے چنانچہ اب میں اپنے طور پر ضروری اشیاء کا انتظام کرنا چاہوں تو تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہئے اچھا اب غصہ تھوک دو۔

گھاٹ تک لے چلو ہمیں اور ہم تمہاری بیویوں کے لئے برانڈی کی ایک بوتل دیں گے۔"

"عورتوں کیلئے برانڈی اچھی چیز نہیں ہے۔" یوحان نے منہ بنا کر کہا۔ "ایک ہی جام انہیں لڑاکا بنا دیتا ہے اور وہ بلیوں کی طرح ایک دوسرے کو نوچنے کھسوٹنے لگتی ہیں اور بیچ میں شامت میری آتی ہے کہ میری ہر بیوی مجھے اپنے ہی ساتھ سلانا چاہتی ہے۔ میں بھی کس کس کو خوش کروں۔ آخر انسان ہوں چڑا تو ہوں نہیں۔"

"بہت اچھا تو میں ایک بوتل خاص تمہارے لئے دوں گا۔"

"جناب میں آپ کے ایک جہاز کو گھاٹ تک لے تو جاؤں گا' لیکن اس کی اجرت نقد لوں گا۔ انگریزی جہاز جب بردہ فروشوں کی تلاش میں یہاں آئے تھے تو میں نے فی جہاز پانچ ڈالر وصول کئے تھے اس سے کم پر میں کام کرتا ہوں اور نہ کروں گا۔"

ایم سن چند ثانیوں تک خاموش رہا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ اور کاوڈرے مارکوپولو کو کھاڑی میں جہاز کو نکال لے جا سکتے تھے' لیکن یہ کام ذرا خطرناک تھا۔ دریائے قلما اپنے ساتھ مٹی وغیرہ لا کر کھاڑی میں بچھاتا تھا۔ جس کی وجہ سے کھاڑی کی تہہ متواتر بدلتی رہتی تھی۔ چنانچہ پہلے جہاں پانی زیادہ گہرا ہوتا تھا۔ وہاں اتھلا جاتا تھا اور جہاں پانی اتھلا ہو جاتا تھا وہاں زمین نکل آتی تھی۔ چنانچہ کسی کی رہنمائی کے بغیر کھاڑی کو عبور کرنے کی کوشش کرنا اکثر اوقات جہاز کیچڑ میں پھنس جاتا تھا اور فی الحال ایم سن یہ خطرہ مول لینے کیلئے تیار نہیں تھا۔

"بہت اچھا یوحان پانچ ڈالر ہی سہی۔"

مارکوپولو جب کھاڑی میں سے گزر رہا تھا تو ایم سن راستے کو ذہن نشین کر رہا تھا۔ اس نے کاوڈرے سے کہا کہ وہ بھی راستے کو یاد رکھے بلکہ کنارے پر کسی چیزوں کو بھی ذہن نشین کرے۔ یہ معلومات کسی بھی وقت کارآمد ثابت ہو سکتی تھیں۔

گھاٹ تک کا راستہ خطرناک اور کسی نئے جہاز کیلئے جو اس طرف پہلی بار آیا ہو ناقابل گزر تھا' لیکن یوحان کھاڑی سے اتنا واقف تھا۔ جتنا کہ اپنے ہاتھ کی لکیروں سے چنانچہ وہ جہاز کو جنوبی ساحل کی طرف لے چلا۔ مارکوپولو کھاڑی کے دوسری طرف پہنچا ہی تھا کہ بہت سے ڈونگوں نے اسے گھیر لیا۔ ڈونگوں میں بیٹھے ہوئے کیلوں کے گچھے انگور کے خوشے' ناریل اور مرغیاں بیچنے کیلئے گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے اور مرغیاں کڑکڑا رہی تھیں۔

"ہٹ جاؤ...... ہٹ جاؤ...... سورو۔" یوحان جنگلے پر چڑھ کر اور ڈونگے والوں کی طرف گھونسے ہلا کر چیخا۔ "دیکھتے نہیں یہ میرا جہاز ہے۔ جہاز کا کپتان مجھ سے چیزیں خرید لے گا۔ اسے تمہاری بیمار مرغیاں اور سڑے ہوئے پھل نہیں چاہئیں۔ ابے نطفہ حرام ہٹ ادھر۔" یوحان اس افریقی پر گرجا جو مرغیوں کو اپنے ہاتھ میں ٹانگوں سے لٹکائے جہاز پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"لنگر۔" ایم سن نے کہا۔

"لنگا آ...... آ...... ر......" کاوڈرے

لنگر کی زنجیر کھڑکھڑائی' موٹے موٹے چوبی کھونٹے اسے ساحل کی طرف پھینکے گئے۔ وہاں کھڑے ہوئے لوگوں میں سے چند نے رسوں کو زمین میں گڑے ہوئے موٹے موٹے چوبی کھونٹوں پر لپیٹ کر گرہ لگا دی۔

مارکوپولو۔ لنگر انداز تھا۔

"اب میں تمہیں وہ خاص چیز دکھاؤں گا۔" یوحان باچھیں پھاڑ کے مسکرایا۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے تمہاری خاص چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے البتہ میں ان لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں جن کا سودا ہوا ہے۔"

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا۔ یوحان گگ یعنی چھوٹی کشتی میں بیٹھ گیا۔ کاؤڈرے ان کے پیچھے تھا اور اس کے ساتھ وہ دیو ہیکل حبشی تھا۔ جس کا نام مناف تھا۔ ان کی کشتی ساحل کی طرف چلی کشتی کے پیچھے ڈونگوں کی قطار تھی۔ مرغیوں' کیلوں' انگوروں اور ناریلوں کے مقامی بیوپاری اب تک مایوس نہ ہوئے تھے۔ کشتی ساحل سے جا لگی۔ ایم سن نے بڑی احتیاط اور سنبھل کر دلدلی ساحل پر قدم رکھا۔ وہ دلدل عجیب تھی۔ ساری بستی کی غلاظت' سڑی ہوئی مچھلیوں' جھینگوں' کیکڑوں اور ناریل کے ریشوں نے اسے بدبودار لجلجی اور متلی آمیز بنا دیا تھا۔ ہر چند کہ ایم سن اس قسم کی بدبو کا عادی تھا' لیکن اس کی طبیعت مالش کرنے لگی تھی۔

چنانچہ جب وہ اس دلدل سے نکل آئے تو اس نے لمبے لمبے سانس لے کر نسبتاً تازہ ہوا اپنے پھیپھڑوں میں پہنچائی۔ دلدلی ساحل پیچھے چھوٹ گیا تھا۔ ایم سن' یوحان کے ساتھ بستی کی طرف جا رہا تھا۔ کاؤڈرے اور مناف اس کے پیچھے پیچھے تھے اور گگ کے ملاحوں کو گگ ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔

گاؤں بھی گندگی میں اپنی مثال آپ تھا۔ بڑے بڑے گھناؤنے گدھ راستوں پر پالتو مرغیوں کی طرف بے خوفی سے گھوم رہے تھے۔ یا نیچے نیچے گھروں کی چھتوں پر کاہلی سے بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ گاؤں والے ایم سن کی طرف متوجہ نہ ہوئے کیونکہ سفید فام اس چھوٹے سے گاؤں کیلئے کوئی انوکھی چیز نہ تھے۔ مردوں کے جسم سوائے ایک چھوٹی سی لنگوٹ کے ننگے تھے۔ وہ لوگ جھونپڑیوں کے سایوں میں بیٹھے یا تو اونگھ رہے تھے یا پھر نسوار کی چٹکیاں اپنے پھیلے پھیلے نتھنوں میں چڑھا کر خدا جانے کن مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔ عورتوں کے بھی جسم کا اوپری حصہ ننگا تھا وہ اپنے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے اٹھائے ایم سن اور اس کے ساتھیوں کے قریب سے ہوا کے جھونکے کی طرح گزر جاتی تھیں۔

سامنے عظیم الشان پرتگالی قلعہ کی فصیل بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ یہ قلعہ سو سال پہلے پرتگالیوں نے بنایا تھا۔ پھر عرب آئے اور انہوں نے پرتگالیوں کو شکست دے کر مشرقی افریقہ سے نکال باہر کیا۔ چنانچہ اب وہ پرتگالی قلعہ عربوں کے قبضے میں تھا۔

قلعہ کی دیوار سے ذرا ہٹ کر اور اس کے ایک طرف غلاموں کا باڑہ تھا۔ جو ایسے رخ پر بنایا گیا تھا کہ فصیل پر رکھی ہوئی توپوں کی زد سے محفوظ تھا۔ باڑہ تین سو مربع فٹ کے محیط پر پھیلا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف شہتیروں' بلیوں اور بانسوں کی باڑ کی بلیاں' بانس اور شہتیر' چھال کے رسوں کی مدد سے اتنے مضبوط باندھے گئے تھے کہ بیچ میں سے ایک بھی بانس نکالنا ناممکن تھا۔

باڑے کے چاروں کونوں پر ایک ایک برج تھا جو گارے اور اینٹوں سے چنا گیا تھا اور ہر ایک برج پر ایک مقامی سنتری ہاتھ میں بندوق لئے مستعد کھڑا تھا۔ باڑے کے اردگرد خندق تھی جس میں پانی کے بجائے نوکدار بانس کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ ان بانسوں کی نوکیں بھالوں سے زیادہ تیز اور خطرناک تھیں۔ بانسوں کے درمیان چھٹی ہوئی جگہ میں خاردار جھاڑیاں اگ آئی تھیں۔ یا قصداً اگائی گئی تھیں کہ اگر کوئی مفرور غلام خندق کو پھلانگنے میں خندق میں گرے اور نوکیدار بانسوں سے بچ جائے تو ان جھاڑیوں میں پھنس جائے۔ گاؤں کی طرف باڑے کا دروازہ تھا جس پر چار مسلح دیو ہیکل حبشی پہرہ دے رہے تھے

❖ ❖ ❖

غلاموں کا وہ باڑہ سرعام تھا' کیونکہ قلماء' سلطان' ہشیم کے زیر حکومت تھا۔ اس لئے بردہ فروشی وہاں کوئی جرم نہ تھا اور نہ ہی وہاں انگریز مداخلت کر سکتے تھے۔ حکومت برطانیہ اور سلطان ہشیم کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں ایک شرط یہ تھی کہ انگریز فوج کا ایک بھی سپاہی سلطان کی کسی بھی ریاست میں بلا اجازت قدم نہ رکھے گا۔

یوحان نے چیخ کر اپنی مادری زبان میں کچھ کہا اور باڑے کے دروازے پر پہرہ دیتے ہوئے حبشیوں نے چوبی تختوں کا پل خندق میں گرا دیا۔ ایم سن اور اس کے ساتھی پل عبور کر کے دوسری طرف پہنچے وہ دروازے میں داخل ہوئے اور اب وہ باڑے میں تھے۔ اس کے تقریباً دو تہائی حصے میں غلام بھرے ہوئے تھے۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں اور بچے بھی۔ باڑے کے عین بیچ میں گھاس پھوس کا ایک سائبان سا بنا ہوا تھا جو کوئی پندرہ فٹ لمبا اور سات فٹ چوڑا ہوگا۔ بہت سے غلام افریقہ کی بھون ڈالنے والی دھوپ سے بچنے کیلئے اسی سائبان میں جا بیٹھے تھے۔ سب کے سب غلام ننگے تھے۔ ان کے بدن پر کپڑے کا ایک ٹکڑا تک نہ تھا۔ البتہ دو چار عورتوں نے کپڑے کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے سے ستر پوشی کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

ایم سن دروازے سے چند قدم آگے بڑھ کے رک گیا اور غلام کو دیکھنے لگا جیسی کہ اسے توقع تھی۔ غلام ایک ہی قبیلے سے نہ تھے۔ چنانچہ وہ گروہ ایسا تھا جسے بردہ فروش لوگوں کی اصلاح میں کھچڑی کہتے ہیں۔ اس گروہ میں دائی بان تھے۔ اور دانیا ساس بھی۔ چند مانکو باسی چند لاگو باس اور گنتی کے غالا' ایم سن ایک ہی نظر میں مختلف قبائل کے آدمیوں کو پہچان لیتا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک گوالہ اچھی اور بری نسل کے مویشیوں کو پہچان لیتا ہے۔ ایم سن اس معاملے میں بڑا ہوشیار تھا۔ ایک عرصے سے وہ نہ صرف بردہ فروشی بلکہ افریقہ کے قبائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ چنانچہ اسے ابھی کسی بھی قبیلے کے فرد کو پہچاننے کیلئے ظاہری نشانیوں کی ضرورت نہیں تھی یعنی اس کے ہاتھ پر گدا ہوا قبیلے

کا امتیازی نشان یا بال بنانے کا ڈھب جو ہر قبیلے کا جدا ہوتا ہے وہ کسی بھی افریقی کے سر کی ساخت اور اس کے قدوقامت کو دیکھ کر بتادیتا تھا کہ یہ فلاں قبیلے سے ہے۔

اور ایک بردہ فروش کے لئے یہ علم بہت اہمیت رکھتا تھا کیونکہ مختلف قبائل کی ذہنیت' وقوف' قابلیت اور طرز معاشرت میں بعد المشرقین ہوتا ہے اور یہ فرق بعد میں ظاہر ہو کر بردہ فروش کی پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً غالا یا غالاس فطرتاً زیرک اور ہوشیار ہوتے ہیں اور جانوروں جیسے' ماگند اس کے مقابلے میں دوگنی قیمت پر فروخت کئے جاسکتے ہیں۔ غالاس کی زیرکی کا یہ عالم تھا کہ عرب انہیں افریقی نہیں بلکہ کوئی اور ہی قوم سمجھنے لگے تھے جو زمانہ قدیم میں افریقہ آگئی ہوگی۔

اس کے علاوہ غالاس گوشت کے بغیر زندہ نہ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ روزانہ ان کیلئے گوشت مہیا کرنا ضروری تھا۔ اس کے برخلاف دوسرے قبائل کے غلام سبزیوں پر مہینوں تک گزر بسر کرسکتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ غذا جو امریکی کھایا کرتے تھے۔ غالاس کو راس نہ آتی تھی۔ اس لئے وہ بیمار ہو جاتے تھے اور اکثر مرجاتے تھے۔

چنانچہ اس بردہ فروش کو جس کے ساتھ غالاس ہوں اپنے ساتھ بہت سی بھیڑیں بھی لے لینی پڑتی تھیں کہ انہیں ذبح کرکے غالاس کو گوشت دیا جاسکے اور یہ واقعی بڑا گراں کاروبار تھا۔ اس کے علاوہ بھیڑیں جہاز میں اچھی خاصی جگہ گھیر لیتی ہیں البتہ دوسرے سیاہ فام مثلاً کی' کویو' فطرتاً کاشتکار ہوتے ہیں۔ ان پر اتنا خرچ بھی نہیں آتا اور ان کی قیمت بھی زیادہ وصول ہوتی تھی' لیکن کی کویو' اتنے عیار اور متلون مزاج ہوتے ہیں کہ بردہ فروشوں کیلئے ایک مسئلہ بن جاتے تھے۔ اکثر اوقات تو وہ آپس میں لڑپڑتے۔ اگر موقع ملتا تو اپنے نگراں کی اپنے دانتوں سے بوٹیاں اتار دیتے۔ چنانچہ ایک ہی وقت میں ایک ہی جہاز پر بہت سے کی کویوں کو لے جانا تقریباً ناممکن تھا۔ جنوبی افریقہ کے اکثر قبائل کے لوگ خصوصاً سومالی جسمانی صحت اور قبول صورتی میں اپنی مثال آپ ہوتے تھے۔ اکثر سومالی لڑکیاں تو چونکا دینے والے حسن کی مالک ہوتی تھیں۔

چنانچہ جاگیردار اور نواب ایک اچھی سومالی لڑکی کی قیمت دو ہزار ڈالر بہ خوشی دے دیتے تھے' لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی تھی کہ سومالی غلامی کی حالت میں اکثر زندہ رہتے ہیں ان کی سومالی بڑے حساس اور آزادی کے دلدادہ تھے۔ چنانچہ یہی غم کہ وہ غلام ہیں ان کی جان لے لیتا تھا یا پھر اندر ہی اندر کڑھتے رہنے کی وجہ سے موذی مرض اگ جاتا تھا اور آہستہ آہستہ انہیں کھالیتا تھا۔ چنانچہ ایک بردہ فروش کیلئے مختلف قبائل کی جبلتوں اور مزاج کا جاننا ضروری تھا۔ وہ بردہ فروش کبھی کامیاب نہ ہوسکتا تھا' جو ہر قبائل کے غلاموں کو اپنے جہاز پر لا دلیتا تھا۔ ایسا بردہ فروش بہت جلد تباہ و برباد ہو کر سڑکوں پر بھیک مانگتا نظر آتا یا پھر خودکشی کرلیتا تھا۔

ایم سن غلاموں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ وہ ہر غلام کے نزدیک گھڑی بھر کیلئے رک جاتا کہ جائزہ لے کہ اسے کوئی مرض لاحق تو نہیں۔ وہ غلام یوز کا شکار تو نہیں۔ اسے آشوب چشم' یا کوئی جنسی مرض تو نہیں۔ البتہ ملیریا کو پہچاننا ذرا مشکل تھا۔ جب تک کسی غلام کا بدن نہ تپ رہا ہو۔ یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اسے ملیریا ہے یا نہیں۔

یہ اطمینان کرلینے کے بعد کہ سب غلام تندرست و توانا ہیں۔ ایم سن ایک لڑکی کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ غلام بظاہر پرسکون اور راضی برضا معلوم ہوتے تھے۔ تاہم انکی دماغی حالت معلوم کرنا ضروری تھا۔ اکثر یوں ہوتا تھا کہ اچانک گرفتاری اور غلامی ان کے دماغ کو مفلوج کردیتی تھی اس حادثے کی وجہ سے ان کے لطیف جذبات کو ایسی ٹھیس لگتی تھی کہ وہ یا تو پاگل ہوجاتے تھے۔ یا ایسی چپ سادھ لیتے تھے جو کسی طرح توڑی نہیں جاسکتی تھی۔ چنانچہ غلاموں کو جہاز پر چڑھانے سے پہلے ان کے دماغی توازن کا اندازہ لگانا بہت ضروری تھا۔

لڑکی جس کے سامنے پہنچ کر ایم سن رک گیا تھا۔ کامنگو قبیلے سے تھی وہ اتنی خوبصورت نہ تھی بلکہ اپنے قبیلے میں شاید حسین تسلیم کی جاتی ہوگی اس کے کان رواج کے مطابق چھدے ہوئے تھے' لیکن چھید پھیل کر بڑے نہ ہوئے تھے اور نہ ہی ان کی لویں لٹکی تھیں۔ حالانکہ ننانوے فیصد عورتوں کی لویں بڑے بڑے چوبی بالے پہننے کی وجہ سے ان کے گالوں تک لٹک آتی تھیں اور چھید اتنے بڑے ہو جاتے تھے' آپ اپنے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں ان میں بہ یک وقت داخل کرسکتے تھے۔ وہ لڑکی کنواری معلوم ہوتی تھی یا اگر کنواری نہ تھی تو اب تک اس کا بچہ نہ ہوا تھا کیونکہ اس کے پیٹ پر وہ سفید لکیریں نہ تھیں جو زیر ناف سے شروع ہو کر ناف کے اوپر تک چلی جاتی تھیں اور جو افریقی عورتوں میں بچہ ہونے کی قطعی علامت ہوتی ہے۔

"ساحلی زبان بول لیتی ہو؟" ایم سن نے پوچھا۔

"بول لیتی ہوں آقا۔"

"یہاں کس طرح لائی گئیں؟"

"گاؤں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجھے بھی پکڑلیا گیا۔"

"کون سا گاؤں ہے تمہارا؟"

"گاؤں...... ایک ہی تو گاؤں ہے آقا...... اور یہ جگہ۔"

اس نے نفرت اور حقارت سے ان جھونپڑیوں کی طرف دیکھا جو باڑے کے بانسوں' بلیوں اور شہتیروں کی چاردیواریوں کی جھریوں سے نظر آرہی تھیں۔

"شادی ہوگئی ہے؟"

"نہیں...... میں اپنے باپ کے ساتھ رہتی تھی۔"

"باپ کہاں ہے تمہارا؟"

"لڑائی میں مارا گیا۔"

"تو گویا جنگ ہوئی تھی۔"

"ہاں بہت بھیانک۔ ہرنائی قبیلے نے ہمارے گاؤں پر حملہ کر دیا اور تقریباً سبھی کو ہلا کر دیا۔" لڑکی اس وقت کا خیال کر کے کانپ گئی۔

"تمہارا مذہب کیا ہے؟"

"جب بارش نہیں ہوتی تو وچ ڈاکٹر کسی کے پہلوٹھی کے لڑکے کو ذبح کر کے بھینٹ چڑھاتا ہے اور پھر بارش ہونے لگتی ہے۔"

"دیکھو! میرے پاس ایک بہت بڑا ڈونگا ہے۔ تمہارے گاؤں سے بھی بڑا کیا تم اس میں میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟"

"نہیں تم کو کسی دوسرے ملک میں لے جایا جائے گا اور وہاں تمہیں ایک مرد دیا جائے گا۔ جس کا رنگ تمہارے رنگ جیسا ہوگا اور وہ مرد تمہارے ساتھ سوئے گا۔"

"وہ مجھے پیٹے گا۔"

"نہیں اس کی اسے اجازت نہیں ہوگی۔"

"تو پھر میں چلوں گی۔ دیوتا کرے کہ میرا وہ مرد صحیح معنوں میں مرد ہو۔ اور اس کی دوسری بیویاں بھی ہوں جو ہر کام میں میرا ہاتھ بٹائیں۔"

اب وہ لوگ سائبان کے آخری سرے تک پہنچ گئے تھے اور وہ باڑے کی بہترین جگہ تھی۔ بہترین ان معنوں میں کہ وہاں سمندر کی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ اور اس جگہ پر آٹھ سیاہ فاموں نے پہلے ہی سے قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ زمین پر بیٹھے بے پروائی اور بے خوفی سے آنے والوں کو دیکھ رہے تھے اس گروہ کے بیچ میں بیٹھے ہوئے ایک دیو جیسے سیاہ فام نے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا۔

"کپتان! یہ لوگ عمدہ ہیں بے حد عمدہ ہیشم کے مغرور حمال ہیں۔ افریقہ کے قلب میں پکڑا گیا ہے۔ انہیں افوہ! بہت طاقتور ہیں۔ ڈیڑھ سو پونڈ وزن تو یوں اٹھا لیتے ہیں یوں۔"

"میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا ہیں۔" ایم سن نے اپنے شوق کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

شراب بھرنے کے پیپے جیسے سینوں، ہاتھوں کی ابھری ہوئی اور پتھر کی طرح سخت مچھلیوں اور موٹی مضبوط پنڈلیوں سے ایم سن نے انہیں پہچان لیا تھا۔ وہ بے اختیار ان کی طرف بڑھا۔ ان لوگوں

نے قدرے بے چینی سے اس کی طرف دیکھا۔ البتہ ان کے سردار نے ایم سن پر اچٹتی ہوئی نظر بھی نہ ڈالی۔ وہ یونہی بے پروائی سے بیٹھا رہا۔ گویا ایم سن کی کوئی حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ ایم سن سیدھا اس عفریت کے قریب پہنچا اور ساحلی زبان میں پوچھا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"خوفناک عفریت نے اپنی زبان اور تالو کی مدد سے ایسی آواز نکالی جیسی کہ کوچوان گھوڑے کو ٹٹکارتے وقت نکالتے ہیں اس قسم کی آواز ہیشم کے حمال بے پروائی ظاہر کرنے کیلئے نکالا کرتے تھے۔ جب میں تم سے کوئی سوال پوچھوں تو تمہیں اس کا جواب دینا چاہئے۔"

ایم سن نے کڑک کر کہا۔ خوفناک عفریت سے پھر ویسی ہی آواز نکالی۔ "ٹخ ٹخ۔"

ایم سن نے کن انکھیوں سے خوفناک عفریت کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اپنے سردار کی نقل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حالانکہ بے چین تھے۔

ایم سن نے گونجدار اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کون ہو۔ تم مغرور حمال ہو۔ اپنے آقا کو خبر کئے بغیر تم بھاگ گئے اور غلام پکڑنے والوں نے تمہیں تمہارے گاؤں میں پکڑ لیا یا شاید یوں ہے اور یہی قیاس بھی ہے کہ تم اپنے آقا کو قتل کر کے اور اس کا سامان لے کر بھاگ گئے تھے۔"

خوفناک عفریت منہ بند کر کے ہنسا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی نقل کرنے کی کوشش کی اور ایم سن نے سمجھ لیا کہ اس کا انداز غلط نہ تھا۔ اس نے اندھیرے میں ایک تیر چلایا تھا اور جو اتفاقاً نشانے پر بیٹھا۔

"اب اگر میں تمہیں ہیشم کی پولیس کے حوالے کر دوں تو تمہیں شکنجے میں کھینچ دیا جائے گا۔"

خوفناک عفریت نے پھر "ٹخ ٹخ" کی آواز نکالی وہ ایم سن کی دھمکیوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا۔

ایم سن نے چاروں طرف دیکھا۔ ہر شخص کی نظریں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔ ان حمالوں نے دوسرے غلاموں پر اپنا رعب جما لیا تھا اور وہ ان سے ڈرنے لگے تھے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ حمال دیو قامت اور طاقتور تھے اس کے برخلاف دوسرے غلام کمزور اور بزدل اس کے علاوہ ناکافی غذا نے ان کی رہی سہی قوتوں کو ختم کر دیا تھا۔

چنانچہ ایم سن نے پوچھا کہ اگر اس نے ان حمالوں کا زور نہ توڑا دوسرے غلاموں کے دلوں سے ان کا خوف دور نہ کیا تو جہاز پر ایک ابتری پھیل جائے گی۔ دوسرے غلام ان حمالوں کو گویا اپنا لیڈر تسلیم کر چکے تھے اور ان کے اشاروں پر ناچنے کیلئے تیار تھے۔ ان حمالوں کا زور توڑنا اور ان کا

خوف دوسرے غلاموں کے دلوں سے دور کرنا۔ اب ضروری ہو گیا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایم سن پہرے داروں کو بلوا کر حمالوں کو کوڑوں سے پٹوا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی کھال ادھڑ جاتی' لیکن اس طرح ایم سن کا مقصد حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد بھی یہ لوگ دوسرے غلاموں کو ایم سن کے خلاف اکسا سکتے تھے۔ چنانچہ حمالوں اور دوسرے غلاموں پر ایم سن کو خود اپنا رعب جمانا تھا تاکہ وہ اس سے ڈرتے رہیں۔

دوسرے ہی لمحے ایم سن ایک آخری فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ دو قدم آگے بڑھا۔ بیٹھے ہوئے حبشی کے آگے کی طرف ذرا جھکا اور خوفناک عفریت کے گال پر "چٹاخ" سے ایک چانٹا رسید کر دیا۔

خوفناک عفریت ایکدم سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ غصے نے اس کی صورت اور بگاڑ دی تھی اور وہ انسانوں سے زیادہ بن مانس معلوم ہو رہا تھا۔ وہ دانت پیس کر بولا۔

"سرفے! اس جرأت کا میں تمہیں مزہ چکھاؤں گا۔ اب تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جاسکتے۔" وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ "تمہیں مارنے کے بعد میں بخوشی اپنے آپ کو ہیشم کے سپاہیوں کے حوالے کر دوں گا اور تمہارے خون کے عوض خوشی سے شکنجے پر کھنچ جاؤں گا۔ سرفے! اب تیری لاش ہی یہاں سے جائے گی۔"

لفظ "سرفا" افریقی سفید فاموں کیلئے حقارت کا اظہار کرنے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ جس طرح کہ سفید فام حبشیوں کو حقارت سے "سیاہ فام" یا کالا آدمی کہتے ہیں۔ احترام کا لفظ اجنبی یا "مسافر" تھا۔ اس تذلیل کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہ رہ گئی تھی۔ چنانچہ ایم سن کوٹ اتارنے لگا۔

خوفناک عفریت دفعتاً ایم سن پر جھپٹا۔

ایم سن نے اپنا ہاتھ کھول کر ہتھیلی کے کنارے سے خوفناک عفریت کی ناک پر پہلی ضرب لگائی۔ اس ضرب نے جو بدن کی ساری قوت صرف کر کے لگائی گئی تھی۔ خوفناک عفریت کو گھڑی بھر کے لئے چکرا دیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے دائرے سے ناچ گئے اور وہ ایک لمحہ کے لئے ہکا بکا سا کھڑا رہا۔ اس ایک لمحے سے فائدہ اٹھا کر ایم سن دو قدم آگے بڑھا اور دائیں ہاتھ کا ایک گھونسہ اس کے پیٹ پر جما دیا۔ ایم سن کا خیال تھا کہ اس کا پیٹ نرم اور لجلجہ ہوگا' لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ خوفناک عفریت کے پیٹ کے پٹھے سکھائے ہوئے چمڑے کی طرح سخت تھے اور ایم سن نے یوں محسوس کیا' جیسے اس کا گھونسہ آٹے کے ٹھسا ٹھس بھرے ہوئے بورے پر پڑا ہو۔ خوفناک عفریت زخمی بھینسے کی طرح پھنکار کر آگے بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے ایم سن کی گردن اس کے ایک ہاتھ کے حلقے میں دبی ہوئی تھی اور اس کا دوسرا ہاتھ ایم سن کے نچلے حصے کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایم سن کے دونوں ہاتھ آزاد تھے۔

چنانچہ اس نے ایک ہاتھ آگے بڑھا کر خوفناک عفریت کے دائیں ہاتھ کی ٹٹولتی ہوئی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا دیں اور زور لگا کر اس کی شہادت کی انگلی کو پیچھے کی طرف موڑ دیا۔ وہ چاہتا تو حبشی کی انگلی کو ایک ہی جھٹکے میں توڑ دیتا' لیکن اس نے ایسا نہ کیا کیونکہ ٹوٹی ہوئی انگلی والے غلام کی قیمت زیادہ نہ ملتی تھی۔

خوفناک عفریت کے بائیں ہاتھ کی گرفت ایم سن کی گردن پر سخت سے سخت ہوتی جا رہی تھی۔ ایم سن کا چہرہ حبشی کے چکی کے پاٹ جیسے سینے پر بھنچا ہوا تھا۔ اس کی ناک بری طرح دب گئی تھی اور اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اس کی گرفت ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ ایم سن نے کوشش کر کے اپنی گردن ایک طرف موڑ دی اب اس کا گال حبشی کے کالے اور چکنے سینے پر ٹکا ہوا تھا اور اب وہ آسانی سے سانس لے سکتا تھا۔

دفعتاً حبشی نے دونوں ہاتھوں سے ایم سن کی کمر پکڑ لی اور اسے اس زور سے بھینچا کہ ایم سن کو اپنی پسلیاں چٹختی ہوئی محسوس ہوئیں اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر ایم سن نے اپنی ایک ٹانگ اٹھائی اور گھٹنے سے حبشی کی رانوں کے بیچ میں ضرب لگائی اور خوفناک عفریت درد و تکلیف سے کراہ اٹھا۔ اس کے ہاتھوں کی آہنی اور جان لیوا گرفت ڈھیلی پڑی موقع غنیمت جان کے ایم سن گھوم گیا۔

اس کی ٹھوڑی حبشی کے کندھے پر ٹکی ہوئی تھی اس نے کوشش کر کے اپنا ایک ہاتھ حبشی کی کہنی میں پھنسا دیا اور فوراً ہی ایک گھٹنا زمین پر ٹیک کر اسے گرانے کی کوشش کرنے لگا' لیکن وہ کالا دیو خلاف توقع کافی طاقتور اور وزنی ثابت ہوا۔ سیاہ فام حبشی نے ایک بار پھر ایم سن کو گرفت میں لینے کی کوشش کی۔ اگر "سرفے" کی گردن اس کی گرفت میں آ گئی تو وہ چند منٹوں میں ہی اس کا خاتمہ کر سکتا تھا اور یہ بات دونوں ہی جانتے تھے۔ حبشی کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ایم سن کی آنکھیں تلاش کر رہی تھیں وہ ایم سن کی آنکھیں پھوڑ کر اسے بے بس کرنا چاہتا تھا۔

اس کی انگلیاں ایم سن کے گال پر رینگتی ہوئی اور چڑھنے لگیں۔ اتفاقاً اس کا انگوٹھا ایم سن کے منہ پر آ پڑا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر ایم سن نے انگوٹھے میں اپنے دانت گھبو دیئے۔ اس کے دانت جلد اور گوشت کو چیرتے ہوئے ہڈی تک اتر گئے اور وہ درد و تکلیف سے چیخ اٹھا۔

اس نے ایم سن کی کمر چھوڑ دی اور اپنا انگوٹھا چھڑانے کیلئے دوسرے ہاتھ سے ایم سن کے منہ پر گھونسے مارنے لگا۔ حبشی کی آہنی گرفت سے آزاد ہوتے ہی ایم سن اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

اور اب وہ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔ پہل ایم سن نے کی۔ اور وہ آگے بڑھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ خوفناک عفریت کی ساری قوت اس کی گرفت میں تھی کیونکہ اس کے پٹھے بوجھ اٹھا اٹھا کر لوہے کی طرح سخت اور مضبوط ہو گئے تھے وہ براہ راست کسی کو

مار گرا نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی گرفت سے بچنا ضروری تھا۔ خوفناک عفریت اپنی گرفت سے ہی فتح حاصل کر سکتا تھا۔ اس کی کامیابی کا راز اس کی گرفت میں مضمر تھا۔

ایم سن آگے بڑھا۔

جب وہ قریب پہنچا تو سیاہ فام حبشی کے دونوں ہاتھ "گویا" اپنے آپ ہی اسے گرفت میں لینے کیلئے آگے پھیل گئے۔ ایم سن نے غوطہ مار کر ایک بار پھر اس کی ناک پر گھونسے سے کاری ضرب لگائی۔ سیاہ فام حبشی نے جھرجھری لی اور سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ اپنا چہرہ بچانے کیلئے اس نے اپنے دونوں ہاتھ چہرے کے سامنے کر لئے۔ ایم سن کو موقع مل گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ ترچھا کر کے ہتھیلی کے پہلو سے سیاہ فام کی گردن پر عین اس جگہ ضرب لگائی جہاں شہ رگ ہوتی ہے۔

پہلی' دوسری' تیسری وہ ترچھے ہاتھ اور ہتھیلی کے پہلو سے اس کی گردن پر مسلسل ضربیں لگا رہا تھا۔ پھر اس نے حبشی کے سینے پر عین دل کے نیچے دو گھونسے لگائے اور اس کی گرفت سے بچنے کیلئے عین وقت پر اچھل کے پیچھے ہٹ گیا۔

اور اس دفعہ ایم سن کی ضربیں کارگر ہوئی تھیں۔ خوفناک عفریت کا چہرہ خون میں لت پت تھا اور شہ رگ پر ضربوں نے اس پر نیم بے ہوشی سی طاری کر دی تھی اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اپنی شکست تسلیم کر چکا ہوتا اور اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ایم سن بھی اس کیلئے اپنی سزا کافی سمجھ کر اسے چھوڑ چکا ہوتا' لیکن اسے احساس تھا کہ جب تک اس خوفناک عفریت کو مار مار کر گرایا نہ جائے گا۔ دوسروں پر خاطر خواہ اثر نہ ہوگا۔

چنانچہ اس نے اچھل کے حبشی کی رانوں کے بیچ میں ایک لات لگائی حبشی کو ایسے ہی توقع تھی۔ حبشی نے اس کی ٹانگ پکڑ لی۔ ایم سن اس کی گرفت میں کوشش کر کے گھوم گیا اور اس نے جھک کے زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک دیئے اور پھر اپنی آزاد ٹانگ سے سیاہ فام کے زیر ناف ایک لات رسید کی۔ وہ وزنی جوتے پہنے ہوئے تھا اور پھر لات اس نے پوری قوت سے جمائی تھی۔

چنانچہ اس ضرب کی تاب نہ لا کر وہ کمر سے ڈھیر ہو گیا۔ اس نے ایم سن کی ٹانگ چھوڑ دی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ تھام لیا۔ ایم سن فوراً اٹھا دو قدم پیچھے ہٹا اور اس سے پہلے کہ وہ خوفناک عفریت دوبارہ سنبھلتا ایم سن نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر یکے بعد دیگرے دو گھونسے لگا دیئے۔

خوفناک عفریت اب بھی نہ گرا۔

اب ایم سن نے ایک گھونسہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے جمایا اور اس دفعہ خوفناک عفریت لڑکھڑایا اور تناور درخت کی طرح چت گرا اس کی بے نور سی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

ادھر ایم سن کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا رہا تھا وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ ان سب کے سامنے بے ہوش ہونا نہ چاہتا تھا اگر ایسا ہوا تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جانے کا خوف تھا۔

بہر حال جیت اسی کی ہوئی تھی اس نے غلاموں پر نظر ڈالی ہر شخص کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے ایم سن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو ان کے خیال میں انسان نہیں بلکہ کوئی مافوق الفطرت شخصیت تھی اور ایم سن کو ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ افریقہ کے وحشی کسی کو مرتا دیکھتے اور ان پر کچھ اثر نہ ہوتا کیونکہ مارنے والا اپنا بھالا استعمال کرتا تھا۔ یا تیر یا ڈنڈا اور ہتھیار سے کسی کو مار گرانا ان کیلئے کوئی نئی اور انوکھی بات نہ تھی' لیکن اپنے خالی ہاتھوں سے کسی کو مار مار کر بے ہوش کر دینا اس کیلئے ایک نئی اور ناقابل یقین بات تھی چنانچہ ایم سن کے اس عمل نے انہیں خوفزدہ کر دیا تھا۔

وہ سب سہم گئے تھے۔

ایم سن نے سوچا کہ غلاموں پر سے یہ اثر فوراً ختم کر دینا چاہئے ممکن تھا کہ وہ اسے نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے' لیکن خوف کی نظروں سے دیکھنا خطرناک نتائج پیدا کر سکتا تھا وہ ان کے دلوں سے اپنا خوف دور کرنا چاہتا تھا اگر ان کے دلوں میں ایم سن کی نفرت نے گھر کر لیا تھا تو ان کی نفرت کو آہستہ آہستہ دور کیا جا سکتا تھا' لیکن خوف بعد میں اسے دور کرنا ناممکن تھا چنانچہ وہ عمل کا وقت تھا۔

"ایک بردہ فروش کو بھی کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔" وہ دل میں بولا اور اس نے پلٹ کے قریب کھڑے ہوئے غلام کی گردن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور قہقہہ لگا کے کہا۔

"دوست! دیکھا تم نے؟ اسے گرتے دیکھا تم نے؟" وہ ہنستے ہنستے دہرا ہو گیا۔ "جیسے ہاتھی زہریلا تیر کھا کے گرتا ہے یا جیسے طوفان میں تناور درخت جڑ سے اکھڑ کر گرتا ہے۔ دھم دھڑم' دھوں۔"

ایک سیاہ فام نے حیرت سے ایم سن کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے تک دیکھتا رہا۔ پھر بے تحاشہ ہنسنے لگا۔ ان دونوں کی ہنسی کے چھینٹے دوسروں پر آ پڑے اور چند سیکنڈ کے بعد ہی ہر شخص ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوا جا رہا تھا۔ جب ان کے قہقہے تھمنے لگتے تو ایم سن نئے سرے سے قہقہے لگاتا اور وہ پھر ہنسنے لگتے۔

مرد غلام ایم سن پر تھوکنے کیلئے آگے بڑھے یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ اس کا احترام اور تعظیم کرتے تھے۔ عورتیں اپنی جگہ پر بیٹھی تعظیمی نظروں سے ایم سن کو دیکھتی رہیں۔ آخر کار ایم سن نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور قہقہے دفعتاً تھم گئے۔

"دوستو! یہ حمال بے حد اچھے آدمی ہیں۔" اس نے کہا۔ "یہ شخص جسے میں نے مار گرایا ہے۔ شیر کی طرح نڈر اور بہادر اور جنگلی بھینسے کی طرح طاقتور ہے۔ دو آدمی مل کر اسے ایک طرف لڑھکا دیں۔ اپنے ہی خون میں لت پت ہونا ایسے آدمی کیلئے بڑی ذلت کی بات ہے۔ جب اسے ہوش آ جائے تو اسے یہ اطلاع دے دینا کہ میں نے اسے تم سب کا داروغہ بنا دیا ہے سب سے پہلے ہر کھانا یہ ہی کھائے گا اور کسی عورت سے جو اسے پسند آئے گی سب سے پہلے یہ ہی لطف اٹھائے گا تاہم اسے چاہئے کہ کنواری لڑکیوں پر دست درازی نہ کرے۔ کیونکہ ایسی لڑکیوں کی پھر کوئی قیمت نہیں رہ جاتی۔

میں تم سب کو اس ڈونگے میں بٹھا کر جو تمہارے یہاں کے ہر گاؤں سے بڑا ہے ایک ایسے گاؤں میں لے جاؤں گا جہاں کے لوگ باکرہ لڑکیوں کو ہی پسند کرتے ہیں۔"

حمالوں نے سر ہلائے۔ خود ان کے گاؤں میں بھی جو اپنا کنوارہ پن کھو چکی ہوں پہلے تو کوئی قبولتا ہی نہ تھا اور جب کوئی رنڈوا مرد انہیں اپنی بیوی بنا بھی لیتا تھا تو دلہن کی قیمت کے طور پر لڑکی کے باپ کو بہت کم مویشی دیتا تھا۔

یہ اطمینان کر کے کہ اب اس نے غلاموں کا اعتبار حاصل کر لیا ہے۔ ایم سن نے اپنا کوٹ اٹھایا اور باڑے کے دروازے کی طرف چل پڑا۔

"ان سب غلاموں کو میں طے شدہ قیمت پر خرید لوں گا۔" جب وہ لوگ باڑے سے باہر آئے تھے تو ایم سن نے کہا۔

"لیکن پہلے ان کا طبی معائنہ کرا لینا ضروری ہے۔ بظاہر تو تندرست معلوم ہوتے ہیں' لیکن میں اطمینان کر لینا چاہتا ہوں۔ اتنے غلاموں سے کام نہ چلے گا یوحان مجھے سو غلام اور چاہئیں غلاموں کا کوئی قافلہ وغیرہ آنے والا ہے کیا؟"

"ہوسکتا ہے دو چار دن میں بن یامین آ جائے۔ بہت سے غلام لے کر۔" یوحان نے جواب دیا۔ "میں نے ان سیاہ فام افراد سے پوچھا تھا جو جھیل وکٹوریہ کی طرف سے آئے تھے جو افریقہ کی سب سے بڑی اور دنیا میں دوسرے نمبر کی بڑی جھیل گردانی جاتی ہے۔ انہوں نے بن یامین کو دیکھا تھا جو بہت سے غلاموں کو لے کر اسی طرف آ رہا تھا۔"

"ایں...... بن یامین کا قافلہ آ رہا ہے۔ بوڑھے! یہ بات تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتائی؟" ایم سن نے غصے سے پیر پٹخ کر کہا۔

بن یامین جو پورے افریقہ میں اپنی خوفناک بندوق کی وجہ سے مشہور تھا۔ ہیشم کا ایک عرب تھا اس نے وسطی افریقہ میں اس سرے سے اس سرے تک اپنی دھاک بٹھا دی تھی۔ بن یامین جو پورے

افریقہ میں مشہور تھا اور جس کا نام لے کر افریقی مائیں اپنے بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں۔ گویا افریقہ کا بے تاج بادشاہ تھا۔ بن یامین مخلوط نسل سے تھا یعنی اس کا باپ عرب تھا اور ماں ایک حبشن لونڈی تھی۔

لیکن باپ کی بہادری' بے خوفی اور فہم اسے ورثے میں ملی تھی۔ بن یامین کی رگوں میں انہی فاتحوں کا خون گردش کر رہا تھا۔ جنہوں نے کبھی قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے تختے الٹ دیئے تھے۔ بن یامین زبردست سوجھ بوجھ' دور اندیشی معاملہ فہمی اور حیرت انگیز جسمانی قوت کا مالک تھا۔

وہ توہم پرست نہیں تھا اور نہ ہی اس نے موت سے ڈرنا سیکھا تھا چنانچہ غلاموں اور ہاتھی دانت کی تلاش میں افریقہ کے ان خطرناک اور تاریک ترین گوشوں تک گھستا چلا گیا' جہاں پہلے کبھی مہذب شخص کے قدم نہ پہنچے تھے۔ چنانچہ بن یامین کے پاس اتنی دولت تھی کہ سلطان ہیشم کے خزانے میں بھی نہ تھی اور افریقی جتنے اس عرب سے ڈرتے تھے۔ اتنے سلطان سے بھی نہ ڈرتے تھے۔

حالانکہ عربوں کی فطری رحم دلی اور مہمان نوازی بن یامین کو ورثے میں ملی تھی۔ وہ اکثر اوقات ضرورت سے زیادہ رحم دلی کا ثبوت دیتا تھا۔ زمانہ جنگ میں وہ شیر ببر تھا' لیکن امن و امان کے زمانہ میں ایک مہمان نواز اور نفس کش اور رحم دل عرب۔

ایم سن اور بوڑھے بن یامین میں بڑی پرانی اور گہری دوستی تھی اور بن یامین' ایم سن کے ساتھ ایک شفیق چچا بلکہ باپ کا سا سلوک کرتا تھا۔

"کیوں بتاتا تمہیں کہ بن یامین آ رہا ہے ایں کیوں بتاتا؟" یوحان نے دیدے مٹکا کے کہا "میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں اگر میں نے یہ بات تمہیں بتا دی ہوتی تو پھر تم بن یامین سے ہی غلام خریدتے اور میں منہ تکتا رہ جاتا۔"

"تم نہایت ہی اعلیٰ قسم کے گدھے ہو۔ قلما اور جھیل کے علاقے کے درمیان آٹھ سو خطرناک میل کا فاصلہ ہے۔ چنانچہ بن یامین کے غلام اتنے تھکے ہوئے ہوں گے کہ تین مہینوں سے پہلے انہیں جہاز پر چڑھانا ناممکن ہوگا اس کے علاوہ اس سفر میں پانچ میں سے تین غلام تو راستے میں ہی مر گئے ہوں گے۔"

"شاید۔" یوحان نے سر ہلا دیا۔ "سفر خاصا لمبا اور خطرناک ہے۔ چنانچہ پانچ میں سے تین غلام یقیناً مر گئے ہوں گے۔ اس کے باوجود بن یامین کے قافلے میں بہت سے غلام ہوں گے۔ بن یامین تو گرد باد ہے جس بستی میں سے گزرتا ہے۔ وہاں کے بہت سے آدمیوں کو اپنے ساتھ گھسیٹ لیتا ہے۔"

"بہر حال ممکن ہے کہ بن یامین کے قافلے سے سو عمدہ قسم کے غلام اور لونڈیاں مل جائیں چنانچہ بن یامین کے قافلے کی آمد سے مجھے بے خبر رکھنا بے فائدہ ہے۔"

یوحان نے اپنی ناک سے پھنکار کی سی آواز نکالی' لیکن منہ سے کچھ نہ کہا غالباً وہ ایم سن سے خفا تھا کیونکہ اس نے نہایت ہی چالاکی اور عیاری کا ثبوت دیتے ہوئے یوحان سے نہایت ہی کم قیمت پر غلام خرید لئے تھے اس کے علاوہ مارکو پولو' پر بحیوں کی موجودگی بھی اس کی پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی۔

یوحان کو خفا کرنا مناسب نہ تھا اور یہ بات ایم سن بھی جانتا تھا' لیکن اسے منانا بہت آسان تھا۔ شراب کے دو تین جام پینے کے بعد وہ مان جاتا تھا۔ چنانچہ قلما سے رخصت ہوتے وقت وہ اسے منا لے گا۔

✣ ✣ ✣

ایم سن بہت زیادہ تھک گیا تھا اور جلد از جلد اپنے جہاز پر لوٹ جانا چاہتا تھا۔ اس خوفناک عفریت کے ساتھ اس نے جو کشتی لڑی تھی اس سے ایم سن کا جوڑ جوڑ ہل گیا تھا۔ ایم سن کے بدن کی ایک ایک ہڈی اور ایک ایک رگ میں درد پیدا ہو گیا تھا اور وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ جانا اور اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر کے لئے سو جانا چاہتا تھا۔ اوپر سے افریقہ کی جھلسا دینے والی گرمی اور گاؤں کے راستے پر پڑی ہوئی غلاظت سے اٹھتی ہوئی بدبو اس کا دماغ پراگندہ کئے دے رہی تھی۔

چنانچہ اپنے صاف ستھرے کیبن اور نرم نرم بستر کا خیال اسے بے تاب کئے دے رہا تھا۔ وہ اپنے آرام کا پروگرام بنانے لگا۔ پہلے تو وہ دریائے قلما کے ٹھنڈے پانی میں خوب نہائے گا' لیکن اسے ہوشیاری سے نہانا پڑے گا کیونکہ افریقہ کا کوئی دریا بھی مگرمچھوں سے خالی نہیں۔ نہانے کے بعد اپنے کیبن میں پہنچ کر کپڑوں سمیت لیٹ جائے گا اور شام تک آرام کرتا رہے گا۔

سورج ڈھلنے کے بعد بھی اتنا وقت تو باقی رہے گا کہ وہ ایک ہزار ایک کام نپٹا سکے کئی ایک تفصیل پر غور کرنا تھا کئی ایک احکامات جاری کرنے اور انہیں مناسب لوگوں تک پہنچانے تھے۔ پھر یہ دیکھنا تھا کہ دونوں بنئے اطمینان بخش طور سے رسد وغیرہ کا انتظام کر رہے ہیں یا نہیں۔ پھر غلاموں کے بھی کھانے پینے کا انتظام کرنا تھا۔ یوحان چونکہ اب انہیں فروخت کر چکا تھا اس لئے اس کی ذمہ داری ختم ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ ملاحوں کو گھومنے پھرنے کی اجازت دینی تھی کہ وہ گھوم پھر کر اور شکار وغیرہ کر کے اپنا دل بہلائیں اور بحری سفر کی بوریت کو دور کریں۔ دیدبان پر فی الحال کسی نگہبان کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جب تک جہاز غلاموں سے خالی تھا۔ اس کے پکڑے جانے کا خدشہ نہ تھا۔ ملاحوں کو آرام کا موقع دینا ضروری تھا کیونکہ غلاموں کو جہاز پر لادتے ہی لنگر اٹھانا اور بھاگم بھاگ ری او پہنچنا تھا تاہم قلما میں جتنا کم عرصہ قیام کیا جائے۔ اتنا ہی مناسب تھا کیونکہ کہا نہیں جا سکتا کہ کب کوئی انگریزی جہاز آ نکلے۔

ایم سن انہی خیالات میں ایسا کھویا ہوا تھا کہ اسے یہ بھی ہوش نہ تھا کہ یوحان اسے کس طرف لے جا رہا ہے چنانچہ جب اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے قلعہ کی فصیل دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔ ایم

سن کو خیالات میں گم دیکھ کر یوحان اسے قلعہ تک لے آیا تھا اور اب انہیں اندر لئے جا رہا تھا۔ ایم سن نے قدرے بے چینی سے اور غصے کے عالم میں چاروں طرف دیکھا۔

"یوحان میں جہاز پر جانا چاہتا ہوں اور یہ تم ہمیں کہاں لئے جا رہے ہو؟"

"اس طرف ایک راستہ جاتا ہے۔ گھاٹ تک نزدیک کا راستہ تھا۔"

ایم سن جانتا تھا کہ قلعہ میں سے ہو کر کوئی راستہ گھاٹ تک نہیں جاتا یہ کاؤڈرے بھی جانتا تھا چنانچہ اس نے جلدی سے پٹی میں سے پستول گھسیٹ کے ایم سن کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور ایم سن نے اس کی نالی یوحان کے سینے پر رکھ دی یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا۔

"یوحان! میں نہیں جانتا کہ تمہارے دماغ میں کون سے شیطانی ارادے پروان چڑھ رہے ہیں' لیکن کان کھول کر سن لو۔ کہ اگر تم نے دھوکہ دیا تو سب سے پہلے تم خاک و خون میں لوٹتے نظر آؤ گے۔"

یوحان جواب میں مسکرا کر آگے بڑھ گیا۔ ایم سن' کاؤڈرے اور مناف اس کے پیچھے چلے' لیکن اب وہ تینوں ہوشیار اور چوکنے تھے اور کسی بھی ناگہانی خطرے کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار وہ لوگ قلعہ کی سیاہ فصیل کے قریب پہنچے۔ اس فصیل کے بعد ایک اور فصیل تھی۔ جس میں ایک بڑا سا دروازہ تھا۔ جس کے کواڑ وزنی اور مضبوط معلوم ہوتے تھے۔ اس دروازے کے سامنے دو مسلح عرب پہرہ دے رہے تھے۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر یوحان نے عربوں کو اشارہ کیا۔ ایک عرب نے اپنی ڈھیلی ڈھالی عباء میں ہاتھ ڈال کر کوئی ایک لمبی چابی برآمد کی اور دروازے پر پڑا ہوا بڑا سا تالا کھول دیا وہ لوگ دروازے سے گزر کر ایک چھوٹے سے صحن میں پہنچے۔

یوحان دائیں بائیں دیکھے بغیر صحن عبور کرنے لگا۔ ایم سن اس کے پیچھے تھا اور اس کی شہادت کی انگلی پستول کی لبلبی پر جمی ہوئی تھی۔

صحن کے ایک کونے میں تقریباً بیس افریقی ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے تھے اس گروہ میں ایک بھی عورت نہ تھی اور وہ اپنے گردوپیش سے بے پروا بیٹھے معلوم ہوتے تھے۔ چنانچہ جب یوحان اور اس کے ساتھی ان افریقیوں کے پاس سے گزرنے لگے تو اس گروہ میں سے ایک شخص نے بھی نظر اٹھا کر ان کی طرف نہ دیکھا۔

ان کے قریب سے گزرتے وقت ایم سن نے ان افریقیوں پر یوں ہی نظر ڈالی اور پھر یوں ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کے پیر زمین میں گڑ گئے ہوں۔ پستول پر اس کی گرفت ڈھیلی ہو گئی تھی اور اگر کاؤڈرے نے آگے بڑھ کر پستول نہ لیا ہوتا تو وہ زمین پر گر پڑتا۔ کاؤڈرے کی اس حرکت کی طرف دھیان دیئے بغیر ایم سن ایک تجسس کے عالم میں ان افریقیوں کی طرف بڑھا۔

وہ حیرت سے افریقیوں کی طرف دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہیں اس کی آنکھیں دھوکہ تو نہیں دے رہی ہیں۔ پھر ایک لفظ صرف ایک لفظ اس کے منہ سے نکلا۔

"شینائی۔"

یوحان کا قہقہہ صحن میں گونجا۔

"ہاں...... شینائی اور یہ ہی میری خاص الخاص چیز کہو کپتان اب کیا کہتے ہو۔"

ایم سن کو کسی طرح یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ شینائی تھے وہ آگے بڑھا اور غور سے ان افریقیوں کو دیکھنے لگا۔

شینائی۔ افریقہ کی وہ قوم تھی جس کے متعلق عجیب و غریب روایتیں تھیں۔ اکثر افریقی انہیں جنات کے نطفے سے سمجھتے تھے۔ شینائی لوگ مشرقی افریقہ کے جنوبی مغربی حصے اور ناقابل گزر جنگلوں میں رہتے تھے اور ہمسایہ قبیلوں کو لوٹ کھسوٹ کر گزر بسر کیا کرتے تھے۔ شینائی ہر قبیلے کے لئے عموماً کی کویو کیلئے خصوصاً ایک ہوا بنے ہوئے تھے۔ شینائیوں کا نام سنتے ہی افریقی قبائل لرز اٹھتے تھے۔ حتیٰ کہ سومالی اور ترکمانہ جیسے آتش مزاج اور جنگجو قبائل بھی شینائیوں کا قتل و غارت کرتا ہوا گروہ بعض اوقات ساحل تک پہنچ جاتا تھا حالانکہ ساحل اور شینائی علاقے کے درمیان پانچ سو میل کا فاصلہ تھا۔ یہ لوگ کرالوں پر حملہ کرتے مردوں کو قتل کرتے اور مویشی اور کنواری لڑکیوں کو لے کر گھنے جنگلوں میں گھس جاتے۔

ایم سن نے پہلے کبھی زندہ شینائی کو نہیں دیکھا تھا۔ البتہ شینائیوں کی چند کھوپڑیاں دیکھی تھیں۔ جو ساحلی قبیلوں کے اکثر سرداروں نے اپنی فتح کے نشان کے طور پر سنبھال کر رکھی تھیں۔ چنانچہ ان لوگوں کا معائنہ کرنے کے بعد ایم سن کا شک دور ہو گیا۔ وہ واقعی شینائی تھے۔ ان کے سر کی ساخت جو ساحلی علاقے کے ناریل جیسے سروں سے مختلف تھی۔ ان کے شینائی ہونے کا پتا دے رہی تھی۔ ایم سن نے بڑے شوق اور دلچسپی سے دیکھا ان کے ہونٹ عام افریقیوں کے برخلاف پتلے اور نتھنے مخروطی تھے اور ان کی جلد پر تانبے کے رنگ کی چتیاں تھیں۔ ان کے بال لابنے تھے' لیکن ابن انشاء کی طرح نہ تو گھنگریالے تھے اور نہ ہی روئی جیسے۔ جیسے کہ مغربی ساحل کے حبشیوں کے ہوتے ہیں۔ ان کے قد چھ فٹ سے کچھ زیادہ ہی تھے اور جسم سڈول تھے۔ انہیں سڈول دیکھ کر ایم سن کو ذرا مایوسی ہوئی کیونکہ اس قبیلے کے ہر فرد کو اس نے دیو ہیکل تصور کیا تھا۔ وہ لوگ کافی مضبوط اور طاقتور معلوم ہوتے تھے' لیکن ان کے دیکھنے سے دل پر ایسا رعب طاری نہ ہوتا تھا جو شولوؤں کو دیکھ کر طاری ہو جاتا تھا۔

یوحان اس مرغی کی طرح کڑکڑا رہا تھا جس نے پہلا انڈہ دیا ہو۔

"تم تو کہتے تھے کہ یوحان کے پاس کوئی خاص چیز ہوتی ہی نہیں اب کیا کہتے ہو کپتان؟ ایں

......کیا کہتے ہو۔ سچ مچ کے زندہ شینائی۔ سچ کہنا پہلے کبھی دیکھی ہے ایسی چیز۔"

ایم سن کی خریدنے کی حس رفتہ رفتہ بیدار ہو رہی تھی۔ اب وہ افسوس کر رہا تھا کہ اس نے اپنے شوق اور دلچسپی کا اظہار کر کے یوحان کو اونچی بولی بولنے کا موقع دے دیا تھا' لیکن اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا اگر دنیا کے مشہور مصوروں پینٹنگز جمع کرنے والے کو ایک شاہکار مل جائے کسی سائنسدان کو اتفاقاً کسی چیز کا ایک نیا نمونہ مل جائے یا کوہم جو اتفاقاً کسی نئے خطے کا کھوج لگا لے تو کیا وہ اپنے شوق کو اور خوشی کے جذبات کو چھپا سکے گا؟ چنانچہ ایم سن اپنا شوق اور دلچسپی چھپا نہ سکا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی۔ شینائیوں کے بارے میں روایات تو بہت مشہور تھیں' لیکن آج تک ان کے متعلق حقیقت کسی کو معلوم نہ ہوئی تھی اور نہ ہی کبھی کوئی شینائی زندہ پکڑا گیا تھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ دلچسپ ہیں۔" ایم سن نے حتی الامکان اپنے آپ کو پرسکون اور بے پروا ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "میں دو چار کو محض اس لئے خرید لوں گا کہ نئی چیز ہیں۔ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ یوحان کہ شینائی غلام کے طور پر محض بیکار ہوتے ہیں چنانچہ کوئی انہیں تم سے نہ خریدے گا۔"

"میں کسی اور کے ہاتھ انہیں کیوں فروخت کرنے لگا تم ہی خرید لو۔ سب کو۔"

"فرض کرو۔ میں ان سب کو خرید لیتا ہوں تو مجھے کیا دینا ہوگا؟"

"ایک سوڈالر فی کس۔" یوحان نے اپنے جبڑے یوں بند کئے جیسے ایک سوڈالر حلوہ بن کر اس کے منہ میں آ گئے ہوں۔

"سوڈالر فی کس۔" ایم سن نے غصے میں کہا۔ "میں تو اس پورے گروہ کے بھی سوڈالر نہیں دوں گا۔ یہ شینائی تمہارے کسی کام کے نہیں ہیں۔ کوئی انہیں نہ خریدے گا۔ چنانچہ یہ لوگ یہیں مر جائیں گے۔"

"تو مر جانے دو۔ میں اس سے کم میں نہ دوں گا۔"

کاوڈرے نے تمباکو کی پچکاری چھوڑتے ہوئے کہا "معاملہ ختم ہوا اب چلنا چاہئے۔"

"ٹھہرو بھئی۔" ایم سن شینائیوں کو بہر طور پر حاصل کرنا چاہتا تھا۔

کاوڈرے زخمی سانپ کی طرح پھنکار کر اس کی طرف گھوم گیا۔

"یہ انتہا ہے۔ خدا کی قسم یہ انتہا ہے۔ آج تک میں اور جہاز کے سارے ملاح تمہاری ہر بات مانتے آئے ہیں' لیکن پاگل پن کی بھی ایک حد ہوتی ہے ان شینائیوں کے عوض تمہیں پچاس ہزار ڈالر بھی نہ ملیں گے انہیں خریدنا بیکار ہے۔"

"ان کی قیمت میں اپنی جیب سے دوں گا۔" ایم سن نے کہا۔ "انہیں میں فروخت کر سکتا ہوں

اور کروں گا۔ دنیا میں میں اکیلا ہی پاگل نہیں ہوں۔ بلکہ چند اور بھی پاگل ہوں گے جو انہیں شوق سے خریدیں گے۔"

"تم انہیں خریدنا ہی چاہتے ہو تو خرید لو۔ میری بلا سے' لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم انہیں رکھو گے کہاں۔ ظاہر ہے کہ جہاز پر انہیں دوسرے غلاموں کے ساتھ رکھا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ وہ اتنے خوفزدہ ہوں گے کہ جہاز کے تختے اپنے ناخنوں سے اکھاڑ کر سمندر میں کود پڑیں گے۔ ہمارے پاس غلاموں کو پہنانے کیلئے زنجیریں بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ ان شینائیوں کو ہم سے بھی خطرہ لاحق رہے گا۔ مختصر یہ کہ میں ان کو ساتھ لے جانے کے حق میں نہیں ہوں۔"

ایم سن شش و پنج کے عالم میں خاموش کھڑا رہا۔ ہر چند کہ وہ کپتان تھا' لیکن مارکو پولو تنہا اس کی ملکیت نہیں تھا۔

یوں سمجھئے کہ ایک طرح کی "کارپوریشن" تھی۔ جس کا ہر ملاح رکن اور حصے دار تھا۔ چنانچہ کاوڈرے کی مخالفت بجا بھی تھی اور مناسب بھی۔ تاہم ایم سن شینائیوں کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ یہ شینائی گویا ایک خزانہ تھا۔ جو اتفاقاً اسے مل گیا تھا اور وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکتا تھا کہ احمق یوحان اس خزانے کو برباد کر دے۔ ان شینائیوں کو وہاں چھوڑنا ایسے یہ تھا جیسے کوئی عمدہ نسل کے گھوڑوں کو قصائی کے حوالے کر دے یا جیسے کوئی بدذوق شیکسپئر کے کسی نادر ڈرامے کو نظر انداز کر دے' لیکن کاوڈرے ایک اجڈ ملاح تھا۔ جو ایم سن کے احساسات کو سمجھ نہ سکتا تھا وہ یہ بھی نہ سمجھ سکتا تھا کہ اس قبیلے کے افراد کا مطالعہ کس قدر دلچسپ اور حیرت ناک ثابت ہو سکتا ہے۔

صرف یہ ہی نہیں بلکہ شینائیوں کو ری او تک لے جانا ایک نیا اور سنسنی خیز تجربہ تھا پھر مارکو پولو وہ جہاز ہوگا جو منڈی میں پہلی دفعہ شینائیوں کو لائے گا۔ شینائی ایک نادر تحفہ تھے۔ ایک عجوبہ تھے۔ افریقی قبائل کا مطالعہ پہلے ایم سن کا ایک دلچسپ مشغلہ تھا' لیکن اب یہ مشغلہ بڑھ کر خبط بن گیا تھا۔

ایم سن نے ایک آخری فیصلہ کر لیا۔

وہ کاوڈرے کی طرف گھوم گیا۔ چند ثانیوں تک خاموشی سے اس کی صورت تکتا رہا اور پھر بڑے یقین سے بولا۔

"کاوڈرے! یہ شینائی جائیں گے اور اگر نہیں جاتے تو میں بھی نہ جاؤں گا۔ میں اپنے عہدے سے مستعفی ہوتا ہوں تم ہی مارکو پولو کو لے جاؤ۔ بن یامین آنے والا ہے۔ اس کے قافلے کے ساتھ میں ٹیشیم پہنچ جاؤں گا اور اطمینان رکھو۔ بھوکوں نہ مروں گا میرے پاس ایک ہنر ہے اور میں ٹھوکر مار کر روپیہ پیدا کر سکتا ہوں۔"

"کپتان میں ایک مدت سے تمہیں سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں' لیکن آج تک سمجھ نہیں آ سکا۔ آج

معلوم ہوا کہ تم کیا ہو۔ تم سیاہ فاموں کے عاشقوں میں سے ہو۔"

"لوگوں نے مجھے عجیب و غریب القاب دیئے ہیں' لیکن آج تک کسی نے سیاہ فاموں کا عاشق نہیں کہا۔"

خاموشی کا طویل وقفہ رہا۔ کاوڈرے کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"کاوڈرے! یاد ہے کہ ایک دوپہر میں شارلسٹن کی بندرگاہ میں آوارہ کتے کی طرح بھٹک رہا تھا اور تم نے مجھے اپنے جہاز پر ملازم رکھ لیا تھا کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"محض اس لئے کہ چونکہ تم دکھنی ہو۔ اس لئے حبشیوں کو مجھ سے زیادہ سمجھ سکتے ہو۔" کاوڈرے نے جواب دیا۔ "میں غلاموں کی تجارت کرنے جا رہا تھا' لیکن ان کے متعلق کچھ جانتا نہ تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ تمہیں میر سامان بنا دوں گا' لیکن جب معلوم ہوا کہ تم میر قاسم نامی جہاز پر افسر رہ چکے ہو تو تمہیں نائب کپتان بنا دیا گیا اور جب ہم بوسٹن پہنچے تو کمپنی نے میری مخالفت کے باوجود تمہیں کپتان بنا دیا۔ میں تو اب بھی یہی کہتا ہوں کہ تم ایک اچھے جہازران ہو اور نہ ہی ہو سکتے ہو۔ مجھے اعتراف ہے کہ تم بہادر' ہوشیار اور قابل ہو۔ تم نے اس انگریزی جہاز کے کپتان کو بیوقوف بنایا اور اپنی ہوشیاری اور چالاکی سے ہارویسٹ کی رفتار معلوم کر لی مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ عربوں کے ساتھ تمہارے تعلقات نہایت خوشگوار اور دوستانہ ہیں اور تم غلاموں کے پورے گروہ ایک سے دوسرے مقام تک اس خوش اسلوبی سے پہنچاتے ہو کہ مرنا تو کجا کوئی غلام بیمار' دبلا تک نہیں ہوتا۔

چنانچہ بازاروں میں ہمارے غلام دوسرے غلاموں سے زیادہ توانا اور تندرست ہوتے ہیں مجھے تمہاری قابلیتوں کا اعتراف ہے اور میں تمہاری عزت کرتا ہوں یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہارے ماتحت کام کرنا قبول کیا ہے' لیکن ان خوبیوں کے باوجود تم میں ایک کمزوری بھی ہے جس سے تم شاید خود بھی واقف نہیں اور یہ کمزوری ہے' سیاہ فاموں سے عشق۔ تمہیں سیاہ فاموں کا جنون ہے اور یہ بے حد خطرناک چیز ہے۔ تمہارا یہ جنون کسی بھی وقت تمہاری اور ہم سب کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

چنانچہ اسی جنون کے ہاتھوں مجبور ہو کر تم ان شینائیوں کو خریدنے کیلئے بضد ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ شینائی ہمارے لئے حد درجہ پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نہ بھولو ایم سن کہ ہم بردہ فروش ہیں اور ہمارا پہلا اور آخری مقصد زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کرنا ہے نہ کہ افریقی قبائل کی عادتوں اور فطرتوں کا مطالعہ کرنا۔ کپتان تمہارا یہ جنون بڑھ رہا ہے۔ خطرناک حد تک بڑھ رہا ہے اور یہ بات میں تمہارے منہ پر کہتا ہوں۔"

"شکریہ کاوڈرے' لیکن یہ شینائی ہمارے ساتھ جائیں گے۔"

"تم جانو ...... اور تمہارا کام میں جاتا ہوں جہاز پر۔" کاوڈرے نے کہا اور پلٹ کر چل دیا۔

چند قدم چلنے کے بعد وہ رکا۔ ایم سن کی طرف گھوم کر بولا۔

"کپتان اس وقت ہم میں جو گفتگو ہوئی ہے بہتر ہوگا وہ ہم تک ہی رہے۔ دوسرے ملاحوں سے میں کچھ نہ کہوں گا۔"

"شکریہ کاوڈرے۔" ایم سن نے جواب دیا۔

کاوڈرے کسی خیال میں غرق دروازے کی طرف چل دیا۔

اب ایم سن یوحان کی طرف گھوم گیا۔ جوان دونوں کی باتیں بڑی دلچسپی سے سن رہا تھا حالانکہ اس کا ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا ایم سن نے کوشش کر کے ان باتوں کو جو کاوڈرے نے کہی تھیں اپنے دماغ کے اندھیرے قبرستان میں دفن کر دیا اور یوحان سے شینائیوں کے متعلق پوچھا۔

"یہ لوگ کھانا وغیرہ تو کھاتے ہیں ناں؟"

"کچھ نہیں کھاتے۔" یوحان نے عمر میں پہلی مرتبہ سچ بولا۔

اس کا خیال تھا کہ اس کا سچ بولنا ہی ایم سن کو ان غلاموں کے خریدنے پر مجبور کر دے گا۔ باوجود اس کے کہ غلام کبھی خریدے نہیں جاتے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔ "میں نے ہر طرح کا کھانا ان کے سامنے رکھا' لیکن انہوں نے اسے چھوا تک نہیں۔"

"وہ افریقی جو غلام بنائے جانے کے بعد کھانا نہیں کھاتے ہر چند کہ غیر معمولی نہیں ہوتے۔ تاہم ان میں چند نمایاں خصوصیات ہوتی ہیں وہ لوگ سر جھکائے بیٹھے رہیں گے یا خالی خالی نظروں سے خلاء میں گھور رہے ہوں گے اور وہ دنیا سے بیزار ہر چیز سے بے پروا نظر آئیں گے۔ ان کی اس حالت کو دور کرنے یا یوں کہئے کہ انہیں ہوش میں لانے کی خاص ترکیبیں تھیں۔ بعض دفعہ کوڑوں کی معمولی سی مار کے بعد انہیں ہوش آ جاتا تھا بعض دفعہ ایسے گم صم غلاموں کو دفعتاً ٹھنڈے پانی میں جھکولہ دیا جاتا۔

ان کی سکتے کی سی حالت ختم ہو جاتی تھی یا پھر ان کے درمیان نقارے بجا بجا کر انہیں ہوش میں لایا جاتا' لیکن شینائی اسی حالت میں جسے غنودگی کا عالم کہنا مناسب ہوگا نہ تو ان پر سکتہ طاری تھا اور نہ ہی ان کے حواس گم تھے نہ ہی وہ سر جھکائے بیٹھتے تھے اور نہ خالی خالی نظروں سے کہیں خلاء میں گھور رہے تھے اس کے برخلاف وہ پوری طرح ہوش میں تھے اور کبھی کبھی آپس میں سرگوشیاں بھی کر لیتے تھے۔"

"کون سی زبان بولتے ہیں یہ لوگ؟" ایم سن نے پوچھا۔

"یہ شینائی ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے شینائی زبان بولتے ہوں گے' لیکن یہاں ان کی زبان کوئی

نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی یہ لوگ کوئی دوسری زبان سمجھ سکتے ہیں۔"

یہ ایک نئی مشکل آن پڑی تھی۔ اس کی ساری کوششوں کے باوجود شینائی مر جائیں گے۔ وہ صرف اپنی مادری زبان بول اور سمجھ سکتے ہیں۔ چنانچہ اپنا مطلب واضح کرنا اور ان کا اعتبار حاصل کرنا ناممکن تھا' لیکن وہ ان کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

اس امید میں کہ شاید وہ ان کو اپنی طرف متوجہ کر سکے' ایم سن ان کے سامنے ٹہلنے لگا کسی نے اس کی طرف نہ دیکھا۔ وہ بے پروائی سے بیٹھے رہے۔ اچانک ایم سن کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو دوسرے شینائیوں سے مختلف معلوم ہوتا تھا۔ ایم سن اسے غور سے دیکھنے لگا۔ دوسرے شینائیوں کی طرح وہ بھی اپنے بدن کو سرخ رنگے ہوئے تھا' لیکن اس کے سر کی ساخت شینائیوں جیسی نہ تھی۔ شینائیوں کے چہرے لمبوترے اور نقوش پتلے اور قدرے دلآویز تھے' لیکن اس شخص کا چہرہ گول اور نقوش چپٹے اور بھدے تھے اس کا ڈیل ڈول بھی شینائیوں کے مقابلے میں بے ڈھنگا تھا۔

ایم سن نے اس شخص کے قریب پہنچ کے ساحلی زبان میں حقارت سے کہا۔ "تم شینائی نہیں ہو۔"

اور اس نے کن انکھیوں سے دیکھا کہ وہ شخص مٹھیاں بھینچ کر قدرے پریشان ہو گیا تھا اور ایم سن کو یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ یہ شخص ساحلی زبان جانتا ہے۔ ایم سن نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کرنے کے بعد ذرا بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم کینائی ہو۔ پھر اپنے آپ کو کیوں شینائی ظاہر کر رہے ہو۔؟"

اور اس دفعہ ایم سن نے یہ بات کینائی زبان میں کہی تھی۔ چنانچہ وہ شخص جو نوجوان بلکہ ابھی تو عمر لڑکا ہی تھا۔ ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔

"میں شروع ہی سے شینائی بننا چاہتا تھا" اس نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔ "گزشتہ سال اتفاقاً میری ملاقات چند نوجوان شینائیوں سے ہو گئی اور میں نے ان کے ساتھ مل کر بھالے سے شیر مارا پھر انہوں نے کہا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ کسی قبیلے پر حملہ کرنے لے جائیں گے۔ میں بڑی بے چینی اور شوق سے اس کا انتظار کر رہا تھا کہ یہ آفت ٹوٹ پڑی۔"

ایم سن نے اپنے دل میں مسرت کی لہریں محسوس کیں۔ یہ نوجوان کینائی اس کے اور شینائیوں کے درمیان نہ صرف مترجم کی خدمات انجام دے سکتا تھا بلکہ اس کی طرف سے شینائیوں کے دل بھی صاف کر سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے بڑی ہمدردی سے اور دوستانہ لہجے میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ تمہیں دوسرے قبیلے پر حملہ کرنے اور اپنی بہادری دکھانے کا موقع نہ ملا' لیکن جو کچھ ہوا اچھا ہوا میں تمہیں ایک ایسے

ملک میں لے جاؤں گا جہاں تمہیں اپنے حوصلے نکالنے کا موقع ملے گا' لیکن پہلے تمہیں کچھ کھا لینا چاہئے۔ شینائی کیا کھاتے ہیں؟"

"خون اور دودھ۔"

"کیا...... آ...... آ؟ ایم سن سناٹے میں آ گیا۔"

"ہاں...... یہی شینائیوں کی خوراک ہے یہ لوگ گائے یا بیل کی ایک رگ کھول کر خون حاصل کرتے ہیں اور اس میں دودھ ملا کر پی جاتے ہیں۔"

ایم سن نے چند سکے یوحان کی ہتھیلی پر رکھ کر کہا۔

"ایک گائے لے آؤ اور ایک تونبی۔"

یوحان چلا گیا۔ ایم سن بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔

✤ ✤ ✤

تھوڑی دیر بعد، جو ایم سن کو کافی طویل عرصہ معلوم ہوا تھا۔ بوڑھا یوحان ایک گائے اور ایک نارنجی لم ڈھینگ کی گردن کی شکل کی بڑی سی تونبی لئے واپس آیا۔ ایم سن نے بڑے اناڑی پن سے تونبی میں دودھ دوہا اور پھر اپنا بڑا شکاری چاقو کھول کر بیوقوفوں کی طرح کھڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گائے کی کون سے رگ کھول لی جائے۔ نوجوان کینائی اس کی مشکل آسان کرنے کیلئے آگے بڑھا۔

"چاقو مجھے دیجئے۔" اس نے کہا" لیکن ایک ڈوری کی ضرورت پڑے گی۔"

ایم سن نے اپنی چرمی پیٹی کھول کر نوجوان کی طرف بڑھا دی۔ نوجوان نے پیٹی گائے کی گردن پر کس دی۔ فوراً ہی گائے کی گردن کی رگیں تیر آئیں۔ کینائی نے چاقو کی نوک سے ایک موٹی سی رگ میں چھید کر دیا۔ خون کا پھوارہ سا پھوٹا۔ گائے نے ذرا بھی حرکت نہ کی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس عمل جراحی سے اسے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی تھی۔ تونبی بھر گئی ایم سن نے تونبی کے منہ کو ہتھیلی سے بند کر کے اور اسے ہلا کر خون اور دودھ کو خوب اچھی طرح ملا دیا اور پھر تونبی قریبی شینائی کی طرف بڑھا دی۔ شینائی نے نفی میں سر ہلایا اور عجیب و غریب کھڑکھڑاتی ہوئی زبان میں کچھ کہا۔

"یہ کہتا ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی کچھ نہ کھائیں گے یہاں تک کہ مر جائیں گے۔" نوجوان کینائی نے ترجمانی کی چند ثانیوں تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد ایم سن نے کہا۔

"تو پھر میں ان کیلئے نوجوان اور کنواری لڑکیوں کا انتظام کرتا ہوں۔ یقیناً وہ انہیں گرما دیں گی۔"

کینائی نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں یہ بات بھی انہیں خوش نہ کر سکے گی۔ جب شینائی کسی قبیلے پر حملہ کرتے ہیں اور ان کی لڑکیوں کو اٹھا لے جاتے ہیں تو اس وقت تک ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جب تک کہ شینائی لینڈ میں پہنچ کر خوب سا آرام نہیں کر لیتے۔ شینائیوں کیلئے لڑکیاں ثانوی چیز ہیں۔ ان میں مثل مشہور ہے کہ شینائی کی شادی اس کے بھالے سے ہو جاتی ہے۔"

"تو پھر ان کے بھالے لاؤ۔" ایم سن نے یوحان سے کہا۔

یوحان تو پہلے ہی ہکا بکا کھڑا تھا۔ پھر اس نے ایم سن کی اس تجویز کی مخالفت کی' لیکن آخر کار بھالے لانے کا حکم دے دیا۔

عرب پہرے دار دوڑ گئے اور تھوڑی دیر بعد لانبے اور چمکدار بھالے لئے واپس آئے۔ بھالوں کے پھل بہ مشکل دو انچ چوڑے ہوں گے۔ عام افریقی بھالوں کے پھل پتے کی شکل کے ہوتے ہیں آگے سے نوکدار بیچ میں سے پھیلے ہوئے پیچھے سے پھر گول' لیکن شینائیوں کے بھالے ایسے نہ تھے۔ ایم سن شینائیوں کو دیکھ رہا تھا۔ بھالوں کو دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔

ایم سن نے ایک بھالا ہاتھ میں اٹھا کر تولا۔ سارے کے سارے بھالے ایک جیسے ہی تھے کسی بھی بھالے میں کوئی امتیازی خصوصیت یا پہچان کا کوئی نشان نہیں تھا تاہم اس نے دیکھا کہ ایک شینائی بڑی بے چینی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ بھالا اس شینائی کا ہونا چاہئے۔" ایم سن دل میں بولا۔

اس شینائی اور اس کی بے چینی کو نظر انداز کر کے ایم سن نے ٹوکریوں کے اس انبار کی طرف جو صحن کے انتہائی سرے پر تھا۔ بھالا پھینکا اس کا نشانہ خطا کر گیا۔ بھالا دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا۔

ایم سن دوڑ کر بھالا واپس لے آیا۔ اس نے دوبارہ اسے کندھے سے اوپر اٹھایا یہ انتہا تھی۔ شینائی اب زیادہ برداشت نہ کر سکا تھا۔ وہ تیر کی طرح ایم سن کے قریب پہنچا اور اس کے ہاتھ سے بھالا جھپٹ لیا۔ اب وہ مناسب نشانے کی تلاش میں چاروں طرف دوڑ رہا تھا۔ دیوار کی چوٹی پر چند گدھ بازو کھولے دھوپ کھا رہے تھے۔ شینائی نے گردن گھما کر اپنے ایک ساتھی سے کچھ کہا۔ مؤخر الذکر تالیاں بجانے اور گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگا۔ گدھ گھبرا کر اڑے اور اب وہ فضاء میں چکر کاٹ رہے تھے۔ شینائی چند ثانیوں تک بھالا تولے منتظر کھڑا رہا اور پھر اس نے حیرت انگیز اور سبک دستی سے بھالا پھینکا بھالا ہوا کو کاٹتا ہوا "سوں۔" سے اوپر چلا۔ اس کا پتلا اور سوئی جیسا پھل دھوپ میں چمکا فضاء میں اوپر سے نیچے تک ایک سیمی لکیر سی بنتی چلی گئی اور بھالا پرواز کرتے ہوئے ایک گدھ کے لگا وہ پھڑ پھڑا کے نیچے گرا اور تڑپنے لگا۔ شینائی نے آگے بڑھ کر تڑپتے ہوئے گدھ کے جسم سے بھالا کھینچ لیا اور واپس آ کر ایم سن کے ہاتھ میں دے دیا۔ حالانکہ ایسا کرتے وقت اس نے بڑی مسرت

سے بھالے کی طرف دیکھا۔

ایم سن مرعوب بھی تھا اور خاموش بھی اس نے بھالا لے لیا اور ٹوکریوں کے انبار کی طرف پھینکنے کی تیاری کرنے لگا' لیکن شینائی نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے بتانے لگا کہ بھالا کس طرح پکڑا اور کس طرح پھینکا جاتا ہے۔

اور اب وہ دونوں باری باری سے بھالا پھینک رہے تھے۔ رفتہ رفتہ دوسرے شینائی بھی بھالوں کے ڈھیر میں سے اپنا اپنا بھالا اٹھا کر اس کھیل میں شریک ہو گئے۔

تھوڑی دیر تک یہ کھیل جاری رہا۔

پھر ایم سن نے تونبی اٹھائی اور خون ملے دودھ کا ایک گھونٹ لیا۔ اسے زور کی ابکائی آئی' لیکن اس نے ابکائی کو گلے ہی میں روک کر عجیب وغریب مشروب کا گھونٹ اپنے حلق سے نیچے اتار لیا۔

اس نے جلدی سے قریب کھڑے شینائی کے ہاتھ میں تونبی تھما دی۔ اس نے ایک گھونٹ پی کر تونبی دوسرے شینائی کی طرف بڑھا دی اور خود بھالا پھینکنے کی تیاری کرنے لگا اور مشروب کا دور چلا یہاں تک کہ تونبی خالی ہو گئی اور مزید خون کی ضرورت پڑی۔ ایم سن نے دوسری گائے منگوائی اسی عرصے میں وہ شینائیوں سے بھالا پھینکنے کا سبق لیتا رہا۔

اس کھیل سے جب وہ تھک گئے تو بیٹھ کر خون اور دودھ پینے اور باتیں کرنے لگے۔ موقع مناسب دیکھ کر ایم سن ہولے ہولے کراہنے آگے پیچھے جھومنے اور اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ اس نے شینائیوں کو متفکر لہجے میں باتیں کرتے سنا وہ اسی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

پھر کینائی نوجوان نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔ "میرے ساتھی پوچھتے ہیں کہ تم کیوں رو رہے ہو؟"

ایم سن نے ایک لمبی آہ بھر کے جواب دیا۔ "میرے گاؤں پر ایک مصیبت آئی ہوئی ہے۔ ایک زبردست تیندوا جو شیر سے بھی بڑا ہے۔ روزانہ ہمارے مویشیوں کو گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ اس کے علاوہ میرے گاؤں میں بہت سی جوان اور کنواری لڑکیاں ہیں' لیکن مردوں کی کمی ہے۔ ان لڑکیوں کو سیراب کرنے والا وہاں کوئی نہیں۔"

اور وہ منہ بسور بسور کر رونے لگا۔

کینائی نوجوان نے ایم سن کی بات کا شینائی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ شینائی غور سے سنتے رہے۔ چند ایک رونے لگے۔ پھر ایک معمر شینائی' جو یقیناً اس گروہ کا سردار تھا۔ ایم سن کے قریب آیا اور ایک ہمدرد اور غم خوار دوست کی طرح اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ اس نے کچھ کہا اور کینائی نے اس کی بات کا ترجمہ کر دیا۔

"سردار کہہ رہا ہے کہ رونے کی کوئی ضرورت نہیں اور کہتا ہے کہ ہم سب تمہارے ساتھ چلیں گے اس تیندوے کو مار ڈالیں گے اور تمہارے گاؤں کی لڑکیوں کو حاملہ کریں گے تم نے ہمارے ساتھ دوستوں کا سا سلوک کیا ہے چنانچہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔"

"ہائے بڑا مبارک دن ہے یہ۔ ہائے میری زندگی کا بہترین دن ہے یہ۔" ایم سن چیخا اور اس نے معمر شینائی کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ شینائی سردار نے بھی اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ دوسرے شینائی ایم سن کی پیٹھ اور کندھے تھپتھپا کر اپنی ہمدردی کا اظہار کرنے لگے۔

یہ اس کی طویل کوششوں اور تجربے کا انجام تھا۔ وہ اپنی اس کامیابی پر مسرور تھا' لیکن اب وہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہ تھا۔ اس نے ایک اور گائے خرید کر شینائیوں کے حوالے کی بھالوں کو اٹھوا کر قریب کے ایک کمرے میں رکھوا دیا۔ کمرے کے دروازے کے باہر تالا لگوایا اور شینائیوں سے ایک بار پھر بغل گیر ہو کے کامیابی کے نشے میں سرشار رخصت ہوا۔

✤ ✤ ✤

ابھی کافی دن باقی تھا۔ سورج کی روشنی میں آب و تاب باقی تھی۔ چنانچہ جہاز پر لوٹ جانے سے پہلے اس نے تھوڑی دیر تک گھوم پھر کے دل بہلانے کا فیصلہ کیا۔ تین مہینوں تک وہ جہاز پر رہا تھا اور خشکی کی جھلک تک نہ دیکھی تھی۔ چنانچہ آپ اپنے قدموں تلے سخت اور خشک زمین اسے بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے ایک سگار جلایا اور ندی کے کنارے کنارے آگے بڑھ گیا اور عجیب طرح کا روحانی سکون محسوس کر رہا تھا۔

تھوڑی دور آگے ایک عربی قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ قافلہ غالباً اس صحرا کی طرف سے آیا تھا جو ساحل سے شروع ہو کر جھیل لف تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ چنانچہ یہ قافلہ خاصا طویل فاصلہ طے کر کے آیا تھا۔ کھجور کے درختوں کے ایک جھنڈ میں صحرا کے شناور اونٹ بیٹھے جگالی کر رہے تھے اور اطمینان سے بڑبڑا رہے تھے۔ غالباً چھ مہینے بعد پہلی دفعہ انہیں نرم اور ہری گھاس کھانے کو اور تازہ پانی پینے کو ملا تھا۔

ایک طرف کھالوں کے خیمے تنے ہوئے تھے اور کھونٹے ٹھونکنے کی مشقت سے بچنے کیلئے قافلے والوں نے خیمے لگائے تھے اور ان کی طنابیں کھجور کے تنوں سے باندھ دی تھیں۔ پڑاؤ کے بیچ میں ایک نسبتاً بڑا خیمہ تھا۔ جو یقیناً سالار یا "شیخ" کا خیمہ تھا۔ یہ خیمہ بھی کچھ زیادہ بڑا نہ تھا۔ ویسے یہ قافلہ بھی چھوٹا سا معلوم ہوتا تھا۔

ایم سن پڑاؤ کے کنارے تک پہنچ کر پلٹا اور جس طرف سے آیا تھا۔ واپس اسی طرف چلا ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ ایک عرب ایک نوجوان لڑکی کو ہنکاتا ہوا پڑاؤ سے نکلا اور ندی کی

طرف چلا۔ لڑکی سومالی تھی اور صاف ظاہر تھا کہ وہ نئی نئی گرفتار کر کے لائی گئی تھی۔ کیونکہ اس کی ٹانگیں ایک چرمی رسی سے بندھی ہوئی تھیں۔ جس سے شریر اور گستاخ اونٹوں کی ایک اگلی ٹانگ اور ایک پچھلی ٹانگ باندھ دی جاتی ہے۔ ایم سن نے لڑکی پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔ پھر شوق تجسس نے اس کے پاؤں پکڑ لئے اور جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

سومالی لڑکیوں کا حسن مشہور ہے' لیکن وہ لڑکی تو حیرت انگیز حد تک حسین تھی اس کا قد بوٹا سا تھا جسم سڈول اور اعضاء متناسب اس کے جسم کا اوپری ننگا تھا اور چرمی زیر جامہ کو اوپر اڑس کر لنگوٹ کی طرح کس دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کی سڈول پنڈلیاں اور بھری بھری گول رانیں بھی شام کی سنہری دھوپ میں چمک رہی تھیں اس کے بے حد ملائم اور ریشمی بال کھلے تھے اور اس کے کولہوں تک آتے تھے۔ اس سومالی لڑکی کے چہرے کے نقوش سفید فام عورتوں سے زیادہ حسین اور پرکشش تھے۔ ناک ستواں تو نہ تھی' لیکن چپٹی بھی نہ تھی۔ نتھنے پتلے اور چھوٹے چھوٹے سیب کی شکل کے کان اور بالائی ہونٹ محرابی' اس کی رنگت کچھ عجیب سی تھی جیسی صحرائی گلاب پر ریت کی ہلکی سی تہہ جم گئی ہو۔ آنکھیں غزالی وہ نو گرفتار شدہ ہرنی کی طرح گھبرائی ہوئی اور بوکھلائی ہوئی تھی اور اس عالم میں بھی اتنی حسین معلوم ہوتی تھی کہ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچتا تھا۔

عرب بہت تند خو معلوم ہوتا تھا۔ اس نے گینڈے کی کھال سے بنی ہوئی چھڑی سے لڑکی کو دھکیلتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔

"آگے بڑھ۔"

اور لڑکی کو ندی کی طرف دھکیلتے ہوئے اس نے قدرے بے چینی سے ایم سن کی طرف دیکھا۔

جب وہ لڑکی کو لے کر ندی کے کنارے پر پہنچا تو اس نے لڑکی کو حکم دیا جس نے لڑکی کو گڑبڑا دیا۔ لڑکی نے عرب سے کچھ پوچھا۔ جس کا جواب اس نے غرا کر دیا اور اس ساتھ ہی گینڈے کی کھال کی لچکدار چھڑی سے لڑکی کی ننگی پیٹھ پر ایک ضرب لگائی۔

لڑکی نے فوراً ہی چرمی زیر جامہ کھول کر الگ کیا اور اب وہ سورج کی سنہری کرنوں میں برہنہ کھڑی تھی اور اس کی حیرانی کا سبب ایم سن کو سمجھتے دیر نہ لگی۔ سومالی لوگ اس جگہ رہتے ہیں جہاں صحرا ہے۔ چنانچہ اس لڑکی نے پانی کی وہ چھوٹی چھوٹی نالیاں ہی دیکھی تھیں جو موسم باراں میں پیدا ہو جاتی تھیں۔ ندی' نالا' تالاب کو دیکھنا تو ایک طرف رہا۔ وہ غالباً ان کے ناموں تک سے واقف نہ تھی۔

چنانچہ وہ حیران تھی کہ پانی کے اس زبردست ریلے کو کیا کہے۔ وہ حیرت اور دلچسپی سے ان دائروں کو دیکھ رہی تھی۔ جو اس کے گھٹنوں کے چاروں طرف سطح آب پر پھیلتے جا رہے تھے۔ اس نے جھک کر اپنی شہادت کی انگلی پانی میں ڈبوئی یہ دیکھنے کیلئے کہ یہ پانی حقیقی تھا یا محض سراب۔

پھر وہ ایک بچے کی طرح کھلکھلا کر ہنس پڑی اور پانی جو اس کیلئے ایک عجوبہ تھا۔ اپنے ہاتھوں سے اچھالنے لگی۔ پانی کی بوندیں اس کے چہرے اور بدن پر گریں تو وہ پھر ہنسی۔

کنارے پر کھڑے عرب نے غرا کر کچھ کہا۔ تو لڑکی نے اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈبو دیئے اور ایک منٹ بعد باہر نکالے تو اس کی مٹھیاں ریت سے بھری ہوئی تھیں وہ ریت اپنے جسم پر ملنے لگی۔ غالباً ایسا کرنے سے اسے بہت مزہ آ رہا تھا۔ پانی کا یہ زبردست ریلا ایک نئی اور انوکھی چیز تھا وہ اپنے جسم کو ریت سے رگڑ رگڑ کر صاف کر رہی تھی اور کنارے پر کھڑا ہوا عرب غصیلی نظروں سے اسے دیکھ کر ہدایتیں دیتا جا رہا تھا۔

ایم سن بے اختیار چند قدم اور آگے بڑھا اور پھر رک کر لڑکی کو غسل کرتے دیکھنے لگا۔ جو اس لڑکی کا پہلا غسل تھا۔ لڑکی برہنہ تھی اور ایم سن دیکھ رہا تھا کہ وہ نسوانی حسن کا مکمل ترین نمونہ تھی۔ طویل اور سخت سفر کے بعد بھی وہ بشاش تھی اور اس کی کسی حرکت سے تھکن اور اداسی عیاں نہ تھی۔ ایم سن مسحور سا کھڑا تھا۔ آخر کار اس نے عرب سے پوچھا۔

"کیا قیمت لو گے اس کی؟"

عرب نے بڑی خشونت سے جواب دیا۔ "یہ بکاؤ نہیں ہے۔"

ایم سن نے کندھے جھٹکے۔ "حضرت! زیادہ قیمت ملے گی اور زیادہ قیمت ملے تو ہر چیز بکاؤ ہے۔ بتاؤ کیا لو گے اس کا؟"

عرب غرا کر ایم سن کی طرف گھوم گیا۔ "کہہ جو دیا یہ لڑکی بکاؤ نہیں ہے۔ تم لوگ سمجھتے ہو کہ ہر چیز خریدی جا سکتی ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

"عرب اتنے تندخو اور بدزبان نہیں ہوتے اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو تم عرب نہیں یہودی ہو۔"

"میں کوئی بھی ہوں اس سے تمہیں کیا۔ تم انگلستانی......؟"

"جی میں انگلستانی نہیں ہوں۔ اچھا تو اب معاملے کی بات کرو۔ میری طرح تم بھی جانتے ہو گے کہ کسی بھی سومالی کو غلام بنانا جرم ہے کیونکہ سومالی مسلمان ہیں۔ چنانچہ تم اس لڑکی کو حبشہ نہیں لے جا سکو گے۔ اگر لے گئے تو فوراً گرفتار کر لئے جاؤ گے اور غالباً تمہیں معلوم ہی ہو گا کہ کسی مسلمان کو غلام بنانے کی سزا کیا ہے۔ چنانچہ اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ تم بھی فائدے میں رہو گے اور میں بھی۔"

عرب نے غصے سے بے قابو ہو کر چھڑی اٹھائی اور ایم سن پر وار کر دیا۔ ایم سن نے چھڑی کی ضرب ہاتھ پر لی اور پھر چھڑی پکڑ کے عرب کے ہاتھ سے گھسیٹ لی۔ عرب نے فوراً ہی نیام میں

سے خنجر کھینچ لیا۔ ایم سن نے دیکھا کہ بہت سے عرب پڑاؤ میں سے نکل کر ننگے ہتھنے ہلانے ان دونوں کی طرف بھاگے آ رہے تھے۔ ایم سن نہتا تھا اور اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ افریقہ میں نہتا گھومنا سخت غلطی تھی۔

اس نے نرم اور صلح جویانہ لہجے میں عرب سے گفتگو کرنے کی کوشش کی۔ وہ عربوں کی جسمانی قوت سے واقف تھا' لیکن سومالی لڑکی کا مالک عرب غصے میں دیوانہ ہو رہا تھا اور ایم سن پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ سومالی لڑکی گھٹنوں گھٹنوں پانی میں کھڑی بڑی دلچسپی سے اس جھگڑے کو دیکھ رہی تھی۔

دفعتاً پڑاؤ سے ایک شور بلند ہوا اور وہ سب ایم سن کو بھول گئے۔ سامنے کی جھاڑیوں کے جھنڈ کے عقب میں سرخ دھول کا بادل سا اٹھ رہا تھا۔ کوڈور کے سینگوں کے بنے ہوئے قرنوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ اونٹوں کے بڑبڑانے گھوڑوں کے ہنہنانے' انسانی چیخوں اور نقاروں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں اور پھر سرخ غبار میں بھالوں کے پھل یوں چمک اٹھے جیسے بادلوں میں تارے۔ غبار کا دامن چاک ہوا تو گھوڑوں پر سوار لوگ اسے نظر آئے۔

✤ ✤ ✤

جنوبی صحرا کی طرف سے ایک زبردست قافلہ منزلیں مارتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ آگے آگے اعلیٰ نسل کے سفید گھوڑے' پر ایک نورانی صورت والا عرب شہسوار تھا۔ ہر عرب کی طرح وہ بھی سادے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ چوڑی آستینوں والی سفید عباء اور بڑے گھیرے والی سفید شلوار البتہ وہ سر پر عمامے کے بجائے پگڑی رکھے ہوئے تھا۔ جو پچرنگی اور ریشمی تھی اور شام کی دھوپ میں قوس قزح کی طرح معلوم ہو رہی تھی۔ عرب کی گھنی داڑھی اس کے سینے پر لہرا رہی تھی۔

وہ عربی نسل کے سفید گھوڑے پر سوار تھا اور گھوڑے کی دم اتنی لمبی تھی کہ اس کی نوک زمین کو چھو رہی تھی۔ گھوڑے کے دہن کی زنجیر چاندی کی بنی ہوئی تھی اور دو انچ چوڑی چرمی لگام میں نہایت قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ عرب کے دائیں بائیں اس کے پچاس باڈی گارڈ تھے اور یہ سب کے سب فرالی تھے۔ فرالی جو افریقہ کے ناقابل عبور جنگلوں میں رہتے ہیں اور آدم خور ہیں ان کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا۔ "مردوں کو بھون کر کھا جاؤ اور عورتوں کو اپنے تصرف میں لاؤ۔"

اور ان کے مقصد اور اصول سے مشرقی افریقہ کا بچہ بچہ واقف تھا۔

فرالی سفید لنگوٹ باندھے ہوئے ایک ہاتھ میں بہت بڑی چوبی ڈھال اور دوسرے میں اپنا خاص لمبا اور لچکدار بھالا لیئے ہوئے تھے اور وہ پچاس فرالی افریقہ کے سب سے زیادہ خوفناک وحشی عرب کے دائیں بائیں نہایت ترتیب اور احترام سے چل رہے تھے۔ پڑاؤ والے آنے والوں کے

استقبال کیلئے خیموں سے نکل آئے تھے۔ فرالی مسکرا رہے تھے۔ آدمخور شیروں کا گروہ اتنا مرعوب کن نظارہ نہ پیش کرسکتا تھا۔ جتنا کہ فرالیوں کا وہ دستہ جو اس عرب کا محافظ دستہ تھا۔ پیش کررہا تھا۔

اور پھر ساز و سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار تھی زیادہ تر اونٹوں پر ہاتھی دانت لدا ہوا تھا۔ ایم سن کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ پہلے کبھی اس نے اتنا بہت سا ہاتھی دانت نہ دیکھا تھا۔ کم سے کم بیس ہزار ڈالر کی قیمت کا ہاتھی دانت ہوگا۔

اور اونٹوں کے بعد غلاموں کی قطار تھی۔ دو دو غلام ایک جوئے سے بندھے ہوئے تھے۔ چنانچہ دو دو غلام ایک ساتھ چل رہے تھے اور کسی ایک بھی غلام کے جسم پر کپڑے نام ایک چیتھڑا تک نہ تھا اور غلاموں کی اس قطار میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ بچے اپنی ماؤں کے دائیں بائیں آگے پیچھے اور دائیں بائیں بھاگتے چلے جارہے تھے۔

غلاموں کی قطار کے دونوں طرف محافظ یا ناظر چل رہے تھے۔ جو ننگی تلواریں یا نیزے لئے ہوئے تھے۔ ناظروں کے داروغے اپنے ہاتھوں میں گینڈے کی کھال کی پتلی چابکیں ہلاتے جنہیں "کی بوکو" کہا جاتا تھا۔

آگے پیچھے دوڑا اور چیخ رہے تھے۔ وہ چابک جس نے افریقہ کو رام کیا تھا اور جس کی دھاک افریقی قبائل کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ چابک اس کوڑے سے مشابہ تھے' جو گھوڑ سواری کے وقت استعمال ہوتا ہے۔ "کی بوکو" کوئی ایک گز لمبے اور انسانوں کے انگوٹھے جتنے موٹے تھے اور ان کا سرا پتلا اور نوکدار تھا۔ چنانچہ "کی بوکو" کو چابک یا کوڑے کے بجائے چرمی بید کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ چرمی بید اتنے لچکدار تھے کہ انہیں موڑ کر گرہ لگائی جاسکتی تھی اور جب گرہ کھول دی جاتی تو یہ چابک اپنی اصلی حالت پر آجاتے۔ داروغہ اپنی کلائی کی ذرا سی حرکت سے چابک بہت دیر تک تھرتھراتے اور اس سے "سوں سوں" کی آواز پیدا ہوتی۔

اس چابک پر موسم کے ردوبدل کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک ماہر "کی بوکو" باز اس کی ایک ہی ضرب سے اس کی بھی کھال ادھیڑ سکتا تھا' لیکن اس کی بوکو سے بچے کے کولہوں پر ضرب لگاتا تو اس کے کولہوں پر ہلکی سی سرخی ابھر آتی' لیکن جلد نہ پھٹتی۔ چنانچہ کی بوکو کا استعمال ایک فن تھا۔ ہمارے زمانے میں جس طرح ماہر بندوقچی ہوتے ہیں اسی طرح اس زمانے میں ماہر "کی بوکو" باز تھے۔

اس زبردست قافلے کا اگلا سرا ندی تک پہنچ گیا۔ انسانوں اونٹوں اور گھوڑوں نے ندی کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی پر گردنیں جھکا دیں۔ انسان اور جانور پیاسے تھے۔ قافلے کا اگلا حصہ ندی تک پہنچ گیا تھا' لیکن غلاموں کی قطار اب تک چلی آرہی تھی۔

خدا جانے کتنے غلام تھے۔ ایم سن نہ تو انہیں شمار کرسکا اور نہ ہی ان کی تعداد کا اندازہ لگا سکا۔

حالانکہ غلاموں کی تعداد اب ان غلاموں سے آدھی بھی نہ رہ گئی ہوگی جتنے کہ گرفتار کئے گئے ہوں گے۔ کانگو سے اس سے دگنے غلام چلے ہوں گے۔ کئی ایک راستے میں سفر کی صعوبتیں برداشت نہ کرسکے ہوں گے اور مرگئے ہوں گے۔ کئی ایک بخار میں مبتلا ہوکر فنا ہوگئے ہوں گے اور اکثر کو درندوں نے پھاڑ کھایا ہوگا۔ یوں ہی ہوتا ہے اس علاقے سے جہاں بردہ فروشوں نے چھاپا مارا ہو۔ اگر ہزار غلاموں کو لے کر قافلہ روانہ ہو تو منزل تک پہنچتے پہنچتے صرف پانچ سو غلام باقی رہ جاتے ہیں افریقہ بہت بڑا ملک ہے۔ ایم سن نے سوچا' لیکن وہ کب تک انسانوں کا نکاس کرتا رہے گا۔ ایک نہ ایک دن اس کے یہ انسانی سوتے خشک ہوجائیں گے۔

ناظر غلاموں کے گروہ در گروہ ندی پر لے آئے۔ غلاموں نے زمین پر اوندھے لیٹ کے اپنے ہونٹ سطح آب پر رکھ دیئے۔ چند گھونٹ پلانے کے بعد انہیں ہٹا لیا گیا۔ وہ طویل سفر کرکے آئے تھے۔ چنانچہ پیاسے تھے اور زیادہ پانی ان کے لئے مضر ثابت ہوسکتا تھا۔ غلاموں کا ایک گروہ جب پانی پی لیتا تو ناظر اس گروہ کو اس طرف ہنکاتا ہوا لے جاتا۔ جہاں شام کے دھندلکے میں الاؤ روشن کردیئے گئے تھے اور ان الاؤں پر غلاموں کیلئے شام کا کھانا تیار کیا جارہا تھا۔ گیہوں اور جو کا دلیہ۔

سفید عرب ندی کے کنارے آکھڑا ہوا تھا اور گھٹنے پانی میں ننگی کھڑی ہوئی سومالی لڑکی کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ سفید پوش بوڑھے کی متجسس حیران اور غصیلی نظروں کو اپنے جسم پر محسوس کرکے لڑکی کانپ گئی۔ اس کا سر جھک گیا اور جب دوسری دفعہ اس نے سر اٹھا کر بوڑھے عرب کی طرف دیکھا تو وہ نظریں جھکا چکا تھا۔

"لاحول ولاقوۃ۔" ایم سن نے بوڑھے کو بڑبڑاتے سنا۔

لیکن وہ زیادہ دیر تک نظریں جھکائے نہ رکھ سکا۔ اس نے پھر لڑکی کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ بوڑھا عرب مسکرایا اور اس دفعہ لڑکی کے بدن میں انبساط سے تھرتھری پڑ گئی۔ سفید پوش بوڑھا عرب' میر کارواں اتنے بہت سے لوگوں کا آقا' اتنے بہت سے اونٹوں اور ان پر لدے ہوئے سامان کا تنہا مالک تھا۔ پیار سے ہمدردی اور رحم دلی سے اور یہ اس لڑکی کیلئے اور کسی کے بھی لئے بڑے فخر کی بات تھی۔

ایم سن نے آگے بڑھ بڑھ کر کہا "یہ ایک حقیر و ناچیز غلام افریقہ کے بے تاج بادشاہ حشام بن حمیر کے گھوڑے کی رکاب کو دینے کی عزت حاصل کرتا ہے۔"

سفید عربی گھوڑے پر سوار پُر رعب عرب نے ایم سن کی طرف دیکھا۔ لمحہ بھر تک دیکھتا رہا اور پھر بوڑھے عرب کا نورانی چہرہ دمک اٹھا۔ اس نے ایم سن کو پہچان لیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ گھوڑے سے اتر کر دونوں ہاتھ پھیلائے ایم سن کی طرف بڑھ رہا تھا اس نے ایم سن کو سینے سے لگالیا۔

"فرہاد ...... میرے بیٹے! تم آگئے۔" بوڑھے عرب کی آواز شدت جذبات سے لرز رہی تھی۔ "الحمدللہ، الحمدللہ، اگر معلوم ہوتا کہ میرے منتظر ہو تو یہ طویل اور تھکا دینے والا سفر میرے لئے دلچسپ بن جاتا اور میں یوں محسوس کرتا جیسے باغ عدن میں چہل قدمی کر رہا ہوں۔"

"جب یوحان نے بتایا کہ اس کا قافلہ آنے والا ہے تو میں نے سوچا کہ اللہ نے ہم دونوں کی ملاقات مقدر کر دی ہے۔ وہ واقعی بڑا رحیم و کریم ہے۔" ایم سن نے کہا

"بن یامین!۔" ان کے قریب سے ہی ایک باریک آواز نے حیرت سے کہا۔

سومالی لڑکی ندی میں سے نکل آئی تھی اور دونوں سے چند قدم دور کھڑی گھبراہٹ اور حیرت کے عالم میں اپنے ہاتھ مل رہی تھی۔ بن یامین کے نام سے مشرقی افریقہ کا بچہ بچہ واقف تھا۔ بن یامین ایک مسحور کن نام! جس کو سنتے ہی لوگوں کے بدن میں لرزہ پڑ جاتا تھا۔ سومالی لڑکی حیران اور تعریفی نظروں سے اس بوڑھے مہم جو کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی دھاک مشرقی افریقہ کے صحراؤں، جنگلوں اور ساحلی بستیوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

بن یامین نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ شفقت سے مسکرایا اور پھر اس کی نظر اس چرمی رسی پر پڑی جس سے لڑکی کے پاؤں باندھے گئے تھے۔ بن یامین کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"اسے کیوں باندھا گیا ہے؟۔" اس نے قریب کھڑے ہوئے عرب سے گرج کے پوچھا۔ "یہ لڑکی سومالی ہے اور ہم سومالیوں کو غلام نہیں بناتے۔"

"یا عم! یہ لڑکی گرفتار نہیں کی گئی ہے بلکہ خریدی گئی ہے۔ میں نے اسے اسکے بھائیوں سے خریدا ہے۔" اس عرب نے کہا جو لڑکی کو دھکیلتا ہوا ندی تک لایا تھا اور ایم سن سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔

سومالی لڑکی نے چیخ کر کہا "یہ جھوٹ بکتا ہے میرے آقا! میں گرفتار کی گئی ہوں۔ اس شخص نے ان دونوں آدمیوں کو جنہوں نے مجھے حاصل کیا تھا، قتل کر کے مجھے اپنے قبضے میں کر لیا۔"

بن یامین نے لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر اس عرب کی طرف، جو ایم سن کے خیال میں عرب نہیں تھا دیکھا اور پھر بڑی نرم آواز میں لڑکی سے پوچھا۔

"یا بنت عم! کون سا قبیلہ ہے تمہارا؟"

"میں قبیلہ غرمال کی شاخ مالی سے تعلق رکھتی ہوں آقا۔"

بن یامین نے سر ہلایا۔

"ہاں ...... میں تمہارے جرگے کے شیخ میر فصیح کو جانتا ہوں۔ میر فصیح عقلمند آدمی ہے کیونکہ اس نے کبھی ہمارے قافلے کو لوٹنے یا روکنے کی کوشش نہیں کی البتہ مالی کے دوسرے شیخ اتنے عقلمند نہیں ہیں،

لیکن اب ان کی برائی کرنا بے فائدہ کیونکہ وہ سب اللہ کے دربار میں پہنچ گئے ہیں اور اپنے گناہوں کی سزا بھگت رہے ہوں گے۔ میں انہیں برا کہنے اور سزا دینے والا کون ہوتا ہوں؟ میں تو اپنے پروردگار کا ایک حقیر سا بندہ ہوں۔"

اور اب وہ اس عرب کی طرف گھوم گیا جو لڑکی کو ہنکاتا ہوا ندی تک لایا تھا۔

"اور تو ...... تو نے تو آخر اپنی ذات بتا ہی دی۔" بن یامین گرجا۔

"رسولوں اور نبیوں کو تکلیف دینے اور قتل کرنے والے لعنتی قوم سے تعلق رکھنے والے سود خور یہودی میں نے تجھے خاک سے پاک کیا۔ تجھ پر اعتبار کیا اور تو نے میری رحمدلی سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ یہودی شروع سے ہی شرارت کرتے آئے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے دونوں جہاں کے آقا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بہت ستایا۔ حالانکہ میرے آقا سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری قوم سے بڑا ہی رحمدلانہ سلوک کیا تھا، لیکن تم لوگ کتے کی دم کی طرح ہو کہ اسے سو برس تک زمین میں دفن رکھو تب بھی وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔

یہودی کتے! کیا تو نہیں جانتا کہ کسی بھی سومالی کو غلام بنانا جرم ہے کیا تو چند سکوں کے لالچ میں سومالیوں کو برانگیختہ کرنا اور ہمارا دشمن بنانا چاہتا ہے۔ سومالی لوگ تو مسلم ہیں۔ وہ مسلمان ہیں چنانچہ ہمارے بھائی ہیں۔ یہودی کتے! تو نے اپنی اس ذلیل حرکت سے ہمارا دل دکھایا ہے۔"

اور اب بن یامین کی آواز میں لرزا دینے والی گرج تھی۔ "بے وقوف! تو نے ہمارے احکامات کی خلاف ورزی کی ہے تیرے اس عمل سے بغاوت کی بو آتی ہے۔"

یہودی نظریں جھکائے خاموش کھڑا رہا۔ اس کے بشرے سے خوف و ہراس کے بجائے نفرت و حقارت عیاں تھی۔ بن یامین کی آواز میں غصہ اور گرج محسوس کر کے ایک دیوہیکل حبشی جو بن یامین کے گھوڑے کے قریب کھڑا تھا۔ دو قدم آگے بڑھ آیا اس کے ہاتھ میں تیغہ چمک رہا تھا اور حبشی اس کی دھار پر انگوٹھا پھیر کر اس کی آب دیکھ رہا تھا۔

محافظ دستے فرالی نے اس حبشی سے اوق زبان میں کچھ کہا۔ جسے ایم سن سمجھ نہ سکا، لیکن اس نے شاید کچھ مذاق کیا تھا کیونکہ دوسرے فرالیھنس پڑے۔ دیوہیکل حبشی بھی مسکرانے لگا۔

"جھک جاؤ۔" بن یامین نے حکم دیا۔

سرکش یہودی نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اس نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ فرار کی راہ تلاش کر رہا تھا۔ دیوہیکل حبشی نے آگے بڑھ کر یہودی کو جبراً جھکا دیا۔ جھکتے وقت یہودی نے کچھ کہا تو بن یامین کانپ گیا۔ یہودی نے بن یامین کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے تھے۔ بن یامین کی آنکھوں میں شعلے نکلنے لگے اس نے اپنے سر کو ذرا سی جنبش دی۔ دیوہیکل حبشی

نے چند قدم پیچھے ہٹ کر تیغہ بلند کیا۔ شام کے گہرے ہوتے ہوئے دھندلکے میں بجلی سی کوند گئی اور گستاخ یہودی کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس کے کٹے ہوئے گلے میں سے خون کے دو فوارے سے چھوٹے بے سر کا دھڑ ایک لمحے تک کانپتا رہا اور پھر گر کر تڑپنے لگا۔

"بنت عم! کیا نام ہے تمہارا؟" بن یامین نے سومالی لڑکی سے پوچھا۔

"مجھے روحانہ کہتے ہیں آقا۔"

"بہت جلد تمہیں اپنے قبیلے میں پہنچا دیا جائے گا۔ ڈرو نہیں روحانہ! اب کوئی تمہیں گرفتار نہ کرے گا اور اگر کوئی کرنا بھی چاہے تو اس سے کہہ دینا کہ تم بن یامین کی پناہ میں ہو۔"

"میں نے ڈرنا نہیں سیکھا' لیکن میں واپس جانا نہیں چاہتی۔" بن یامین کو ایک دفعہ دیکھنے اور اس کی تعریفی نظریں اپنے بدن پر محسوس کرنے کے بعد کوئی بھی لڑکی اپنے قبیلے میں جانا پسند نہیں کرے گی۔

بوڑھا عرب مسکرایا۔

"روحانہ! بہتر ہوگا کہ تم اپنے قبیلے میں واپس چلی جاؤ۔ اگر تم نہ گئیں تو کافی گڑبڑ ہو جائے گی۔ اپنے قبیلے میں تمہیں مجھ بوڑھے سے بہتر اور جوان مرد مل جائیں گے' لیکن یہ یاد رکھنا روحانہ! کہ بن یامین نے تمہیں پسند کیا ہے اور اس نے پہلے کبھی تم سی حسین لڑکی نہیں دیکھی۔ میں دعا کرتا رہوں گا کہ وہ خوش قسمت جو تمہیں اپنی بیوی بنائے تمہاری قدر کرے۔"

"لیکن میرے آقا......" روحانہ نے کہنا شروع کیا۔

"بس میں کہہ چکا ہوں۔" بن یامین نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ اور پھر ایم سن کی طرف گھوم گیا۔ "بیٹے! میرے ساتھ آؤ بہت سے مسائل پر مجھے تم سے گفتگو کرنی ہے۔ کہو تمہارے بہت سے بادبانوں والے جہاز اور تمہارے ملاحوں کا کیا حال ہے تمہارے ملک کی منڈیوں میں غلاموں کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں یا گر رہی ہیں؟ چلو بھئی میرے خیمے میں چلو۔ کوئی مفرح چیز پی کر تازہ دم ہو جائیں۔"

اور جب وہ آگے بڑھا تو ایم سن نے دیکھا کہ روحانہ نے آہستہ سے کپڑا اٹھا کر اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا۔ پھر یہودی کی لاش پر جھکی اس کی پیٹی میں سے خنجر گھسیٹ لیا اور اسے اپنی کمر بند میں اڑس لیا۔ ایم سن مسکرایا۔

"بڑی ہی غیر معمولی قسم کی لڑکی ہے۔" جب وہ پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے تو اس نے بن یامین سے کہا۔ بن یامین نے اثبات میں سر ہلایا اور جواب دیا۔

"ہاں بہت عمدہ' عمدہ لڑکی اور عمدہ گھوڑے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ روحانہ بہت حسین اور

بہادر ہے' لیکن اسے اس کے لوگوں میں بھیج دینا ہی مناسب ہوگا۔"

بن یامین کا خیمہ لگا دیا گیا تھا۔ اس کا خیمہ خاصا وسیع و عریض تھا اور اونٹ یا بھینسے کی کھال کے بجائے مضبوط اور قیمتی کپڑے کا تھا حالانکہ مشرقی افریقہ میں عموماً اور وسط افریقہ میں خصوصاً نوگز کپڑا بھی مشکل سے دستیاب ہوتا۔

دونوں ایم سن اور بن یامین خیمے میں بیٹھے چند ثانیوں تک سگار اور حقے سے شغل کرتے رہے اور اسی اثناء میں انہوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہ کی۔

آخر کار حقے کا ایک طویل کش لینے کے بعد بن یامین نے اس خاموشی کو توڑا سب سے پہلے اس نے ایم سن کی خیریت اور اس کے سفر کے حالات پوچھے۔ ایم سن نے مناسب و موزوں جواب دینے کے بعد بن یامین سے اس کے سفر کے حالات پوچھے۔ بن یامین اس دفعہ افریقہ کے ان اندھیرے جنگلوں میں گھستا چلا گیا تھا جہاں پہلے کبھی کسی مہذب شخص نے جانے کی جرأت نہ کی تھی۔ وہاں غلاموں کی افراط تھی۔ وہ خاصا طویل و عریض علاقہ تھا اور غلاموں سے پر تھا۔ چنانچہ اب وہ اس علاقہ کے دلچسپ مناظر اور زیادہ سے زیادہ غلام حاصل کرنے کے امکانات کے متعلق گویا تقریر کر رہا تھا۔

ایم سن سناٹے کے عالم میں بن یامین کی باتیں سن رہا تھا۔ جیسے بوڑھا عرب چاند کا سفر کر کے لوٹا ہو۔ کئی دفعہ ایم سن نے گہرے سانس لئے اور کئی دفعہ اس کے منہ سے آہ نکل گئی۔ بوڑھا عرب افریقیوں کو رام کرنے میں ایم سن سے زیادہ قابل تھا۔

ایم سن سو جنم لے کر بھی بن یامین کی سی معلومات اور قابلیت پیدا نہ کر سکتا تھا۔ یہی ایک خیال تھا جس کی وجہ سے اس کے منہ سے بار بار آہ نکل جاتی تھی۔

اور اب ایم سن نے اپنا کارنامہ بیان کیا کہ کس طرح اس نے ہارویٹ کو اکسا کے مارکو پولو کے تعاقب پر مجبور کیا اور یہ کہ کس طرح اس نے برطانوی کپتان کو بے وقوف بنایا۔ ایم سن کی یہ باتیں سن کر بن یامین نے قہقہہ لگایا۔

"بہرحال یہ بڑی افسوس کی بات ہے بیٹے کہ ہمیں ان سے ڈرنا اور ان کے سامنے فرار ہونا پڑتا ہے۔" بوڑھے عرب نے پھنکار کر کہا۔ "میں کسی ملک کا سلطان بننے کے بجائے کسی انگریز جہاز کو غرق ہوتے دیکھنا پسند کروں گا۔"

بن یامین کے لہجے سے حد درجہ نفرت اور غصہ عیاں تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ سارے انگریزوں کی ایک گردن کر کے انہیں پھانسی پر لٹکا دے۔

"واقعی انگریزوں نے عربوں کو بہت زیادہ ذلیل کیا ہے...... میرا مطلب ہے......" ایم سن

نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے بیٹے!" بن یامین کے بشرے سے شرمندگی اور خجالت عیاں تھی۔ "بات یہ ہے کہ ہم خدا کو بھول گئے ہیں۔ چنانچہ ذلیل وخوار ہوئے۔ ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ عربوں نے شام' فارس کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیا تھا۔ آخر وہ ہمارے ہی تو اجداد تھے' لیکن وہ خدا کیلئے جیتے اور خدا کیلئے مرتے تھے۔ ہم دنیا کے پیچھے پڑ گئے۔ وہ لوگ دنیا کو ٹھکراتے تھے اور دنیا ان کے قدموں سے لپٹی رہتی تھی' لیکن ہم دنیا کے پیچھے دوڑتے ہیں تو وہ ہمیں ٹھکراتی ہے۔

بیٹے! ہم خدا اور شریعت کو بھول گئے چنانچہ فاتح سے مفتوح بن گئے۔ اب ہم کمزور اور انگریز قوی اور ابتدائے آفرینش سے یوں ہی ہوتا آیا ہے۔ کہ قوی کمزور کو کھا لیتا ہے اور یوں ہی ہوتا آیا ہے کہ خدا اس قوم پر جو خدا کو بھول جاتی ہے' کوئی دوسری اور ظالم قوم کو مسلط کر دیتا ہے چنانچہ اب ہم پر انگریز مسلط ہیں' لیکن انگریزوں سے میری نفرت کی یہ وجہ نہیں کہ وہ ہم پر مسلط ہوگئے ہیں اس کی ایک اور ہی وجہ ہے یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب میں جوان تھا۔ اس وقت میں نے نئی نئی تجارت شروع کی تھی اور ہاتھی دانت کا جہاز لے کر ہندوستان جارہا تھا اور تم تو جانتے ہو کہ ہندوستان سے عربوں کے تجارتی تعلقات بہت پرانے ہیں۔

میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ والیہ وسلم کی ولادت سے بھی بہت پہلے جب عرب پر جہالت کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ عرب کے تجارتی قافلے ہندوستان جاتے تھے۔ خیر اس وقت میں کتنا خوش تھا اور اپنے تاجر ہونے پر کتنا فخر کرتا تھا اور شروع ہی سے میں خوددار ہوں روانہ ہونے سے پہلے پروانہ راہ داری لینا ضروری تھا اور سامان تجارت کے متعلق چند دوسرے امور بھی طے کرنے تھے۔

اور اس لئے مجھے ہشم کے انگریز قونصل کے پاس جانا تھا۔ میں قونصل کے پاس پہنچا اور میں نے ابھی اپنی بات پوری بھی نہ کی تھی کہ اس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"بس بس ہم سمجھ گئے۔ زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔" اور اس نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ رب العزت کی قسم میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اگر اس نے میرے گال پر ایک چانٹا رسید کر دیا ہوتا تو مجھے برا نہیں معلوم ہوتا' لیکن اس نے وہ چند الفاظ ایسی حقارت سے کہے تھے اور ایسی نفرت سے اس نے منہ پھیرا تھا کہ اب بھی جب مجھے اس کے الفاظ اور اس کے منہ پھیرنے کی ادا یاد آتی ہے تو میرا بدن مشعل کی طرح جلنے لگتا ہے میری اتنی عمر ہوئی افریقہ کا بے تاج بادشاہ کہلاتا ہوں' لیکن خدا کی قسم میں نے اپنے بیکار سے بیکار غلام سے بھی اس طرح اتنی نفرت وحقارت سے بات نہیں کی تھی۔

قسمت نے انہیں ہمارا غلام بنا دیا ہے تو کیا ہوا۔ آخر وہ بھی تو انسان ہیں۔ ان کے بھی جذبات واحساسات ہوتے ہیں۔ بے شک میں نے غلاموں کو پیٹا ہے انہیں ان کی سرکشی کی سزائیں دی ہیں۔ جب کبھی انہوں نے بغاوت کی ہے۔ میں نے سختی سے ان کی بغاوت کو کچل دیا ہے' لیکن میں نے کبھی ان سے اس طرح گفتگو نہیں کی جیسے میں ان کا نعوذ باللہ خدا ہوں اور وہ ذلیل وحقیر مخلوق ہیں۔ ہمارے مذہب میں رنگ ونسل کوئی اہمیت نہیں۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ وگدا کو آقا وغلام کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔

خدا کے حبیب نے ہم کو انسانوں سے نفرت نہیں محبت کرنا سکھایا ہے میں نے حبشیوں سے شادی کی ہے اور ان کی اولاد میری اولاد ہے۔ حتیٰ کہ میری اس اولاد کو بھی' جو کنیزوں کے بطن سے ہے۔ وہی حقوق حاصل ہیں۔ جو میری اولاد کو جو عرب بیوی کے بطن سے ہیں۔ میں نے ان بچوں سے بھی اتنی ہی محبت کی ہے جتنی کہ ان بچوں سے جو عرب بیوی کے بطن سے ہیں۔ میرے فرالی کے افسر کا وہی درجہ ہے جو عرب افسروں کا۔ انگریزوں کی طرح میں اور کوئی بھی مسلمان انسانوں کو ان کے رنگ ونسل کی وجہ سے اونچے اور نیچے درجے میں تقسیم نہ کرے گا۔

ایک اچھا آدمی بہرحال اچھا آدمی ہے۔ خواہ اس کا رنگ کیسا ہی ہو اور یہ بات انگریز نہیں سمجھتے۔ ان پر حکومت کا نشہ چڑھ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کو ذلیل اور حقیر سمجھتے ہیں وہ مغرور ہوگئے ہیں' لیکن ایک نہ ایک دن ان کا غرور ٹوٹ جائے گا۔"

ایم سن نہیں جانتا تھا کہ کیا جواب دے۔ خوش قسمتی سے بن یامین کسی جواب کا طالب تھا بھی نہیں۔ چنانچہ پہلے تو اس نے حقے کے دو تین کش لگائے اور اپنے جوش وغصے کو گویا دھوئیں میں اڑانے کے بعد نرم لہجے میں کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم آگئے۔ میں چند اہم امور کے متعلق تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں ہمہ تن گوش ہوں عم۔"

"تو تم جانتے ہو کہ میں غلاموں کی تلاش میں ہر دفعہ افریقہ کے تاریک ترین گوشوں تک چلا جاتا ہوں۔ اس دفعہ میں اتنی دور تک آیا ہوں کہ پہلے کبھی نہ گیا تھا اور اس مقام تک پہنچا ہوں جہاں سے مجھ سے پہلے کسی مہذب شخص کے قدم نہ پہنچے تھے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ہر دفعہ زیادہ سے زیادہ دور جانا پڑتا ہے اور ایسا میں محض شوق کی خاطر نہیں کرتا اگر افریقہ کے آدم خور مشرقی ان لوگوں کو جنہیں وہ اپنے خود ساختہ دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں میرے ہاتھ فروخت کر دیں تو خدا کی قسم میں منڈیوں کو غلاموں سے پر کر دوں۔

اس صورت میں ، ہمارے بہت سے غلام بچ جائیں گے جو راستے میں لقمہ اجل ہو جاتے ہیں

کیونکہ پھر میں یہاں سے جھیل تک راستے میں ایسے گاؤں بسا دوں گا جہاں سے ہم غلاموں کیلئے رسد اور پانی حاصل کرسکیں' لیکن یہ محض خواب ہے اور حقیقت کیا ہے یہ تم جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ غلام حاصل کرنے کیلئے مجھے کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔"

"جی ہاں میں جانتا ہوں۔" ایم سن نے جواب دیا۔

✤ ✤ ✤

افریقی قبائل میں آئے دن جنگیں ہوا کرتی ہیں اور بن یامین اپنے دوستوں کے ساتھ کسی ایک قبیلے کی مدد کرتا تھا اور جس قبیلے کے ساتھ بن یامین ہوتا' اس کی فتح یقینی ہوتی تھی۔ چنانچہ مال غنیمت کے طور پر بن یامین کو وہ حبشی دے دیئے جاتے جو اس جنگ میں گرفتار ہوتے بن یامین انہیں فروخت کردیتا' لیکن جلد یا بدیر اس قبیلے کے دماغ میں پھر کیڑا رینگتا جسے بن یامین کی وجہ سے فتح نصیب ہوئی تھی۔

چنانچہ یہ قبیلہ بن یامین کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا چنانچہ بن یامین دوسرے قبائل کو متحد کرکے اپنے ساتھ ملا کر طوفان کی طرح اٹھتا اور آندھی کی طرح اس سرکش قبیلے پر چھا جاتا۔ چنانچہ اس کی اسی کارروائیوں نے اسے افریقہ کا بے تاج بادشاہ بنا دیا تھا۔

"اچھا اب جھیل کے جنوبی کنارے پر ایک بستی ہے جو بانترو کہلاتی ہے۔" بن یامین نے حقے کے دو چار کش لینے کے بعد کہا۔

"بانترو بہت چھوٹی' کمزور اور معمولی بستی تھی' لیکن میں نے اس کے نوجوان بادشاہ کی مدد کی اور اسے اپنے دشمنوں پر فتح دلا کے عظیم بنا دیا۔ میں بانترو کو برباد کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ وہ میرے ان قافلوں کی راہ میں پڑتا ہے جو کانگو سے آتے ہیں۔ چنانچہ بانترو میرے قافلوں کی ایک عمدہ منزل ہے' لیکن بانترو کا بادشاہ اب مغرور اور حریص ہوگیا ہے اور میرے قافلوں کو اس وقت تک گزرنے نہیں دیتا جب تک ہم اسے نذرانہ نہیں دیتے۔ اس کی حرص بڑھتی جارہی ہے اور ہر دفعہ وہ زیادہ نذرانہ طلب کرتا ہے اور میں اس بادشاہ کو سزا دینا چاہتا ہوں۔"

"تو کیا آپ کو میری مدد درکار ہے؟"

بن یامین مسکرایا۔

"تمہاری مدد کی ضرورت شاید ہی پڑے یہ تو بہت آسان کام ہے۔ بیٹے! سو آدمی جن کے پاس بندوقیں ہوں اور میرے پانچ سو فرالی اس کام کو آسانی سے دو تین دن میں پورا کرسکتے ہیں۔ بانترو کے بادشاہ کو میں نے بادشاہ پرقوت بنایا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس نے آس پاس کے قبائل پر متواتر حملے کرکے اور انہیں لوٹ کھسوٹ کر اس قابل رہنے ہی نہیں دیا کہ وہ میرے قافلے کے لئے

رسد وغیرہ فراہم کرسکیں۔ اب اگر بانترو مٹ گیا یا مٹا دیا گیا تو میں کیا کروں گا؟ ظاہر ہے کہ میں رسد اور پانی لے کر اتنا طویل سفر نہیں کرسکتا۔ یہ ناممکن بات ہے۔ ایک بات بتاؤ بیٹے تمہارا جہاز کئی مہینوں تک کسی جگہ رکے بغیر سفر میں رہتا ہے تو اس وقت تم رسد وغیرہ کہاں سے انتظام کرتے ہو؟"

ایم سن نے سر ہلا کر جواب دیا۔ "ہم سور کے گوشت کو نمک لگا کر پیپوں میں بھر لیتے ہیں' لیکن یہ پیپے وزنی ہوتے ہیں کہ بری سفر میں ان کو لے جانا تقریباً ناممکن ہے۔"

"ہاں میں یہ جانتا ہوں' لیکن ہم ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ سور کا گوشت ہمارے لئے حرام ہے۔"

چند ثانیوں تک خاموشی کا وقفہ رہا۔

"میں بانترو کے موجودہ بادشاہ کی جگہ کسی اور کو بادشاہ بنانا چاہتا ہوں۔" بن یامین نے کہا۔

"لیکن بانترو بادشاہ وہی ہوسکتا ہے جس پر مجھے اعتماد ہو۔ میرے اکثر آفیسر حد سے زیادہ بہادر ہیں' لیکن ان میں انتظامی قابلیت نہیں ہے۔ افریقیوں نے انہیں جو نام دیئے ہیں۔ ان سے ان کی خصوصیات واضح ہو جاتی ہیں مثلاً خون پینے والا' جھاڑو پھیر دینے والا اور ٹڈا' یہ لوگ فرالی دستے کو ساتھ لے کر کرالوں کو تہ بالا کرسکتے ہیں۔ قتل و غارت کرسکتے ہیں۔ غلام پکڑ سکتے ہیں' لیکن حکومت نہیں کرسکتے۔"

بوڑھے عرب کا چہرہ ہر طرح کے جذبات سے عاری تھا' لیکن وہ غور سے ایم سن کو دیکھ رہا تھا اور خود ایم سن کے دماغ میں کئی سائے اوپر تلے گزر رہے تھے اور اس کا تو اسے یقین تھا کہ بردہ فروشی کے دن ہوا ہو رہے ہیں اور پھر وہ خود بھی انسانوں کی خرید و فروخت سے اکتا گیا تھا اور اس نے اس تجارت سے دستبردار ہو جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

"میرے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟" اس نے جلدی سے پوچھا

بن یامین مسکرایا۔ "کیا واقعی تم بانترو کا فرمانبردار بننا پسند کرو گے؟"

"کیوں نہیں۔ بشرطیکہ آپ کی مدد اور دعائیں شامل حال رہیں۔ میں وسطی افریقہ کے قبائل کو منظم و متحد کرکے ایک زبردست قوت اور خود بانترو کو ایک غیر معمولی اور عظیم ہستی بنا سکتا ہو۔ یا عم! وسطی افریقہ کا صرف ہاتھی دانت امیر بنا دے گا۔"

"بے حد مبارک خیال ہے بیٹا! تمہارا' ہم قوموں کو بنائیں گے مٹائیں گے نہیں خون خرابے سے اب میری طبیعت اکتا گئی ہے۔"

"غلاموں کو رام کرنے اور قبائل کو اپنا بنانے کا جو گر عربوں کے پاس ہے کسی اور کے پاس نہیں اور امریکی کاشتکاری کے جو طریقے جانتے ہیں کوئی نہیں جانتا چنانچہ ہم عربی اور امریکی تمدن کو ملا کر ایک نیا تمدن پیدا کریں گے۔" ایم سن نے کہا۔ اس کا ذہن عظیم نقشے بنا رہا تھا۔

"بیکار لوگوں سے ہم کھدائی اور کاشتکاری وغیرہ کا کام لیں گے اور ہوشیار اور قابل لوگوں کو مناسب وموزوں درجہ دیا جائے گا۔ جیسا کہ ہشیم کے سلطان اپنے غلاموں کو دیتے ہیں یا جیسا کہ عظیم بن یامین اپنے غلاموں کو دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا شخص یوں تو ہمارا ماتحت ہی رہے گا' لیکن ترقی کی منازل طے کر کے بستی کا امیر ترین اور خاصا پرقوت شخص بن جائے گا اور اس طرح ہمیں ان باشندوں کی حمایت خود بخود حاصل ہو جائے گی جو فطرتاً ہوشیار اور زیرک ہیں ایسے لوگ چونکہ ہمارے ہی بنائے ہوئے ہوں گے اس لئے ظاہر ہے ہمارا ہی دم بھریں گے او ہمارے پسینے کی جگہ خون گرانے کیلئے تیار ہو جائیں گے۔"

"لیکن ایک بات یاد رکھو۔ رنگ ونسل کو تمہاری مملکت میں کوئی امتیاز حاصل ہونا نہیں چاہئے۔" بن یامین نے کہا۔ "ہمارا پہلا کام اس دیوار کو توڑنا ہے جو مختلف قبائل کے درمیان پیدا ہو گئی ہے۔ قابل آدمی کو مناسب درجہ دیا ہی جائے گا۔ خواہ وہ کسی بھی قبیلے کا ہو۔ میری کامیابی کا یہ ہی راز ہے اور اس راز کو چونکہ انگریز نہیں سمجھ سکے اس لئے افریقیوں کا اعتبار حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ایک سیاہ فام کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو انگریز اسے وہ مقام نہیں دیتے جس کا وہ مستحق ہے محض اس لئے کہ انگریزوں کی جلد سفید ہوتی ہے اور افریقیوں کی کالی۔"

ایم سن نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے والدین نے اور پھر اسکول میں اسے جو تعلیم دی گئی تھی وہ بن یامین کے ان اصولوں کے خلاف تھی۔ اسے شروع ہی سے سیاہ فاموں سے نفرت کرنا سکھایا گیا تھا تاہم عربوں کے ساتھ ان کے تعلقات تھے اور عربوں نے جس طرح افریقیوں کا اعتبار حاصل کیا تھا اس کے پیش نظر ایم سن کو دل ہی دل میں اعتراف کرنا ہی پڑا کہ بن یامین سچ کہہ رہا تھا۔

ایم سنا کی اس خاموشی کو بوڑھے عرب نے اس کی رضامندی پر محمول کیا۔

"یہ تو سب بعد کی باتیں ہیں۔" بن یامین بولا۔ "سب سے پہلے تو تمہیں بانترو میں اپنے قدم جما لینا چاہئیں۔ بانترو کی آب وہوا بے حد خوشگوار اور صحت بخش ہے اور وہ جھیل کے کنارے پر بسا ہوا ہے وہاں رہنے کے بعد ہی تم وہاں کے باشندوں کے متعلق بہت سی باتیں جان لو گے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے بہت کچھ جان لیا ہے۔"

بن یامین نے آگے جھک کے اپنا ایک ہاتھ ایم سن کے کندھے پر رکھ دیا۔ "نہیں بیٹے تم کچھ نہیں جانتے تمہارے خیال میں وہ غلام جو غلاموں کے باڑے میں ہیں افریقی ہیں؟ نہیں بیٹے نہیں وہ تو دہشت زدہ بھیڑیں ہیں۔ وہ دل شکستہ' نہتے اور غلام ہیں ایک آزاد افریقی شیر کس طرح خونخوار لکڑ بگھے کی طرح عیار اور لومڑی کی طرح ناقابل اعتبار ہوتا ہے اس کا نیزہ ہر دم خون پیتا رہتا ہے اور وہ "رحم۔" کے لفظ سے ناواقف ہوتا ہے وہ ظلم وجوار اور سنگدلی میں آپ اپنی مثال ہوتا ہے۔"

"جب میں بانترو پہنچوں تو آپ مجھے سو مسلح فرالی اور دو ہفتوں کی مدت دے دیجئے اور آپ دیکھیں گے کہ وہاں کا ایک نیا بادشاہ ہوگا۔"

"بانترو میں چند زاہد بھی ہیں۔" زاہدوں سے بن یامین کی مراد عیسائی مبلغوں سے تھی۔ "یہ لوگ تمہارے ملک سے آئے ہیں۔"

پچاس سال پہلے میساچوسٹس' سالیم کے جہازوں نے امریکی تاجروں کے لئے افریقہ کی راہیں کھول دی تھیں چنانچہ بن یامین سالیم اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو ایک ہی سمجھ رہا تھا۔

"یہ تو مجھے معلوم نہ تھا کہ ہمارے ملک کے مبلغ اتنی دور تک پہنچ گئے ہیں۔" ایم سن نے کہا۔

"سالیم کے زاہد' میناشی اور دوسری تجارتی منڈیوں میں بھی موجود ہیں حالانکہ یہ لوگ آئے دن شرارتیں کیا کرتے ہیں' لیکن ہم انہیں نہیں چھیڑتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم اور خلفائے راشدین کا فرمان ہے کہ زاہدوں بوڑھوں' عورتوں اور بچوں پر تلواریں نہ اٹھاؤ۔ بہر حال بانترو کے زاہد ہماری راہ میں روڑے اٹکا سکتے ہیں اور اٹکائیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ ان سے کس طرح نپٹا جائے اور ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ ویسے بھی اگر کسی سفید فام کو قتل کیا جاتا ہے تو مغرب میں ایک طوفان آجاتا اور پھر وہ لوگ تو زاہد ہیں۔ بہر حال بانتروں کے زاہدوں کے متعلق فی الحال کوئی فیصلہ کرنا پیش از وقت ہوگا۔ دریا کے کنارے پر پہنچ جانے کے بعد ہی پار اترنے کی ترکیب سوچی جاتی ہے۔"

دفعتاً قریب کے خیمے سے عورتوں کی چیخوں کی آواز آئی۔

"اب یہ کیا مصیبت ٹوٹ پڑی؟" بن یامین نے بگڑ کے پوچھا۔

"کیا کوئی سانپ گھس آیا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو خواجہ سرا سے کہو وہ اس کا سر کچل دے گا اور میرے بیٹے کیلئے قہوہ بھجواؤ جلدی۔"

چیخیں تو تھم گئیں' لیکن دبا دبا شور جاری رہا کبھی کبھی ایک آدھ ہلکی سی چیخ بھی سنائی دے جاتی تھی پھر دروازے پر پڑا ہوا ریشمی پردہ ایک دم سے اٹھا اور روحانہ خیمہ میں گھس آئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں قہوہ دانی تھی اور دوسرے میں وہ خنجر جو اس نے مقتول یہودی کی پیٹی میں سے گھسیٹ لیا تھا۔ وہ بن یامین کے سامنے گھٹنوں پر جھک گئی اور اس کی طرف قہوہ دانی بڑھا کر بے حد مترنم آواز میں بولی۔

"آقا نے قہوہ طلب کیا تھا اور کنیز لے آئی۔ کنیز اسی طرح آقا کے ہر حکم کی تعمیل آخر دم تک کرتی رہے گی۔"

"یہ کیا مذاق؟" بن یامین کے لہجے سے آدم خور فرالی تھرا گئے ہوتے اور ان کی پیشانی غرق

آلود ہوگئی ہوتی' لیکن روحانہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"لڑکی تم میرے سنتریوں کے درمیان سے کس طرح نکل آئیں۔ کیا انہوں نے نہیں روکا تمہیں؟" بن یامین نے اسی لرزہ دینے والے لہجے میں پوچھا۔

"میرے آقا! میں سومالی لڑکی ہوں۔ چنانچہ میں جہاں چاہوں جاسکتی ہوں اور کوئی مجھے روک نہیں سکتا۔" اور روحانہ نے خنجر اور قہوہ دانی پھینک کر دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ قہوہ دانی دور تک لڑھکتی چلی گئی اور قیمتی قالین پر بھاپ چھوڑتی سیاہ لکیر بن گئی۔

"میرے آقا۔" بیباک اور نڈر لڑکی نے کہا۔ "میں یہ نہیں کہتی کہ آپ مجھے اپنے حرم میں داخل کرلیں' لیکن یہ ضرور چاہتی ہوں کہ میں آپ کی کنیز بن کے رہوں آپ کے دیدار کرے اور آپ کے خیموں کا شہر دیکھنے کے بعد میں اب اس صحرا میں واپس جانا نہیں چاہتی۔ آپ ہی بتایئے وہ شخص محض آگ پر کس طرح قناعت کرسکتا ہے جس نے سورج دیکھ لیا ہو؟

آپ دنیا کے عظیم ترین شخص ہیں۔" روحانہ کی آواز رندھ گئی۔

"آپ معبود ہیں۔"

"نعوذ باللہ یہ کیا کفر کے کلمات بک رہی ہے لڑکی۔" بن یامین کا رنگ سفید ہوگیا اور اس کی داڑھی لرزنے لگی۔ "سوائے خدا کے' کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اس کے نیک بندے اور رسول ہیں۔

لڑکی! اگر پھر کبھی تم نے کفر کے ایسے کلمات کہے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

آخری الفاظ بن یامین نے بڑے نرم لہجے میں کہے اور پھر ایم سن کی طرف دیکھا۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روحانہ نے زمین پر لیٹ کر بوڑھے عرب کی عبا کا دامن پکڑ لیا۔ بن یامین نے آگے جھک کر عبا کا دامن چھڑانا چاہا تو روحانہ اس کی گردن سے جھول گئی اور دفعتاً پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بن یامین نے اپنا ایک ہاتھ روحانہ کی کمر میں اس طرح ڈال دیا جس طرح بزرگ روتے بلکتے بچے کی کمر میں ڈال دیتے ہیں' لیکن روحانہ بچی نہ تھی وہ جوانی سے بھرپور پرکشش اور رس بھری لڑکی تھی اور ایم سن نے دیکھا کہ بوڑھے عرب کی گرفت' غیر ارادی طور پر ہی سہی روحانہ کی کمر کے گرد مضبوط ہوگئی اور اس کی انگلیاں روحانہ کے نرم گوشت میں دھنس گئیں۔

"روحانہ تم نہیں جانتیں کہ کیا کہہ رہی ہو۔" بن یامین نے بڑے پیار سے کہا۔ "تم غزال صحرا ہو چنانچہ صحرا سے دور نشیم سے دور خوش نہ رہ سکو گی۔"

"لیکن آپ بھی تو نشیم میں ہی ہوں گے؟" روحانہ کی آواز بن یامین کی گھنی داڑھی میں سے

سنائی دی۔

"ہاں..... لیکن......"

"بس تو میں خوش رہوں گی میرے آقا۔ وہ جگہ جہاں آپ ہوں میرے لئے جنت سے بڑھ کر ہے۔"

اور وہ دونوں ہاتھ بن یامین کے کاندھے پر رکھ کر اس سے چمٹ گئی جیسے اس کے آر پار نکل جانا چاہتی ہو۔

بن یامین نے ایک بے بس اور مجبور شخص کی طرح ایم سن کی طرف دیکھا۔

"لیکن روحانہ تمہیں کوئی خاص درجہ حاصل نہیں ہوگا اگر میں نے تمہیں ساتھ رہنے کی اجازت دے بھی دی۔ تو تم بھی میرے قافلے والوں میں سے ایک......"

"کوئی بات نہیں میرے آقا۔ کوئی بات نہیں۔" روحانہ نے جلدی سے کہا "آپ یوں کیجئے گا کہ اپنی دوسری بیویوں اور کنیزوں کو پانی لانے اور اونٹوں کی مینگنیاں لانے بھیج دیجیے گا اور پھر میں ہوں گی اور آپ۔"

بن یامین نے ایک شکست خوردہ سپہ سالار کی طرح ایم سن کی طرف دیکھا مؤخر الذکر نے ایک قہقہہ لگایا۔

"اب تو پھنس گئے یا عم۔ چنانچہ اب اس کے باپ کے پاس اپنا ایک آدمی بھیج کر دینے دلانے کا معاملہ طے کرلیجئے۔ میرا مطلب دلہن کی قیمت سے ہے۔"

"کس قدر عقلمندی کی بات کہی ہے اس سفید رنگت والے شریف زادے نے۔" روحانہ نے بن یامین کے سینے پر سے سر اٹھائے بغیر کہا۔ "لیکن میرے آقا!" روحانہ بولی۔ "میں آپ کو خبردار کئے دیتی ہوں کہ میرا باپ ایک عیار اور لالچی ہے۔ مبادا وہ آپ سے زیادہ وصول کرے۔ میری قیمت سو اونٹوں سے زیادہ نہیں۔ سو اونٹوں سے زائد ایک بیمار بکری بھی نہ دیں اسے۔"

"روحانہ! تمہاری قیمت تیس اونٹوں سے زیادہ نہیں اور یہ میری طرح تم بھی جانتی ہو' لیکن معلوم ہوتا ہے تمہیں اپنے باپ سے بہت زیادہ محبت ہے کہ تم اس کی خاطر مجھے ٹھگنا چاہتی ہو' لیکن میں تمہارے کہنے سے تمہارے باپ کو سو اونٹ دے دوں گا۔"

"واقعی آپ کے متعلق جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا سخی اور رحم دل۔" روحانہ خوشی سے چلائی۔

"میرے قبیلے کی لڑکیوں کو جب معلوم ہوگا کہ میری قیمت سو اونٹ آئی ہے سرخ اونٹ آقا! سرخ اونٹ بھیجنا تو قسم سے وہ جل بھن جائیں گی۔ کاش میں ان زہریلی چھپکلیوں کی اس وقت کی حالت دیکھ سکتی۔"

اور شوق اور خوشی سے بے تاب ہو کر اس نے بن یامین کو بھینچ لیا جواب میں بن یامین نے بھی ایسا ہی کیا۔

ایم سن کو احساس ہوا کہ اب اسے وہاں سے ٹل جانا چاہئے۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"یا عم! وقت بہت کم رہ گیا ہے اور میں بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہا ہوں چنانچہ اجازت ہو تو میں جا کر ذرا آرام کر لوں۔"

نہ تو بن یامین اس کی طرف متوجہ ہوا اور نہ روحانہ چنانچہ وہ اٹھا اور پنجوں کے بل چلتا ہوا خیمے سے باہر آ گیا اندھیرا اتر آیا تھا۔ شفاف آسمان پر تارے آنکھیں جھپک رہے تھے اور ہوا کے ٹھنڈے فرحت بخش جھونکوں میں جنگلی پھولوں کی بو تھی۔

ایم سن نے سگار جلایا اور دھیمے قدموں سے ندی کے کنارے کی طرف چل دیا تھا۔ روحانہ واقعی بے حد حسین لڑکی تھی۔ ایم سن نے پہلے کبھی ایسی بھرپور اور مکمل لڑکی نہ دیکھی تھی۔ ایم سن نے سر اٹھا کر دیکھا کہ کھجور کے جھنڈ کے پیچھے سے چاند ابھر رہا تھا ایم سن کے منہ سے بے اختیار ایک آہ نکل گئی۔

اور اس شام دوسری دفعہ ایم سن نے اپنے دل میں رشک کی آگ محسوس کی اسے بن یامین کی خوش قسمتی پر رشک آ رہا تھا۔

* * *

دوسرے دن علی الصبح اس سے پہلے کہ افریقہ کا سورج ہر چیز کو تپانے لگتا اور دن ناقابل برداشت حد تک گرم ہو جاتا ایم سن نے دھونی دے کر جہاز کو وبائی مادے سے پاک کر دینے کا حکم دیا اس کے سامنے ایک طویل سفر تھا۔ تقریباً تین مہینوں کا۔ چنانچہ جہاز کو دھونی دینا ضروری تھا۔ ٹین کے بڑے بڑے ڈبے جن میں کول تار بھرا ہوتا تھا۔ جہاز کے نچلے کمرے میں پہنچا دیئے گئے اور پھر مارلین اسپائکس (گہرے پانی میں رہنے والی سفید مچھلی) جنہیں آگ پر خوب پکایا گیا تھا کول تار کے ہر ایک ڈبے میں گھسیڑ دی گئی فوراً ہی متعفن دھوئیں کے غٹ کے غٹ ڈبوں میں سے اٹھنے لگے۔

اور جب دھواں اور تعفن ناقابل برداشت ہو گیا تو کھانستے، کھنکھارتے ملاح عرشے پر بھاگ آئے جب آخری آدمی بھی اوپر آ گیا تو کمرے کا دروازہ دو گھنٹوں کیلئے مضبوطی سے بند کر دیا گیا۔ دھونی دینا بے حد ضروری تھا۔

کول تار کا دھواں نہ صرف مکھیوں، جوؤں اور جونکوں کو مار دیتا تھا بلکہ اس کی بدولت جہاز اس بو سے محفوظ رہتا تھا جو غلاموں کے جسموں سے اٹھا کرتی تھی۔ پہلے جب غلاموں کا جہاز مغربی ساحل پر پہنچتا تو اس کی بو ایک میل تک پھیل کر لوگوں کو پریشان کر دیتی تھی۔ ایم سن اس بات پر فخر کیا کرتا تھا

اور کا فخر بجا بھی تھا کہ اس کا جہاز مسافر لے جانے والے جہاز کی طرح صاف ستھرا رہتا تھا۔

جب جہاز کو دھونی دے کر ہر طرح سے وبائی کیڑوں اور بدبو سے پاک کیا جا چکا تو ایم سن، کاؤڈرے کو جہاز پر ہی چھوڑ کر ساحل پر آ گیا۔ پہلے وہ غلاموں کا معائنہ کرنے باڑے میں آ گیا اور کوئی ایک گھنٹے تک ان کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا رہا۔ حمالوں کا سردار ہوش میں آ چکا تھا اور سوائے اس کے کہ اس کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے اس کے بدن کے اعضاء اور ہڈیاں سلامت تھیں۔

چنانچہ اس نے حمالوں کے سردار کو سارے غلاموں کا داروغہ بنا دیا اور اس طرح اسے مطمئن اور خوش چھوڑ کر شینائیوں کی خبر معلوم کرنے قلعہ میں پہنچا۔

اس نے شینائیوں کو خلاف توقع بہت بشاش پایا۔ انہوں نے غالباً گلے گلے تک خون اور دودھ پی لیا تھا۔ چنانچہ کئی ایک شنائیوں کی حالت دھت شرابیوں کی سی ہو رہی تھی۔ وہ لوگ ناشائستگی کی حد تک بے تکلف ہوئے جا رہے تھے اور وہ ایم سن کے گالوں اور بالوں کو نوچ نوچ کے اپنی زبان میں غالباً نہایت فحش قسم کا مذاق کر رہے تھے اور بھالا پھینکنے کے کھیل کیلئے ایم سن کو اکسا رہے تھے ایم سن ان سے پیچھا چھڑا کر بھاگ آیا۔

اب چونکہ وہ لوگ نخرے کئے بغیر کھا پی رہے تھے۔ اس لئے ایم سن نے ان کے "راشن" میں تھوڑی سی کمی کر دینے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ شینائی آپے سے باہر ہو رہے تھے۔

قلعہ سے نکل کر وہ مورام کے بنے ہوئے ایک لمبے اور نیچے مکان میں پہنچا۔ جس کی دیواروں پر سفیدی پھری ہوئی تھی اور وہاں بوڑھا بنیا مارکو پولو کے لئے رسد وغیرہ حاصل کرنے کیلئے مصروف عمل تھا۔ بوڑھا بنیا بڑی سرگرمی دکھا رہا تھا۔ وہ ہدایتیں دے رہا تھا اور سیاہ فاموں کی طرف چیخ رہا تھا۔ جو سنٹھیوں کی ٹوکریوں میں انڈے پھل اور سکھایا ہوا گوشت لے کر کھڑے تھے۔ بوڑھا بنیا کھکھیائے ہوئے خوشامدی شخص سے بدل کر ایک دم پکا بیوپاری بن گیا تھا اور یہ اس کا دوسرا روپ ایم سن نے پہلے نہ دیکھا تھا وہ اتنا مصروف تھا کہ ایم سن کے پاس رک کر چند منٹ گفتگو بھی نہ کر سکتا تھا۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہے صاحب!" جب ایم سن اسے اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوا تو بنئے نے کہا "لیکن گنوار قسم کے یہ وحشی اتنے احمق اور اناڑی ہیں کہ میں کیا کہوں۔"

اور وہ بات جو ادھوری چھوڑ کر نہایت ہی خوفناک صورت بنا کر غصیلی آواز میں اس عورت کو ڈانٹنے لگا۔ جس نے انڈوں سے بھری ہوئی ٹوکری بڑی زور سے زمین پر رکھ دی تھی۔ عورت بنئے کی چیخ و پکار کی ذرا پروا کئے بغیر کولہے ہلاتی ایک طرف چلی گئی۔

"جناب! ہر چیز تازہ اور عمدہ ہوگی آپ مجھ پر بھروسہ کیجئے۔"

"اگر ایسا نہ ہوا جیسا کہ تم کہتے ہو تو پھر یاد رکھو ہمارا تمہارا معاملہ ختم ہو جائے گا میرا مطلب ہے ہمیشہ کیلئے۔"

ایم سن نے کہا اور ان چیزوں کا معائنہ کرنے لگا جو بنئے نے خرید لی تھیں چیزیں عمدہ تو نہ تھیں البتہ قابل قبول تھیں۔ بنیا ایک عورت سے سودا چکا رہا تھا جو دو مریل سی مرغیاں لے آئی تھی۔

کافی بک جھک کے بعد بنئے نے ایک مرغی خرید لی اور دوسری مرغی کی شان میں ایک طویل ہجو کہہ کر عورت کو مع مرغی کے رخصت کیا وہ پھر ایم سن کے قریب کھڑا تھا۔

"میں ان تختوں کو دیکھنا چاہتا ہوں جن سے غلاموں کا عرشہ بنایا جائے گا۔" ایم سن نے کہا۔

بنیا ایم سن کو لے کر ایک طرف بڑھا اور وہاں ایک گھنے بوباب کی چھاؤں میں بہت سے حبشی درختوں کے تنوں کو چیر چیر کر تختے بنا رہے تھے اور چند مقامی بنئے انہیں موزوں اور مناسب ہدایات دے رہے تھے۔ بوڑھے بنئے نے ان بنیوں کے ہاتھ جو مستقل طور سے قلما میں ہی مقیم ہو گئے تھے' تھوڑا سا منافع طے کر کے عرشہ بنانے کا ٹھیکہ فروخت کر دیا تھا۔ بہرحال اگر کام اچھا ہو تو ایم سن کو اس کی پروا نہ تھی کہ وہ کون کرتا ہے اور کون نہیں۔

"تختے آپ کے بتائے ہوئے نمونوں کے مطابق ہی چیرے اور تیار کئے جا رہے ہیں۔" بوڑھے بنئے نے کہا۔ "آپ چاہیں تو تختوں کی دیکھ بھال کر کے اپنا اطمینان کر لیں اس کیلئے میں جہاز کے بڑھئی کو بھیج دوں گا۔" ایم سن نے جواب دیا۔

قلما میں غلاموں تختے تیار کرنے کی تجویز ایم سن کی تھی۔ ورنہ عموماً جہاز میں تختے پہلے سے ہی لگے ہوئے ہوتے ہیں اگر کوئی برطانوی جہاز جو اس طرف کے سمندر میں بھٹکا کرتا ہو۔ کسی ایک جہاز کو جا پکڑے جس میں غلاموں کا عرشہ ہو تو برطانوی افسر فوراً ہی اس جہاز کو بحق حکومت برطانیہ اپنے قبضے میں کرے گا کیونکہ اس عرشے کا یہی مطلب تھا کہ وہ جہاز بردہ فروش ہے۔

چنانچہ قلما میں عرشہ بنانے کا مطلب تھا' برطانوی گرگوں سے محفوظ رہنا اور پھر ایم سن جانتا تھا کہ یہ تختے ری او میں اچھی قیمت میں فروخت کئے جا سکتے تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ لکڑی خشک نہ تھی اور اس میں دراڑیں پڑنے اور تختوں کے ٹیڑھے ہو جانے کا خدشہ تھا۔ تاہم یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں تھا۔

"تمہارا بیٹا کہاں ہے؟" ایم سن نے اخلاقاً نہیں بلکہ شوق تجسس سے مجبور ہو کر پوچھا۔

بنیا چند ثانیے خاموشی اختیار کئے رہا۔ پھر بولا۔

"جناب! جہاز پر جو واقعہ ہوا تھا اس نے میرے بیٹے کو ملول اور غمگین کر دیا ہے اس کی روح مجروح ہو گئی ہے اس کے دل و دماغ کو زبردست دھکا لگا ہے اس واقعہ کے بعد اسے چپ سی لگ گئی

ہے۔ بہرحال ابھی وہ بچہ ہے جب اس کی عمر ہو گی زمانے کے نشیب و فراز سے واقف ہو گا۔ تو اس قسم کے واقعات کو زیادہ اہمیت نہیں دے گا۔"

"ہیں تو کیا وہ بیمار ہو گیا۔" ایم سن نے پوچھا۔ اور یہ بات ممکن بھی ہے۔ بنئے بڑے حساس ہوتے ہیں اور جب ان کے جذبات مجروح ہو جاتے ہیں تو وہ کچھ نیم پاگل سے ہو جاتے ہیں۔

"نہیں جناب! لیکن اس انگریز کپتان سے اسے سخت نفرت ہو گئی ہے یہاں یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ ہاروییٹ یہیں آپ کو گرفتار کرنا چاہتا ہے حالانکہ میں حیران ہوں کہ اس انگریز کپتان کو کس طرح معلوم ہوا کہ ہم یہاں قلما میں ہیں۔ اس کے باوجود اس سے تو آپ کو بھی انکار نہ ہو گا کہ یہ افریقی بعض دفعہ عجیب و غریب طریقے سے ہونے والے واقعات کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ خیر تو میرا بیٹا ایک مقامی ڈونگا اور چند باشندوں کو لے کر یہ معلوم کرنے گیا ہے کہ یہ افواہ کہاں تک صحیح ہے۔ بہرحال وہ ہاروییٹ پر نظر رکھے گا۔ میرے خیال میں وہ انگریز کپتان آپ کے لئے گھات لگائے بیٹھا ہے۔"

بوڑھے بنئے کا یہ اندازہ ایم سن کو قرین قیاس معلوم ہوا۔ ایم سن ایک بار پھر ہاروییٹ کے کپتان کو ٹھینگا دکھا سکتا تھا۔ بشرطیکہ ہاروییٹ عین اس وقت نہ پہنچ جائے۔ جبکہ مارکو پولو' خلیج قلما میں لنگر انداز ہو اور اس میں غلام بھرے جا رہے ہوں۔

"میں تمہارا اور تمہارے بیٹے کا مشکور ہوں' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ فکر کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جہاز پر غلاموں کو چڑھانے میں زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے صرف ہوں گے اور اس تمام عرصے میں ہمارے نگہبان چٹانوں پر کھڑے افق تا افق نظریں دوڑاتے رہیں گے اور اگر ہاروییٹ نظر آیا تو ہمیں فوراً مطلع کر دیں گے۔"

"جناب انگریزوں کے متعلق کسی غلط فہمی اور اپنے متعلق خوش فہمی میں مبتلا ہونا۔ پیش اندیشی نہیں ہے۔ اگر انگریز بے وقوف ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان میں سے ایک بھی عقلمند نہ ہو گا۔ ہزاروں شہروں میں سے صرف ایک شیر آدم خور بنتا ہے اور وہی شیر خطرناک ہوتا ہے چنانچہ ہر شخص کو اس سے ڈرتے رہنا چاہئے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ایم سن نے بنئے سے اتفاق کیا "لیکن ہمیں گرفتار کرنے سے پہلے ہاروییٹ کو یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ میں کب اور کس وقت غلام چڑھاتا ہوں اور یہ بات ہاروییٹ کے کپتان کو اس وقت معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی میرا ہی آدمی غداری نہ کرے اور یہ بات تو یقینی ہے کہ کبھی کوئی کسی بردہ فروش سے دغا نہ کرے گا۔ کم سے کم اس کا آدمی نہ کرے گا۔ سچ کہنا تم اس مرغی کو ذبح کرنا پسند کرو گے جو سونے کا انڈہ دیتی ہو؟"

"لیکن جناب یہ مثل مشہور ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے اور ایسے لنکا ڈھانے والوں کی دنیا میں کمی نہیں وہ ہر جگہ ہیں بہرحال آپ ہوشیار رہیے۔"

"ہوشیار رہوں گا شکریہ۔"

ایم سن نے دوپہر کا کھانا بنئے کے ساتھ کھایا اور جب قیلولے کے بعد بیدار ہوا تو بن یامین کا آدمی حاضر تھا۔ بن یامین نے ایم سن کو طلب کیا تھا۔ ایم سن نے جلدی جلدی منہ دھویا اور بن یامین کے آدمی کے ساتھ ہولیا۔

جب وہ عربی پڑاؤ میں پہنچا تو اس نے بن یامین کو کیکر کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھے ہوئے پایا۔ وہ اپنے قافلے کے داروغہ کی رپورٹ بڑے غور اور توجہ سے سن رہا تھا۔ ایم سن نے حیرت سے دیکھا کہ روحانہ بن یامین کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی وہ اپنے جسم پر ایک چادر اس طرح لپیٹے ہوئے تھی کہ آنکھوں کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہرحال ایم سن نے اسے پہچان لیا ایک عورت کا مجلس مشاورت میں شریک ہونا۔ ایک ایسی انوکھی بات تھی اور روایت کے خلاف بھی کہ ایم سن دم بخود رہ گیا اور بن یامین کو سلام تک کرنا بھول گیا۔ بن یامین کو احساس ہوا کہ روحانہ کی موجودگی کے متعلق کچھ کہہ کر ایم سن کی حیرت دور کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ہارے ہوئے شخص کے سے لہجے میں کہا۔

"روحانہ یہاں آنے کیلئے اس طرح گڑگڑائی کہ میں انکار نہ کر سکا۔ بہرحال یہ رفتہ رفتہ ہمارے ہاں کے آداب سے واقف ہو جائے گی یہ ابھی نئی نئی آئی ہے اس لئے اسے الزام دینا فضول ہے۔ میرے خیال میں اس کا مشورے میں شریک ہونا اگر اچھا معلوم نہیں ہوتا تو برا بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یثیم میں یہ بہرحال حرم سرا میں ہی رہے گی۔"

"جی ہاں۔" ایم سن نے کہا اور نجانے کس سوچ میں ڈوب گیا۔

✤ ✤ ✤

ایم سن کا یہ یقین پختہ ہو چلا تھا کہ بن یامین جیسا کہتا ہے ویسا کر نہ سکے گا۔ روحانہ بڑی ضدی اور ہٹیلی لڑکی تھی اور جب تک اپنی بات نہ منوا لیتی تھی اسے چین نہیں آتا تھا۔ بن یامین بوڑھا ہو چلا تھا اور روحانہ جوان، حوصلہ مند اور شوخ تھی۔ چنانچہ ایم سن کو خوف تھا کہ وہ بن یامین کے مزاج میں ضرورت سے زیادہ دخل حاصل کر لے گی۔

"کاش یہ دونوں نہ ملے ہوتے۔" وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔

داروغہ نے اپنی رپورٹ ختم کی بن یامین نے ہاتھ ہلا کر رخصت کیا پھر وہ اٹھا اور ایم سن کا ہاتھ پکڑے ایک طرف چل دیا۔

"میں تمہیں نئے غلام دکھانا چاہتا ہوں۔" بن یامین نے کہا۔

روحانہ ان دونوں کے پیچھے مناسب فاصلہ پر چلی آ رہی تھی۔

"اکثر غلام بانترو کے ہیں۔ وہاں کے بادشاہ نے ان کو میرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو لگان وغیرہ نہ دے سکے تھے۔ چنانچہ انہیں دیکھ لو اور مل لو ان سے کیونکہ بانترو میں انہیں لوگوں کے ساتھ تمہیں رہنا اور کام کرنا ہے۔"

بن یامین ایم سن کو اس طرف لے گیا جہاں غلام تھے۔ سینکڑوں غلام، جن کی گردنوں میں جوئے تھے۔ ندی کنارے کئی ایکڑ کے دائرے میں بیٹھے تھے۔ بن یامین ایم سن کا ہاتھ پکڑے غلاموں کے درمیان سے گزر رہا تھا اور بن یامین ان غلاموں کی طرف اشارہ کرتا جاتا تھا جو بہترین قسم کے گھریلو غلام ثابت ہو سکتے تھے۔ مختلف قبائل کے بچے، عورتیں اور مرد وہاں یکجا تھے۔

"ان لوگوں کو دیکھ کر تم اندازہ لگا سکو گے کہ تمہیں کیسے لوگوں کے ساتھ رہنا ہے۔" جب غلاموں کا معائنہ ختم ہو چکا تو بن یامین نے کہا۔

"جب تم اپنے غلاموں کو فروخت کر کے واپس آؤ گے تو میں تمہیں یثیم میں ملوں گا اور ہم بانترو کے لئے روانہ ہو جائیں گے ہمارا جلد از جلد بانترو پہنچنا بے حد ضروری ہے کیونکہ وہاں کے بادشاہ کے دماغ میں ناپاک ہوا بھر گئی ہے اور وہ کمبخت میرے قافلوں کو پریشان کیا کرتا ہے۔ بہرحال

میں خون بہانا نہیں چاہتا۔ یہ معاملہ خون بہائے بغیر طے ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔ جنگلوں سے اب میری طبیعت اکتا گئی ہے۔ شاید اس لئے کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ہاں بیٹے! مجھے بندوق کی آواز تک سے نفرت ہو گئی ہے۔ حالانکہ بندوق کی آواز کی طفیل ہی میں بن یامین بن گیا ہوں۔"

روحانہ بیچ میں ٹپکی۔

"نہیں میرا آقا بوڑھا نہیں ہوا ہے وہ شیر کی طرح بہادر اور سانڈھ کی طرح جوان ہے۔"

"بیٹے! میں نے ایک افواہ سنی ہے کہ کوئی برطانوی جہاز قلما کے قریب ہی منڈلا رہا ہے۔"

"یہ بات کس سے سنی آپ نے؟"

"بھئی میرے آدمیوں کو چند ماہی گیروں نے بتایا تھا ان ماہی گیروں نے ایک جہاز دیکھا تھا' لیکن یہ لوگ اتنے احمق تھے کہ کچھ سمجھ نہ سکے کہ وہ کیسا اور کس کا جہاز تھا۔ اپنی عمر میں پہلی دفعہ انہوں نے بڑا جہاز دیکھا تھا چنانچہ وہ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ اپنے ڈونگے لے کر بھاگ آئے۔"

"بوڑھے بنئے نے بھی مجھے خبردار کیا تھا۔ بہر حال وہ جہاز مجھے اس وقت پکڑ سکتا ہے جب مارکوپولو پر غلام چڑھائے جا رہے ہوں' لیکن اسے معلوم کس طرح ہوگا کہ ہم لنگر اٹھا دیں تو پھر وہ جہاز قیامت تک مجھے پکڑ نہ سکے گا۔ اس کے علاوہ اگر وہ جہاز نظر آیا بھی تو یوحان کے سنتری مجھے خبردار کریں گے۔"

"ایم سن! اس حبشی پر زیادہ اعتبار کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ وہی ایک انگریز سے باتیں کرتا دیکھا گیا ہے۔"

"کچھ بھی ہو یا مم! میں خالی جہاز لے کر واپس نہیں جا سکتا جو ہوگا سو دیکھا جائے گا۔" بن یامین مسکرایا "شاباش میرا بھی یہی حال ہے میرا تو یہ اصول ہے کہ پہلے ہاتھی دانت پھر میری زندگی۔ تمہارے لئے یوں ہے پہلے غلام پھر زندگی۔ بہر حال پہلے ہی سے پانی کے پیپے بھر لو کہ آخری غلام جیسے ہی جہاز پر پہنچے تم لنگر اٹھا سکو۔"

"لیکن پانی لینے کی کیا ضرورت ہے۔" روحانہ نے کہا "غلاموں کو سمندر کا پانی کیوں نہ پلایا جائے؟"

"اس لئے کہ سمندر کا پانی اتنا کھارا ہوتا ہے کہ اسے پی کر آدمی پاگل ہو جاتا ہے اور یہ اللہ کی قدرت ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اللہ........."

اور ابھی روحانہ کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ وہ بن یامین کے مضبوط ہاتھ کا تھپڑ کھا کر نیم بے ہوشی کے عالم میں زمین پر گر پڑی اور بن یامین اپنا ایک ہاتھ اٹھائے اس کے قریب کھڑا تھا اس کی

آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں اور اس کی داڑھی شدت طیش سے لرز رہی تھی۔

"لڑکی! تو اپنے ہوش میں ہے یا نہیں۔" وہ گرجا اور ایم سن کو یوں معلوم ہوا جیسے آسمان و زمین کانپ اٹھے۔ "تو جانتی بھی ہے کہ کیا بکتی ہے؟ اگر پھر کبھی تو نے اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو خدا کی قسم......"

وہ غصہ میں اتنا بھرا ہوا تھا کہ فقرہ پورا نہ کر سکا اور اس خوف سے کہ وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے گا۔ بن یامین نے روحانہ کی طرف سے منہ پھیر لیا اور چند قدم آگے بڑھ گیا۔

روحانہ کہنیوں کے بل اٹھی اور حیرت سے بوڑھے عرب کو دیکھنے لگی۔

"افوہ......کیا زبردست اور یادگار تھپڑ تھا!" اس نے اپنے گال پر ہاتھ پھیر کر کہا "میں تو سمجھی کہ میرا جبڑا ہی ٹوٹ گیا۔ واہ! کیا تھپڑ تھا اور میرا آقا بوڑھا ہے اتنا بوڑھا اور اس میں اتنی طاقت! اگر قبیلے کے سارے لوگ مل کر بھی تھپڑ ماریں تو اس میں ایسا چٹاخہ نہ ہو۔ کیا زبردست اور زوردار تھپڑ تھا۔"

روحانہ کے لہجے میں غصہ نہ تھا بلکہ حیرت تھی اور تعجب تھا اپنے آقا کی قوتوں کی تعریف تھی۔ یہ سوچ کر کہ اب ان میں غصے منانے کا سلسلہ چلے گا۔ ایم سن نے بن یامین کو سلام کیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔

✤ ✤ ✤

دو دن بعد غلاموں کیلئے عرشہ تیار ہو چکا تھا اور بوڑھے بنئے نے بھی رسد کا انتظام کر لیا تھا جیسا کہ ہر کام میں ہوا کرتا تھا۔ ایم سن کو بھی آخری وقت میں چند ضروری انتظامات یاد آگئے۔ مارکوپولو کی کشتیوں میں ملاحوں کو کھاڑی کی طرف بھیج دیا گیا تھا کہ وہاں وہ راستہ بتانے کے پیراک پیپے رکھ آئیں گے کہ اگر عجلت میں بھاگنا پڑے تو کھاڑی میں سے گزرتے وقت راستہ تلاش کرنے میں دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ایم سن نے ندی کا پانی لینے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا کیونکہ بن یامین نے کہا تھا کہ ندی کے پانی کو پینے کے بعد اس کے کئی غلام بیمار پڑ گئے تھے اور ایم سن اس قسم کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ساحل سے تھوڑی دور ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا کہ انہیں صاف و شفاف پانی مل جائے اس کے علاوہ اس نے چند افریقی نقارے بھی خرید لئے کہ غلام ناچ گا کر اپنا جی بہلا سکیں۔ اب اسے یقین تھا کہ غلام اس اداسی اور خاموشی سے محفوظ رہیں گے جو ان پر مسلط ہو جاتی تھی۔

بوڑھے بنئے پر اعتبار کرتے ہوئے اس نے ساز و سامان کا معائنہ کیا اور یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا کہ دوسری چیزوں کے علاوہ سامان میں نسوار کا بھی کافی ذخیرہ تھا یہ بے حد ضروری تھا۔ نسوار

گویا افریقیوں کی زندگی کا ایک جزو بن چکی تھی۔ غلاموں کو خوش اور مطمئن رکھنے کیلئے نسوار بہت ضروری تھی۔ اب چند گائیں خریدنا تھیں کہ شینائی غلاموں کو ان کی مرغوب غذا دودھ اور خون ملتا رہے ایک طرف زیتون کے تیل کے پیپے رکھے ہوئے تھے اس تیل کے بغیر افریقی کھانا ہضم کر ہی نہ سکتے تھے۔

* * *

قلما آنے کے بعد سے آج تک ایم سن نے نوجوان بنئے کو ایک دفعہ بھی نہ دیکھا تھا۔ اس کی یہ روپوشی ایم سن کو بڑی پراسرار معلوم ہو رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کئی مرتبہ بوڑھے بنئے کے بارے میں پوچھا اور اسے ہر دفعہ یہ ہی جواب ملا کہ اس کا بیٹا ڈونگا لے کر کہیں آگے گیا ہوا ہے کہ اگر ہارویمیٹ کہیں نظر آئے تو ایم سن کو فوراً اطلاع دے۔ ایم سن نے سوچا کہ وہ بھی چند کشتیاں ہارویٹ کا پتہ لگانے کیلئے بھیج دے' لیکن پھر یہ ارادہ ترک کر دیا۔ قلما کا ساحل عجیب بے ڈھنگا تھا اور افریقہ کی کئی ایک ندیاں قلما کے قریب ہی سمندر میں گرتی تھیں اور کئی جگہ خود سمندر زمین کو چیر کر بہت اندر تک دھنس گیا تھا جس کی وجہ سے جگہ جگہ راسیں پیدا ہو گئی تھیں اور وہاں آبی بیلوں اور پودوں کی کثرت تھی اب اگر ہارویمیٹ کسی راس کے عقب میں یا بیلوں کی چادر کے پیچھے چھپا کھڑا ہو تو اس کا سراغ لگانا مشکل تھا۔

چنانچہ اس نے یوحان سے کہا کہ دو ٹیلوں کے درمیان وہ اپنے آدمی متعین کر دے اور انہیں ہوشیار رہنے کی تاکید کر دے اگر انہیں کوئی برطانوی جہاز نظر آئے تو دن کو تازہ پتے جلا کر دھواں کر کے اور رات کو آگ جلا کر ایم سن کو خبردار کر دے۔

قلما سے رخصت ہونے کا دن قریب آیا تو ایم سن نے مارکو پولو کے ملاحوں کے سپرد مختلف کام کر دیئے۔ چند برسوں پہلے ہی غلاموں کو جہاز چڑھانے کا کام اطمینان اور آرام سے کیا جاتا تھا بعض دفعہ ایک ہفتہ یا اس سے بھی زیادہ دن اس کام میں صرف ہو جاتے تھے' لیکن اس زمانے میں بردہ فروشی جرم نہ تھی' لیکن وہ زمانہ لد گیا تھا۔ غلاموں کی تجارت بڑا خطرناک تھا اور بڑے دل گردے والے یہ تجارت کرتے تھے۔ خصوصاً یہ کام اب تو اور بھی خطرناک ہو گیا تھا کیونکہ کسی برطانوی جہاز کے کہیں قریب ہی موجود ہونے کی افواہ عام تھی۔ چنانچہ ان کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا جب تک مارکو پولو غلاموں سے خالی تھا محفوظ تھا' لیکن پہلے غلام کے جہاز پر آتے ہی وہ خطرے کی زد میں آ جاتا تھا پہلے غلام کے جہاز پر پہنچتے ہی ایک معمولی سا تجارتی جہاز قزاقوں' اسمگلروں اور بردہ فروشوں کے جہاز میں تبدیل ہو جاتا تھا اور پھر کوئی بھی برطانوی جہاز اسے بلا تکلف اسی وقت گرفتار کر سکتا تھا۔

ایم سن بڑا ہی دور اندیش اور محتاط آدمی تھا کوئی کام کرنے سے پہلے وہ اس کے انجام کو سوچ لیا

کرتا تھا اس کے علاوہ اسے یہ ہی پیشہ کرتے چھ سال گزر گئے تھے اور وہ ان چھ برسوں نے اسے خاصا تجربہ کار بنا دیا تھا۔ چنانچہ خداداد قابلیت' غور و خوض کی عادت اور چھ سال کے تجربے نے اسے اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ صرف تین گھنٹوں میں آٹھ سو غلاموں کو جہاز پر چڑھا لیتا تھا۔

لیکن یہ تو بعد کا کام تھا سب سے پہلے تو غلاموں کا عرشہ جو ساحل قلما پر تیار کرایا گیا تھا جہاز پر لانا تھا۔ پھر ان کواڑوں کی جگہ جو اوپر عرشے پر تھے اور نیچے کی طرف کھلتے تھے آہنی سلاخیں لگانا تھیں کہ غلاموں کو تازہ ہوا اور روشنی ملتی رہے پھر رسد اور وہ سامان جہاز پر چڑھانا تھا جو غلاموں کیلئے خریدا گیا تھا' لیکن یہ سب کام پیشگی نہ کئے جا سکتے تھے کیونکہ اگر کوئی برطانوی جہاز وہاں آ گیا اور اس نے مارکو پولو پر غلاموں کا عرشہ اور اتنا بہت سا سامان دیکھا تو پھر مارکو پولو کا بچ نکلنا ناممکن تھا۔

چنانچہ ایم سن ایک ہی وقت میں یہ سب کام کر لیا کرتا تھا اور اس کیلئے نہ صرف ایک مکمل طریق کار بلکہ نہایت ہی ہوشیار اور تجربے کار اور پھرتیلے لوگوں کی ضرورت تھی چنانچہ سامان اور غلاموں کو لادنے کا کام اگر پو پھٹتے ہی شروع کر دیا جائے تو شام کے چار بجے مارکو پولو لنگر اٹھا سکتا تھا اس طویل وقت میں کمی کرنے اور اس کٹھن کام کو آسان کرنے کیلئے ایم سن نے توپیں اور پانی کے پیپے ایک دن پہلے جہاز پر چڑھانے کا فیصلہ کیا۔

ایم سن نے باڑے میں پہنچ کے غلاموں کا آخری دفعہ معائنہ کیا تو اسے کچھ شک ہوا کہ زیادہ تر غلام اتنے تندرست نہ تھے۔ جتنے کہ پہلی دفعہ معلوم ہوئے تھے۔ ایم سن کی درخواست پر بن یامین غلاموں کے معائنے کو آیا۔ حالانکہ اسے یہ بات مضحکہ خیز اور بے فائدہ معلوم ہوئی۔

"اگر ان کی قسمت میں مرجانا ہی لکھا ہے تو وہ بہرحال تمہارے جہاز پر مرجائیں گے اگر خدا کی مرضی یونہی ہے تو یوں ہی ہوگا۔" بن یامین نے کہا۔

وہ بڑے غور اور دلچسپی سے غلاموں کا معائنہ کر رہا تھا جنہیں حمالوں کا سردار جسے اب سارے غلاموں کا داروغہ بنا دیا گیا تھا۔ کی بوکو بجا بجا کر نچوا رہا تھا اور ان سے چھلانگیں لگوا رہا تھا۔ داروغہ نے کی بوکو بجایا اور سارے غلام رکوع کی شان سے جھک گئے۔ وہ بن یامین اور ایم سن کو دکھانا چاہتا تھا کہ ایک غلام بھی سوزاک کا مریض نہ تھا۔

"بیٹے غلام پھلوں کی طرح ہوتے ہیں جس طرح اکثر پھل سڑ جاتے ہیں اسی طرح اکثر غلام بیمار ہو جاتے ہیں تاہم اتنے ضروری بچ جاتے ہیں کہ تاجر ان سے کافی منافع حاصل کرے۔" بن یامین نے کہا وہ بڑے پتے کی باتیں کہا کرتا تھا۔

آخر کار ایم سن نے پچاس غلاموں کو وہیں چھوڑنے کا فیصلہ کیا یہ غلام بہت زیادہ بیمار معلوم ہوتے تھے چنانچہ بن یامین نے اپنے غلاموں میں سے پچاس غلام پیش کر دیئے کہ ایم سن کے آٹھ سو

غلاموں کی تعداد پوری ہو جائے۔ ایم سن ان نئے غلاموں کو لینے کے لئے تیار نہ تھا۔ بن یامین کے غلام تو گرفتار شدہ تھے اور پھر طویل سفر نے بھی انہیں تھکا مارا تھا۔ چنانچہ ایم سن کے خیال میں وہ فی الحال کسی دوسرے سفر کے قابل نہ تھے۔ بن یامین نے ہاتھ ہلا کر ایم سن کے اعتراض کو گویا پیچھے دھکیل دیا اور بڑی بے پروائی سے کہا۔

”اگر ایسا ہے تو واپس آ کر مجھے بتانا کہ میرے غلاموں میں سے کتنے مر گئے خدا کی قسم میں ان کی قیمت تمہیں واپس دے دوں گا۔“

چند ثانیوں تک خاموشی کا وقفہ رہا۔ پھر بن یامین نے کہا۔

”کم سے کم بانترو کے چند غلام تو لے ہی جاؤ۔ سفر طویل ہے چنانچہ تمہیں ان لوگوں سے بانترو زبان سیکھنے کا موقع ہی مل جائے گا۔“

آخر کار ایم سن نے بن یامین کے قافلے میں سے ایک سو پچاس غلام قیمتاً لینے کا فیصلہ کیا۔ غلاموں کو منتخب کرنے کا کام اس نے بن یامین کے سپرد کر دیا۔ اسی شام منتخب شدہ ایک سو پچاس غلاموں کی گردنوں سے جوئے نکال لئے گئے اور تھوڑی دیر ہی کے بعد یہ ایک سو پچاس غلام دوسرے غلاموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

بوڑھا یوحان ایم سن کی ان کارروائیوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا حالانکہ پہلے کبھی اس نے ایم سن کے کاموں میں ایسی دلچسپی نہ لی تھی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات تو یہ ہوئی کہ جب ایم سن نے یوحان کے غلاموں میں سے پچاس کو لینے سے انکار کر دیا تو اس نے ذرا بھی شور نہ مچایا۔ پہلے جب کبھی ایسا ہوتا تو بوڑھے حبشی پر ہسٹریا کا دورہ پڑتا۔ پہلے تو وہ غصے سے پاؤں پٹختا' خوب شور مچاتا پھر گڑگڑاتا اور آخر میں سر پکڑ کر اکڑوں بیٹھ جاتا اور کسی بیوہ کی طرح رونے لگتا' لیکن اس دفعہ ایسی کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ یوحان کے اس رویے نے ایم سن کو گھڑی بھر کے لئے چکرا دیا۔ اس نے مشکوک نظروں سے بوڑھے حبشی کو دیکھا۔ موخر الذکر دفعتاً چونکا اور اب وہ رو رہا تھا۔ اپنا سینہ کوٹ رہا تھا۔ بال نوچ رہا تھا۔ وہ پاگل ہو گیا تھا۔

”یہ کیا حماقت ہے یوحان! تم جانتے ہو کہ وہ پچاس غلام بیمار ہیں اور تم مجھے ٹھگنا چاہتے ہو۔ لوگوں کو ٹھگنا تمہاری عادت ہو گئی ہے چنانچہ میں تمہیں الزام نہیں دیتا۔ ہم دونوں گویا جواء کھیلتے ہیں جس میں کبھی تمہاری جیت ہوتی ہے اور کبھی میری۔ تم اپنا فائدہ سوچتے ہو اور میں اپنا۔“

”اچھا...... اچھا یونہی سہی۔ کوئی بات نہیں اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے میں اب بھی روپیہ حاصل کر سکتا ہوں۔ دیکھیں کس کی جیت ہوتی ہے اور کس کی ہار؟۔“

”کیا مطلب؟“

یوحان نے دانتوں میں زبان دبائی تھی جیسے وہ جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی نہ کہنے والی بات کہہ گیا تھا' لیکن وہ فوراً ہی سنبھلا اور مسکرا کر بولا۔

”میرا مطلب ان شینائیوں سے ہے۔ ممکن ہے دوسری دفعہ تم یہاں آؤ تو میرے پاس اس سے بھی بڑھیا چیز ہو اور میں تم سے زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کروں۔“

”ہاں واقعی یوحان!“ ایم سن نے کہا۔ ”تمہاری اس خاص الخاص چیز نے میری جیبیں خالی کر دیں۔“

دونوں نے قہقہہ لگایا اور اب غلاموں کو جہاز پر چڑھانے کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

✤ ✤ ✤

جہاز پر غلام چڑھانے اور سامان لادنے سے ایک دن پہلے ایم سن بن یامین سے رخصت ہونے کیلئے عربی پڑاؤ میں پہنچا۔ ایم سن اور بن یامین بغل گیر ہوئے۔ بوڑھے عرب نے کہا۔

”اگر خدا نے چاہا تو آٹھ مہینوں بعد ہم پھر ملیں گے اور فوراً ہی بانترو کے لئے روانہ ہو جائیں گے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تمہیں سمندر کے طوفانوں اور برطانوی جہازوں سے اور تمہارے غلاموں کو بیماریوں سے محفوظ رکھے۔ سچ تو یہ ہے کہ برطانوی افسر قزاق ہیں۔ اس طرف سمندر' سلطان ہشیم کی مملکت میں ہے۔ چنانچہ ان انگریزوں کو یہاں اپنا شکار تلاش کرنے کا کوئی حق نہیں۔“

”خدا آپ کو بھی ہر خطرے اور برطانوی کتوں سے محفوظ رکھے۔“

ایم سن نے بھی بن یامین کے سے خلوص سے کہا۔ ”ایک بردہ فروش کے طور پر یہ میرا آخری سفر ہے اگر خدا نے چاہا تو میں بہت جلد واپس آ کر آپ کے ساتھ بانترو کی فتح میں شریک ہوں گا۔ میں اپنے ساتھ دو چھوٹی توپیں اور تقریباً سو جدید بندوقیں لاؤں گا۔ ان بندوقوں سے ایک ہی وقت میں کئی کئی فائر کئے جا سکتے ہیں۔“

”یہ بندوقیں واقعی کارآمد ثابت ہوں گی۔“ بن یامین نے کہا۔

”جاؤ بیٹے! خدا تمہاری حفاظت کرے۔“

✤ ✤ ✤

دن کا بقیہ حصہ سفر کی تیاریوں میں گزرا۔

مارکوپولو کے ملاحوں کو چار چار اور پانچ پانچ کی ٹولیوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ہر ٹولی کے سپرد ایک کام کر دیا گیا تھا۔ کاوڈرے کو جہاز پر ہی رہنا تھا۔ اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ جیسے ہی غلاموں کو جہاز پر چڑھانے کا کام شروع ہو وہ بلیوں سے لپٹے بادبان کھول دے۔ اگر برطانوی جہاز نظر آئے تو فوراً ہی رسیاں کھینچ کر بادبان چڑھا دیئے جائیں۔

ہیلری جو پہلے ایک برطانوی جہاز میں تھا' لیکن اس سے الگ ہو کے ایم سن سے مل گیا تھا اور ایم سن نے اسے فرسٹ میٹ بنا دیا تھا۔ ساز و سامان کو مناسب جگہ رکھنے میں ماہر تھا۔ چنانچہ اسے بھی جہاز پر ہی رہنا تھا۔ ایم سن ساحل پر رہنے والا تھا اور اس کی زیر نگرانی سامان اور غلام کشتیوں میں بھر بھر کے مارکوپولو تک پہنچائے جانے والے تھے۔ ایم سن کے ساتھ دوسرے پانچ ملاح تھے جو اس کی نگرانی کرنے والے تھے۔

جہاز کے چار ملاح' غلاموں کے آخری انتخاب کے بعد باڑے میں متعین کر دیئے گئے تھے۔ یوحان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ممکن تھا کہ آخری وقت میں وہ تندرست غلاموں کو ہٹا کر ان کی جگہ بیمار غلام رکھ دیتا۔ اس حریص اور دھوکے باز حبشی سے کچھ بعید نہ تھا۔ پہلے بھی کئی دفعہ وہ ایسا کر چکا تھا۔

چنانچہ باڑے میں ایم سن نے مارکوپولو کے چار ہوشیار ملاحوں کو متعین کر دیا تھا اور انہیں ہوشیار رہنے کی تاکید کر دی گئی تھی۔ غلاموں کو جہاز پر چڑھاتے ہوئے یہ چاروں ملاح ٹولیوں سے مل جانے والے اور اس کام میں ان کا ہاتھ بٹانے والے تھے۔ کشتیاں کھینے والوں کا انتخاب کر لیا گیا تھا۔ دو کشتیاں سامان اور غلام لے کر جہاز کے دائیں اور بائیں پہلو کی طرف جانے والی تھیں۔ جہاز کا ہوزر ایک پن سے ٹانکا جانے والا تھا کہ خطرہ محسوس کرتے ہی اسے فوراً الگ کیا جا سکے۔

اس رات ایم سن سو نہ سکا۔

وہ اپنے بستر پر چت پڑا دوسرے دن کے کاموں کے متعلق غور کرتا رہا۔ اپنے ملازموں اور

ملاحوں کی مہارت اور پھرتی کا اندازہ لگاتا رہا۔ مارکوپولو کے ملاح اس میں کوئی شک نہیں۔ ہوشیار' پھرتیلے اور تجربے کار تھے تاہم کسی بھی ملاح سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی اور اس کا امکان تھا کہ اس کی یہ ہی غلطی مارکوپولو کے لئے خطرناک ثابت ہو پہلے کبھی ایم سن کو جہاز پر غلاموں کو چڑھانے کا کام اتنا مشکل معلوم نہ ہوا تھا۔ نت نئے اندیشے اس کے دل میں سر اٹھا رہے تھے اور اس کا تصور اسے عجیب و غریب تصویریں دکھا رہا تھا۔

اس نے سونے کی کوشش کی' لیکن نیند کا کوسوں تک پتا نہ تھا۔ آدھی رات کروٹیں بدلتا رہا' لیکن نیند نہ آئی آخر کار اس نے سونے کی کوشش ترک کر دی۔

آدھی رات اِدھر تھی اور آدھی اُدھر' جب اس نے سگار سلگایا اور اپنے بستر پر بیٹھ رہا۔ یہاں تک کہ چوکیدار نے لوہے کے ٹکڑے پر آٹھ ضربیں لگائیں ساحل پر جانے اور کام شروع کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

چھوٹی کشتی تیار تھی ایم سن کسی خیال میں گم کشتی کے آخری سرے پر بیٹھ گیا۔ چپو اٹھائے گئے کشتی کنارے کی طرف چلی۔

افق مشرق پر ایک سیمابی لکیر پھیلتی جا رہی تھی۔

''خدا جانے ساحل پر مچھیروں کا کیا حال ہو گا؟'' ایم سن نے پوچھا۔

کنارے پڑی دلدل پر منڈلاتے ہوئے مچھروں کی بھنبھناہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔

کشتی نے ایم سن اور اس کے پانچ ساتھیوں کو کنارے پر چھوڑا اور جہاز کی طرف لوٹ گئی۔ ایم سن نے اپنے ایک آدمی کو یوحان اور بوڑھے بنئے کو بیدار کرنے کیلئے دوڑایا اور خود اپنے ساتھیوں کو وہ جگہیں بتانے لگا۔ جہاں مختلف قسم کا سامان الگ الگ انباروں میں رکھا جانے والا تھا۔ مقامی ڈونگوں کو لانے کا کام شروع ہو گیا اور ننگ دھڑنگ افریقیوں کی ایک لمبی قطار گودام میں سے سامان لا کر ساحل پر رکھنے لگی۔ الگ الگ چیزوں کے الگ الگ انبار تھے۔ وزنی چیزیں سب سے آگے رکھی گئیں ان کے بعد ہلکی اور پھر ان سے بھی ہلکی چیزوں کے انبار تھے اور ان چیزوں کو سب کے آخر رکھا گیا تھا۔ جو بہت زیادہ ضروری نہ تھیں اور جنہیں اگر افراتفری میں ساحل پر چھوڑ بھی دیا جاتا تو اس طویل بحری سفر میں ملاحوں کو کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ چیزیں جس ترتیب سے رکھی گئی تھیں اسی ترتیب سے ڈونگوں اور کشتیوں میں لاد لاد کر جہاز تک پہنچائی جانے والی تھیں۔

غلام سب سے آخر میں چڑھائے جانے والے تھے۔

پو پھٹنے میں ایک گھنٹہ باقی تھا کہ سارا سامان ساحل پر مقررہ جگہ پر رکھا جا چکا تھا۔ تھکے ہوئے افریقی چند منٹوں کی نیند لینے کے لئے ریت پر ہی دراز ہو گئے تھے اور ڈونگے کھینے والے

ڈونگوں میں ہی بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ اب کوئی کام باقی نہ رہ گیا تھا۔ سوائے اس کے کہ اجالا ہونے کا انتظار کیا جائے۔

اور یہ انتظار ان لوگوں کو عموماً اور ایم سن کو خصوصاً بڑا طویل معلوم ہو رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آج صبح ہوگی ہی نہیں۔ ایم سن بار بار ہر چیز کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ کچھ بھول تو نہیں رہا؟

پہلے کبھی اس کی ایسی حالت نہ ہوئی تھی۔ خدا جانے یہ بے یقینی کیوں تھی؟ خدا جانے وہ شک کیوں تھا اور کس لئے تھا۔ جو خود بخود اس کے دل میں پیدا ہوگیا تھا۔ ہیلری جہاز پر ہی تھا اور اس وقت وہ سامان رکھنے کا کمرہ اور غلاموں کا عرشہ رکھنے کی جگہ صاف کرنے میں مصروف ہوگا۔

ایم سن کا جی چاہا کہ وہ ایک بار پھر چیزوں کا معائنہ کرے' لیکن اس نے اپنی خواہش کو سختی سے روک دیا۔ سامان کا بار بار معائنہ کرنا اعصابی ہیجان کی علامت تھی۔

"ڈونگے والوں کو جگاؤ۔" آخر کار اس نے یوحان سے کہا جو اپنے آپ کو کمبل میں لپیٹے ایم سن کے قریب ہی ریت پر لیٹا ہوا تھا۔

"سامان لادنا شروع کرو۔" ایم سن نے دوسرا حکم دیا۔

یوحان جماہیاں لیتا ہوا اٹھا اور اس نے احکامات جاری کیے۔ فوراً ہی ڈونگوں میں سامان رکھا جانے لگا۔ غلاموں کے بیٹھنے کے تختے ڈونگوں میں اوپر تلے رکھے گئے۔ بوڑھے بنئے نے ہدایت دی کہ کون سا تختہ کون سے ڈونگے میں رکھا جائے۔

ہر تختے پر سرخ روغن سے نمبر ڈال دیئے گئے تھے۔ پہلے نمبر کا تختہ سب سے پہلے دوسرے کا نمبر اور پھر تیسرے نمبر کا۔ علیٰ ہذا القیاس' ایم سن' بنئے اور جہاز کے بڑھئی نے پہلے سے ہی ہر تختے کی لمبائی اور چوڑائی مقامی بڑھئی کو بتا دی تھی۔ عین وقت پر تختوں میں کسی طرح کی ترمیم کرنا ناممکن تھا۔

تختوں کا آخری جتھا ڈونگوں پر رکھا گیا اور جب آخری ڈونگا بھی مارکوپولو کی طرف چل پڑا تو ایم سن نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس اثناء میں دوسرے ڈونگے جو مارکوپولو تک تختے پہنچا کر واپس آ گئے تھے۔ سامان رسد بھر رہے تھے۔

مارکوپولو کی کشتیاں واپس آئیں تو ان میں ذی روح سامان بھرا جانے لگا' لیکن گائیں' بچھڑے' سؤر' بکریاں' مرغیاں اور اب منمناتی ہوئی بکریاں اور ڈکراتی ہوئی گائیں اور سؤر مارکوپولو کی طرف جا رہے تھے۔ خوش قسمتی سے علاقے کے جانور نسبتاً چھوٹے اور ہلکے ہوتے ہیں تاہم انہیں کشتیوں پر اور پھر کشتیوں میں سے جہاز پر چڑھانا بڑا ہی صبر آزما کام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دفعہ جانوروں کی تعداد بھی زیادہ تھی کیونکہ اس دفعہ غلاموں میں شینائی بھی تھے جو خون اور دودھ پیتے تھے۔

جانوروں کی پہلی دو کھیپیں جہاز تک پہنچانے کے بعد ملاح تھک گئے تھے ان کی ہمت بندھانے اور انہیں اکسانے کیلئے ایم سن نے کوٹ اتار کر ایک طرف رکھا اور ان کی مدد کرنے لگا۔ ایک گائے اڑ گئی۔ چنانچہ اسے کنارے پر ہی چھوڑ دیا گیا۔ البتہ دوسرے جانور پہنچا دیئے گئے اور ہیلری نے انہیں اسے احاطے میں بند کر دیا جو انہی کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اب جانوروں کیلئے دانہ اور چارہ جہاز پر پہنچانا تھا اور یہ کام ملاحوں کو بے حد اکتا دینے والا معلوم ہوا۔

دفعتاً جہاز کے عرشے پر سے بندوق داغی گئی ایک سرخ اور سیاہ گولا ہوا میں بلند ہوتا چلا گیا یہ اعلان تھا اس بات کا کہ غلاموں کا عرشہ تیار ہوگیا ہے۔ ایم سن عین وقت پر ہی غلاموں کو کنارے پر لانا چاہتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ غلام کنارے پر کھڑے اپنی باری کا انتظار کریں اس سے پہلے کہ غلام سمجھ سکیں کہ انہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ ایم سن انہیں جہاز پر پہنچا دینا چاہتا تھا۔ سمندر کا نظارہ اور بحری سفر کا خیال ہی غلاموں کو دہشت زدہ کر دیتا تھا۔ اکثر افریقیوں نے نہ تو پہلے کبھی کوئی جہاز دیکھا تھا اور نہ سمندر۔

چنانچہ جیسا کہ کہا گیا ایم سن کی یہ تجویز تھی کہ غلاموں کو باڑے سے نکال کر بھاگم بھاگ کنارے پر لایا جائے اور فوراً کشتی میں بٹھا کر جہاز پر سوار کرا دیا جائے۔

ایم سن نے مناف کی طرف دیکھ کر گردن ہلائی۔ مؤخر الذکر نے اپنی گونجدار آواز میں احکامات جاری کیے۔ فوراً ہی چند ملاح' ملاحوں کے گروہ میں سے الگ ہو کے مناف کے ساتھ ہو لئے۔ انہی لوگوں کی نگرانی اور حفاظت میں غلاموں کے باڑے سے لایا اور کشتیوں پر سوار کرا کے مارکوپولو تک پہنچایا جانے والا تھا۔ یہ لوگ پستولوں اور تیغوں سے مسلح تھے۔ مناف کے پاس اس قسم کا کوئی ہتھیار نہ تھا کیونکہ اس کے خیال میں یہ ہتھیار بیکار تھے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک ہاتھ میں کی بوکو لیئے ہوئے تھا۔ چھ فٹ لمبا اور دو انچ موٹا بید نما چابک جس کے سڑاکے کی آواز ہی غلاموں کو لرزا دیتی تھی۔

ایم سن قلعہ کی طرف چلا۔ وہ جہاز راں' جنہیں باڑے میں متعین کیا گیا تھا۔ ایم سن کے منتظر تھے۔ انہوں نے بھی اس بندوق کا دھما کہ سن لیا تھا۔ جو مارکوپولو کے عرشے پر سے داغی گئی تھیں۔ بیشیم کے بھاگے ہوئے حمالوں نے اپنے سردار کی مدد سے جو اب سارے غلاموں کا داروغہ تھا' غلاموں کو ان کے قبیلے کی مناسبت سے الگ ٹولیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایم سن نے ایک بار پھر غلاموں کا معائنہ کیا۔ داروغہ کے اس کام کی تعریف کی اور مناف کی طرف گھوم کر بولا۔

"سب سے پہلے شینائیوں کو پہنچا دینا مناسب ہوگا۔ میرے خیال میں سارے شینائی کشتی میں سما جائیں گے۔ جب تم ان کشتیوں کو واپس آتے دیکھو! تو یہاں سے غلام روانہ کرنا داروغہ سے کہو کہ

وہ پہلے غالا کو بھیجے اس کام کی نگرانی تم کرو گے سمجھے؟۔"

"سمجھ گیا کپتان۔" مناف نے کہا۔

وہ مسکرا رہا تھا۔ غلاموں کو ہنکانے اور کشتیوں پر چڑھانے کا کام اسے بہت پسند تھا۔ اس کام کی عجلت اور سنسنی اسے بہت پسند تھی' لیکن ایم سن کو اس کام سے نفرت سی تھی۔ وہ وقت جو غلاموں کو جہاز پر چڑھاتے لگتا۔ ایم سن کے لئے بڑا صبر آزما اور آزمائشی ثابت ہوگا۔ دہشت زدہ علاقوں کا گروہ بڑی آسانی سے کشتی کو الٹ سکتا تھا اور پھر کشتی کو سیدھا کرنے اور اس میں دوبارہ سوار ہونے میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگ جاتا تھا۔

چنانچہ کام آدھے گھنٹے تک رک جاتا اور بہت سے غلام غرق ہو جاتے سوا لگ کئی دفعہ یوں بھی ہوا تھا کہ اکثر دہشت زدہ غلام عرشے پر چڑھنے کے بجائے سمندر میں کود پڑے تھے اور نہایت اطمینان اور سکون سے ڈوب مرے تھے' لیکن مناف کو ان باتوں کی پروا نہ تھی۔ اس بحری سفر کی آخری منزل پر اسے اتنا روپیہ مل جائے گا کہ وہ خوب شراب پی سکے۔ خوب کھا سکے اور اپنی پسند کی عورت کے ساتھ سو سکے۔ چند ڈالر کا نقصان اس کیلئے کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔

ایم سن اپنے ساتھ چھ آدمی لے کر اس قلعہ کی طرف چلا جہاں شینائی تھے اس نے شینائیوں کو اس دن قصداً بھوکا رکھا تھا۔ چنانچہ اسے دیکھتے ہی شینائی اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے ایم سن پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی' لیکن ایم سن ان کے سوالوں کا جواب دے کر وقت ضائع کرنا نہ چاہتا تھا۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا وہ نوجوان کی سی کی طرف گھوم گیا جو اس کے اور شینائیوں کے درمیان مترجم کی خدمت انجام دیتا تھا۔

"ان سے کہو۔" ایم سن کہا" کہ میرے بہت بڑے ڈونگے میں جانے کا وقت آ گیا ہے ان سے کہو کہ ڈونگے پر پہنچتے ہی میں ان کیلئے ایک تگڑی گائے ذبح کروں گا اور ان سے یہ بھی کہو کہ بہت سے لوگ میرے بڑے ڈونگے کو دیکھتے ہی ڈر جاتے ہیں اور اس میں بیٹھنے کی ہمت نہیں کرتے' لیکن یہ لوگ چونکہ شینائی ہیں اس لئے انہیں ڈرنا نہ چاہئے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ شینائیوں نے ڈرنا سیکھا ہی نہیں۔ ان سے کہو کہ یہ کیا ہے ان کے دوست نے جسے ان کی مدد درکار ہے۔"

ایم سن کی طرح اس کے ساتھیوں کو بھی وقت کے گزرنے کا احساس تھا۔ چنانچہ کی سی مترجم نے ایم سن کی بات پوری طرح شینائیوں کو سمجھائی بھی نہ تھی کہ انہوں نے آگے بڑھ کر شینائیوں کو دھکیلنا شروع کر دیا۔

"بے وقوفو! رک جاؤ۔" ایم سن چیخا۔ "دھکیلو مت انہیں۔ اگر یہ بگڑ کھڑے ہوئے تو تم تو کیا تمہارے فرشتے بھی انہیں یہاں سے نہ نکال سکیں گے۔"

ایم سن بے چینی سے منتظر رہا اور جب کی سی نوجوان خاموش ہوا تو وہ شینائیوں کے سردار کے پاس پہنچا۔

"اس سے کہو۔" ایم سن نے کینائی نوجوان سے کہا۔ "کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایک گائے خود اپنے لئے پسند کرے۔"

کینائی نے اس کا ترجمہ کر دیا۔ ایم سن کچھ کہے بغیر پلٹ کر چل دیا۔ اپنے بھاری قدموں کی چاپ سن کے اس نے اپنے دل میں مسرت کی لہریں محسوس کیں۔

شینائی سردار اس کے پیچھے آ رہا تھا اور بقیہ شینائیوں کو ایم سن کے ساتھی پیچھے ہی پیچھے لا رہے تھے۔

جب وہ لوگ گاؤں سے گزرے تو گاؤں والے شینائیوں کو دیکھتے ہی حواس باختہ ہو کر اپنی جھونپڑیوں میں یوں جا گھسے جس طرح کسی بلی کو دیکھ کر چوہے بلوں میں جا گھستے ہیں۔ وہ لوگ کنارے پر پہنچے۔ کشتیاں ذرا دور کھڑی تھیں کہ شینائیوں کے بیٹھتے ہی چل پڑیں اور انہیں دھکیلنا پڑا۔ کمر کمر پانی میں کھڑے کشتیوں کے کناروں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے کہ موجیں کشتیوں کو آگے بہا نہ لے جائیں۔ مقامی باشندوں کے ڈونگے بائیں طرف تھے۔ شینائیوں کی صورت دیکھتے ہی ڈونگے والوں کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ ڈونگوں سے کود کر یوں بدحواس بھاگے جیسے ساری دنیا کی بلائیں ان کے پیچھے لگ گئی ہوں۔

"ان ڈرپوک گدھوں کو پیچھے لاؤ۔" ایم سن نے یوحان سے کہا کہ "شینائیوں کو ہم اپنی کشتیوں میں لے جائیں گے۔"

یوحان کی متواتر آوازوں نے بھاگتے ہوئے باشندوں کو روک دیا' لیکن وہ قریب آنے کی جرأت نہ کر سکے اور دور کھڑے کانپتے رہے۔ ایم سن نے اپنا پستول نکال کر ہوا میں یکے بعد دیگرے دو فائر کئے اور چند منٹ کے توقف کے بعد تیسرا فائر کیا۔ فوراً جہاز پر سے اس فائر کا جواب آیا۔ عرشے پر سے بندوق کا دھماکہ سنائی دیا اور سرخ و سیاہ گولا سا ہوا میں بلند ہوتا دکھائی دیا۔

"ہاں اب۔" ایم سن نے کہا۔

وہ شینائیوں کو عین کنارے تک لے گیا اور پھر دفعتاً انہیں پانی میں اتار دیا۔ چند شینائی دہشت زدہ تھے۔ چند مشتعل اور چند گھبرائے ہوئے۔ خوش قسمتی سے شینائیوں کا سردار بغیر کسی طرح کے خوف اور گھبراہٹ کے پانی میں اتر گیا۔ دوسروں نے اس کی تقلید کی۔ جب ویل کشتی میں جگہ نہ رہی تو بقیہ شینائیوں کو کٹر پر چڑھانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ویل کشتی میں ہی بیٹھنا چاہتے تھے۔ عاجز آ کر ایم سن نے ویل کشتی کو کھینے کا حکم دیا۔ بقیہ شینائیوں

نے جب اپنے ساتھیوں کو رخصت ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ بڑے گھبراہٹ کے عالم میں کٹہر میں بیٹھ گئے۔ ایم سن دوسری کشتی میں تھا۔

ملاح کشتیوں کو حتی الامکان تیزی سے اور سیدھی سیدھی کھے رہے تھے۔ لیکن شینائیوں کو قرار نہ تھا۔ وہ شینائی جو بیچ میں تھے کھڑے ہونا چاہتے تھے کہ چاروں طرف دیکھ سکیں اور وہ شینائی جو کشتی کے کناروں کے قریب بیٹھے ہوئے تھے آگے جھک کر پانی اچھال رہے تھے اور خوشی سے ہنس رہے تھے۔ کشتیاں یوں ٹھساٹھس بھری ہوئی تھیں کہ شینائی چپو چلانے والوں کی راہ میں حائل ہو رہے تھے۔

''اب ہم زیادہ دور نہیں رہ گئے۔'' ایم سن نے کہا'' ذرا زور سے چپو چلائے گئے تو ہم صرف بیس دھکوں میں جہاز تک پہنچ جائیں گے۔''

جہاز کا کالا پہلو جیسے دفعتاً سمندر میں سے نکل آیا۔ ایم سن شینائیوں کو پھلانگتا ہوا زینے تک پہنچا اور اوپر چڑھنے لگا۔ شینائی اس کے پیچھے تھے۔ ویل کشتی دوسری طرف سے شینائیوں کو جہاز کے اوپر پہنچا رہی تھی۔

ایم سن نے اوپر پہنچ کر دیکھا کہ مارکو پولو کا عرشہ کسی گاؤں کے میلے کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ ایک طرف چوبی احاطہ میں گائیں ڈکرا رہی تھیں اور بکریاں ممیا رہی تھیں۔ ربع عرشے میں ٹاپے رکھے ہوئے تھے جن میں اور بکریاں ممیا رہی تھیں۔ لنگر اٹھانے کی چرخی کے پل سے رتالو اور کیلے لٹک رہے تھے۔ سنگتروں سے بھری ہوئی جالی دار لکنیں بے ترتیب پڑی ہوئی تھیں۔ لنگر اٹھانے کے بعد یہ لکنیں جہاز کی ان کشتیوں میں رکھ دی جانے والی تھیں' جو فی الحال کنارے پر سے سامان لا رہی تھیں۔

بلیوں سے بندھے ہوئے بادبان کھول دیئے گئے تھے۔ چونکہ بادبان کھول دیئے گئے تھے' اس لئے یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ مبادا ان میں ہوا بھر جائے اور لنگر گھسیٹتا ہوا چل پڑے' لیکن لنگر اٹھانے والا ملاح مع اپنے دو ماتحتوں کے لنگر اٹھانے کی چرخی کے قریب مستعد کھڑا تھا۔ ملاح شینائیوں کو بڑی عجلت میں ایک طرف دھکیل لے گئے' کیونکہ ایم سن کے حکم کے مطابق شینائیوں کو اس وقت تک عرشے پر ہی رکھنا تھا جب تک کہ جہاز لنگر اٹھا کے ساحل سے کافی دور نہیں ہو جاتا۔ اس سے پہلے شینائیوں کو دوسرے غلاموں کے ساتھ رکھنے کی جرأت ایم سن بھی نہ کر سکتا تھا۔

ملاح چلانے اور دوسرے غلاموں کو دھکیل دھکیل کر کشتیوں میں چڑھانے لگے۔ کی بو کے سڑا کے فضا میں گونج رہے تھے اور بلیوں' بانسوں اور ڈنڈوں سے غلاموں کو کشتیوں کی طرف دھکیلا جا رہا تھا۔ مناف اس مینڈک کی طرح جسے تمباکو کھلا دیا گیا ہو۔ غلاموں کے بیچ میں پھدک رہا تھا۔ غصے'

شوق اور اندرونی اشتعال نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا کی بو کو'' سوں سوں'' کر رہا تھا۔ اس کے ایک طرف ایم سن خاموش کھڑا تھا' لیکن اس کے دل کا خدا ہی حافظ تھا۔ بے چینی تھی کہ اس پر آسیب کی طرح مسلط تھی۔ غلاموں کے جہاز پر پہنچنے سے پہلے مارکو پولو محفوظ تھا۔ اگر ہارو بیٹ یا کوئی اور برطانوی جہازوں پر پہنچ بھی جاتا تو رسد اور دوسرے سامان کی افراط کے متعلق مناسب و موزوں جواب دے کر برطانوی افسروں کو اطمینان دلایا جا سکتا تھا' لیکن غلاموں کے جہاز پر پہنچ جانے کے بعد کسی طرح کی تشریح ممکن نہ تھی۔ اس کے بعد مارکو پولو کو گرفتار کیا جا سکتا تھا۔

ایک دفعہ قزاقوں کو تو بخشا جا سکتا تھا' لیکن بردہ فروشوں سے کوئی رعایت نہ کی جا سکتی تھی۔ اگر ایم سن کا جہاز پکڑ لیا جاتا تو نیو انگلینڈ کے وہ تاجر جو خود اسی سے غلام خریدتے تھے' وہ نو آبادکار جن کے خیال میں افریقیوں کی قوت بری طرح کچلنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ انہیں غلام بنا لیا جائے اور وہ نواب جو چھپے چوری غلام اور باندیاں خریدا کرتے تھے یہ سب نام نہاد شریف لوگ ایم سن کو سخت سے سخت سزا دلوانے اور اسے تباہ کرنے میں شریک ہوں گے۔ وہ نواب زادیاں جو تگڑے اور پورے مرد حبشیوں کیلئے خریدی جاتی تھیں کہ وہ اپنے جنسی جذبے کی تسکین کریں اور وہ شریف بیاہتا اور ادھیڑ عمر کی عورتیں جو سوسائٹی میں ایک خاص مقام رکھتی تھیں اور کرائے کے غلاموں سے اپنی آرزو پوری کرتی تھیں ایم سن کے خلاف ہو جائیں گے۔

وہ سب جو بظاہر شریف اور خاندانی تھے اگر ایم سن گرفتار ہو گیا تو اسے سنگسار کرنے کی تجویز پیش کریں گے۔ محض اس لئے کہ وہ ایک بردہ فروش ہے حالانکہ وہ ان نام نہاد شریف اور خاندانی نواب زادیوں' امیر زادیوں اور نوابوں سے زیادہ شریف تھا۔ اس کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ بردہ فروش تھا۔ حالانکہ وہ غلاموں سے بڑا ہی رحمدلانہ سلوک کرتا تھا۔ اس کے برخلاف ان لوگوں سے جو شریف کہلاتے تھے۔ غلاموں کو کبھی انسان سمجھا ہی نہیں اس کے باوجود وہ قابل تعریف تھے اور ایم سن قابل گردن زنی' چنانچہ اس وقت جبکہ مارکو پولو پر غلام چڑھائے جا رہے تھے۔ اگر کوئی برطانوی جہاز آ جاتا تو ایم سن کو کسی طرف سے مدد کی توقع نہ تھی۔

اور اب لائینوس کو باڑے میں لایا جا رہا تھا۔ یہ لوگ افریقہ کے قلب میں رہتے تھے اور انہوں نے کبھی سمندر نہ دیکھا تھا اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس زبردست اور متحرک چادر آب کو دیکھ رہے تھے۔ ملاح لائینوس کو تقریباً گھسیٹ گھسیٹ کر لا رہے تھے۔ لائینوس ایک دوسرے میں یوں گھسے پڑے تھے کہ انہیں آگے دھکیلنا مشکل ہو رہا تھا۔

جب تک لائینوس کشتیوں تک نہ پہنچے یہ سمجھ ہی نہ سکے کہ انہیں ان کھوکھلی چیزوں میں بٹھایا جانے والا ہے' جو پانی کی اس زبردست چادر پر ڈول رہی تھیں۔ چنانچہ اس حقیقت کا انکشاف ہوتے

ہی لائینوس مارے خوف کے پاگل ہوگئے۔ مرد' عورتیں اور بچے دل خراش چیخوں سے اوندھے لیٹ گئے۔ وہ خوف سے کانپ رہے تھے۔ چیخ رہے تھے رو رہے تھے اور مادر وطن میں اپنی انگلیاں پیوست کئے دے رہے تھے۔

کی بوکو کے سڑاکے اور ضربیں بھی انہیں دھرتی ماں کے سینے سے الگ نہ کر سکے۔ چنانچہ اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا کہ انہیں غلے کی بوریوں کی طرح اٹھا اٹھا کر کشتیوں میں ڈال دیا جائے۔ مقامی ڈونگے کسی کام کے نہ تھے۔ سہمے ہوئے لائینوس انہیں الٹ دیتے۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ باڑے سے دوسرے غلام لائے جا رہے تھے چنانچہ ان سہمے ہوئے لائینوس کو جلد از جلد کشتیوں تک پہنچانا ضروری تھا کیونکہ اندیشہ تھا کہ انہیں دہشت زدہ دیکھ کر دوسرے غلام بھی دہشت زدہ ہو جائیں۔

چنانچہ ایم سن اپنے ساتھیوں کی مدد کرنے لگا۔ دہشت زدہ لائینوس کو بوروں کی طرح اٹھا اٹھا کر کشتیوں میں باقاعدہ پھینکا جا رہا تھا۔ غلاموں کو سمجھا بجھا کر کشتیوں میں بیٹھنے کیلئے تیار کرنے کا وقت تھا۔ ایم سن نے اپنے آپ کو حمالوں کے سردار اور غلاموں کے داروغہ کے ساتھ کام کرتے پایا۔ ایم سن غلام کے ہاتھ پکڑتا اور داروغہ ٹانگیں اور وہ دونوں اسے جھلا کے قریب کی کشتی میں پھینک دیتے۔

آخر کار سارے کے سارے لائینوس کشتیوں میں لادے جا چکے اور کشتیاں جہاز کی طرف چل پڑیں تو باڑے کی طرف سے غلاموں کی قطار آتی نظر آئی۔ اب بہت تھوڑی تعداد میں غلام باقی رہ گئے تھے۔

ایم سن کو گرد و پیش کا جائزہ لینے اور اپنے چہرے پر سے چکنا بدبودار پسینہ پونچھنے کا موقع مل گیا اور جب اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو اسے ایک بادبانی کشتی نظر آئی جو عقاب کی سی تیزی سے کنارے کی طرف چلی آ رہی تھی یہ مقامی کشتی بڑی تیز رفتار ہوتی ہیں کیونکہ افریقہ میں پیدا ہونے والی اس لکڑی سے بنائی جاتی ہیں جو بہت زیادہ ہلکی ہوتی ہے یہ کشتی تقریباً دو فٹ چوڑی اور بہت زیادہ لمبی ہوتی ہے اور افریقہ میں اسے تنگ والا کہتے ہیں اس کا بڑا سا بادبان کھلا تھا کنارہ قریب تھا تنگ والا کا بادبان لپیٹا نہ گیا تھا۔

ایم سن کشتی کو دیکھ کر رک گیا۔ کشتی والے تو اناڑی تھے یا پھر پاگل ہو گئے تھے۔ اگر کشتی اسی رفتار سے آتی رہی اور اس کا بادبان نہ اتارا گیا۔ تو وہ کنارے پر چڑھ جائے گی اور اس کے دھکے سے بادبان کا مستول ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اس کا بادبان اتار لیا گیا۔ جس طرح کہ بلند پرواز گدھ دفعتاً اپنے بازو بند کر کے زمین کی طرف غوطہ مارتا ہے۔ کشتی کے اگلے حصے کی چونچ نے ساحل کے کیچڑ میں ہل سا چلا دیا اور فوراً ہی نوجوان بنیا کشتی میں سے کود کر کنارے پر آیا۔ انتہائی خوف سے اس کے

چہرے کے نقوش بگڑ گئے تھے۔

"صاحب! معاملہ ختم ہوا۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"کیا مطلب؟" ایم سن نے پوچھا۔ غلاموں کی آخری قطار آ رہی تھی اور اب ان غلاموں کی طرف متوجہ ہونا اور جلد از جلد انہیں کشتیوں اور ڈونگوں میں چڑھانا ضروری تھا۔ چنانچہ ایک نیم پاگل بنئے کی باتوں کے پیچھے وقت ضائع کرنا حماقت تھی۔

"ہارومیٹ۔" نوجوان بنئے نے جلدی سے کہا۔

"کیا......آ......آ......؟" ایم سن منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"جی ہارومیٹ۔ ہارومیٹ آ رہا ہے۔"

اور نوجوان بنئے نے جنوب کی طرف اشارہ کیا۔

✤ ✤ ✤

گویا ایک بجلی تھی جو کڑک کر گری۔

ہر شخص پر ایک سناٹا طاری تھا۔ حتیٰ کہ غلام بھی اس فوری سناٹے سے مرعوب حیران ہو کے چلتے چلتے رک گئے تھے اور بے یقینی سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" ایم سن نے بنئے سے پوچھا اور اس کا ایک ہاتھ غیر شعوری طور پر پیٹی میں اڑسے ہوئے پستول پر جا پڑا۔

"صاحب! پچھلے ایک ہفتے سے میں کنارے کنارے گھوم رہا تھا کیونکہ مجھے شک تھا کہ ہارومیٹ کوئی چال چلنے والا ہے اور میرا شک آخر کار صحیح ثابت ہوا کوئی ایک گھنٹہ پہلے میں نے اسے دیکھا صاحب! اس کے صرف اگلے اور پچھلے بادبان کھولے گئے ہیں۔ اوپر کے بادبان نہیں کھولے گئے۔ یقیناً اس لئے کہ مبادا آپ اسے آتے دیکھ لیں۔ اس کے بائلر شاید ٹھنڈے ہیں کیونکہ ہارومیٹ کی چمنی میں سے دھواں نہیں نکل رہا ہے اور یہ بھی اس لئے کیا گیا ہے کہ دھواں دیکھ کر ہوشیار نہ ہو جائیں۔"

"یہ کیا ہانک رہے ہو تم؟ یا شاید تمہیں دھوکہ ہوا ہے اگر ایسا ہی ہوتا تو یوحان کے آدمیوں نے ہمیں مطلع کر دیا ہے۔"

"وہ دیکھئے اس طرف۔" بنیا ان چٹانوں کی طرف اشارہ کر کے چیخا جو گھاٹ کی بائیں طرف ایک دیوار کی طرح کھڑی تھیں۔ چٹانوں کی چوٹیوں پر چند درخت تھے۔ ایم سن نے غور سے دیکھا تو اسے ایک درخت حرکت کرتا دکھائی دیا اگر اس وقت کوئی اسے دوربین لا دیتا تو ایم سن اسے ہزار ڈالر دینے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

"وہ ...... وہ ...... ہارویٹ کا دیدبان ہے۔" نوجوان بنئے کی آواز شدت جذبات سے پھٹ گئی۔ "بھگوان کیلئے صاحب...... جلدی کیجئے...... بھاگو' بھگوان کیلئے بھاگو۔"

دفعتاً مارکوپولو کے عرشے پر سے دھوئیں کا گولا سا اوپر اٹھا اور اس کے فوراً ہی بعد بندوق کا دھماکہ سنائی دیا۔ کاؤڈرے نے بھی ہارویٹ کے دیدبان کو دیکھ لیا تھا۔ کہیں سے یوحان بھاگتا ہوا آیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ بے قراری سے ہلا کر کہا۔

"کپتان برطانوی جہاز...... جلدی کرو...... بھاگو۔"

"یوحان تمہارے آدمیوں نے ہمیں اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟" ایم سن نے کڑک کر پوچھا۔

"میں نہیں جانتا کپتان! میرے آدمی جاہل اور گدھے ہیں۔ جلدی کرو...... ورنہ پکڑے جاؤ گے۔"

ابھی ساحل پر اسی کے قریب غلام باقی تھے۔ ایم سن نے ہارویٹ کو نظر آتے ہوئے دیدبان کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں حساب جوڑنے لگا۔ ساحل کی طرف سے تیز ہوا چلنے لگی تھی۔ ہارویٹ والوں کو یقین تھا کہ اب تک ان کے جہاز کو دیکھا نہ گیا ہوگا۔ ہارویٹ کی رفتار صرف تین جہازی میل تھی۔ چنانچہ اب بھی وقت تھا۔ بقیہ غلاموں کو جہاز پر چڑھایا جاسکتا تھا اور مارکوپولو بچ سکتا تھا۔ خوفزدہ ملاح کشتیوں کی طرف بھاگ پڑے تھے۔ دوسرے ہی لمحے ایم سن ایک آخری فیصلہ کرکے ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"بس رک جاؤ۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "میں کہتا ہوں رک جاؤ اور غلاموں کو کشتیوں میں بھر لو۔"

"ہٹ جا سامنے سے اُلّو کے پٹھے۔" ملاحوں کے مقدم نے ایم سن کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ وہ اتنا خوفزدہ تھا جتنے کہ تھوڑی دیر پہلے لائینوس "ہم سب کو پھانسی پر لٹکوائے گا کیا۔"

دوسرے ہی لمحے ایم سن کے پستول کی نال مقدم کے سینے پر تھی اور ایم سن پستول کا گھوڑا چڑھا رہا تھا۔ مقدم چند ثانیوں تک دم بخود کھڑا رہا اور پھر اس کا ہاتھ پیٹی کی طرف چلا جہاں پستول تھا۔ ایم سن کی شہادت کی انگلی لبلبی کو سہلا رہی تھی' لیکن اس نے لبلبی نہ دبائی۔

"غلاموں کو کشتیوں میں بٹھاؤ ابھی کافی وقت ہے۔ بے وقوفو! تم اسی ہزار ڈالر یہیں چھوڑے جا رہے ہیں۔"

ملاح ہچر مچر کر رہے تھے۔ غلاموں سے ہی نپٹنا کیا کم تھا کہ اب اسے ملاحوں سے بھی نپٹنا پڑ رہا تھا جو لائینوس سے بھی زیادہ دبو اور بزدل ثابت ہوئے تھے۔

"میرا پستول بھرا ہوا ہے اور اس میں چھ گولیاں ہیں اور تم تو جانتے ہی ہو کہ میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر تم نے مجھ پر حملہ کرنے یا غلاموں کو لئے بغیر کشتیوں میں بیٹھنے کی کوشش کی تو یہاں چھ لاشیں نظر آئیں گی اور میں نہیں جانتا کہ یہ چھ لاشیں تم میں سے کس کس کی ہوں گی۔"

ملاح اب بھی شش و پنج کے عالم میں تھے اور گھبرا گھبرا کر جنوب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ ایم سن نے پھر کہا۔

"دیکھو! ایک ہی پھیرے میں سارے غلام جہاز تک پہنچائے جاسکتے ہیں۔ وقت بہت قیمتی ہے ایک ایک لمحہ جو تم بیکار ضائع کر رہے ہو' تمہیں پھانسی کے تختے کی طرف لے جا رہا ہے۔ میں تو بہر حال بچ جاؤں گا' لیکن تم نہ بچ سکو گے۔"

"لعنت ہے۔" ایک ملاح چیخا اور پلٹ کر سڑاسڑ غلاموں پر چابک برسانے لگا۔ حیرت زدہ اور خوفزدہ غلاموں کی قطار کشتیوں کی طرف رینگنے لگی۔ دوسرے ملاح بھی پلٹے اور ابتداء میں بے دلی سے' لیکن پھر ایک جوش کے عالم میں پہلے ملاح کی مدد کرنے لگے اور اب ایم سن کی نظریں یوحان کو تلاش کر رہی تھیں۔

لیکن یوحان وہاں نہیں تھا۔

"کھاڑی کا راستہ جانتے ہو تم؟" ایم سن نے بنئے سے پوچھا۔

"جانتا ہوں۔" کانپتے ہوئے نوجوان بنئے نے جواب دیا۔

"تو پھر چلو۔"

اور ایم سن نے اسے کٹر میں دھکیل دیا۔ شکر ہے کہ کھاڑی میں پہلے ہی سے نشان پیپے پیرا دیئے گئے تھے' چنانچہ ایم سن ایک حد تک مطمئن تھا۔

آخری غلام کو بھی مار مار کر کشتی میں ڈال دیا گیا تھا۔

"چلو۔" ایم سن چیخا۔

لیکن اس حکم کی کوئی ضرورت نہ تھی' کیونکہ کشتیاں چل پڑی تھیں اور ملاح کشتیوں کی رفتار تیز سے تیز کرنے کی کوشش میں چیخ چلاتے چلاتے کھڑے ہو جاتے تھے۔

مارکوپولو پر سے پھر ایک دھماکہ سنائی دیا۔ جیسا کہ آواز سے ایم سن نے معلوم کیا۔ اس مرتبہ یہ دھماکہ پستول کا تھا۔ ایم سن دانت پیس کر بڑبڑایا۔

"احمق کاؤڈرے اندھا ہوگیا تھا کیا؟ کیا وہ دیکھ نہیں رہا تھا کہ وہ جلد از جلد جہاز پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" لیکن بوڑھے کاؤڈرے کے حواس قائم تھے' کیونکہ ایم سن بادبان کھولنے والوں کو عرشے پر مصروف دیکھ رہا تھا کہ کشتی والوں کے آتے ہی بادبان کھول دیئے جائیں۔

وہ کیبن جس پر ایم سن تھا۔ جہاز کے پہلو سے جا لگی اور ملاح چپو پھینک پھینک کر اٹھے اور
ایک دوسرے کو دھکیلتے اور کچلتے ایسی افراتفری میں سیڑھی کی طرف بڑھے کہ کشتی الٹنے لگی۔
"پہلے غلام۔" ایم سن چیخا۔
دفعتاً جہاز کے ملاح خوف کے عالم میں چلائے۔
"وہ آ رہا ہے ہارویسٹ۔"
اور واقعی راس کے قریب ہارویسٹ کا وہ شہتیر نظر آ رہا تھا۔ جو بادبان کو تھامنے کے لئے جہاز
کے بیچ میں لگایا جاتا ہے۔ ہارویسٹ کوک بھرے کسی خوفناک کھلونے کی طرح قریب سے قریب تر
آ رہا تھا اور اب اس کی چمنی میں سے دھوئیں کے غٹ کے غٹ نکل کر فضا میں پھیلنے لگے تھے۔
"ابھی پانچ منٹ کے فاصلے پر ہے۔ غلاموں کو چڑھاؤ۔" ایم سن چیخا۔
لیکن غلاموں کو جہاز پر چڑھانے کا کام انہیں کشتیوں پر چڑھانے سے زیادہ مشکل تھا۔ انہیں اٹھا
کر کشتیوں میں ان کی مرضی کے خلاف پھینکا جا سکتا تھا' لیکن یہ بات یہاں ممکن نہ تھی۔ یہاں انہیں
زینے پر چڑھانا تھا اور یہ کام خود غلام ہی اپنی مرضی سے کر سکتے تھے۔
جہاز کے جنگلے پر کاوڈرے کا سر نمودار ہوا۔
"خدا کیلئے...... اوپر آ جاؤ...... وہ چلایا۔ تم چاہتے ہو کہ ہم سب پھانسی پر لٹک جائیں؟"
دفعتاً ایم سن کو خیال آیا' بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اسے الہام ہوا وہ غلاموں کی طرف
گھوم گیا اور ہارویسٹ کی طرف اشارہ کر کے بولا۔
"وہ دیکھو! انگریزوں نے اپنے ڈونگے میں زبردست الاؤ روشن کیا ہے تاکہ تمہیں اس پر بھون
کر کھالیں۔ چلو...... جلدی کرو...... تم ہمارے ساتھ ہی محفوظ رہو گے۔"
غلاموں نے ہارویسٹ کی طرف دیکھا۔ افوہ...... ! کتنا بہت سا دھواں نکل رہا تھا۔ واقعی اس
بڑے ڈونگے میں ایک یا بہت سے زبردست الاؤ روشن کر دیئے گئے تھے اور افریقیوں کے نزدیک
ایسے الاؤ اسی وقت روشن کئے جاتے تھے' جب کوئی بڑی دعوت کا سامان کیا جا رہا ہو۔
ایک غلام ایک عورت کو دھکیل کر زینے کی طرف چلا اور دوسرے ہی لمحے دوسرے غلام زینے
تک پہنچنے کی کوشش میں کشتی کو غرق کئے دے رہے تھے۔ ان کی اس افراتفری کو روکنے' کشتی کو الٹ
جانے اور خود غلاموں کو کشتی اور جہاز کے پہلوؤں کے درمیان دب جانے سے بچانے کیلئے ملاحوں
نے ان پر گھونسے برسانے شروع کر دیئے۔ اکثر ملاح چپوؤں کو بطور ڈنڈے کے استعمال کر رہے
تھے۔
آخرکار غلام جہاز پر پہنچ گئے۔ سب سے آخر میں ایم سن اوپر پہنچا۔ جہاز کی دیوار سے عرشے

پر کودتے وقت اس نے دیکھا کہ کاوڈرے ہاتھ میں پستول لئے عرشے کے آخری سرے پر کھڑا تھا۔
کاوڈرے نے اپنی کھڑکھڑاتی آواز میں احکامات جاری کئے اور فوراً ہی نیلا آسمان سفید
بادبانوں کے پیچھے چھپ گیا۔
لیکن مارکو پولو نئے گھوڑے کی طرح اڑ گیا۔ ساحل کی طرف سے بہتی ہوئی تیز ہوا کے باوجود
آگے نہ بڑھ سکا۔ بلکہ پیچھے ہٹ رہا تھا کیونکہ ندی کا دھارا جو سمندر میں گرتا تھا' ہوا سے زیادہ پرقوت
تھا۔ کاوڈرے اور ایم سن کی سمجھ میں آ گیا کہ بات کیا تھی' لیکن دوسرے ملاح خوف سے پاگل ہو
رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں صرف ایک بات آ رہی تھی کہ ہوزر کاٹ کے کسی طرح ہارویسٹ سے بچ
جائیں۔ تین ملاح ہوزر کاٹنے کے لئے جہاز کے عقبی حصے کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ ایم سن ایک
ہی چھلانگ میں ان کے سامنے تھا۔
"رک جاؤ...... کیسے ملاح ہو تم لوگ۔ رک جاؤ اور حکم کا انتظار کرو۔" اس نے کہا۔
کاوڈرے چیخ چیخ کر اگلا' پچھلا اور سب سے اوپری بادبان کھولنے کا حکم دے رہا تھا اور ایم
سن جیمس کی مدد سے ہوزر کو جہاز کے عقبی حصے کی طرف سے اس کے بائیں پہلو کی طرف گھسیٹ رہا
تھا۔ وہ ملاح جن کے حواس قائم تھے ایم سن اور جیمس کی مدد کو دوڑ پڑے۔
ہوزر جہاز کے دائیں پہلو پر گھسیٹ لیا گیا۔
ہوزر کے دباؤ سے شہ پا کر جہاز آگے کی طرف سے آہستہ آہستہ بائیں سے دائیں گھوم گیا اور
اب وہ براہ راست ساحلی ہوا کی زد میں تھا۔ فوراً ہی بادبانوں میں ہوا بھر گئی اور اب مارکو پولو پیچھے ہٹنے
کے بجائے آگے سرک رہا تھا۔
"ہاں...... اب اٹھاؤ......" ایم سن چیخا۔
جیمس نے لنگر اٹھانے کی چرخی کی زنجیر ایک دم ڈھیلی چھوڑ دی۔ فوراً ہی جہاز کے اگلے حصے کا
رخ سامنے کی طرف ہوا تھا۔ لنگر کھینچ لیا گیا اور جہاز کنارے سے دور ہو چکا تھا۔ اوپر بادبان کھول
دیئے گئے تھے۔ ان میں ہوا بھرنے لگی تھی اور جہاز کی رفتار رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی۔
ابتدائی مراحل طے ہو چکے تھے اگر ہوا نے ساتھ دیا اور قسمت نے یاوری کی تو مارکو پولو
ہارویسٹ کے پہنچنے سے پہلے گھاٹ سے دور ہو سکتا تھا' لیکن وہ نوجوان بنیا کہاں تھا' جو کھاڑی کا راستہ
جانتا تھا۔ ایم سن کی نظریں اسے تلاش کر رہی تھیں۔ نوجوان ہندوستانی جہاز کے پچھلے اور اوپری
عرشے پر کاوڈرے کے ساتھ کھڑا تھا۔ ایم سن ان کی طرف بڑھا اور جب وہ درمیانی عرشے پر سے
گزر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک ملاح کی لاش پڑی ہوئی تھی اور اس کی پیٹھ میں ایک بڑا سا
سوراخ تھا۔ جس میں سے خون نکل کر جم گیا تھا۔ لاش کے قریب ہی ایک کلہاڑی پڑی ہوئی تھی جو

مرنے والے کے ہاتھ سے اس وقت چھوٹ گئی ہوگی جب اس کی پیٹھ میں پستول کی گولی پیوست ہوئی تھی۔ ایم سن اوپری عرشے پر پہنچا تو کاوڈرے نے گردن ہلا کے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

"اسے میں نے گولی ماردی ہے۔" کاوڈرے نے کہا۔ "جب تم کنارے پر تھے تو یہ کمبخت کلہاڑی لے کر ہوزر کاٹنے کیلئے بھاگا جارہا تھا۔ سچ تو یہ ہے کپتان کہ اس وقت خود میرا ارادہ بھی یہ ہوا تھا کہ لنگر اٹھا کے چل پڑوں اور تمہیں افریقہ میں ہی انگریزوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دوں۔ غلاموں کی اس آخری کھیپ کو لانا حماقت تھی۔"

غلاموں کی آخری کھیپ کو لاتے وقت ایم سن نے پستول کا دھماکہ سنا تھا تو اسی وقت اس پاگل ملاح کی پیٹھ میں گولی پیوست کی گئی تھی۔ ایم سن مسکرایا۔ شیتائیوں کو خریدنے کے متعلق کاوڈرے سے گرما گرمی ہوجانے کے باوجود بوڑھا ملاح اس کا دوست اور وفادار تھا۔

ایم سن کی نظریں پہلے پیپے کی تلاش میں سطح آب پر پھسل رہی تھیں۔ اس نے پھر دیکھا...... اور پھر دیکھا...... غور سے دیکھا...... آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ آنکھیں بھینچ کر دیکھا اور پھر حیرت سے آنکھیں پٹ پٹا کر دیکھا۔ وہاں ایک بھی نشان پیپا نہ تھا۔

یہ صاف غداری تھی۔ انتہائی ذلیل قسم کی غداری راتوں رات کسی شریر نے نشان پیپے کاٹ کر بہادیئے تھے۔ ایم سن نوجوان بنئے کی طرف گھوم گیا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم کھاڑی کا راستہ جانتے ہو؟" وہ بولا۔ "اچھا اب راہبری کرو۔"

"میرے خدا۔" کاوڈرے بڑبڑایا اور ایم سن نے دیکھا کہ اس کی پیشانی عرق آلود تھی۔

"راستہ بتاؤ؟" ایم سن نے کہا۔

"اس طرف۔" نوجوان بنئے نے ایک طرف اشارہ کردیا۔

ایم سن اور کاوڈرے اس کی طرف گھوم گئے۔

"ہونہہ...... کہہ دیا اس طرف۔" کاوڈرے نے بنئے کی بھونڈی سی نقل کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب......؟ یعنی...... اس طرف پانی اتھلا ہے۔ تمہارے خیال میں ہمارا جہاز ڈونگا ہے۔ کیا؟ جہاز کا پیندا اٹھائیس فٹ تک پانی میں ڈوبا رہتا ہے۔"

بنیا دم بخود کھڑا رہا اور پھر رو پڑا۔

"میں نہیں جانتا...... میں نہیں جانتا...... میں تو ڈونگے میں ہی تھا۔"

"مسیح کی قسم۔" ایم سن "ہمیں جہاز کو بہر حال اس کھاڑی میں سے گزارنا پڑے گا۔ لڑکے تم ہٹ جاؤ...... بیٹھ جاؤ ایک طرف۔"

ہندوستانی وہاں سے ہٹ گیا۔

"اتنا تو مجھے یاد ہے کہ ہمیں جنوبی کنارے سے قریب چلنا ہے۔" کاوڈرے نے کہا اور ایم سن نے اطمینان کا سانس لے کر دیکھا کہ بوڑھا ملاح پرسکون تھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح جہاز کا پیندا شاید کھاڑی کی تہہ کی کیچڑ تک پہنچ جائے گا' لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ میں جا کر رخ بدلنے کا پہیہ سنبھالتا ہوں۔ کپتان تم آگے جاؤ اور راستہ بتانے کی کوشش کرو۔"

✣ ✣ ✣

سمندری دھارے اور ساحلی ہوا کے سہارے مارکو پولو پانچ جہازی میل کی رفتار سے چلا جارہا تھا۔ ایم سن ایک لمحے کی بھی تاخیر کئے بغیر جہاز کی چونچ پر پہنچا۔ سامنے کا نظارہ حوصلہ شکن تھا۔ ریتلے کناروں اور اتھلی تہوں کے درمیان پانی کی پیچ وخم کھاتی ہوئی ایک دھجی سی بہہ رہی تھی۔ یہ ہی وہ کھاڑی تھی جو ندی کے دھارے اور سمندر کے پیہم مد جزر سے پیدا ہوگئی تھی۔ ہر چند کہ ہوا مناسب تھی' لیکن وہ مارکو پولو کے لئے اتنی معاون ومددگار ثابت نہ ہورہی تھی۔ جتنا کہ اسے ہونا چاہئے تھا۔ وہ سبب اس کا یہ تھا کہ مارکو پولو کنارے سے زیادہ دور نہ تھا اور ہوا کنارے کے درختوں اور جھاڑیوں میں الجھنے اور اٹکنے کے بعد مسلسل جھٹکوں اور دھکوں کے ساتھ آرہی تھی۔

"کاوڈرے سے کہو کہ بڑے بادبان کو ذرا گھمادے۔" ایم سن نے جیمس سے کہا جو اس کے قریب آکھڑا ہوتا تھا۔

"بہت اچھا۔" جیمس نے جواب دیا۔

چند سیکنڈ بعد ہی ایم سن نے کاوڈرے کی آواز سنی۔ جہاز کی رفتار مناسب ہوتی جارہی تھی' لیکن ہوا پر اب بھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا ایم سن کو چھوتا ہوا گزر گیا اور دوسرے ہی لمحے وہ جھونکا اوپری بادبان میں پھنسا ہوا تھا' لیکن تھوڑی دیر بعد ہی بادبان اس عورت کے پیٹ کی طرح لٹک گیا جو بہت سے بچے جن چکی ہو۔ بادبان پھر پھولا اور پھر جھول گیا۔

کاوڈرے کی حالت قابل رحم تھی۔ ابھی وہ رخ بدلنے کے پہیے سے کشتی لڑ ہی رہا ہوتا کہ بادبانوں میں ہوا بھر جاتی اور جہاز ایک جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ جاتا۔ اور ابھی کاوڈرے جہاز کو سنبھال بھی نہ پاتا کہ بادبان پھر جھول جاتے۔

بہر حال اب تک سب ٹھیک ٹھاک تھا' لیکن ایک خدشہ لاحق ہوگیا تھا جہاز ہوا کی زد میں تھا۔ اب اگر ہوا تیز چلنے لگتی تو کاوڈرے کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود جہاز جنوبی کنارے پر جا چڑھتا۔ کاوڈرے نے بھی اس خطرے کو محسوس کرلیا تھا۔

"بڑے بادبان کے بندھن باندھ دو...... و...... و۔" بوڑھے نائب کپتان کی کھڑکھڑاتی آواز

ابھری۔ تھوڑی دیر بعد ہی انہیں سر جہاز کو ہوا کے رخ پر پھیرنا تھا' لیکن پھر بھی یہ احتیاط لازمی تھی کہ وہ بہت زیادہ نہ گھوم جائے۔ "جہاز راں! رسیوں اور بادبانوں کی طرف۔" کاوڈرے چیخا۔

اور جواب میں عرشے پر بہت سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ملاح بادبانوں اور رسیوں کی طرف بھاگ پڑے تھے۔

"پانی چھ کے ہندسے تک اتر آیا تھا۔"

ایم سن نے گھوم کر پیچھے دیکھا۔ جہاز کا پیندا کوئی پچاس گز سے تہہ کی کیچڑ میں گھسٹتا آیا تھا جہاز کے پیچھے پچاس گز تک پانی کا گولا ہو گیا تھا۔ بہر طور انہیں مارکو پولو کو کھاڑی میں سے گزارنا تھا۔

"پانچ کے ہندسے تک ...... پانی زیادہ سے زیادہ اتھلا ہوتا جا رہا ہے۔" نگہبان کی آواز لرز رہی تھی۔

"چند سیکنڈ...... صرف چند سیکنڈ اور۔"

"ہوشیار۔" کاوڈرے چلایا۔

"رسیوں اور اگلے بادبانوں والے ہوشیار۔" ایم سن چیخا۔

"رسیوں اور اگلے بادبانوں والے ہوشیار۔" کاوڈرے چلایا

"تیار۔"

"تیار...... آ...... آر......"

"جانے دو۔"

"جانے دو...... و...... د" اور جہاز کا رخ ایکدم سے پھر گیا۔

"پانی چھ کے ہندسے پر۔"

اور مارکو پولو۔ اتھلے مقام سے نکل آیا تھا۔ ہوا موافق تھی۔ حیرت انگیز حد تک موافق۔ سامنے کھلا سمندر نظر آیا۔ مارکو پولو...... کھاڑی میں سے گزر جائے گا اب اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

"پانچ کے ہندسے پر۔"

"میرے خدایا...... یہ نگہبان پاگل ہو گیا ہے کیا۔ ہم اتھلے مقام سے نکل آئے ہیں۔"

"تین کے ہندسے پر۔"

"واقعی نگہبان پاگل ہو گیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو جہاز کا پیندا تہہ پر ٹک جائے گا۔" اور پھر رفتہ رفتہ جہاز کے سارے بادبان لٹک گئے حالانکہ ہوا پہلے سے زیادہ تیزی سے چل رہی تھی۔ جہاز کی رفتار میں کمی ہونے لگی۔ بادبان لٹک گئے تھے' لیکن جہاز حرکت میں تھا۔ جہاز کا پیندا شاید تہہ کی کیچڑ میں گھسٹ رہا تھا۔ بہر حال وہ اس مقام سے بھی گزر جائے گا۔

"یقیناً گزر جائے گا۔" ایم سن نے بڑے یقین سے کہا۔ "جہاز کا سرا اس جگہ سے آگے نکل ہی آیا ہے اور۔"

جہاز کی رفتار ایکدم سے کم ہو گئی اور پھر وہ رک گیا۔ جہاز بائیں طرف سے کیچڑ میں دھنس گیا تھا۔ جہاز کا رخ بدلنا اور اسے اس مصیبت سے نکالنا بہت آسان تھا۔ بائیں پہلو پر سے آگے صرف توپیں ہی اٹھالی جاتیں تو جہاز نکل آتا' لیکن اب اس کا ہی وقت نہ رہا تھا' کیونکہ ہارومیٹ نہایت تیزی سے ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

ایم سن کو احساس تھا کہ یہ سب اس کی وجہ سے ہوا ہے۔ محض اپنی ضد کی وجہ سے اس نے مارکو پولو کے سب جہاز رانوں کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ بطور ایک کپتان وہ ناکام رہا تھا۔ چنانچہ اب اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ وہ کھاڑی میں کود پڑے اور مارکو پولو کو اس کے ملاحوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے اور اپنی جان بچالے۔ ملاح بھی اسی طرح اپنے آپ کو بچا سکتے تھے۔ انگریزوں کو صرف مارکو پولو مع اس کے ساز و سامان مل جاتا۔

لیکن مارکو پولو کے انگریزوں کے قبضے میں چلے جانے اور انگریز کپتان کی فتح مندانہ مسکراہٹ کا خیال ناقابل برداشت تھا۔ ملاح اگر چاہیں تو اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔ اس نے فیصلہ کیا وہ مارکو پولو پر ہی رہے گا اور جب ہارومیٹ قریب آئے گا تو وہ اپنے پستول کا رخ بارود کے انبار کی طرف کر کے لبلبی دبا دے گا پھر نہ مارکو پولو رہے گا نہ غلام اور نہ وہ خود۔ اسے یہ سب تو منظور تھا' لیکن یہ منظور نہ تھا کہ انگریز اس کے جہاز کو مع غلاموں کے اپنے قبضے میں کر لیں۔ اس وقت کا منظر جبکہ مارکو پولو کے پرخچے اڑ گئے ہوں گے اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا' لیکن اس کے دماغ کا ایک حصہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ سنبھل چکا تھا۔ اس نے چیخ کر کاوڈرے سے کہا۔

"جتنے بادبان چڑھا سکتے ہو۔ چڑھا دو میں نیچے جا کر غلاموں کو جہاز کے اگلے حصے کی طرف منتقل کرتا ہوں۔"

نیچے اترتے وقت اس نے کاوڈرے کی آواز سنی وہ احکامات جاری کر رہا تھا۔ کواڑوں کے بجائے جو جنگلہ لگایا گیا تھا وہ اب تک بند نہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسے نیچے پہنچتے دیر نہ لگی۔ غلاموں کا عرشہ حبشیوں کے بدن اور پسینے کی بو سے معمور تھا۔

"مشہود۔" ایم سن نے آواز دی۔

"لبیک...... آقا۔" حمالوں کے سردار اور غلاموں کے داروغہ نے جواب دیا جیسی کہ ایم سن کو توقع تھی۔ داروغہ اور دوسرے حمالوں نے زینے کے قریب قبضہ جما رکھا تھا کیونکہ وہاں ہوا بھی آتی

تھی اور روشنی بھی۔"

"مشھود، انگریز ہمارے جہاز پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا جہاز بائیں طرف سے کیچڑ میں دھنس گیا ہے۔ چنانچہ غلاموں کو اگلے حصے پر پہنچا دو۔"

"میں نے آقا کا حکم سنا اور میں نے اس کی تعمیل کی۔" مشھود نے جواب دیا وہ چونکہ ہیشم کا تھا' اس لئے جہاز کے متعلق تھوڑی بہت باتیں جانتا تھا۔ ایم سن کی آنکھیں چونکہ اب تک اندھیرے کی عادی نہ ہوئی تھیں۔ اس لئے اسے کچھ نظر نہ آیا تھا۔ البتہ مردوں اور عورتوں کی چیخیں اور کی بوکو کے تڑاکوں سے ظاہر ہوا کہ مشھود اور اس کے ساتھی ایم سن کے حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ ایم سن مطمئن ہو کر عرشے پر آ گیا۔

اوپر پہنچتے ہی اس نے بادبانوں پر نظر کی وہ ہنوز لٹک رہے تھے' لیکن فوراً ہی اس نے جہاز کو تھرتھراتے محسوس کیا اور سوچا کہ یہ اس کا وہم تھا۔ اوپری بادبان آہستہ آہستہ پھول رہے تھے اور جہاز کے پہلوؤں کے قریب سطح آب پر بلبلے بن بن کر پھوٹ رہے تھے۔ پانی کی تہوں میں سے غڑ' غڑ کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"پانی چھ کے ہندسے پر۔" نگہبان کی آواز سنائی دی۔ جو گویا خوشی کی چیخ تھی۔

ایم سن نے کاوڈرے کی طرف دیکھا۔ جہاز کیچڑ سے نکل آیا تھا اور چونکہ سارے بادبان پھر بھر چکے تھے' اس لئے اب اس کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ کاوڈرے نے بھی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا' چنانچہ وہ چیخ چیخ کر بادبانوں کو لپیٹنے کا حکم دے دیا تھا اور ملاح اس کی تعمیل میں دوڑ پڑے تھے۔

سامان کھاڑی کا دہن تھا' لیکن ہارومیٹ کہاں تھا؟ ان کا جہاز کنارے کے اتنا قریب تھا کہ ہارومیٹ نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا' لیکن مارکو پولو کے رخ بدلتے ہی انہیں بادبان کی چوٹی نظر آئی۔

"ہارومیٹ۔" بہت سے ملاح ایک ساتھ چلائے۔

ایک لمحے بعد ایم سن بھی ہارومیٹ کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ اب تک کھلے سمندر میں تھا۔ وہ کیچڑ میں دھنس جانے کے خوف سے کھاڑی میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکتا تھا اور یہ عجیب بات تھی کہ ہارومیٹ کا صرف ایک بادبان کھولا گیا تھا۔

ہارومیٹ کے عرشے پر دھوئیں کا بادل سا اٹھا۔ اگر ایک دفعہ ہارومیٹ اس سے آگے نکل آئے تو اس میں شک نہ تھا کہ وہ بہت جلد مارکو پولو تک پہنچ سکتا تھا۔ ہارومیٹ کے پیچھے پورا سمندر دھوئیں سے سیاہ ہو رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہارومیٹ تیرتا ہوا جہنم ہو۔

"خدا کرے اس کا کوئی بائلر پھٹ جائے۔" بہت سے ملاحوں نے دل ہی دل میں دعا مانگی۔

چونکہ ہارومیٹ بادبانی جہاز نہ تھا اور بادبانی جہاز نہ ہونے کی وجہ سے ہوا کا محتاج نہ تھا۔ اس

لئے وہ راس سے آگے بڑھنے اور اتھلے مقام سے گزر جانے کے بعد سیدھا مارکو پولو کی طرف آ سکتا تھا اس کے برخلاف مارکو پولو ہوا کا محتاج تھا اور اسے اس وقت ایک ہی رخ سے چلنا تھا' جب تک کہ وہ ساحلی ہوا کو چھوڑ کر موسمی ہوا کی زد میں نہ آ جاتا اور موسمی ہوا کو گھاٹ کے بائیں طرف پہاڑی سلسلہ مارکو پولو تک پہنچنے نہ دے رہا تھا۔ اس وقت کاوڈرے رخ بدلنے والے پہیئے کو بڑی مہارت سے سنبھالے ہوئے تھا اور جہاز کو جنوبی گھاٹ سے دور لے جانے کی کوشش کر رہا تھا کہ موسمی ہوا سے فائدہ اٹھایا جا سکے' لیکن ملاح تھے کہ لحہ بہ لحہ زیادہ سے زیادہ بے چین اور بے تاب ہوئے جا رہے تھے۔

اور ہارومیٹ قریب آ رہا تھا۔

چند سیکنڈ کے بعد ہی راس کے عقب میں سے ہارومیٹ کا سر نمودار ہوا اور پھر اس کا اگلا حصہ۔ ہارومیٹ نے رخ بدلا اور اب وہ کالے کالے دھوئیں کے بادل میں سے باہر نکل آیا تھا۔

وہ سیدھا مارکو پولو کی طرف چلا آ رہا تھا۔

یکا یک ایک گرج کی سی آواز سنائی دی۔ ایک لمحے تک خاموشی کا وقفہ رہا' پھر مارکو پولو کے پیچھے اس سے کوئی چالیس قدم دور پانی یوں اچھلنے لگا اور ابلنے لگا جیسے کوئی زبردست وھیل سطح آب پر آنے کے بعد فوراً غوطہ مار گئی ہو۔

کاوڈرے رخ بدلنے کا پہیہ سنبھالے جہاز کو راہ پر لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ملاح زیادہ بے چین اور قدرے خوفزدہ ہو رہے تھے۔

گرج کی دوسری آواز سنائی دی۔ بڑی توپ کا گولا سنسناتا ہوا آیا اور مارکو پولو کے قریب سے زور سے گزر گیا اور اس دفعہ ان کے جہاز سے آگے کوئی دس فیدم آگے گہرے پانی کا ایک فوارہ سا اوپر اٹھ کر فضاء میں بوند بوند ہو کر بکھر گیا۔

کاوڈرے اب بھی رخ بدلنے کا پہیہ سنبھالے ہوئے تھا۔ اس کے بشرے سے کسی طرح کے جذبات کا اظہار نہ ہو رہا تھا' لیکن ملاح اب بے چینی اور خوف سے بڑبڑانے لگے تھے۔ ایم سن نے انہیں مخاطب کیا۔

"دوستو! تم جہاز ران ہو تمہاری عمر کا بیشتر حصہ خطرات اور مشکلات کا سامنا کرتے گزرا ہے اور ہر دفعہ تم نے خطرات اور مشکلات پر فتح حاصل کی ہے میری طرح تم بھی جانتے ہو کہ بہت جلد ہمارا جہاز موسمی ہوا کی زد میں ہوگا۔ فی الحال جہاز کا رخ بدلنا......"

ایک زبردست دھماکے میں ایم سن کی آواز دب گئی۔ اس دھماکے کی آواز نے مارکو پولو کو کپکپا دیا۔ جہاز کے پچھلے عرشے پر پانی اڑ کے یوں گرا جیسے وہاں بارش ہو گئی ہو اور اس دفعہ گولا جہاز کے

عقبی کے کٹہرے کے عین نیچے لگا۔

"بس بہت ہو چکا۔" ایک ملاح کاوڈرے کی طرف لپک کا چیخا "کہاں لے جا رہے ہو تم ہمیں بوڑھے بے وقوف۔"

ایم سن اس ملاح کی طرف دوڑا اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا جیس ایک آہنی سلاخ اٹھا کر اس کے سر پر مار چکا تھا وہ بے ہوش ہو کر گرا ساتھ ہی ہارومیٹ کی توپ نے ایک اور گولہ اگل دیا جو مارکو پولو کے آگے گرا۔

اور پھر وہ آئے ...... موسمی ہوا کے پرامید جھونکے۔ ایم سن پسینے میں لت پت اپنے چہرے پر ان جھونکوں کو محسوس کر رہا تھا۔ جہاز کا اوپری بادبان آہستہ آہستہ پھول رہا تھا اور موسمی ہوا جہاز کے پیچھے سے آنے کے بجائے جنوب مشرق سے آ رہی تھی۔

"ہوشیار رخ بدلا جا رہا ہے۔"

ملاح دوڑ کر بادبان موڑنے کی رسیوں کے قریب جا کھڑے ہوئے کاوڈرے نے دوسرا حکم صادر کیا اور فوراً ہی جہاز مرغ بادنما کی طرح گھوم گیا ایک سیکنڈ کیلئے رکا اور پھر اپنے نئے رخ پر چل پڑا اور اب مارکو پولو ہارومیٹ کے عین آگے سیدھا سیدھا چلا جا رہا تھا اور موسمی ہوا اس کی رفتار میں اضافہ کر رہی تھی۔

ایک دھماکہ اور پھر چرچراہٹ کی آواز سنائی دی۔ ہر شخص کی نظر اوپر اٹھ گئی۔ اگلے بادبان کا اوپری حصہ آہستہ آہستہ جہاز کے محفوظ پہلو (جہاز کا وہ پہلو جو ہوا کے رخ سے پرے ہو) پر گر رہا تھا۔ جہاز ایک جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ کے ہوا کی زد میں آ گیا۔

اگر چند منٹ بھی مل جاتے تو ایم سن جہاز کو یقیناً راہ پر لے آتا' لیکن کاوڈرے نے فوراً ہی اندازہ لگائے بغیر گویا غیر شعوری طور پر رخ بدلنے کا پہیہ تیزی سے گھما دیا۔ بادبان کا اوپری سرا اب بھی گر رہا تھا اور جہاز نے ابھی رخ بدلنا شروع کیا ہی تھا کہ کاوڈرے نے پچھلے بادبان کھولنے کا حکم داغا۔ ملاح نہایت اعتماد اور یقین سے اس کے حکم کی تعمیل پر دوڑ پڑے اگر ایم سن یہی حکم دیتا تو وہ یقیناً اس کی تعمیل اتنے جلد اور اسے یقین سے نہ کرتے ہر شخص کی نگاہ بادبان پر جمی ہوئی تھی۔

بادبان پھولنے لگے تھے۔ پھر ایک دھماکہ سنائی دیا۔ اوپر بادبان جو ہوا کے دباؤ سے جھکا پڑ رہا تھا۔ سجدہ ریز ہو گیا۔ ہارومیٹ کی توپ کے گولے نے اس کے پرخچے اڑا دیئے ایم سن نے سوچا کہ اگر ہارومیٹ والوں نے اسی طرح ایک دو مستولوں کو اور سرنگوں کر دیا تو پھر ان کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔

اس نے کاوڈرے کی طرف دیکھا۔ وہ بے چارا اپنی سی کئے جا رہا تھا اور ملاح حیرت انگیز

پھرتی سے پچھلا بادبان چڑھا رہے تھے اور اس نئے بادبان کا اثر فوراً ہی ظاہر ہوا۔ مارکو پولو ہارومیٹ سے دور ہونے لگا۔

"ہاں ...... اب ٹھیک ہے۔" کاوڈرے نے کہا۔ "دوستو! پانی کے ڈول بھر بھر کر بادبانوں پر ڈالو کہ وہ بھیگے رہیں۔ اس طرح ہماری رفتار تقریباً ایک میل کم ہو جائے گی اور بادبانوں کے پھٹنے اور مستولوں کے ٹوٹنے کا خطرہ نہ رہے گا۔"

لیکن اس سے پہلے کہ یہ کام کیا جاتا۔ ہارومیٹ کی توپوں کے گولے مارکو پولو کی رفتار بارہ جہازی میل فی گھنٹہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔

ہارومیٹ کی توپیں خاموش ہو گئی تھیں' لیکن تعاقب بدستور جاری تھا۔ پھر یوں ہوا کہ بجائے اس کے کہ ہارومیٹ سیدھا سیدھا مارکو پولو کے پیچھے چلا آتا وہ ذرا ترچھا ہو گیا۔ کاوڈرے نے بادبانوں پر سے نظر ہٹا کر ہارومیٹ کی طرف دیکھا اور پھر حیرت سے بولا۔

"ہارومیٹ کھلے سمندر میں آنے سے کیوں گریز کر رہا ہے؟"

"میں خود حیران ہوں۔" ایم سن نے کہا۔ "یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ لوگ ہمیں کنارے کی جانب لے جانا چاہتے ہیں۔"

"ایک گھنٹے تک اگر ہوا ایسی ہی رہی تو ہارومیٹ تو کیا دنیا کا کوئی جہاز ہمیں کسی جانب لے جانے پر مجبور نہ کر سکے گا۔" کاوڈرے نے کہا اور اب پہلی دفعہ اس نے تمباکو بھرے تھوک کی پچکاری ماری۔

"ہم ہارومیٹ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔"

ایم سن کی نظر ہارومیٹ پر جمی ہوئی تھی جو بغیر کسی وجہ کے مارکو پولو سے مشرق کی طرف بہہ رہا تھا۔ ایم سن دوڑ کر ایک ایک وقت میں دو سیڑھیاں اترتا اپنے کیبن میں پہنچا اور افریقی ساحل کا نقشہ کھول کر میز پر بچھا دیا۔ پرتگالی نقشے قابل اعتبار نہیں ہوتے' لیکن ایم سن بھی پہلے کئی دفعہ اس جہاز کو لے کر افریقہ کے اس کی طرف آیا تھا اور اس طرف کے ساحل سے واقف تھا۔ ہارومیٹ کے رویے سے کچھ شک سا ہوتا تھا کہ وہ مارکو پولو کو ترائی یا پھر راس کی طرف لے جانا چاہتا ہے' لیکن نقشے میں نہ تو کوئی ترائی تھی اور نہ راس اور نہ ہی ایم سن کو اس قسم کی کوئی چیز یاد تھی۔ یقیناً اس طرف ترائی تھی اور نہ راس۔ وہ عرشے پر آ گیا۔

سامنے ایک لمبا اور پتلا جزیرہ تھا' جو ساحل سے کوئی نصف میل دور اس کے متوازی چلا گیا تھا۔ ساحل اور جزیرے کے درمیان پانی کی لکیر نظر آئی تھی۔ سمندر کی موجیں جزیرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ جزیرہ سطح سمندر سے صرف دس فٹ بلند تھا اور بے حد سرسبز و شاداب تھا۔ چنانچہ یوں معلوم

ہوتا تھا جیسے زمرد کا مگر مچھ لیٹا ہوا ہے۔

ایم سن نے دوربین آنکھ سے لگائی اور اس کھاڑی کا معائنہ کرنے لگا جو ساحل اور جزیرے کے بیچ میں تھی۔ اپنے پچھلے تجربات اور خود نقشے کی مدد سے وہ جانتا تھا کہ یہ کھاڑی کافی گہری تھی' جہاں وہ کم گہری تھی۔ وہاں بھی اس کی گہرائی کم سے کم بیس فیدم ہوگی۔ اس کے باوجود ہاروییٹ جیسے مارکوپولو کو اسی کھاڑی کی طرف دھکیل رہا تھا۔ ایم سن کو خیال آیا کہ شاید ہاروییٹ والوں نے کھاڑی میں درختوں کے تنے اور شہتیر ڈال کر راستہ روک دیا ہوگا' لیکن فوراً ہی اس نے یہ خیال جھٹک دیا۔ کھاڑی نصف میل چوڑی تھی' چنانچہ اس قسم کی کوئی روک لگانا ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ اس کی دوربین سے اسے کوئی روک دکھائی بھی نہ دے رہی تھی۔

دفعتاً ایک دوسرا خیال بجلی کی سی تیزی سے اس کے دماغ میں کوند گیا اور ایسا خوفناک خیال تھا وہ کہ ایم سن کی پیشانی پر پسینے کے مہین مہین قطرے پھوٹ رہے تھے اور دوربین اس کے ہاتھ میں لرز رہی تھی۔ وہ نوجوان بنئے کی طرف جو قریب ہی پالتی مارے بیٹھا تھا اس تیزی سے گھوما کہ نوجوان ہندوستانی لرز گیا۔

''ڈونگے میں بیٹھ کر تم ہاروییٹ کے کتنے قریب تک گئے تھے؟'' ایم سن نے پوچھا اس کی آواز لرز رہی تھی۔

''میں اس کے بہت قریب سے گزرا تھا۔ صرف چند گز کے فاصلے سے ہاروییٹ والوں نے ہمیں ماہی گیر خیال کیا تھا۔'' نوجوان بنئے نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں اور مٹی کی ملاوٹ سے گندا ہو رہا تھا۔

''ہاروییٹ کی کشتیاں ڈے وٹ (جہاز کے دونوں پہلوؤں پر جڑی ہوئی بلند آہنی سلاخیں) میں ہی تھیں۔''

بنیا مسکرایا۔ وہ خوش تھا کہ اس سے ایسا سوال پوچھا گیا جس کا جواب وہ دے سکتا تھا۔

''جی ہاں...... ڈے وٹ کی طرف میں نے خصوصاً دیکھا تھا' کیونکہ مجھے خوف تھا کہ کشتیاں آپ کا راستہ روکنے کیلئے مبادا آگے بھیج دی گئی ہوں' لیکن میرا یہ خوف بے بنیاد ثابت ہوا کیونکہ ہاروییٹ کی کشتیاں اس کے ڈے وٹ میں ہی تھیں۔''

ایم سن نے دوربین کا رخ ہاروییٹ کی طرف کر دیا۔ ہاروییٹ اپنے ہی پیدا کردہ دھوئیں کی چادر میں لپٹا آگے بڑھ رہا تھا اور چونکہ دور بھی تھا۔ اس لئے دوربین کی مدد سے بھی بخوبی دیکھا نہ جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ افریقہ کے آگ برساتے ہوئے سورج نے بھی سطح سمندر پر بخارات پیدا کر دیئے تھے۔ جن کے پردے کے پیچھے ہاروییٹ دھندلا اور لرزتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ ایم سن کا خیال تھا

کہ ہاروییٹ کے ڈے وٹ پر اسے سفید سفید دھبے نظر آگئے تھے تاہم یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

''کاوڈرے! جہاز کو کھاڑی میں داخل کرنا مناسب نہیں۔'' اس نے جلدی سے کہا ''جہاز کا رخ موڑ دو اور جزیرے کا چکر کاٹ کے اسے کھلے سمندر میں لے آؤ۔''

کاوڈرے نے اژدھے کی طرح پھنکار کر ایم سن کی طرف بے اعتباری سے دیکھا۔

''کیوں؟'' اس نے پوچھا۔

''اگر ہاروییٹ اپنی کشتیاں پہلے سے ہی کھاڑی میں بھیج چکا ہے تو وہ کہیں چھپی ہوئی ہماری منتظر ہوں گی۔'' ایم سن نے حتی الامکان ملائمت سے کاوڈرے کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ''اگر ایسا ہوا تو ہم گویا! چکی کے دو پاٹوں میں آجائیں گے اور فرار کی ساری راہیں مسدود ہو جائیں گے۔''

کاوڈرے نوجوان بنئے کی طرف گھوم گیا۔

''کیا تم سچ کہتے ہو۔ ہاروییٹ کی کشتیاں' جب تم اس کے قریب سے گزرے اس کے ڈے ڈٹ میں ہی تھیں۔''

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ڈے وٹ ہی میں تھیں۔'' بنئے نے بڑے یقین سے کہا۔

''کپتان میں جہاز کو کھاڑی میں سے ہی لے جاؤں گا۔ اب اگر ہم نے رخ بدلا تو کوئی ایک گھنٹے تک ہم ہاروییٹ کی توپوں کی زد میں رہیں گے۔ اگر ایک گولا بھی بڑے مستول پر لگا تو پھر ہم گئے سمجھو...... جی نہیں...... میں اس طرح کوئی خطرہ مول لینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔''

چند ملاح قریب ہی کھڑے ان کی باتیں سن رہے تھے ایک بولا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو کاوڈرے۔ دوسری مرتبہ جہاز کو گولوں کی زد میں لانا حماقت ہے۔''

نوجوان بنیا جلدی جلدی بولنے لگا۔ توپوں کے دھماکوں اور گولوں کی تباہ کاریوں کے خیال سے اس کی روح فنا ہو رہی تھی۔

''ہاروییٹ کی کشتیاں ڈے وٹ ہی میں تھیں۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں اپنے دھرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہاروییٹ کی کشتیاں اس پر موجود تھیں کھاڑی میں کچھ نہیں ہے یقین کرو کھاڑی محفوظ ہے۔''

''کیوں کپتان اب بھی اطمینان ہوا یا نہیں؟'' کاوڈرے نے کٹیلے لہجے میں کہا۔

ایم سن نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا۔

''تم سمجھتے کیوں نہیں کاوڈرے ہاروییٹ ہمیں کھاڑی کی طرف ہی دھکیل رہا ہے اور اس میں یقیناً کوئی بھید ہے میں نہیں جانتا کہ ہمیں اس طرف دھکیلنے سے ہاروییٹ کا کیا مقصد ہے تاہم اتنا

ضرور کہوں گا کہ یہ ہماری حماقت ثابت ہوگی کہ ہم ہاروییٹ کو اپنی من مانی کرنے دے رہے ہیں اور کھاڑی کی سمت یوں چلے جا رہے ہیں گویا ہمارے جہاز کا رخ بدلنے کا پہیہ ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہاروییٹ کے کپتان کے ہاتھ میں ہے۔ اس کھاڑی میں داخل ہونے سے تو بہتر ہے کہ ہم ایک گھنٹے تک ہاروییٹ کی توپوں کی زد میں ہیں۔"

"نہیں ...... نہیں۔" بنیا چیخا "میں جانتا ہوں کہ ہاروییٹ نے اپنی کشتیاں آگے نہیں بھیجی ہیں۔ جناب! کھاڑی میں سے ہی چلئے۔"

"گھبراؤ نہیں ہم یہ ہی کر رہے ہیں۔"

"کاوڈرے یقین کرو۔ کوئی جال بچھایا گیا ہے۔" ایم سن نے دانت پیس کر کہا۔

"کوئی جال ...... وال نہیں بچھایا گیا۔ تم سن چکے ہو کہ اس ہندوستانی نے کیا کہا۔ ہاروییٹ کی کشتیاں ڈے وٹ میں ہی ہیں۔"

"کاوڈرے میں کپتان ہوں اور ملاحوں کا افسر ہوں اور اپنے بھلے برے کو تم سے بہتر سمجھ سکتا ہوں اس جہاز کو میں چلاؤں گا اور اپنی مرضی سے چلاؤں گا۔"

ایم سن ...... جیمس کی طرف گھوم گیا۔

"جیمس رخ بدلنے کا پہیہ تم سنبھالو۔"

اس سے پہلے کہ جیمس ایک قدم بھی آگے بڑھتا کاوڈرے اپنی پیٹی میں سے پستول گھسیٹ کر نالی کا رخ ایم سن کے سینے کی طرف کر چکا تھا۔

"شائل! اس کا پستول لے لو۔" کاوڈرے نے کہا

شائل نے آگے بڑھ کر ایم سن کا پستول اپنے قبضے میں لے لیا۔ فوراً ہی چار ملاح آگے بڑھے اور اب ایم سن ان کے حلقے میں تھا۔

ایم سن یوں بے پروا کھڑا تھا' جیسے اس کے سینے سے تین فٹ دور پستول کی نال نہیں گویا پھولوں کی ڈالی تھی اور یوں خاموش کھڑا ہوا ایم سن صورت حال پر غور کر رہا تھا۔ حالات نے عجب پلٹا کھایا تھا۔ اب اگر وہ اپنی کپتانیت جتاتا تو جہاز پر بغاوت ہو جانے کا خدشہ تھا۔ کاوڈرے پر گویا بھوت سوار تھا اور ایم سن کا کوئی بھی مشورہ قبول کرنے کیلئے تیار نہ تھا اور اگر وہ ایم سن کے خلاف ہو گیا تو ظاہر تھا کہ اکثریت کاوڈرے کے ساتھ ہوگی اور خود مارکو پولو ہی پر تلوار چل گئی تو ظاہر ہے کہ ہاروییٹ ان کی اس پھوٹ سے فائدہ اٹھا کر بڑی آسانی سے مارکو پولو کو اپنے قبضے میں کر سکتا تھا۔ چنانچہ جب صورتحال ایسی ہو تو ایم سن کا اصول تھا کہ اس چیز کا انتخاب کرنا چاہئے جو نسبتاً کم بری ہو۔

کاوڈرے اپنی کھڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"دیکھو کپتان تمہارا کام صرف یہ ہے کہ غلاموں کو رام کرو۔ ان کا خیال رکھو ...... چنانچہ تمہیں چاہئے کہ اپنے کام سے کام رکھو اور دوسرے معاملات میں اپنی ٹانگ نہ اڑاؤ۔ تمہارے دماغ میں ایک کیڑا رینگا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم خواہ مخواہ مارکو پولو کو ہاروییٹ کی توپوں کی زد میں لے آئیں اور اس طرح آپ اپنی تباہی کا باعث بنیں میں پہلے بھی اس جہاز کو کھاڑی سے پار کیا ہے اور آج بھی کروں گا۔"

"تم میری بات تو سنو۔" ایم سن نے بڑے سکون سے کہا

"نہیں کوئی بھی اب کچھ سننا نہیں چاہتا۔" ایک ملاح بولا۔ "کاوڈرے نائب کپتان اور افسر ہے۔"

ایم سن نے تول تول کر بولنا شروع کیا۔

"اس سے کسی کو انکار نہیں' لیکن دوستو! یہاں سوال یہ نہیں ہے کہ کون افسر ہے اور کون نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ مناسب ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں اگر ہم اس کھاڑی میں داخل ہوئے تو پھنس جائیں گے۔ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ کاوڈرے بحری سفر کے نقشے تیار کرنے' غلاموں کو حاصل کرنے اور انہیں زیادہ سے زیادہ قیمت پر فروخت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ مجھے اس جہاز کا کپتان بنا دیا گیا ہے۔ میرے اکثر اندازے صحیح ثابت ہوتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ ہوئے ہیں۔ جہاز رانی کے متعلق میں نے کاوڈرے کا ہر فیصلہ قبول کیا ہے۔ چنانچہ چاہتا ہوں کہ جہاں صحیح اندازے اور قوت فیصلہ کی ضرورت ہو وہاں کاوڈرے میرا مشورہ مانے۔"

ملاحوں' کے چہروں پر ایک ہی نظر ڈالنے سے اسے احساس ہو گیا کہ اس نے غلط بات کہی تھی اور یہ کاوڈرے تھا جس نے ایم سن کی اس تقریر کا نہایت ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

"چنانچہ ثابت ہوا کہ پورے جہاز میں تم اکیلے ہی صحیح الرائے آدمی ہو۔ دوسرے تو سب گدھے ہیں گویا تم نے ہمیں ان وحشی غلاموں سے زیادہ بھی اہمیت دی ہی نہیں۔ مسٹر ایم سن! اطلاعاً عرض ہے کہ ہم بھی انسان ہیں اور زیادہ نہ سہی تھوڑی عقل تو رکھتے ہی ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو کاوڈرے۔" اس ملاح نے کہا' جو وہیل کا شکار کرنے والے جہاز میں تھا۔

"یہ ایم سن اپنے متعلق عجیب و غریب خوش فہمیوں میں مبتلا ہے۔"

"تمہیں تو کسی برطانوی جہاز میں ہونا چاہئے تھا' جہاں کپتان اپنے ماتحتوں کو نرے جانور ہی سمجھتا ہے اور خود خدا بن کر بیٹھتا ہے۔" اس ملاح نے کہا جو برازیل کا باشندہ تھا۔ "کاوڈرے ہم میں سے ایک ہے اور تم ......"

اس نے بڑی نفرت سے عرشے پر تھوک دیا۔

ایم سن نے دیکھا کہ ہر ملاح کے بشرے سے شدید نفرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ ایم سن کو کاؤڈرے اور ملاحوں سے زیادہ خود پر غصہ آ رہا تھا۔ جتنا وقت اس نے افریقہ کے وحشیوں کو سمجھنے میں صرف کیا تھا' اگر اس سے نصف بھی ملاحوں کے سمجھنے میں صرف کیا ہوتا تو آج اس کی حالت یہ نہ ہوتی۔ اس نے تو ملاحوں کو ایک مشین کے کل پرزے ہی سمجھا تھا' جس کا کام جہاز چلانا تھا بس۔

''ہم لوگ تم کو کپتان کے عہدے سے برطرف کرتے ہیں۔'' کاؤڈرے کہہ رہا تھا۔ ''ہم لوگ تمہاری ہٹ دھری اور اوٹ پٹانگ اندازوں سے تنگ آ گئے ہیں۔ حد ہوتی ہے ایک بات کی آخر۔ ہر وقت ایک نہ ایک دھن سوار رہتی ہے تم پر کبھی ہارویسٹ کی رفتار معلوم کرنے کی۔ کبھی شینائیوں کو جہاز پر لانے کی اور خدا جانے کیسا کیسا جنون ہوتا ہے تمہیں۔ اب ہم زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔ غلاموں کو فروخت کرنے کے بعد تمہیں تمہارا حصہ مل جائے گا اور پھر ہم مارکو پولو کے لئے ایک نئے کپتان کا انتخاب کر لیں گے۔''

ملاحوں نے بڑے زور وشور سے کاؤڈرے کی تائید کی۔ ایم سن نے چاروں طرف دیکھا۔ مارکو پولو کھاڑی میں داخل ہو رہا تھا اور اب اس کا رخ بدلنا ناممکن تھا۔

ایم سن نے کندھے جھٹکے۔

''بہت اچھا کاؤڈرے کپتان۔ شائل! مجھے میرا پستول دے دو۔''

شائل نے سوالیہ نظروں سے کاؤڈرے کی طرف دیکھا۔ کاؤڈرے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ایم سن نے پستول لے کر پیٹی سے لٹکتے ہوئے خول میں رکھا اور پلٹ کر چل دیا۔ وہ شینائیوں کے قریب سے گزرا تو انہوں نے کچھ عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ رخ بدلنے کے پہیے کے قریب جو ڈراما کھیلا گیا تھا۔ وہ شینائیوں نے دیکھا تھا۔ بہر حال انہوں نے نہ تو کچھ کہا اور نہ کچھ پوچھا۔ ایم سن اپنی خجالت اور غصے کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ جہاز کے کپتان کے طور پر وہ ناکام رہا تھا اس میں اتنی قابلیت نہ تھی کہ وہ مارکو پولو کے گنوار اور بپھرے ہوئے ملاحوں کو وہ کرنے پر مجبور کر سکتا جو اس کے نزدیک مناسب تھا اور نہ ہی اس میں اتنی طاقت تھی کہ وہ جبراً اپنا حکم منوا لیتا۔

بہر حال مارکو پولو...... پر یہ اس کا آخری سفر تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی جگہ کون لے گا......! کاؤڈرے۔ تو اس عہدے کے قابل نہ تھا۔ بہر حال کپتان کسی کو ہی کیوں نہ بنایا جائے یہ بات یقینی تھی کہ مارکو پولو جلد یا بدیر انگریزوں کے قبضے میں پہنچ جائے گا۔ بردہ فروشی کے دن قریب الختم تھے' چنانچہ مارکو پولو کے دن بھی تھوڑے ہی باقی رہ گئے تھے۔

ساحل کے دائیں طرف سفید سفید ریت چمک رہی تھی اور بائیں طرف سرسبز وشاداب جزیرہ تھا۔ ایم سن نے ایک جھرجھری لے کر خیالات جھٹک دیئے اور اپنی نگاہیں کھاڑی پر جما دیں ہر طرف

خاموشی اور سکون تھا۔ اس نے گردن گھما کے ہارویسٹ کی طرف دیکھا۔ ہارویسٹ کھاڑی میں داخل ہونے کے لئے اپنا رخ بدل رہا تھا۔ یہ پھر عجیب بات تھی۔ رخ بدلے بغیر ہی ہارویسٹ مارکو پولو تک پہنچ سکتا تھا اور اس بات کو وہ انگریز کپتان بھی سمجھ سکتا تھا۔ کیا نام تھا اس کا؟...... ہاں ایڈگر۔

معلوم ہوتا ہے ایم سن کا خوف بے بنیاد تھا۔ کھاڑی میں ہارویسٹ کی کشتیاں کہیں چھپی ہوئی نہ تھیں۔ ایم سن نے سوچا کہ انگریز کپتان اتنا ہوشیار نہ تھا جتنا وہ اسے سمجھے ہوئے تھا۔

دفعتاً ہارویسٹ کے عرشے پر سے جلتا ہوا ایک لمبوترا سا گولا آسمان کی طرف اٹھا اور اوپر جا کر پھٹ گیا۔ فضاء میں چنگاریوں کی سرخ چھتری سی کھل گئی۔ راکٹ۔ اور راکٹ کا مطلب تھا اشارہ۔

ایم سن ایک دم سے سامنے کی طرف گھوم گیا۔

اس نے کاؤڈرے کو چیختے سنا۔ وہ شاید ایم سن ہی سے کچھ کہہ رہا تھا' لیکن وہ کھاڑی پر سے اپنی نظر ہٹانے کیلئے فی الحال تیار نہ تھا۔

ہارویسٹ سے دوسرا راکٹ چھوڑا گیا۔

ایم سن حالانکہ کھاڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تاہم راکٹ کو بلند ہوتے اور پھر فضا میں پھٹتے دیکھ سکتا تھا۔ فوراً ہی مستول پر کھڑے ہوئے نگہبان کی آواز سنائی دی۔

آواز کیا تھی خوف کی ایک چیخ تھی۔

''ہوشیار...... کشتیاں...... کھاڑی میں...... دونوں طرف سے آ رہی ہیں؟''

✤ ✤ ✤

ایم سن پلٹ کر جہاز کے عقبی حصے کی طرف بھاگ پڑا۔

اور جب وہ ربع عرشے کے زینے پر چڑھ رہا تھا۔ تو اس نے دیکھا کہ شائل جو خوف اور غصے سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ پتے کی طرح کانپتے ہوئے نوجوان بنئے کی طرف لپک رہا تھا۔

"غدار۔" شائل چیخا۔

اس نے اپنا پستول گھسیٹ کر اس کی نال نوجوان ہندوستانی کے سینے پر رکھ دی۔ دوسرے ہی لمحے ایک دبا دبا سا دھماکہ سنائی دیا اور نوجوان بنیا...... اف تک کئے بغیر عرشے پر ڈھیر ہو گیا اور یہ سب چشم زدن میں ہو گیا۔

ایم سن جیمس سے تقریباً ٹکرا گیا۔

"پہلوؤں کا جال لگا دو۔" اس نے جیمس کے قریب سے گزرتے ہوئے کہا۔

"جی جناب!"

اب جہاز پر سے بغاوت ہو جانے کا کوئی سوال نہ رہا تھا۔ حتیٰ کہ ایم سن بھی اس جھگڑے کو بھول گیا تھا۔ جو تھوڑی دیر پہلے ہی اس کے اور کاوڈرے کے درمیان ہوا تھا۔

ایم سن اوپری عرشے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ کاوڈرے نہایت ہی وحشت زدہ آواز میں احکامات صادر کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ جہاز کو سنبھالنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔

"خدا کیلئے یہ شور وغل بند کر دو۔" ایم سن نے بے چینی سے کہا۔

بوڑھے جہاز راں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایم سن کی طرف دیکھا اور مایوس کن لہجے میں بولا۔

"کپتان! اب ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔"

کاوڈرے سے ایسے ہی ردعمل کی توقع کی جاسکتی تھی اگر صرف جہاز رانی کا سوال ہوتا اور اسی کے متعلق کوئی مشکل درپیش ہوتی تو کاوڈرے بے حد حاضر دماغ اور خوش تدبیر ثابت ہوتا' لیکن جب کوئی ایسی مشکل آپڑتی جس کا تعلق جہاز رانی سے ہوتا تو کاوڈرے کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا۔

"یہ کیا عورتوں جیسی مایوسیانہ باتیں کرتے ہو۔ ابھی ہم پکڑے نہیں گئے ہیں۔" ایم سن نے کہا۔ "سنو...... میری بات غور سے سنو۔ جہاز کو اسی رخ پر رکھو۔ جس رخ پر وہ ہے۔ میں آگے جاتا ہوں بڑی توپ کی طرف ممکن ہے دو چار کشتیوں کو غرق کر دیں۔ اگر غرق نہ کر سکے تو پھر ہمیں قسمت پر بھروسہ کرنا پڑے گا۔ اگر انگریز ہمارے جہاز پر چڑھ گئے تو ہم ان سے جنگ کریں گے اور یقیناً انہیں شکست دیں گے۔ بردہ فروشوں نے پہلے بھی ایسا ہی کیا ہے اور کامیاب ہوئے ہیں چنانچہ ہم بھی کامیاب ہوں گے۔"

کاوڈرے خالی خالی نظروں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ ایم سن نے اس کے دونوں کندھے پکڑ کر اسے جھنجھوڑا اور اپنی بات دہرائی۔

"وہ دیکھو!" کاوڈرے نے تقریباً سرگوشی میں کہا اور سر ہلا کر سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

ساحل کے کسی نظر نہ آنے والے مقام سے دو کشتیاں تیر کی طرح نکل آئی تھیں۔ ایک کشتی ہارویٹ سَ پی نیس تھی' جو بارہ چپوؤں سے آگے دھکیلی جارہی تھیں۔ اور اس کے اگلے حصے میں چار پونڈ کی ایک توپ رکھی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے دس چپوؤں والی لانچ تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دو کشتیاں جزیرے کی طرف سے نکل آئیں۔ ان میں سے ایک چھ چپوؤں والی برج تھی اور دوسری چار چپو والی جولی۔

"مجھے آگے جانا چاہئے۔" ایم سن نے کہا اور سوچنے لگا کہ بوڑھے کاوڈرے کو ہوش میں لانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ کیا اس کے گالوں پر کس کس کے دو تھپڑ لگا دے۔ "کاوڈرے میں یقین رکھوں کہ تم جہاز کو اسی رخ پر رکھو گے؟"

کاوڈرے نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا وہ اپنے سامنے یوں دیکھ رہا تھا' جیسے کسی نے اس پر سحر کر دیا ہو۔ ایم سن اب زیادہ وقت ضائع نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ کاوڈرے کو اس کے حال پر چھوڑ کے آگے کی طرف بھاگا۔

جیمس کے زیر نگرانی پہلوؤں کے جال جنگلے کے اوپر تانے جارہے تھے۔

"جیمس!"

"جناب!"

"جالوں کے نچلے سرے بچانے اور اٹھانے کے پیچھے وقت ضائع نہ کرو ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ جتنی جلد ممکن ہو آدمیوں کو بڑی توپ کی طرف بھیج دینا۔"

"ایسا ہی ہو گا جناب!"

ایم سن نیچے پہنچا۔ راستے میں غلام حائل تھے۔ وہ غلاموں کو دھکیلتا اور کہنیاں مار مار کر راستہ

بناتا اس کیبن تک پہنچ گیا جس میں گولا بارود رکھا ہوا تھا۔ اس نے قفل کھولا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر کارتوس اور گولے اٹھا کر جس طرح کہ ہم دونوں ہاتھ لمبے کر کے اور کہنیوں میں سے قدرے موڑ کے ایندھن اٹھاتے ہیں' کندھوں سے راستہ بناتا عرشے پر آ گیا۔

ہارویٹ کی کشتیاں اب تک توپ کی زد میں نہ آئی تھیں۔ وہ آڑی ترچھی تیر رہی تھیں اور ملاح یوں اندھا دھند چپو چلا رہے تھے' جیسے ان میں دوڑ ہو رہی ہو۔ ایم سن نے سوچا ''کشتیاں بکھر گئی ہوتیں اور تین طرف سے مارکو پولو کی طرف بڑھی ہوتیں تو مارکو پولو کیلئے صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی اور وہ یہ کہ مارکو پولو کشتیوں کے بیچ میں سے نکل جانے کی کوشش کرتا' کیونکہ ہارویٹ پیچھے چلا آ رہا ہے' لیکن کشتی والوں کی سمجھ میں شاید یہ بات نہ آئی تھی۔

چنانچہ وہ کشتیوں کو سیدھی سیدھی مارکو پولو کی طرف لا رہے تھے اور اندھا دھند چپو چلا کے خواہ مخواہ اپنی قوت صرف کر رہے تھے۔

ایم سن توپ کے قریب پہنچا تو توپ چلانے والے تیار تھے۔ توپ میں گولا ڈالا گیا' لیکن جب تک کشتیاں زد میں نہ آ جائیں تو چلانا فضول تھا' ممکن تھا کہ اس طرح کشتیوں والے ہوشیار ہو جاتے اور کشتیوں کو بکھیر دیتے۔

ایم سن نے دوربین اٹھا کر کشتیوں کی طرف دیکھا۔ وہ دیکھ سکتا تھا کہ دو افسر ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں پستول لئے کشتیوں میں کھڑے تھے اور کشتیوں کے جھٹکوں کے ساتھ آگے پیچھے ڈول رہے تھے۔ ملاح اتنی تیزی سے چپو چلا رہے تھے کہ کشتیوں کے دونوں پہلوؤں کے قریب سطح آب پر سفید لکیریں سی بنتی چلی جا رہی تھیں۔

کشتیوں میں کل ملا کر ساٹھ آدمی ہوں گے۔ مارکو پولو میں صرف پچیس آدمی تھے۔ جن میں ایک چینی باورچی تھا اور دو ناتجربے کار لڑکے۔ ایم سن کو احساس تھا کہ اگر قسمت نے یاوری کی بھی تو زیادہ سے زیادہ دو کشتیوں کو غرق کر سکے گا اور دوسری کشتیوں والے یقیناً مارکو پولو پر آ چڑھیں گے اور مارکو پولو کا عملہ انہیں سمندر میں دھکیل دینے میں یقیناً ناکام رہے گا۔ مارکو پولو کا اب خدا حافظ تھا۔ ایم سن کی اب ایک ہی آرزو تھی کہ وہ زندہ گرفتار نہ کیا جائے۔

مقدمے کی طویل کارروائی اور آخر میں پھانسی۔ اس ذلت سے تو یہ ہی بہتر تھا کہ انگریزوں سے جنگ کرتا ہوا بہادروں کی طرح مارا جائے۔

ایم سن اس ناگزیر جنگ سے بچنے کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ اگرچہ جہاز کو ذرا سا موڑ دیا جائے تو اس کا دایاں پہلو کشتیوں کے سامنے ہو جائے گا اور اس طرح چار پونڈ کی توپ کے لوگوں سے ایک حد تک بچا جا سکے گا۔ پی نیس کی چار پونڈی توپ کا ایک گولہ مارکو پولو کو کافی نقصان پہنچا سکتا تھا۔

ایم سن نے گھوم کر ہارویٹ کی طرف دیکھا۔ اسے تو وہ بھول ہی گیا تھا۔ ہارویٹ کھاڑی میں داخل ہو رہا تھا اور اس کے عقب میں دور تک دھوئیں کا بادل سا سطح آب میں پھیلتا چلا گیا تھا۔ ہارویٹ توپ کی زد میں تھا تو کیا وہ توپ کا رخ ہارویٹ کی طرف کر دیں؟

لیکن اگر ایسا کیا تو کشتیوں کو مارکو پولو تک پہنچنے اور کشتی والوں کو مارکو پولو پر چڑھنے کا موقع مل جائے گا تو پھر کیا کیا جائے؟ کیا وہ لوگ کشتیوں کو غرق کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے؟ یا کشتی والوں کو جو مارکو پولو پر چڑھ جائیں گے' شکست دے سکیں گے؟' لیکن مارکو پولو پر اگر بیس آدمی اور ہوتے تو وہ شاید انگریزوں کو شکست دے سکتے تھے' لیکن آدمی آئیں کہاں سے؟

ایم سن نے مایوس نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور اس کی نظریں شینائیوں پر آ کر ٹھہر گئیں۔ شینائی جہاز کے ربع عرشے پر بیٹھے حیرت اور دلچسپی سے ان کارروائیوں کو دیکھ رہے تھے وہ شینائیوں کے قریب پہنچا اور کینائی مترجم سے کہا۔

''شینائیوں سے کہو کہ وہ کشتیاں ہم پر حملہ کرنے آ رہی ہیں۔ ان سے کہو اگر کشتی والوں نے ہمیں شکست دے دی تو وہ شینائیوں کو عباسا یا کسی ایسے ملک میں لے جائیں گے جہاں نہ گائیں ہیں' کہ شینائی ان کا دودھ اور خون پی سکیں اور نہ کنواری لڑکیاں کہ شینائی ان سے دل بہلا سکیں۔ یہ لوگ شینائیوں سے ان کے بھالے بھی چھین لیں گے اور ان سے عورتوں کے سے کام لیں گے اور انہیں ''بوائے'' کہہ کر پکاریں گے۔ اس نے کچھ خیال کئے بغیر بے چینی اور گھبراہٹ میں نوآبادکاروں کی نقل کر دی کہ وہ کس طرح اپنے نوکروں کو بلاتے ہیں۔

اور جانتے ہو بوائے کا مطلب کیا ہوتا ہے ''کم عمر لڑکا'' ہاں یہی کہہ کر پکاریں گے وہ ان بہادروں کو۔ جنہوں نے اپنے بھالوں سے شیر اور اپنے دشمنوں کو مارا ہے۔''

نوجوان ایم سن کی تقریر کا ترجمہ کرنے لگا۔ ایم سن بے چینی سے منتظر رہا اور جب کینائی نوجوان ترجمہ ختم کر چکا تو ایم سن نے کہا۔

''یہ لوگ تمہیں اپنے گھر میں جانے کی اجازت نہ دیں گے کیونکہ یہ لوگ بزدل ہیں۔ سالیوں کے دوست ہیں اور نہیں چاہتے کہ تم سالیوں پر حملے کرو۔ چنانچہ یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں اپنے نیزے لے لو اور میری مدد کرو۔ ورنہ تم کبھی میرے ملک میں نہ پہنچ سکو گے۔ جہاں کی لڑکیاں خوبصورت اور تیندوے شیر ہیں۔''

شینائی آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ ایم سن بڑے بے چینی سے ان کے فیصلے کا منتظر تھا۔ شینائیوں کے سردار نے بے حد نیچی آواز میں کینائی مترجم سے کچھ کہا۔ مؤخر الذکر نے فوراً ہی اس کی بات کا ترجمہ کر دیا۔

"سردار کہتا ہے کہ ان کے خیال میں تم سچ کہتے ہو شینائیوں کو ان کے حوالے دے دو۔"

جیمس بھاگتا ہوا آیا اور سلام کر کے بولا۔ "پہلوؤں پر جال لگا دیئے گئے ہیں۔"

"اچھا بندوقوں وغیرہ میں بارود بھر کر تیار رہو۔"

"بندوقیں بھری جا چکی ہیں۔ ملاح تیار ہیں۔"

"زائد تمنچے اور پستول عرشے پر ایک طرف ڈھیر کر دو اور ان شینائیوں کو ان کے حوالے دے دو۔"

جیمس نے اس پر کوئی احتجاج نہ کیا۔ یہ بات نہ تھی کہ وہ ایم سن کا ہر حکم بے چون چرا مان لیتا تھا' نہیں وہ اکثر ایم سن سے اختلاف کرتا تھا اور اس وقت اڑیل ٹٹو کی طرح منہ بند کئے کھڑا رہتا اور اس کے کسی حکم کی تعمیل نہ کرتا' لیکن اب کسی احتجاج کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے سلام کیا اور ایم سن کے حکم کی تعمیل کرنے چلا گیا۔

کشتیاں مارکوپولو کے سرے سے کوئی نصف میل دور تھیں۔ ایم سن بڑی توپ کے قریب پہنچا اور اس کے حلقے کو گھما کر سیدھا کیا جو توپ کے پچھلے حصے پر لگا ہوا تھا اور جس سے نشانہ دیکھا جاتا تھا۔ پی نیس آگے تھی۔ ایم سن منتظر رہا یہاں تک کہ چھوٹی سی ایک موج نے پی نیس کو اوپر اٹھا لیا اور اب وہ حلقے میں بنے ہوئے "وی۔" کے نشان میں تھی جب وہ موج پر سے گری تو ایم سن نے توپ چلا دی' کہ گولہ کشتی تک پہنچے گا تو اس وقت وہ پھر موج پر اٹھ گئی ہوگی۔

ایک گرج ایک شعلہ اور دھوئیں کا ایک بادل جسے فوراً موسمی ہوا نے بکھیر دیا مارکوپولو کے ملاح اس گولے کے نتیجے کے منتظر تھے' بے چینی کی شدت سے ان کے چہرے کھنچ گئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ گولا موج کی چوٹی سے ٹکرا کر اچھلا اور پی نیس کے اوپر ہی اوپر ذرا بائیں طرف سے گزر گیا۔

توپ میں دوسرا گولا ڈالا گیا۔

ایم سن نے نشانہ باندھ کر توپ چلائی اور اس دفعہ اس نے اس وقت توپ چلائی تھی' جبکہ پی نیس موج پر سے پھسل رہی تھی پھر وہی تکلیف دہ انتظار' دفعتاً پانی اچھلا اور پی نیس اس زبردست فوارے میں غائب تھی۔

"خدا کی قسم مار دیا۔" توپ میں گولا بھرنے والا جو اس وقت گولا بھر رہا تھا۔ چیخا اور گولا بھرنا بھول گیا۔

"گولہ بھرو......" ایم سن چیخا۔ "توپ کا رخ پھیر دو۔"

اور اب توپ کا رخ لانچ کی طرف تھا۔

لیکن پھر ایم سن نے نشانہ باندھا بھی نہ تھا کہ پی نیس پھر نمودار ہوئی اسے کوئی نقصان نہ پہنچا

تھا۔ گولا اس کے اِدھر اُدھر گرا تھا کہیں۔

ایم سن کے منہ سے بے اختیار گندی گالی نکل پڑی۔

جس طرح کے ابلتے ہوئے گٹر میں سے بڑا سا چوہا نکل آئے۔ توپ کو پی نیس کی طرف پھیرا جا چکا تھا اور اب اسے پھر گھما کے پی نیس کو دوبارہ حلقے میں لینے کیلئے وقت درکار تھا۔ ایم سن شش و پنج میں پڑ گیا۔ اب کیا کرے وہ پی نیس کو چھوڑ کر لانچ کو بچانے کی کوشش کرے' لیکن پی نیس خطرناک تھی' کیونکہ اس میں توپ تھی اور پہلے اسی کو غرق کرنا ضروری تھا۔

ایک بار پھر پی نیس کی طرف توپ کو گھمایا گیا۔ یہاں تک کہ وہ حلقے میں بنے ہوئے "وی۔" کے نشان میں تھی۔ پی نیس سیدھی مارکوپولو کی طرف چلی آ رہی تھی۔ اس کشتی والوں نے توپ سے بچنے یا ایم سن کو گڑبڑا دینے کی کوشش نہ کی۔ وہ سیدھی یوں چلی آ رہی تھی جیسے عقاب اپنے شکار کی طرف لپکتا ہے۔ دوسری کشتیاں اس کے پیچھے تھیں۔

"احمقانہ خود اعتمادی جو صرف انگریزوں سے مخصوص ہے۔" ایم سن دل میں بولا۔ "بہت اچھا جلد ہی انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

کشتیاں قریب آتی جا رہی تھیں اور ایم سن توپ کے گولے اور کشتیوں کی رفتار کا حساب کتاب لگا رہا تھا کیونکہ پچھلے دو گولوں نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اس نے توپ چلائی...... پھر چلائی۔

اور اب وہ متواتر توپ چلا رہا تھا۔ آگے بڑھتی ہوئی کشتیوں کے درمیان پانی اچھل رہا تھا۔ بعض دفعہ اتنے قریب کہ خیال ہوتا تھا کہ ایک دو کشتیاں اچھلتے ہوئے پانی کے زور سے ہی الٹ جائیں گی۔

لیکن کشتیاں آگے ہی آگے بڑھتی رہیں اور اب وہ آخری ہلے کیلئے منتشر ہونے لگی تھیں۔ لانچ ایک دم سے گھوم گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کے افسر کا ارادہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ مارکوپولو کے بائیں پہلو پر چڑھ جانے کا تھا۔ چنانچہ لانچ اسی طرف آ رہی تھی۔ لانچ مڑی اس کا بایاں پہلو سامنے آیا۔ تو ایم سن نے توپ چلا دی۔

گولا لانچ کے وسط میں لگا۔ چوبی تختے اور کرچیاں فضاء میں اڑیں اس کے چپو زخمی کنکھجورے کی ٹانگوں کی طرح بے تحاشہ ہلنے لگے اور ایم سن نے دیکھا کہ لانچ میں کھڑا افسر گرا' زخمی ہو کر یا مردہ ہو کے یہ ایم سن کو معلوم نہ ہو سکا۔

بقیہ دو کشتیاں اب بھی چلی آ رہی تھیں۔ پی نیس جہاز کے بائیں پہلو کی طرف اور دوسری سیدھی سیدھی مارکوپولو کے سرے کی طرف۔ چنانچہ بارج والے اس طرف سے جہاز پر چڑھنا چاہتے

تھے۔ توپ اب بیکار تھی۔

چنانچہ ایم سن نے قریب پڑا ہوا تیغہ اٹھا لیا۔ اس نے اپنے پیچھے ننگے پیروں کی چاپ سنی۔ جیمس نے بھی بارج کا ارادہ بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ وہ چار ملاحوں اور دس شینائیوں کے ساتھ ایم سن کی مدد کو دوڑا چلا آرہا تھا۔ شینائی اپنے بھالے لئے ہوئے تھے اور ایم سن یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ دشمن کو زخمی کرنے اور سمندر میں دھکیل دینے کیلئے ان بھالوں سے بہتر کوئی دوسرا ہتھیار نہ ہوسکتا تھا۔ پتلا لچکدار بھالا جال کے سوراخوں میں سے بآسانی گزر سکتا تھا اور دشمن کے جسم میں سے فوراً ہی واپس کھینچا جاسکتا تھا۔

مارکو پولو ذرا سا گھوم گیا۔

کاؤڈرے نے بغیر کسی حکم کے محض اپنی مرضی سے مارکو پولو کو ذرا سا گھما دیا تھا کہ پی نیس توپ کی زد میں آجائے۔ فوراً ہی ایم سن نے بائیں پہلو والی چار پونڈ توپ کی گرج سنی تھی۔ فاصلہ اتنا کم تھا کہ نشانہ بمشکل خطا کرسکتا تھا۔ پی نیس کے اردگرد کا پانی پھٹ کر گویا کف میں تبدیل ہوگیا اور پی نیس کے چند ملاح یقیناً زخمی ہوگئے۔ پی نیس کی توپ نے گرج کر جواب دیا اس کا گولہ کہاں گرا۔ یہ ایم سن نہ جان سکا۔ پی نیس ایک جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ ادھر بارج جہاز کے سرے کے نیچے پہنچ گئی تھی۔

بہت سے پستول ایک ساتھ بڑبڑا اٹھے۔

اس باڑ کا معلوم ہوتا ہے کوئی اثر نہ ہوا۔ بارج والے زنجیریں اور رسے پکڑنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تقریباً پندرہ آدمی تھے۔ بارج میں دو آدمیوں نے لنگر پکڑنے کے لئے ایک ساتھ چھلانگ لگائی ایک لنگر سے لٹک گیا اور دوسرا قلابازیاں کھاتا کھاڑی میں گرا اور پھر آدمی جہاز کی دونوں پہلوؤں کی دیواروں کی چوٹیوں پر نمودار ہوئے۔

وہ لوگ جالوں سے لٹکے تیغوں سے انہیں کاٹنے کی کوشش کررہے تھے۔ ایم سن نے ایک شخص کی طرف اپنا پستول اٹھایا' لیکن اس سے پہلے کہ وہ لبلبی دباتا ایک شینائی کے بھالے کا پھل بجلی کی طرح چمک کے اس انگریز کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ اس نے خون اگلا اس نے تیغہ پھینک کر پستول نکالا اور گرتے گرتے اپنے قاتل کی طرف چلا دیا۔ شینائی اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر چرخی کی طرح گھوما اور مردہ ہو کر ایم سن پر گرا۔

ناگہاں ان کے چاروں طرف گولیاں چلنے لگیں۔ انگریز جن کے پستول اب تک خاموش تھے۔ پستول چلانے لگے تھے۔ ایک گولی ایم سن کے چہرے کو تقریباً چھوتی ہوئی گزر گئی دوسرے ہی لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے کندھے کی ہڈی میں لاوا بھر دیا گیا ہو۔

گولی اس کے کندھے کو توڑ گئی تھی۔ گولی کے دھکے کو برداشت نہ کرکے وہ گھٹنوں کے بل گرا اس کے عین سامنے ایک انگریز افسر جال سے مکڑی کی طرح لٹک رہا تھا' وہ اپنے پستول کی نال کو جال کے ایک سوراخ میں سے گزار چکا تھا اور لبلبی دبانے کی تیاری کررہا تھا۔ ایم سن اس کی گولی سے بچنے کیلئے دائیں پہلو پر لڑھک گیا۔

عین اسی وقت انگریز افسر نے لبلبی دبا دی لوہے سے لوہے کے ٹکرانے کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ افسر کے پستول کی ہتھوڑی خالی یا شاید سیلے ہوئے کارتوس پر پڑی تھی۔

ایم سن نے عرشے پر لیٹے ہی لیٹے اپنے پستول کا رخ افسر کی طرف کردیا' جو انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں گھوڑا چڑھانے کی کوشش کررہا تھا۔ پھر اس نے ایم سن کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور قابل رحم مایوسی عیاں تھی۔ ایم سن نے لبلبی دبا دی اور افسر کے کوٹ میں دھواں اگلتا ہوا سوراخ پیدا ہوگیا' لیکن اب بھی جال سے لٹکا ہوا تھا' ایم سن نے دوسری گولی چلائی اور پھر کوشش کرکے اٹھ کھڑا ہوا۔

مارکو پولو کے ملاح خوشی سے چلا رہے تھے۔ بارج والوں کو شکست دے دی گئی تھی۔ ایم سن لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھا اور گرنے سے بچنے کیلئے جال میں انگلیاں پھنسا دیں۔ بارج مارکو پولو کے قریب سے ہٹ رہا تھا۔ اس میں ایک انگریز کی لاش پڑی ہوئی تھی اور اس کے عقبی حصے میں ایک دیو ہیکل ملاح بیٹھا تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کررہا تھا اور آگے پیچھے جھوم رہا تھا۔ وہ بری طرح زخمی تھا۔ تقریباً نصف درجن زخمی انگریز کھاڑی میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور وہ بھی بچنے والے نہ تھے۔ بہت جلد شارک مچھلیاں انہیں کھانے کیلئے دوڑ پڑیں گی۔

اور اب ایم سن کو احساس ہوا کہ جہاز کے درمیانی عرشے پر زور وشور سے جنگ ہورہی تھی' پی نیس والے اوپر چڑھ کر اور جال کاٹ کر عرشے پر پہنچ گئے تھے۔

وہ لوگ جو جہاز کے اگلے حصے پر تھے اور بارج والوں کو شکست دے کے خوشی کے نعرے لگا رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں کی مدد کو دوڑ پڑے۔

''اپنے پستول بھر لو۔'' ایم سن چیخا۔

پی نیس والے آخر کار تربیت یافتہ سپاہی تھے اور صرف تیغوں اور بھالوں سے ان کا مقابلہ نہ کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ پی نیس والوں کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ تیس یا اس سے بھی زیادہ لیکن ملاحوں اور شینائیوں کے جنگی نعروں میں خود اپنی آواز بھی نہ سن سکا۔

چنانچہ وہ جنگلے سے پیٹھ ٹکا کر کھڑا ہوگیا اور اپنا پستول بھرنے لگا۔ اس عمل سے اس کے کندھے میں ناقابل برداشت درد کی ٹیس اٹھی جو لہراتی ہوئی انگلیوں کی پوروں تک پہنچی۔ اس پر بے ہوشی طاری

ہونے لگی۔ اس نے درد برداشت کرنے کے لئے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے جنگلے کی ٹھنڈی سلاخ کو بھینچ لیا۔

فضاء میں ایک دم سے سیمی لکیریں سی کھنچ گئیں۔ یہ لکیریں جہاز کے سرے کی طرف سے درمیانی عرشے کی طرف بڑھیں۔ ان شینائیوں نے جو ایم سن کے ساتھ تھے۔ اپنے بھالے پھینکے تھے۔ ایک بھالا پی نیس کے نائب کپتان کے بدن میں ترازو ہوگیا۔ دوسرا ایک انگریز کی ٹانگ میں چھید کرگیا اور اسی شدت سے پیچھے کھڑے ہوئے دوسرے انگریز کے سینے پر پڑا اور اسے عرشے سے ٹانک دیا۔ تین ملاح کٹی ہوئی جالیوں کے سوراخ میں سے گزر کر عرشے پر آرہے تھے کہ ایک ساتھ تین بھالے ان کے سر وسینے میں پیوست ہوگئے۔ تینوں الٹ کر پیچھے گرے۔

جیمس اپنے ہاتھ میں تیغہ ہلاتا اور پاگلوں کی طرح چیختا اوپری عرشے پر چڑھ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی تقلید کی۔

ایم سن اتنی نقاہت محسوس کررہا تھا کہ اپنے ساتھیوں کا ساتھ نہ دے سکا تھا۔ اس نے پستول کی نالی جنگلے کی سلاخ پر لگادی اور اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ان لوگوں پر اندھا دھند گولیاں چلانے لگا۔ جو پی نیس میں سے مارکو پولو پر چڑھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے جن کی قیادت جیمس کررہا تھا۔ جالی سے لٹکتے ہوئے انگریزوں پر حملہ کردیا اور پھر جہاز کے درمیانی عرشے پر کھچڑی پکنے لگی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہوا۔ پی نیس کے افسر اپنی سرخ وردی کی وجہ سے الگ پہچانے جاتے تھے۔

پستول کا دھواں اتنا گاڑھا ہوگیا تھا۔ لوگ صبح کی دھند میں لڑتے معلوم ہوتے تھے۔ پستول کے پٹاخے برابر سنائی دے رہے تھے۔ زخمیوں کی چیخوں' جنگ کرنے والوں کے نعروں اور تیغوں کی جھنکاروں نے ایک چھوٹی موٹی قیامت بپا کردی تھی۔ پستول کے کالے دھوئیں میں تیغے' تلواریں' بار باریوں چمک رہی تھیں' جس طرح بادلوں میں بجلی۔ عرشے پر خون اتنا بہہ گیا تھا کہ لڑنے والوں کے پاؤں پھسل پھسل جاتے تھے۔ ایم سن نے ایک انگریز کو ایک شینائی کی لاش پر سے گھبرا کر اٹھتے دیکھا۔ وہ لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہٹا اور پھر مردہ ہوکر گر پڑا۔

ایم سن نے اوپری عرشے پر سے نیچے اترنے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ زینے تک پہنچتا' جنگ ختم ہوچکی تھی۔ زیادہ تر کشتی والے جال میں سے گزرنے میں ناکام رہے تھے۔ چنانچہ بہت تھوڑے انگریز عرشے میں پہنچ پائے تھے۔ اور ان میں سے زیادہ تر جالیوں کے قریب مارے گئے تھے۔ گنتی کے انگریز جال کے سوراخ میں سے نکل کر اپنی جانیں بچالے گئے تھے۔ وہ یا تو پی نیس پر کود پڑے تھے یا پھر کھاڑی میں جاپڑے تھے۔

دفعتاً جہاز کے بائیں عرشے پر سے شور سنائی دیا۔ انگریزوں کا ایک نیا دستہ مارکو پولو پر چڑھ

رہا تھا۔ خدا جانے کہاں سے آگئے تھے۔ یہ لوگ! ایم سن کی نظر کے سامنے جہاز کا پورا عرشہ لرز رہا تھا اور اس کے دماغ میں انجن سے چل رہے تھے۔ تاہم اس نے اندازہ لگایا کہ وہ لاؤنچ والے تھے۔ مارکو پولو والے لانچ کو تو بھول ہی گئے تھے۔

وہ لوگ جو درمیانی عرشے پر تھے۔ ان نئے آنے والوں کی طرف دوڑ پڑے۔ شینائی جوش سے چیخنے لگے اور بھالے ہلاتے ہوئے آگے بڑھے اور جال میں لٹکے ہوئے انگریزوں کو چھید کررکھ دیا۔ پھر دائیں عرشے پر سے شور سنائی دیا۔ پی نیس کے بچے کھچے انگریز پلٹ آئے تھے اور جال کے سوراخ میں سے نکل نکل کر عرشے پر کودرہے تھے۔

چنانچہ وہ لوگ جو درمیانی عرشے پر تھے دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے اور اب مارکو پولو والے پیٹھ سے پیٹھ ملائے جنگ کررہے تھے۔ ایم سن نے اپنے پستول کی آخری دو گولیاں پی نیس والوں پر خالی کردیں۔

وہ پھر پستول بھر رہا تھا۔ اس کی انگلیاں لحہ بہ لحہ سن ہوتی جارہی تھیں۔ ایک انگریز جہاز کے درمیانی حصے پر آپس میں الجھے ہوئے لوگوں کی بھیڑ میں سے نکلا اور اپنا تیغہ ہلاتا جہاز کی طرف دوڑا۔

اب پستول بھرنے کا وقت نہ تھا۔ چنانچہ اس نے پستول پھینک دیا اور ایک دم سے انگریز پر جاپڑا۔

انگریز اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ وہ ایم سن کو لئے ہی نیچے عرشے پر لڑھک گیا۔

ایم سن نے اپنا بڑا سا چاقو برآمد کیا اور انگریز کے پیٹ میں اتار دینا چاہا لیکن اس کا دایاں ہاتھ تقریباً بیکار ہوچکا تھا۔

انگریز نے اپنے ہاتھ سے ایم سن کا ہاتھ عرشے پر گویا ٹانک دیا۔

اور ایک گھٹنے پر اٹھ کر دوسرے ہاتھ سے تیغے کی نوک ایم سن کے حلق میں رکھ دی۔ ایم سن کی آنکھوں کے سامنے موت ناچ گئی۔

* * *

دفعتاً کچھ ہوا۔

ایم سن اپنی زندگی سے مایوس ہوچکا تھا کہ شینائی بھالے کے خون اگلتی ہوئی نوک انگریز کے حلق میں سے نکلتی نظر آئی وہ ایسی تیزی اور سنسناہٹ سے آئی تھی کہ اگر ایم سن نے اپنی گردن دوسری طرف نہ موڑلی ہوتی تو بھالے کا پھل اس کے حلق میں بھی پیوست ہوجاتا۔ بھالے کی سرخ نوک اس کے گال کے قریب سے گزری اور اس کے کان کو گہرا چرکا لگاتی ہوئی عرشے میں پیوست ہوگئی۔

انگریز کے ہاتھ سے تیغہ چھوٹ گیا اور وہ خود پن سے ٹانکی ہوئی زندہ تتلی کی طرح بھالے میں تڑپنے اور اچھلنے لگا۔ ایم سن مرتے ہوئے انگریز کے بوجھ تلے پسا جارہا تھا۔ تڑپتے ہوئے انگریز کا

ایک ہاتھ ایم سن کے زخمی کندھے پر لگا اور وہ بلبلا اٹھا۔ انگریز کے حلق سے بہتا ہوا خون ایم سن کے چہرے اور آنکھوں پر گر رہا تھا۔ وہ گھسٹ کے مرتے ہوئے انگریز کے نیچے سے نکلا اور جنگلے کا سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

مارکو پولو پر انگریزوں کا قبضہ تھا اور درمیانی عرشے پر جنگ بدستور جاری تھی۔ انگریزوں کے خیال میں نہ جانے کیوں یہ بات نہ آئی کہ اوپری عرشے پر پہنچ کر کاڈڑے کے ٹکڑے اڑا دیتے۔ جو رخ بدلنے کا پہیہ سنبھالے ہوئے تھا۔ اگر انہوں نے ایسا کیا ہوتا تو وہ مارکو پولو۔ رخ پھیر دیتے اور پھر چشم زدن میں ہارویٹ ان کے جہاز کے قریب ہوتا اور مارکو پولو والوں کو شکست ہو چکی ہوتی۔

لیکن انگریزوں نے ایسا نہ کیا...... کیوں؟ ایم سن نے اپنے دھندلاتے ہوئے دماغ پر زور ڈالا۔ درمیانی عرشے پر بدستور جنگ ہو رہی تھی۔ لیکن ان گتھم گتھا لوگوں میں انگریز افسروں کی سرخ وردیاں نظر نہ آ رہی تھیں۔ اور اب معمہ حل ہو گیا۔ انگریزوں کے سارے افسر مارے جا چکے تھے اور انگریز سپاہی کتوں کے سے اندھے جوش میں لڑ رہے تھے۔ لیکن چونکہ بغیر افسروں کے تھے اس لئے کوئی مناسب تدبیر ان کی سمجھ میں نہ آ سکتی تھی۔

بہرحال وہ افسروں کے بغیر بھی لڑ رہے تھے۔ ایک دستہ جال کے نچلے سرے اٹھانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور تازہ دم انگریز عرشے پر کود رہے تھے۔

ایم سن کے قریب ہی مارکو پولو کی دو توپیں تھیں۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے ان کے قریب پہنچا اور ایک توپ کا رخ لاؤنچ والوں کی طرف پھیرنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن وہ اسے ہلا بھی نہ سکا۔

وہ شینائی جس کا بھالا انگریز کا حلق چیر کے عرشے کے تختے میں پیوست ہو گیا تھا۔ اب تک اپنا بھالا نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ پاگل ہو گیا تھا۔ وہ اپنے بدن کو جھٹکے دے رہا تھا وہ کمر میں سے دہرا ہوتا اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ سیدھا ہو جاتا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔ وہ اپنے بدن کو یوں جھٹکے تو دے رہا تھا لیکن بھالا نکالنے کے لئے ذرا بھی زور نہ لگا رہا تھا۔ ایم سن توپ کو چھوڑ کر اس شینائی کے قریب پہنچا اور گرنے سے بچنے کے لئے شینائی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''میری مدد کرو......'' اس نے ساحلی زبان میں کہا۔

شینائی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ وہ بدستور بڑبڑاتا اور اپنے بدن کو جھٹکے دیتا رہا۔ بڑی مشکل سے اس نے شینائی کے ہاتھ بھالے پر سے چھڑائے اور اسے توپ کی طرف لے چلا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور گرنے سے بچنے کے لئے شینائی کے کندھے پر جھکا ہوا تھا۔

شینائی ایم سن کے ساتھ چلا۔ وہ اب بھی بڑا بڑا رہا تھا۔ اب بھی اپنے بدن کو جھٹکے دے رہا تھا۔ ایم سن نے شینائی کے دونوں ہاتھ توپ کی نالی پر رکھ دیئے اور پھر خود بھی توپ کو دھکیلتے ہوئے

بولا۔

''دھکیلو......دھکیلو۔''

شینائی اسی طرح نیم' توجہ کی سی حالت میں رہا۔ وہ برابر اپنے بدن کو جھٹکے دے رہا تھا اور بڑبڑا رہا تھا۔

''اف......اف......اف۔''

ایم سن اسے اسی حالت میں چھوڑ کر گرتا پڑتا بھالے کے قریب پہنچا اور بڑی کوششوں کے بعد بھالا نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ بھالا ہاتھ میں لے کر وہ شرابیوں کی طرح جھومتا اور لڑکھڑاتا پھر توپ کے پاس پہنچا اور بھالے کو نالی پر ٹکے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایم سن سوائے اس کے اور کچھ نہ کر سکتا تھا کہ بھالے کا قبضہ شینائی کے ہاتھ پر ہی رکھ دے۔ بھالے کا قبضہ شینائی کے ہاتھ میں رکھ کر ایم سن نے اس پر اپنے غیر زخمی ہاتھ اور پورے بدن کا زور ڈال دیا۔ بھالے کے نیچے شینائی کی انگلیاں کڑکڑائیں اور اس کے ناخنوں کی جڑوں میں سے خون پھوٹ نکلا۔ لیکن شینائی پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور اپنے بدن کو جھٹکتا رہا۔ اور اف۔ اف'' کرتا رہا۔

توپ آہستہ آہستہ گھومنے لگی۔ یہاں تک کہ اس کا رخ درمیانی عرشے کی طرف ہو گیا۔ ایم سن نے انگریز افسروں کی آواز کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

ہارویٹ والے بیچ کے بڑے مستول کی طرف۔''

اور اس نے دیکھا کہ! بیچ کے مستول کے قدموں میں تیغ ہو رہے وہ لوگ بدستور جنگ کر رہے تھے اور انہیں یہ دیکھنے کی فرصت ہی نہ تھی کہ مستول کے قریب جمع ہونے کا حکم کس نے دیا ہے۔ ایم سن تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا اور پھر اس نے توپ چلا دی۔ ایک زبردست دھماکہ ہوا اور جہاز کے دائیں پہلو کی چوبی دیوار صاف اڑ گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح مارکو پولو کے چند شینائی بھی مارے گئے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

ایم سن نے چیخ کر کہا

''دوستو! کشتی کے ان چند دشمنوں کو دھکیل دو سمندر میں۔ بس ایک حملہ اور......''

وہ زینے کی طرف بڑھا لیکن ابھی چند ہی قدم چل پایا تھا کہ گھٹنوں کے بل گرا وہ بڑی مشکل سے کوشش کر کے اٹھا تو دیکھا کہ انگریزوں کو شکست ہو گئی تھی' کئی انگریز سوراخ میں سے کود کر جال میں الجھ گئے اور بعض بدحواسی کے عالم میں جال پر چڑھنے لگے۔ زخمی بھوت کی طرح غراتے ہوئے شمائل نے توپ کا ایک گولہ اٹھایا اور اسے پی نیس میں پھینک دیا۔ پی نیس کے پیندے میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا۔ کشتی میں تیزی سے پانی بھرنے لگا اور وہ بیٹھنے لگی۔

کاؤڈرے چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا۔ ایم سن نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ہارویسٹ اب بھی اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ ہارویسٹ کی سب سے بڑی توپ داغی گئی تھی۔ اس کا گولا کہاں گیا اور کہاں گرا یہ ایم سن معلوم نہ کرسکا۔ کاؤڈرے کی کھڑکھڑاتی آواز سنائی دی۔

"ہوشیار...... جہاز کا رخ بدلا جارہا ہے۔ اے......اے"

"اس بوڑھے کا دماغ چل گیا ہے۔ شاید۔" ایم سن بڑبڑایا۔

وہ احمقوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا اور اب اس نے دیکھا کہ مارکو پولو کھاڑی میں سے نکل رہا تھا۔

جنگ تیس منٹ یا اس سے بھی کم وقت تک جاری رہی تھی لیکن ایم سن کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کھاڑی میں داخل ہوئے انہیں کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ مارکو پولو کے پیچھے کھاڑی میں ہارویسٹ کی کشتیوں کے تختے اور انگریزوں کی لاشیں تیر رہی تھیں۔ قریب ہی شکستہ لانچ تھی اور چند انگریز اس کے ماتحتوں سے چھپکلیوں کی طرح چپکے ہوئے تھے۔

"رخ موڑنے کیلئے ہوشیار...... آر...... آ......روہو"

کاؤڈرے جو کچھ کررہا تھا۔ ٹھیک ہی کررہا تھا۔ جہاز ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اگر وہ اسی رخ چلتا رہا تو ساحل کی ریت میں دھنس جائے گا۔"

بادبان موڑنے کی رسیاں کھول دی جائیں۔" ایم سن نے چیخنا چاہا مگر اس کے حلق سے صرف غراہٹ کی سی آواز نکلی۔

"جہاز کا رخ موڑ دو......" اس نے بڑی کوششوں کے بعد کہا۔

اور فوراً ہی عرشے پر اوندھے منہ گرا اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور اسی کوشش میں بیہوش ہوگیا۔

✤ ✤ ✤

قافلہ اتنا زبردست تھا کہ اس کا آخری سرا دور افق میں گم تھا۔ حالانکہ اگلا سرا بہت آگے تھا افریقہ کا سورج آگ برسا رہا تھا اور تھوڑی دور آگے ہی بخارات کا باریک پردہ تنا ہوا تھا۔ جس کے پیچھے ہر چیز لرزتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

سپاہیوں، محافظوں اور باربرداروں کی قطار آگے بہت آگے تک اور پیچھے بہت پیچھے تک چلی گئی تھی۔ ایم سن اردگرد کا جائزہ لینے اور اس منظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے ایک ٹیلے پر چڑھ گیا تھا۔ ان کا قافلہ اب تک شینائیوں کے علاقے سے باہر نہ آیا تھا۔ چنانچہ قافلہ غیر محفوظ تھا۔ کسی جگہ کوئی ایسا مقام نظر نہ آرہا تھا کہ ناگہانی حملے کے وقت وہاں پناہ لی جاسکے اور وہ علاقہ خطرناک تھا کہ کب کوئی وحشی قبیلہ قافلے پر حملہ کردے۔

اور یہ بھی کسی کو معلوم نہ تھا کہ پانی کہاں ملے گا؟ آگے کہیں قریب ہی کوئی چشمہ، کوئی تالاب یا پانی کا کوئی کھڈ ہے بھی یا نہیں؟ اگر ہے تو قافلہ اس تک کتنی دیر یا کتنے دنوں میں پہنچے گا؟ اور نہ ہی کوئی حتیٰ کہ بن یامین بھی یہ جانتا تھا کہ اس قافلے میں کتنے آدمی ہیں۔ راستے میں جب بھی باربرداروں پر دھن سوار ہوتی۔ وہ سامان پھینک پھینک کر اور بعض دفعہ سامان لے کر بھاگ جاتے۔ چنانچہ راستے میں پڑتی ہوئی بستیوں میں سے آدمی لے کر ان مفروروں کی کمی پوری کردی جاتی تھی۔ اکثر وحشی بہ خوشی ساتھ ہو لیتے۔

لیکن چند اڑیل ایسے بھی ہوتے جو ساتھ آنے سے انکار کردیتے۔ چنانچہ انہیں جبراً ساتھ لے لیا جاتا۔ باربردار جو مع سامان کے فرار نہ ہوتے راستے کے کنارے پر سامان پھینک جاتے۔ چنانچہ قافلے کو مجموعی طور پر زیادہ سے زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔ صرف بن یامین کو جس کے ساتھ اس کی بیس خاص کنیزیں تھیں اور جو پردے والی ڈولیوں میں سفر کررہی تھیں۔ کم سے کم چار سو باربرداروں کی ضرورت تھی۔ لیکن بن یامین کو چاندی کے برتنوں اور جواہرات کے بکسوں کا اتنا خیال نہ تھا جتنا کہ ان بکسوں کا جن میں گولا بارود تھا۔ کیونکہ ان کی کامیابی کا انحصار انہی بکسوں پر تھا۔

✤ ✤ ✤

ایم سن نے کوئی ننانوے بار حیرت سے سوچا کہ حشام بن حمیر کس طرح افریقہ کا بے تاج بادشاہ بن گیا۔ وہ بڑا بے پرواشخص تھا۔ احتیاطی تدابیر کرنا تو گویا جانتا ہی نہ تھا اور نہ ہی کبھی کسی کام کا نقشہ پہلے سے بناتا تھا۔ بس اللہ کا نام لے کر جو کام کرنا ہوتا اس کی طرف اندھا دھند چل پڑتا تھا اور جب تک اسے پورا نہ کرلیتا اس بے پروائی اور اندھا دھندی کے باوجود بن یامین کو کبھی ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑا تھا۔ جہاں گیا کامیابی نے اس کے قدم چومے اور فتح و نصرت اس کے جلو میں چلی۔

اور کوئی ننانوے دفعہ ایم سن نے دل ہی دل میں بن یامین کی بہادری اور اس کی حیرت انگیز کامیابیوں کا اعتراف کیا۔ وہ حیران تھا کہ بن یامین کی کامیابی کا راز کس چیز میں مضمر ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ راز اس کی بے پروائی اور اندھا دھندی میں مضمر تو ہو نہیں سکتا تھا۔ پھر خدا کی ذات پر بھروسہ؟ شاید......

"وہ کچھ بھی ہو بن یامین بہرحال افریقہ کا بے تاج بادشاہ ہے ایسا شخص نہ پہلے کبھی پیدا ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔"

ایم سن دل میں بولا۔

اور اب بھی وہ بن یامین کے قافلے کا ایک فرد تھا۔ اب وہ بھی اس مشین کا ایک پرزہ تھا۔ جسے بن یامین کے ہاتھ چلاتے تھے۔ ایک پرزہ ان فرالیوں کی طرح جو چابک بجا بجا کر باربرداروں کا

ریوڑ ہنکار رہے تھے۔ ری او پہنچ کر وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا تھا اور مارکو پولو کو آخری سلام کہنے
کے بعد جب وہ ہشیم پہنچا تو یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اس کے قدم آگے ہی آگے بڑھتے جائیں گے۔
اب وہ پلٹ کر اپنے وطن اور مہذب دنیا کی طرف نہ جائے گا۔ واپس لوٹنے کی ساری راہیں خود اس
نے بے کار اور مسدود کر دی تھیں۔

بن یامین نے اسے فاتح اندلس طارق بن زیاد کا واقعہ سنایا تھا کہ کس طرح اس نے اندلس کی
سرزمین پر قدم رکھتے ہی سارے جہاز جلا دیئے تھے اور اپنی فوج سے کہا تھا کہ آگے سرسبز و شاداب
ملک ہے اور پیچھے سمندر چنانچہ پیچھے ہٹنے کا خیال دل میں نہ لاؤ اور آگے بڑھتے چلو۔ جہاں تک پہنچ
جاؤ گے وہاں تک کا ملک تمہارا ہوگا اور پھر بن یامین نے کہا تھا کہ ایم سن کو بھی اب اسی طرح آگے
بڑھنا اور واپس لوٹنے کا خیال دل میں نہیں لانا ہے۔ طارق بن زیاد اور اس کی فوج نے خدا کی مدد
اور خود اپنے عزم اور یقین سے اندلس فتح کر لیا تھا اور ہم" بن یامین نے کہا تھا۔ "خدا کی مدد سے
بانترو فتح کر لیں گے۔"

چنانچہ اب اس کی زندگی اور ساری باتوں کا انحصار بانترو کی فتح اور خود اس کی حاکمانہ قابلیت اور
حسن انتظام پر تھا۔ بانترو میں اسے بن یامین کا "پاشا" بن کے رہنا تھا۔ وہاں اسے حکومت کرنا تھی
اور وہ خود نہیں جانتا تھا کہ بطور ایک حاکم کے وہ کہاں تک کامیاب رہے گا۔ ویسے اس کا دماغ نقشے بنا
رہا تھا اور یہ نقشے بڑے دل خوش کن اور امید افزاء تھے۔ ایم سن بہرحال ناامید نہ تھا۔ اسے یقین نہ
سہی امید ضرور تھی کہ وہ بانترو کا انتظام عمدہ طریقے اور اعلیٰ پیمانے پر کر سکے گا کیونکہ خود بن یامین اس
کی راہبری کرنے اور مناسب مشورے دینے کے لئے موجود تھا اور اس بوڑھے عرب جیسا تجربے کار
شخص دنیا میں شاید ہی کوئی اور ہو۔ جو افریقیوں کی رگ رگ سے واقف تھا۔ چنانچہ ایم سن مطمئن
تھا۔ سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی انسانوں کی قطار میں سے دو سائے الگ ہو کر گھاس کے اس
میدان کی طرف بڑھے۔ جس میں گھٹنوں گھٹنوں اونچی گھاس اگ رہی تھی اور اسی میدان کے ایک
ٹیلے پر ایم سن کھڑا تھا۔ ان سایوں کے پیچھے غلاموں کا چھوٹا سا گروہ چل رہا تھا۔ غلام ان دونوں
سایوں کے سروں پر بھدی سی چھتریاں تانے ہوئے تھے۔ جن پر گل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ وہ غلام
شتر مرغ کے پروں سے ان دونوں کو پنکھا جھل رہے تھے۔

ان دونوں میں سے ایک بن یامین تھا اور دوسری روحانہ۔

وہ دونوں بھی اب پیدل چل رہے تھے۔ چند دنوں پہلے ان کا قافلہ ایک ایسے جنگل میں سے
گزرا تھا جہاں افریقہ کی زہریلی مکھی "ٹیٹسی" کی کثرت تھی۔ چنانچہ اس جنگل میں سے گزرتے وقت
ان مکھیوں نے خچروں اور گھوڑوں کو ڈس لیا تھا اور اس سے پہلے کہ قافلہ اس جنگل میں سے باہر نکلتا ان

کے تمام خچر اور گھوڑے مر چکے تھے۔

حالانکہ بن یامین کسی جوان کی طرح سینہ تان کر چل رہا تھا اور اس کی چال سے شکن ذرا بھی
ہویدا نہ تھی۔ تاہم ایم سن یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ بوڑھے عرب کے لئے یہ سفر بڑا ہی آزمائشی ثابت
ہو رہا تھا۔ دوسری طرف قافلے کی بے ترتیبی اور بدانتظامی ایم سن کے لئے اتنی پریشان کن ثابت نہ
ہو رہی تھی، جتنی کہ روحانہ کا وجود۔ وہ حسام بن حمیر بن یامین کی چہیتی تھی۔ اور بوڑھا عرب ہر وقت اس
کی ناز برداریوں میں مصروف رہتا تھا وہ کبھی اور کسی بھی طرح روحانہ کا دل دکھانا نہ چاہتا تھا۔ اس کی
کوشش یہی ہوتی تھی کہ بہرحال روحانہ کو خوش رکھے۔

وہ خوبصورت لڑکی ہر وقت بن یامین کے ساتھ رہتی۔ سفر میں بھی وہ بن یامین کے کندھے سے
کندھا ملا کے چلتی تھی اور مجاسا چھوڑنے کے بعد ہی اس نے نقاب بھی اتار پھینکی تھی۔ صرف یہی نہیں
بلکہ کئی دفعہ اس نے بن یامین اور ایم سن کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر کھانا بھی کھایا تھا اور کسی
مسلمان خصوصاً کسی عرب گھرانے میں اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"تم اپنے آدمیوں کے ساتھ شکار پر نہیں گئے؟" بن یامین نے مسکرا کر پوچھا۔

ایم سن کے فرالیوں کا خاص دستہ شکار کی تلاش میں گیا ہوا تھا کہ قافلے والوں کو پیٹ بھر کے
گوشت کھلایا جا سکے۔

"جی ہاں...... نہیں گیا۔ میرے آدمیوں کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ بندوق جادو کی نالی نہیں ہے
کہ اس کی آواز ہی سے انسان اور جانور زمین پر لوٹتے نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان کو وہ گولی مارتی ہے جو
بندوق میں سے نکلتی ہے۔ مختصر یہ کہ وہ بندوق کے استعمال سے واقف ہو چکے ہیں اور اسی لئے میں ان
کے ساتھ نہ گیا اور یہ میں نے اچھا ہی کیا۔ اگر میں ہر دفعہ اور ہر وقت ان کے ساتھ رہا تو وہ میری
ذات پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کرنے لگے جائیں گے۔

بن یامین نے اثبات میں سر ہلایا۔

اور یہ نئی بندوقیں واقعی ایک عجوبہ ہیں۔ جب تم نے مجھ سے ایسی بندوقوں کا ذکر کیا تھا جو ایک
ہی وقت میں کئی کئی دفعہ چلائی جا سکتی ہیں تو اس وقت مجھے اعتراف ہے کہ میں نے تمہاری بات
پر شک کیا تھا لیکن تم یہ بندوقیں لے کر آ ہی گئے ہو...... واقعی یہ بندوقیں بہت عجیب ہیں۔"

اور یہ توپیں بندوقوں سے بھی زیادہ کارآمد ثابت ہوں گی۔" ایم سن نے کہا

باربردار جھاڑیوں سے نکل کر میدان میں آ رہے تھے۔ دو آگے تھے اور دو پیچھے اور ان کے
کندھوں پر ایک مضبوط ٹھینا رکھا ہوا تھا۔ جس سے بندھی چار پونڈ کی ایک توپ لٹک رہی تھی۔ ایم سن
اپنے ساتھ دو توپیں لایا تھا۔

پرانا زمانہ گزر گیا۔ اب نیا زمانہ ہے اور نئی چیزیں۔ ہمارے اجداد نے صرف تلواروں سے شام و ایران کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیا تھا لیکن اب توپوں اور بندوقوں کا زمانہ ہے۔ دنیا جتنی زیادہ ترقی کر رہی ہے۔ انسان کا خون اتنا ہی ارزاں ہوتا جا رہا ہے۔ خدا جانے یہ ترقیاں کہاں جا کر دم لیں گی اور دنیا کا انجام کیا ہوگا۔"

بن یامین نے کہا اور پھر بولا۔ "بہرحال ہمیں زمانے کے ساتھ قدم ملا کر چلنا چاہئے۔ اور اسی لئے میں اپنے بیٹے فریاد کو ساتھ لایا ہوں کہ اپنی آنکھوں سے زمانے کو پلٹا دیکھ سکوں۔

اور اس نے اپنا مضبوط ہاتھ ایم سن کے کندھے پر رکھ دیا۔ ایم سن نے اپنا مضبوط ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر بولا۔

"یا عم! اگر خدا نے چاہا تو آپ کا یہ بیٹا! آپ کو مایوس نہ کرے گا۔ آپ کے خیال میں ہم جھیل تک کب پہنچ جائیں گے؟"

"جب خدا نے چاہا۔"

"ادھر پھر چند منازل میں ہی بانتر د پہنچ جائیں گے؟"

"ان شاء اللہ۔"

ایم سن اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولا۔

"یا عم ہمارے پاس پانی بہت کم رہ گیا ہے۔ اگر ہم جلد از جلد جھیل تک نہ پہنچ سکے تو شاید قافلہ آگے نہ بڑھ سکے گا۔ بلکہ مجھے خوف ہے کہ بکھر جائے گا۔"

"اگر خدا کی مرضی یوں ہے تو یونہی ہوگا۔ اب یہ تو ہم کر نہیں سکتے کہ جھیل کو یہاں گھسیٹ کر لائیں یا آسمان سے پانی برسا دیں۔

بہرحال خدا غفور و رحیم ہے۔ اس پر بھروسہ رکھو...... وہ اپنے بندوں کو پیاسا نہ مارے گا۔ تم تو بیٹے ذرا ذرا سی بات پر مایوس ہو جاتے ہو۔ جب ایسی حالت ہو جائے تو اس وقت خدا پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ وہ ساری مشکلیں آسان کر دیتا ہے۔" بن یامین کی نظریں بار برداروں پر جمی ہوئی تھیں۔

وہ بار بردار جو سرخ رنگ کے بکس اٹھائے ہوئے تھے۔ بائیں ٹانگ سے لنگڑاتا ہے۔ یقیناً یک وارم ہے۔ جسے فوراً نکال دینا چاہئے۔ میں نکالتا ہوں جا کر۔" اور وہ روحانہ اور اپنے خدم و حشم کے ساتھ چلا گیا۔

ایم سن نے غور سے اس بار بردار کی طرف دیکھا جس کی ٹانگ میں بقول بن یامین ہک وارم تھا۔ ایم سن کو اس کی چال میں کوئی خامی نظر نہ آئی۔ تاہم وہ جانتا تھا کہ بوڑھا عرب ایسی جزئیات کا ماہر ہے۔ چنانچہ وہ اس بار بردار کے تلوے میں سے ہک وارم نکال کر رہے گا۔ بن یامین اس معاملے

میں بڑا محتاط رہا کرتا تھا۔ لیکن اسے پانی کی پروا نہیں تھی۔ چشمہ' تالاب' یا کھڈا ایک دن کی مسافت پر ہو یا ایک ہفتے کی اس کی بن یامین کو پروا نہ تھی۔ البتہ ایک ہک وارم نکالنا از حد ضروری تھا۔

لیکن جیسا کہ بن یامین نے کہا تھا کہ "خدا غفور الرحیم ہے" چنانچہ ان کا قافلہ اسی رات پانی تک پہنچ گیا اور خدا نے اپنے بندوں کو پیاسا نہ مارا۔ گولر کے بلند و بالا درختوں کے ایک جھنڈ میں ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس چشمے پر ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد قافلہ آگے بڑھا۔ اسی بے ترتیبی اور بے انتظامی سے جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہے تھے۔ زمین دلدلی ہوتی جا رہی تھی۔ راتوں کو مچھر سونے نہ دیتے تھے اس دلدلی علاقے کے مچھر غیر معمولی طور پر بڑے تھے اور بہت بری طرح ڈنگ مارتے تھے۔ چنانچہ سورج غروب ہوتے ہی ایم سن اپنی مسہری میں جا گھستا اور بار بردار الاؤ پر تازہ پتوں کے انبار لگا دیتے اور پھر ان پتوں کے دھوئیں میں ایک دوسرے سے بھڑ کر بیٹھ جاتے کہ ان خوفناک مچھروں سے محفوظ رہ سکیں۔

ایم سن کی مسہری اور پتوں کے دھوئیں کی حدود سے باہر مچھروں کے بھنبھناتے ہوئے بادل منڈلایا کرتے۔

اس دلدلی علاقے میں داخل ہوتے ہی قافلے پر گویا عذابوں کا نزول ہوا۔ کالا بخار' ملیریا اور پیچش۔ قافلے کا ہر شخص ان میں سے ایک نہ ایک مرض میں مبتلا تھا۔ چکنی اور بدبودار دلدل میں سے گزرنے کی وجہ سے بار برداروں کے پاؤں گھٹنوں تک سوج گئے۔ بن یامین نے ان مشکلات کو دیکھا اور اپنی رائے یوں ظاہر کی۔

"میں نے پہلے ہی سے یقین کر لیا تھا کہ اس دلدلی علاقے سے گزرتے وقت ہمارے بہت سے آدمی مر جائیں گے۔ بہرحال ہم اس علاقے سے بھی نکل آئیں گے۔ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کون زندہ رہے گا۔"

"سچ کہا۔ یا عم۔" ایم سن نے جل بھن کر کہا۔ "خدا" تو خیر جانتا ہی ہے۔ لیکن ہم بھی کچھ جانتے ہیں۔ چنانچہ ہر بات خدا کے بھروسے پر چھوڑ دینا حماقت ہے۔"

اور ان کی دوستی کے طویل عرصے کے درمیان آج پہلی دفعہ بن یامین کے بشرے سے ناگواری کے آثار ہویدا ہوئے اور وہ ایم سن کے اس کفر کے کلمے کا کوئی جواب دیئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ وہ سخت برہم ہو گیا تھا۔

بن یامین کے چلے جانے کے بعد ایم سن کو اپنی تلخ کلامی کا بہت افسوس ہوا لیکن یہ افسوس اسے اسکاؤٹوں کو مختلف سمتوں میں دوڑانے سے باز نہ رکھ سکا۔ ان اسکاؤٹوں کو کسی بلند مقام کی تلاش میں بھیجا گیا تھا۔ جہاں قافلہ قیام کر سکے یا اگر کوئی ایسا مقام نہ ملے تو ان کا کام یہ تھا کہ وہ نرسل کاٹ

کاٹ کر دلدل پر بچھا دیں اور اس طرح ایک جزیرہ سا بنادیں۔ ایم سن نے کی بوکو کا استعمال ترک کردیا تھا۔ چنانچہ وہ خود بار برداری کی قطار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگاتا اور جوشیلی تقریروں سے بار برداروں کی ہمت بڑھاتا اوران کی ڈھارس بندھاتا کیونکہ اکثر ایسا ہوا تھا کہ تھکے ہوئے بار بردار دلدل پر لیٹ گئے تھے۔ اور آگے بڑھنے پر انہوں نے نہایت ہی خوفناک اور اذیت ناک موت کو ترجیح دی تھی۔

اور پھر ایک صبح اس گروہ میں سے جو بطور ہراول کے آگے چل رہا تھا۔شور بلند ہوا۔ ایم سن نے بڑے تھکے ہوئے انداز میں سامنے دیکھا۔ ہراول کی ٹیڑھی میڑھی قطار سامنے نظر آتے ہوئے ہرے ہرے ٹیلوں کے سلسلے پر چڑھ رہی تھی۔ وہ لوگ اپنے تیغے ہلا رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔

''خدا جانے اب کیا مصیبت آئی؟'' ایم سن نے سوچا۔

اس کی مایوسی انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ اب وہ ہر واقعہ کو ایک نئی مصیبت ہی تصور کرسکتا تھا۔ یہ صاف قنوطیت تھی۔ اوراس کا ایم سن کو بھی احساس تھا لیکن قافلے پر پے درپے اتنی مصیبتیں نازل ہوئی تھیں کہ اسے سوائے ''مصیبت'' کے اور کسی چیز کا خیال آ ہی نہ سکتا تھا۔

ایم سن گھٹنوں گھٹنوں دلدل میں سے نکل کر ڈھلان چڑھنے لگا اور سخت اور خشک زمین پر قدم رکھتے ہی اس نے بندوق بردار سے رائفل لے کر اپنے کندھے پر رکھ لی۔ بے حد تھکے ہوئے بلکہ تقریباً لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے وہ ڈھلان چڑھنے لگا۔ وہ اپنے آپ کو کسی بدترین مصیبت کے لئے تیار کررہا تھا۔

لیکن اس کے بارے اندیشے غلط ثابت ہوئے۔ ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ سامنے حد نظر تک پانی کی لہریں لیتی ہوئی چادر پھیلتی چلی گئی تھی۔ پانی کا رنگ حیرت انگیز حد تک نیلا تھا۔ دور بہت دور آسمان جھک کے لہریں لیتے ہوئے پانی کی پیشانی چوم رہا تھا۔ پانی کے اس زبردست ذخیرے میں بہت سے جزائر زمردوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے اور ننھی منی لہریں زردی مائل ریتلے ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔

ایم سن دم بخود کھڑا رہ گیا۔

✣ ✣ ✣

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس زبردست جھیل کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر اسے دفعتاً بحیرۂ اوقیانوس کے کنارے پر پہنچا دیا ہو۔ کیونکہ وہ جھیل مغرب، شمال اور جنوب کی طرف حد نظر تک پھیلتی چلی گئی تھی اور تینوں سمتوں میں آسمان اور پانی کی نیلاہٹیں آپس میں گڈمڈ ہوگئی تھیں۔ وہ ملک کا کوئی اندرونی سمندر تھا۔ جس کے چھور کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ وہ افریقہ کا اپنا سمندر تھا۔

اس رات ٹیلوں کی چوٹی پر قیام کیا گیا۔ دلدلی علاقے کے سفر اور قیام کے بعد سخت اور خشک زمین پر رات گزارنا ایم سن کے نزدیک خصوصاً اور سب کے نزدیک عموماً ایک ناقابل یقین راحت تھی۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ انہیں مچھروں سے نجات مل گئی تھی۔ جھیل کی طرف سے ہوا کے ٹھنڈے اور فرحت بخش جھونکے آرہے تھے۔ جو مچھروں کو اس طرف آنے نہ دیتے تھے۔

اور کئی دنوں بعد ایک بار پھر ایم سن اور بن یامین الاؤ کے قریب بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ سورج اس زبردست جھیل میں ڈوب چکا تھا۔ روحانہ دبے قدموں سے آئی اور اپنے آقا کے پیچھے خاموشی سے بیٹھ گئی۔ شفاف آسمان پر اتنے بہت سے تارے نکل آئے تھے کہ ان کے درمیان ذرا سی بھی جگہ معلوم نہ ہوتی تھی۔ جھیل کی طرف سے مینڈکوں کے ٹرانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ بن یامین کا حقہ بڑے مزے میں گڑگڑ کررہا تھا اور ایم سن کا سگار بڑے اطمینان سے جل رہا تھا۔ رات بہت حسین تھی یا شاید ایم سن کو ایسی معلوم ہو رہی تھی۔ حقے کے دو چار طویل کش لینے کے بعد بن یامین نے کہا۔

بیٹے! ہم چند دنوں تک قیام کریں گے تم نے بہت زیادہ محنت و مشقت کی ہے۔ چنانچہ تھک گئے ہوگے بتاؤ۔ کون سی کنیز تمہیں پسند ہے؟ اسے تمہارے خیمے میں بھیج دوں گا۔''

ایم سن ایک سوچ میں پڑ گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا جواب دے؟ کسی بھی کنیز اور وہ بھی سیاہ فام کنیز کے ساتھ سونے کا خیال ہی گھناؤنا تھا۔ لیکن عرب چھوت چھات اور رنگ ونسل کے امتیاز کے قائل نہ تھے۔ ان کے نزدیک سب برابر انسان تھے اور ان میں کسی بھی طرح کی اونچ نیچ قائم کرنا

گناہ تھا۔ چنانچہ بن یامین کے حرم میں اکثر عورتیں حبشنیں تھیں اور خود بن یامین بھی ایک حبشن کے بطن سے تھا۔ ایم سن سوچ رہا تھا کہ کن لفظوں میں انکار کرے کہ بن یامین کو برا معلوم نہ ہو۔ وہ اس ادھیڑ بن میں مصروف تھا اور بن یامین اور روحانہ غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہے تھے۔

"یہ ہے تو ہن برساتی ہے اور جب خفا ہوتی ہے تو موت وتباہی پھیلاتی ہے۔" اس نے جواب دیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ بن یامین جو خود ایک پکا مسلمان تھا۔ اس کے مذہبی جذبات کا احترام کرے گا۔ حالانکہ ایم سن کو مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ بن یامین چند ثانیوں تک خاموشی سے حقہ گڑگڑاتا رہا پھر بولا۔

"یہ بات نہیں ہے بیٹے! سچ بات تو یہ ہے کہ سیاہ فام کنیز کے ساتھ رات گزارنے کا خیال ہی تمہیں اس قدر گھناؤنا معلوم ہوا ہے گویا میں نے کسی جانور کے ساتھ مباشرت کرنے کو کہا ہے۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے ناں؟"

روحانہ بیچ میں ٹپکی۔

"اس میں نفرت اور گھن کی کیا بات ہے ہر عورت کا جسم ایک جیسا ہوتا ہے۔ رنگ سیاہ' سفید ہونے سے کیا فرق پڑجاتا ہے؟"

"سنو...... ایم سن! میری بات غور سے سنو۔ بعض معاملات میں تم پوری دنیا کے شیطانوں سے زیادہ ہوشیار ہو۔ لیکن اکثر معاملات میں اس آدمی کی طرح جو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر چلتا ہے۔ تمہاری قوم کے متعلق میری معلومات محدود ہیں لیکن انگریزوں کا میں نے کئی سالوں تک نہایت قریب سے مطالعہ کیا ہے۔ انگریز دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جنہیں میں زاہد کہتا ہوں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ سب انسان عیسیٰ کی بھیڑیں ہیں۔ چنانچہ اسی اصول کے پیش نظر وہ افریقہ کے وحشی بت پرستوں سے بھی ایسا سلوک کرتے ہیں جیسا کہ اپنے ملک میں شاید اپنے ہمسائیوں سے کرتے ہوں گے۔ یہ سخت غلطی بلکہ حماقت ہے۔ افریقہ کے وحشی ان زاہدوں کی طرح نہیں سوچ سکتے۔ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو ایک پالتو اور جنگلی بلی میں ہوتا ہے۔ حالانکہ دونوں بلیاں ہی ہوتی ہیں۔ زاہدوں کے علاوہ انگزیروں کی ایک دوسری قسم بھی ہے۔ اس کے لوگ افریقیوں کو سیاہ فام کہتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس گروہ کے لوگ کبھی یہ قبول نہیں کرتے کہ ایک سیاہ فام ان کی طرح عقلمند اور ان کی سی قابلیت کا مالک ہوسکتا ہے اور اگر ہو بھی تو یہ لوگ سیاہ فاموں کو قصداً تہذیب وتمدن اور تعلیم تربیت سے دور رکھتے ہیں۔

محض اس خوف سے مبادا سیاہ فام کسی بلند رتبے تک پہنچ کر ان کی برابری کرنے لگ جائے۔ اب اگر وہ سیاہ فام اپنی کوششوں سے تعلیم حاصل کرتا اور تہذیب وتمدن سے واقف ہوجاتا ہے' تب

بھی اسے وہ مقام نہیں دیا جاتا جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔

نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس دوسری قسم کے انگریز افریقہ میں تنہا اور دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں ان انگریزوں کا وجود اسی وقت تک ہے جب تک ان کے پاس بندوقیں اور افریقیوں کے پاس صرف بھالے اور تیر ہیں۔ جب افریقیوں کے پاس بھی بندوقیں آجائیں گی تو موت کا فرشتہ ان انگریزوں کی روح قبض کرتا نظر آئے گا۔"

"اور میں ان دونوں گروہوں میں سے کون سے گروہ سے تعلق رکھتا ہوں؟" ایم سن نے مسکرا کر پوچھا۔

"میرا خیال تھا کہ تم کسی ایک گروہ سے بھی تعلق نہیں رکھتے لیکن اب مجھے اس میں کچھ شک ہو چلا ہے۔ ایم سن! سب سے پہلے ہمیں اور کسی کو بھی افریقیوں کا اعتماد حاصل کرنا چاہئے۔ زاہدوں کی غلطی یہ ہے کہ وہ افریقیوں کو جبراً اپنا مذہب کا دشمن سمجھتے ہیں۔ دوسری قسم کے انگریزوں کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے۔ سوائے اس کے کہ چونکہ وہ افریقیوں سے نفرت کرتے ہیں اس لئے افریقی بھی ان سے نفرت کرتے ہیں۔ افریقیوں سے دکھاوے کے لئے ہمدردی جتانا اور بات ہے اور ان کا اعتماد حاصل کرنا دوسری۔ تمہیں باربرداروں سے ہمدردی ہے اور تم اس کا اظہار بھی کرتے ہو۔ لیکن بیٹے! تمہاری اس ہمدردی میں اور اس ہمدردی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو انسان کو جانوروں سے ہوتی ہے۔ بانترو کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لئے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے۔ میرا مطلب سچی ہمدردی سے ہے۔ تمہیں افریقیوں سے صحیح معنوں میں ہمدردی ہونی چاہئے کہ اگر اس کے پاؤں میں ٹک وارم ہے تو تم خود اسے نکالو گے اسے پانی کے گڑھے تک پہنچا کر نہیں بلکہ اس کے پاؤں کی تکلیف دور کر کے۔ تم اس کا اعتماد حاصل کرسکتے ہو اگر وہ راستے میں پیاسا مرنے لگے تو اس کا الزام وہ تمہیں نہ دے گا۔ لیکن اگر تم نے اس کے پاؤں کی تکلیف دور نہ کی اور مار مار کر اسے کسی تالاب میں یا چشمے تک پہنچا دیا تو پانی پی چکنے کے بعد جب وہ اپنے پاؤں میں تکلیف محسوس کرے گا تو غصے' نفرت اور بے اعتمادی سے تمہاری طرف دیکھے گا اور پہلا خیال اسے یہ آئے گا کہ تمہیں اس کی کوئی پروا نہیں بس یہی خیال اس کے دل میں تمہاری نفرت ڈال دے گا۔

چنانچہ پہلے اس کی تکلیف دور کرنے کے متعلق سوچو اور پھر اسے پانی پلانے کے متعلق اسی صورت میں تم ان کا اعتماد حاصل کرسکو گے۔"

ایم سن سوچ میں پڑ گیا کئی سال تک بردہ فروش رہنے کے بعد وہ اپنے آپ کو زیرک اور افریقیات کا ماہر سمجھ رہا تھا۔ لیکن آج پہلی دفعہ اسے احساس ہوا کہ اس نئے کام کے لئے ایک مختلف قسم کا فن' قابلیت اور طریق کار درکار تھا۔

"یا عم! اپنے عقیدوں اور اصولوں کو تبدیل کرنا آسان کام نہیں۔ تاہم آپ کی اگر مدد شامل ہو جائے تو میں کوشش کروں گا۔"

میں تمہاری کچھ زیادہ مدد نہیں کرسکتا۔ بن یامین نے حقے کا کش لے کر کہا۔ "میرا طریق کار بے حد پرانا ہے۔ نئے طریقوں سے میں پوری طرح واقف نہیں ہوں۔ چنانچہ اب ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو افریقیوں کو میری طرح سمجھ سکتا ہو۔ ان سے اتنی ہی محبت کرتا ہو جتنی کہ میں اور جو میرے بیٹے، تمہاری طرح زبردست قوت جسمانی کا مالک ہو۔ مجھے امید ہے کہ یہ ساری خصوصیات مجھے تم میں مل جائیں گی۔ تم افریقیوں کو سمجھتے ہو۔ اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم انہیں پسند بھی کرتے ہو۔

ایم سن سر ہلا کر مسکرایا اور بولا۔

"میں غالباً افریقیوں سے زیادہ کی بولو" کو سمجھتا اور پسند کرتا ہوں۔

"جاؤ...... اب آرام کرو۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر غور کرنا۔ کیونکہ تمہارے مستقبل کا انحصار اسی پر ہے۔"

ایم سن اپنے خیمے میں مسہری پر پڑا بوڑھے عرب کی باتوں پر غور کررہا تھا۔ بن یامین نے کہا تھا کہ ایم سن افریقیوں کو پسند کرتا ہے۔ اور کاؤڈرے نے اسے حبشیوں کا عاشق کہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ لوگوں کو اس کے متعلق یہ خیال کیوں آیا۔ حالانکہ وہ افریقیوں کو نیچ سمجھتا تھا اور اکثر اوقات ان کے ساتھ سخت سلوک کیا کرتا تھا۔ تاہم اس کا تو اسے بھی اعتراف تھا کہ وہ مہذب دنیا اور سفید فاموں سے دور اس تاریک براعظم میں ایک عجیب طرح کی مسرت اور سکون محسوس کررہا ہے۔ وہ خوش تھا کہ وہ افریقہ آ گیا ہے وہ ان جنگلوں اور سیاہ رنگ والے لوگوں کے درمیان ایسا سکون محسوس کررہا تھا جیسا کہ اس نے سفید فاموں کے درمیان حتیٰ کہ اپنے ہم وطنوں میں بھی محسوس نہ کیا تھا۔

مارکوپولو کے سفید ملاحوں سے اسے نفرت نہیں تھی اور وہ لوگ بھی اس کی اس نفرت سے واقف تھے۔ چنانچہ وہ سب آخر میں اسی لئے اس کے خلاف ہوگئے تھے۔ تاہم وہ اپنا فرض ادا کرچکا تھا۔ اس نے ملاحوں کو حتی الامکان خوش رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن بن یامین نے شاید سچ کہا تھا کہ محض فرض شناسی سے کام نہ چلے گا۔ اس کے باوجود اس سے زیادہ کچھ بھی نہ کرسکتا تھا۔ ان ساری خصوصیات کا جن کا ذکر بن یامین نے کیا تھا۔ ایک ہی شخص میں موجود ہونا اسے کچھ ناممکن سی بات معلوم ہورہی تھی۔ افریقیات کا ماہر نہایت ہی قابل منتظم، زبردست قوت ارادی کا مالک، رحمدل اور محبت کرنے والا گویا افریقیوں کا مائی باپ......"

اس نے آنکھیں بند کرلیں اور بن یامین کے بارے میں غور کرتے کرتے سوگیا۔

* * *

پورے ایک ہفتے تک ان کا قافلہ جھیل کے کنارے کنارے چلتا رہا۔ فرالی ہراول آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ اپنے کندھوں سے بارود کے سینگ لٹکائے اور دونوں ہاتھوں سے بندوقیں سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔ دلدل ان کے گھٹنوں تک آ گئی تھی۔ وہ دلدلیں جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے، گہری تھیں۔ چنانچہ وہ وہاں کمر تک دلدل میں دھنس گئے۔ بار بردار تھکن یا کسی مرض کے فوری حملے سے راستے میں گر پڑتے اور انہیں وہیں چھوڑ دیا جاتا اور سامان جو وہ اٹھائے ہوئے تھے۔ دوسرے بار برداروں میں تقسیم کردیا جاتا۔ ان گرنے والوں میں سے کچھ اپنی تھکن دور کرنے کے بعد قافلے سے آ ملتے اور بعض وہیں مرجاتے۔

زمین بتدریج ڈھلوان ہوتی جارہی تھی۔ جیسے جیسے وہ ڈھلوان اتر رہے تھے دلدل کم اور زمین خشک کو سخت ہوتی جارہی تھی اور اب وہ ایک ایسے علاقے سے گزر رہے تھے جہاں ٹیلوں کا لامتناہی سلسلہ تھا اور ان ٹیلوں کے درمیان دلدلی کھاڑیاں تھیں۔ جن میں نرسل اگے ہوئے تھے۔ ان کھاڑیوں اور نرسلوں کی جڑوں میں پانی کی چھوٹی چھوٹی نالیاں تھیں۔ جن کا پانی جھیل کی طرف بھاگا جارہا تھا۔

جیسے جیسے وہ جنوب کی طرف بڑھتے گئے۔ ان نالیوں کی تعداد کم سے کم تر ہوتی گئی اور دلدلی علاقہ چراگاہ، کسی قسم کے سرسبز علاقوں میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔ گھاس کے میدانوں کے بعد درختوں کے جھنڈ نظر آنے لگے۔ نشیب میں کھجور کے اور ڈھلانوں پر ببل کے اور پھر انہیں آبادی کے نشانات نظر آنے لگے۔ ڈھلانوں پر بسی ہوئی زرد جھونپڑیوں والی چھوٹی چھوٹی بستیاں، بستیوں کے اردگرد کیلے کے باغات اور ٹیلوں کی چوٹیوں پر چرتے ہوئے مویشی، اس پورے سفر میں پہلی دفعہ انہیں اس علاقے میں زندگی کے آثار نظر آئے تھے۔

کاش وہ لوگ جو افریقہ کو تاریک براعظم اور حبشیوں کا ملک کہتے ہیں اس منظر کو دیکھتے۔ اس رات جب انہوں نے کھجور کے ایک جھنڈ پر پڑاؤ ڈالا تو ایم سن نے کہا۔ "خدا کی قسم اتنا سرسبز، شاداب اور حسین ملک روئے زمین پر کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ صحیح معنوں میں افریقہ، فردوس بروئے زمین ہے۔"

"ممکن ہے یونہی ہو۔ لیکن یہاں کے کاشتکار اسے فردوس بروئے زمین نہیں سمجھتے۔ بن یامین نے کہا۔ "یہاں تمہیں ایک بھی شخص ایسا نہ ملے گا جس کی پیٹھ پر گرم آہنی سلاخوں کے مار یا سزا دینے والوں کے کچوکوں کے نشانات نہ ہوں گے۔ یہاں کا حاکم طبقہ بڑا ظالم ہے۔ اس طبقے کی زندگی کا انحصار مظالم پر ہے جس طرح اکثر سفید فاموں کی زندگی کا انحصار شراب پر ہے۔"

"حاکم طبقہ؟"

"ہاں...... یہ لوگ کاشتکاروں سے مختلف ہیں اور کسی دوسری ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ سینکڑوں سال پہلے یہ لوگ شمال کی طرف سے آئے تھے۔ غالباً ابی سینا کی طرف سے۔ کیونکہ ان کے نیزوں اور تلواروں کی ساخت ابی سینا والوں جیسی ہی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس علاقے کو فتح کر کے یہاں کے اصل باشندوں کو اپنا محکوم بلکہ غلام بنالیا۔ یہ لوگ پانچ ٹیلوں کے ایک جھرمٹ پر رہتے ہیں جو جنوب مغرب کی سمت چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بہرحال کل تم ان سے مل لوگے۔"

"تو کیا وہ لوگ یہاں کے اصل باشندوں سے زیادہ ہوشیار اور زیرک ہیں؟"

"زیرکی اور ہوشیاری کسی ایک فرد میں پائی جاتی ہے۔ پوری قوم میں نہیں تاہم یہ لوگ حکومت کرنا جانتے ہیں۔ ان کا بادشاہ جیسا کہ میں نے کہا۔ نرا احمق بلکہ پاگل ہے۔ چنانچہ اس کے سامنے پہنچ کر ذرا احتیاط سے کام لینا۔"

"وہ امریکی زاہد' جن کا ذکر آپ نے مجھ سے کیا تھا۔ آپ کے خیال میں ہماری راہ میں روڑے اٹکائیں گے۔"

وہ لوگ یقیناً ہماری مخالفت کریں گے۔ بہرحال ہمیں خدا پر بھروسہ کرنا چاہئے' جو کچھ ہوگا اچھا ہوگا۔"

دوسرے دن علی الصبح ان کا قافلہ ایک سڑک پر پہنچ گیا اور وہ پہلی سڑک تھی جو ایم سن نے افریقہ کے ملک میں دیکھی تھی۔ وہ شاہراہ جس پر سے خدا جانے کتنے قافلے گزرے تھے۔ ہر چند کہ کچی تھی لیکن یورپی شاہراہوں سے بدرجہا بہتر تھی۔ کوئی پندرہ فٹ چوڑی اور پلستر کی ہوئی دیوار کی طرح ہموار سڑک کھاڑیوں اور ٹیلوں پر سے گزر رہی تھی۔

"قافلہ آگے بڑھا۔

اس چوڑی اور ہموار سڑک پر آگے بڑھا۔ جس کا افریقہ کے قلب میں موجود ہونا گویا ایک معجزہ تھا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ خطرناک جنگلوں' دلدلوں سے پرے کوئی ایسی عمدہ سڑک ہوسکتی ہے۔

شاہراہ ایک کھاڑی پر سے گزر رہی تھی اور اس میں اگے ہوئے نرسلوں کی جڑوں میں ایک ننھا سا چشمہ بہہ رہا تھا اور ایم سن نے حیرت سے دیکھا کہ کھاڑی پر موٹے موٹے خشک سینٹھوں کا پل بنا ہوا تھا کہ مسافروں کو کھاڑی میں نہ اترنا پڑے۔

ہر طرف چھوٹی چھوٹی سڑکیں آ آ کر اس شاہراہ سے ملتی جارہی تھیں۔

جھونپڑیوں کی تعداد بتدریج بڑھتی جارہی تھی۔ بستیوں میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا گیا اور اسی مناسبت سے کیلے کے باغات بھی بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ ایم سن کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ بڑے

بڑے پتوں کے جنگل سے گزر رہا ہے۔ کیلوں کے باغات حیرت انگیز حد تک بے عیب تھے۔ نہ تو کہیں کوئی پتا زرد نظر آرہا تھا نہ کسی درخت کا تنا ٹوٹا تھا اور نہ ہی کسی درخت میں کیڑا لگا تھا۔

اور وہاں پہنچنے کے بعد ایم سن اور بن یامین قافلے کے آگے چل رہے تھے۔ ایم سن نے کہا۔

"یا عم! ان باغات نے مجھے حیرت زدہ کردیا ہے۔ حیرت انگیز انتظامی قابلیت اور سالہا سال کی محنت کے بعد ہی اس قسم کے باغات لگائے جاسکتے ہیں۔ افریقی وحشیوں سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔"

بن یامین ایم سن کی باتیں نہ سن رہا تھا۔ اس کی نظریں سامنے نظر آتے ہوئے ٹیلوں پر گڑی ہوئی تھیں۔ ٹیلوں کی چوٹیوں پر سے دھوئیں کی تپلی تپلی لکیریں سی آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ پچھلے کئی میلوں سے وہ ان لکیروں کو دیکھتے آئے تھے اور اب انہوں نے عورتوں کی چیخوں کی آوازیں سنیں۔ یہ آوازیں پہلے سے دوسرے ٹیلے تک پہنچتیں اور وہاں اٹھالی جاتیں۔ عورتوں کی چیخوں کی آوازیں ایک دوسرے ٹیلے تک پہنچ رہی تھیں۔ بن یامین غور سے دھوئیں کی ان لکیروں کو دیکھ اور ان کی آوازوں کو سن رہا تھا۔ آخر کار اس نے اطمینان کا سانس لیا اور بولا۔

"وہ محض ہماری آمد کا اعلان کررہی ہیں۔ کیونکہ ان کی چیخوں میں خوف کی جھلک نہیں ہے۔ یہ لوگ اب بھی ہمارے قافلے کو تجارتی قافلہ سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ مطمئن ہیں اور اب نقاروں کی آواز آئی۔

یہ آواز بہت دور سے آرہی تھی اور یوں معلوم ہورہا تھا جیسے ٹیلوں کے عقب میں بادل گرج رہے ہوں۔ بن یامین نے اپنا ایک ہاتھ اٹھایا اس کے پیچھے رینگتی ہوئی انسانوں کی طویل قطار رک گئی۔

فرالی' جو پیچھے چل رہے تھے۔ آگے بڑھے اور انہوں نے بن یامین کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ ایم سن کا محافظ دستہ بھی آگے بڑھ رہا تھا اور اب وہ اس کے پیچھے حکم کا منتظر کھڑا تھا۔ بن یامین نے بندوق میں گولیوں کے بغیر بارود بھرنے کا حکم دیا۔ فرالیوں نے بارود بھر کے بندوقوں کی نالیاں آسمان کی طرف اٹھادیں۔

"پاگل۔" بن یامین چیخا۔

ایک زبردست تڑاخا ہوا۔ کیلوں کے جھنڈوں میں سے پرندے پھڑپھڑا کے اڑے اور اب ان کے جھنڈ کے جھنڈ فضاء میں چکر کاٹ رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔ بارود کے دھوئیں کا ننھا سا بادل گرم فضاء میں معلق تھا۔

"اب بندوقوں میں گولیاں بھردو۔" بن یامین نے کہا۔ فرالی اس کے حکم کی تعمیل میں مصروف

تھے۔ تو بن یامین نے کہا۔ یہ ہم نے یہاں کے بادشاہ کو سلامی دی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی آمد کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ چونکہ اب ہم اس احمق بادشاہ کو سلامی دے چکے ہیں اس لئے بندوقوں میں گولیاں بھرنا ضروری ہوا۔ مبادا ان کے استعمال کی ضرورت پڑ جائے۔''

اور اب بن یامین نے قافلے کو ترتیب دیا کیونکہ اب وہ لوگ بانترو کی دارالسلطنت میں داخل ہو رہے تھے۔ اب تک قافلہ بے ترتیب تھا اور اس کی بدانتظامی ایم سن سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ لیکن اب اس میں ایک خاص ترتیب آ گئی تھی۔ آگے آگے تین دیوقامت حبشی تھے۔ جو اونچی دیوار کی سرخ ترکی ٹوپیاں اوڑھے اور اسی رنگ کی صدریاں زیب تن کئے ہوئے تھے۔ ان صدریوں پر سونے چاندی کے تاروں سے گل بوٹے بنائے گئے تھے اور کوروں پر سچے موتیوں کی جھالریں ٹنکی ہوئی تھیں۔ صدری پر سفید ریشمی عبا تھی۔ یہ تینوں دیوقامت حبشی سینگوں کے بنے ہوئے قرنوں کے جن کے منہال سونے کے تھے نہایت زور زور سے پھونکتے جاتے تھے۔

ان کے بعد چھ نقارچی تھے جو دو دو کی قطار میں چل رہے تھے۔ نقارے ایک ڈوری کے ذریعے ان کے کندھوں سے لٹک رہے تھے اور وہ اپنی ہتھیلیوں سے ایک خاص تال میں انہیں بجا رہے تھے۔ ان نقارچیوں کے پیچھے بن یامین ایم سن کے ساتھ چل رہا تھا۔ ان کے پیچھے روحانہ تھی۔ دوسرے پاؤں تک اپنے آپ کو ایک کالی چادر میں اس طرح لپیٹے ہوئے تھی کہ آنکھوں کے سوا اس کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ روحانہ کے بعد ایم سن کا محافظ دستہ تھا۔ اس دستے کا ہر فرد بھری ہوئی رائفل اپنے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھا۔ یہ وہی رائفلیں تھیں جنہیں ایم سن اپنے ساتھ لایا تھا اور جن میں ہر فائر کے بعد بارود بھرنا پڑتا تھا۔ اس محافظ دستے کے بعد بن یامین کے عسکریوں (یہاں عسکری سے مراد سپاہی) کی قطار تھی۔ جن کا ہر چوتھا شخص مسکٹ لئے ہوئے تھا اور بقیہ چوڑے پھلوں والے بھالوں اور بڑی بڑی ڈھالوں سے لیس تھے۔

یہ ڈھالیں بیضوی تھیں اور اتنی بڑی تھیں کہ ان کی ٹھوڑی سے گھٹنوں تک آتی تھیں۔ یہ لوگ چکارے کی کھال کی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے تھے۔ البتہ ان کے سردار جنہیں سپہ سالار کہنا مناسب ہوگا شترمرغ کے پروں کی ٹوپیاں اور شیر کی کھال کے جبے پہنے ہوئے تھے۔

قافلے کے قرنوں اور نقاروں کی آوازوں سے الگ ایم سن ایک دوسری آواز بھی سن رہا تھا۔ یہ بھی نقاروں ہی کی آواز تھی جو کہیں آگے سے آ رہی تھی۔ پھر سامنے کے ٹیلے پر اور شفاف نیلے آسمان کے پس منظر میں نقارچیوں کا ایک گروہ نمودار ہوا۔ وہ لوگ لمبے بالوں والی بھیڑ کی کھال کی ٹوپیاں سر پر رکھے ہوئے تھے اور مخروطی نقاروں کو جو ان کی کمر سے بندھے ہوئے تھے اپنی ہتھیلیوں سے پیٹ رہے تھے۔ نقارے بجانے والوں کی تعداد پچاس کے لگ بھگ تھی۔ ان نقارچیوں کے

ساتھ ہی ساتھ دوسرے موسیقار بھی تھے۔ جو سینٹھے کی بانسریاں بجا رہے تھے۔ عجیب وحشت انگیز موسیقی تھی۔ اس وحشیانہ ''بینڈ'' کے بعد آدمیوں کا ایک گروہ چلا آ رہا تھا۔ یہ لوگ دربار کے خاص الخاص اراکین معلوم ہوتے تھے۔ وہ لوگ زرد رنگ کے جبے پہنے ہوئے تھے۔ جو بادی النظر میں کسی سخت اور کھردرے کپڑے کے معلوم ہوتے تھے لیکن جب وہ قریب آئے تو ایم سن نے دیکھا کہ ان کے جبے کپڑے کے نہ تھے۔ بلکہ درخت کی اندرونی چھال کے تھے۔ جسے خوب اچھی طرح کوٹ اور دھو کر کپڑے کی طرح بنا دیا گیا تھا اور یہ اور بات تھی کہ اس میں کپڑے کی سی ملائمت نہ تھی۔

ان اراکین کے پیچھے سپاہی قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے۔ جو بھالوں اور ڈھالوں سے لیس تھے۔ ان سپاہیوں کے بدن کا اوپری حصہ ننگا تھا اور ایم سن نے حیرت سے دیکھا کہ وہ عورتیں تھیں۔

''یہ کیا بات ہے؟'' اس نے بن یامین سے پوچھا۔ ''کیا یہاں عورتیں سپاہی ہوتی ہیں؟''

''یہ خاص بادشاہ کا محافظ دستہ ہے۔'' بن یامین نے جواب دیا۔ ''اور یہ واقعی عورتیں ہیں۔ ان کے اصول اور مذہب کی رو سے یہ عورتیں بادشاہ کی بیویاں ہیں لیکن اس کے ساتھ سوتی نہیں۔ اگر جنگ ہو تو یاد رکھو ہمیں سب سے پہلے ان عورتوں کا صفایا کرنا پڑے گا۔ حالانکہ ان عورتوں کی تعداد سو سے زیادہ نہیں لیکن بادشاہ کی پوری فوج سے زیادہ خطرناک ہیں۔ عورتوں کی یہ فوج آمازونی کہلاتی ہے اور یہ آمازونی فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ بقیہ فوج غالباً کسی قبیلے پر حملہ کرنے گئی ہوئی ہے۔''

آنے والے قافلے کے قریب پہنچ گئے۔ نقارچیوں نے آخری ضربیں لگائیں اور بانسریاں ایک طویل اور تیز چیخ کے بعد خاموش ہو گئیں۔ عورتوں کا دستہ اور دوسرے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو کر راستے کے دونوں طرف دو رویہ کھڑے ہو گئے۔ آمازونیوں نے اپنے بھالے اٹھا کر آنے والوں کو سلامی دی۔

پھر ایک بوڑھا جس کا شمار یقیناً امراء میں ہوتا تھا۔ آگے بڑھا۔ وہ اپنی ٹوپی میں جنگلی سؤر کے دو دانت سینگوں کی طرح لگائے ہوئے تھا۔ اس نے بھی اپنا بھالا اٹھا کر آنے والوں کو سلام کیا۔ اس کا رنگ حد سے زیادہ کالا تھا اور چہرے کے نقوش اتنے غیر معمولی تھے کہ ایم سن نے کبھی حبشی کے ایسے نقوش نہ دیکھے تھے۔ اس کے بشرے سے عجیب طرح کی تمکنت عیاں تھی۔

''ہم نے جان لیا تھا کہ یہ بن یامین ہی آ رہا ہے کیونکہ بن یامین کے علاوہ کوئی اور قیمتی بارود سے بادشاہ کو سلامی نہیں دیتا۔'' بوڑھے نے کہا۔

اور اس کے گمبھیر چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

بانترو کا بادشاہ اکبر علی میرا آقا۔ جس کا حکم موت' باپ سورج اور ماں جھیل ہے۔ تمہارا انتظار
کررہا ہے۔ اکبر علی! موت اور جھیل کا بیٹا۔ بانترو کا خداوند اس ہانگو کو دیکھنے کے لئے تیار ہے۔ بے
تاب و بے چین ہے جو تم اس کی خدمت میں پیش کرو گے۔

''اکبر علی مجھ پر بہت مہربان ہیں۔ میں ان کی مہربانیوں کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔
میں جو کچھ بھی ہوں اکبر علی کے طفیل ہوں۔'' بن یامین نے کہا اور ایم سن نے دل ہی دل میں بوڑھے
عرب کی ایکٹنگ کی داد دی۔ ''میں موت اور جھیل کے بیٹے کا پروردہ اور اس کی مہربانیوں کا خواہاں
ہوں۔ اکبر علی بے حد زیرک اور ہوشیار ہے اور میں اس کا وفادار ہوں۔ ثبوت کے طور پر میں اپنے
بڑے بیٹے کو اپنے ساتھ لایا ہوں کہ وہ اکبر علی کے قدموں میں بیٹھ کر اور اکبر علی کی خاک پا کو سر چڑھا
کر عقلمند اور ہوشیار بن سکے۔''

بوڑھے امیر نے ایم سن کی طرف دیکھا۔ اس کے بشرے سے بے چینی کے آثار ہویدا تھے۔
''یہ تو سفید فاموں جیسا معلوم ہوتا ہے۔'' بوڑھے امیر نے کہا۔ ''بادشاہ سفید فاموں کو پسند
نہیں کرتا۔ پہلے یہاں چند سرخے تھے جو مر گئے۔ البتہ دو عورتیں باقی رہ گئی ہیں۔''
''کس طرح مر گئے؟'' ایم سن نے پوچھا۔
ایک کو تو چیتے نے پھاڑ کھایا۔ چند ایک وباء کا شکار ہو گئے۔ ایک سفید فام اپنی بیوی کے ساتھ
اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے اس طرف گیا تھا۔'' بوڑھے امیر نے اپنے بھالے سے جنوب کی طرف
اشارہ کیا۔ اس طرف کے حبشیوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ ان سفید فاموں میں عجیب عجیب
خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جھیل ماتا پر بھینٹ چڑھانے کے خلاف ہیں اور ان کاشتکاروں کے
ہاتھ کاٹنے کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ جن کی سستی اور کاہلی سے کیلوں کے باغات میں نرسل اور گھاس
اگ آتی ہے۔ ہم نے انہیں ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی اگر جھیل ماتا پر بھینٹ نہ چڑھائی گئی تو
ہم سے خفا ہو گی اور جب ہمارے ڈونگے ان کے سینے پر تیر رہے ہوں گے تو وہ ہم پر طوفان بھیجے گی
کہ وہ ڈوب جائیں۔ جھیل ماتا عظیم ہے' مقدس ہے اور طوفان کی دیوی ہے۔ جب وہ خوش ہوتی ہے
تو ہن برساتی ہے اور جب وہ خفا ہوتی ہے تو موت اور تباہی پھیلاتی ہے۔ ان سفید فاموں کو بھی سمجھایا
گیا کہ کاشتکار فطرتاً سرکش اور سست ہوتے ہیں چنانچہ وقتاً فوقتاً انہیں سزا دینا ضروری ہے۔ لیکن یہ
سفید فام عجیب احمق ہیں کہ یہ سیدھی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ جنہیں ایک بچہ بھی سمجھ جائے۔
یہ گفتگو ساحلی زبان میں ہو رہی تھی۔ لیکن اب ایم سن نے بانتر زبان میں گفتگو کی۔ یہ زبان
اس نے مارکو پولو پر بانترو غلاموں سے سیکھی تھی اور اپنے اس آخری سفر میں اور اس کے بعد بانتر تک
کے بری سفر میں اس نے اس کی خوب مشق کر لی تھی۔

میں ان سفید فاموں کی طرح احمق نہیں ہوں جن کا تم ذکر کر رہے ہو۔'' ایم سن نے کہا۔ ''میں
ہاتھی دانت کی تجارت کر کے اس بڑے ملک سے جو جھیل ماتا کے دوسری طرف ہے اور ہینگو کہلاتا
ہے۔ بہت سی دولت لاؤں گا اور بانترو کو افریقہ کی امیر ترین بستی بنا دوں گا۔''
بوڑھے امیر کا منہ مارے حیرت کے کھلا کا کھلا رہ گیا اور اس کے ساتھی آپس میں حیرت سے
سرگوشیاں کرنے لگے۔
''اے اجنبی! تم ہماری زبان کس طرح بول لیتے ہو؟'' بوڑھے امیر نے کہا۔ ''حالانکہ بری
طرح اور بعض مرتبہ غلط بولتے ہو۔ تاہم یہ ایک معجزے سے کم نہیں۔''
اس سے پہلے کہ ایم سن کوئی جواب دیتا' بوڑھے امیر کے ساتھیوں میں سے ایک بول پڑا۔
جس کی آواز کھڑکھڑائی تھی۔ جیسے بلندیوں سے پتھر لڑھک رہے ہوں۔
''یہ تم جھیل ماتا کے دوسرے کنارے سے بے انتہا دولت لانے کے بارے میں کیا ہانک رہے
ہو اس نے اکھڑپن سے کہا۔ ''جھیل ماتا کا کوئی کنارہ ہے ہی نہیں۔ جھیل ماتا ناپیدا کنار ہے۔ کیونکہ
یہ ہی ہمارے اجداد کہتے آئے ہیں اور یہ ہی ہمارا مذہب بھی کہتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہوا اے اجنبی کہ تم
جھوٹ بول رہے ہو۔''
یہ شخص نوجوان اور سڈول بدن کا تھا۔ اس کا قد چھ فٹ سے کچھ ہی کم ہو گا۔ وہ اپنے بھالے کی
ہتھی پر ٹھوڑی ٹکائے ایم سن کو یوں گھور رہا تھا جیسے اس کے باطن کا جائزہ لے رہا ہو۔ ایم سن نے
حیرت اور دلچسپی سے اس نوجوان کی طرف دیکھا۔ اس نے پہلے کبھی کسی افریقی کو اتنے یقین اور ایسے
وثوق سے کوئی بات کہتے نہ سنا تھا۔ اس کے علاوہ نوجوان کا لہجہ بھی تحکمانہ تھا۔
نوجوان بوڑھے امیر سے یقیناً کم مرتبہ کا تھا کیونکہ وہ بہت کم زیورات پہنے ہوئے تھا اور اب
تک گویا پس منظر میں رہا تھا۔ بوڑھے امیر کی طرح اس کی رنگت بھی کچھ زیادہ ہی کالی تھی۔ حالانکہ
اکثر اراکین کی رنگت سیاہی مائل بھوری تھی۔ نوجوان کے بال لانبے اور رخساروں کی ہڈیاں ابھری
ہوئی تھیں۔
''تم کون ہو نوجوان؟'' ایم سن نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔
مجھے شولاکا کہتے ہیں اور میری رگوں میں ہے۔ اس نے فخر سے سینہ پھلا کر جواب دیا۔ ''چنانچہ
اسی لئے میرے خاندان کو شاہی ٹیلے کے چوتھے درجے پر رہنے کی اجازت ہے۔ سفید فام اجنبی! میں
چونکہ تمہارے سوال کا جواب دے چکا ہوں اس لئے اب اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔
ایم سن کا سابقہ اب تک یا تو غلاموں سے پڑا تھا ان لوگوں سے جو اس کے ہاتھ غلام فروخت
کرتے تھے۔ پہلے کسی بھی سیاہ فام نے اس سے ایسے تحکمانہ لہجے میں گفتگو نہ کی تھی۔ چنانچہ نوجوان

کے مرعوب کن تحکمانہ انداز کی وجہ سے ایم سن کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ تاہم اس نے اپنے غصے کو دبا دیا۔ سرکش افریقیوں کو ڈرانے اور مرعوب کرنے کا صرف ایک گر ایم سن جانتا تھا۔ افریقیوں کو غیر معمولی قوت کے مظاہرے سے مرعوب کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اس نوجوان کو مرعوب کرنے کے لئے ایم سن نے وہی گر آزمانے کا فیصلہ کیا۔

کچھ کہے بغیر اس نے بندوق بردار کے ہاتھ سے اپنی رائفل گھسیٹ لی اور اس کی نالی کا رخ ایک بہت بڑے بوباب کے درخت کی طرف کر دیا۔ جو دس فٹ کے دائرے میں پھیلا ہوا تھا اور جس کا تنا کسی بھی بڑے ہاتھی کے پاؤں کی طرح تھا۔ ایم سن جانتا تھا کہ یہ درخت عظیم الشان ہونے کے باوجود نرم اور عموماً کھوکھلے ہوتے ہیں۔ اس نے بندوق اٹھا کر پے در پے کئی فائر کر دیئے۔

بانترو والوں کے منہ سے خوف اور حیرت کی چیخیں نکل گئیں۔ پہلے کبھی انہوں نے ایسی بندوق نہ دیکھی تھی جسے بارود بھرے بغیر کئی دفعہ چلایا جاسکے جب ان کی حیرت ذرا کم ہوئی تو وہ ان فائروں کا نتیجہ معلوم کرنے کے لئے درخت کی طرف دوڑ پڑے۔

چند منٹوں بعد ہی وہ حیرت سے بڑبڑانے اور سر ہلانے لگے۔ گولیاں درختوں کے تنے میں سامنے سے گھس کر پیچھے نکل گئی تھیں۔

''تمہیں شاید یقین نہ آئے۔ لیکن میں بندوق کی گولی چٹان کے بھی آر پار کر سکتا ہوں۔'' ایم سن نے بے پروائی سے کہا۔

بانترو والے خوف و حیرت سے بھنبھنا اٹھے۔ لیکن شولا کا پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اسی طرح اپنے بھالے پر ٹھوڑی ٹکائے کھڑا رہا اور بڑے سکون سے بولا۔

''یہ تو خیر سبھی جانتے ہیں کہ سرخوں کے پاس ایک ایسا علم ہے جو ہمارے پاس نہیں لیکن یہ لوگ ہماری طرح انسان ہیں۔ اگر تم ان کی جلد میں چھید کرو گے تو ان کی جلد میں سے بھی خون نکلے گا اور اگر تم ان کی گردن اڑا دو گے تو یہ بھی مر جائیں گے۔

ان کی قوتوں سے مرعوب نہ ہونا دوستو! اس بوڑھے عرب کی طرف سے میں مطمئن نہیں ہوں۔ پہلے بھی میں نے اس پر اعتبار نہ کیا تھا اور نہ اب کروں گا۔ دیکھو۔ اب وہ ایک سفید فام کو اپنے ساتھ لایا ہے یہ لوگ تمہیں لوٹنے آئے ہیں۔ ان کی باتوں میں نہ آؤ۔ انہیں نکال دو یہاں سے۔''

''اس نوجوان کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرنی چاہئے۔'' ایم سن دل میں بولا۔ لیکن ہم اسے اپنا نہ بنا سکے تو پھر اسے ختم کر دینا مناسب ہوگا۔''

حالانکہ وہ شولا کا کی ہوشیاری' صاف گوئی اور جرات کا قائل ہو چکا تھا۔ لیکن اس کی انگلی جیسے خود بخود رائفل کی لبلبی پر جا پڑی۔ شولا کا خطرناک آدمی تھا۔ بن یامین جلدی سے ایم سن کے قریب

آ کھڑا ہوا اور اسے کہنی سے ٹھوکا دینے کے بعد شولا کا سے مخاطب ہوا۔

''شولا کا تم نے ہمیں غلط سمجھا ہم بانترو کو لوٹنے نہیں اسے آباد کرنے آئے ہیں اور اسے ایک زبردست قوم بنانے آئے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہماری حفاظت اور ہماری ڈھالوں کے سائے میں بانترو افریقہ کی قابل رشک آبادی بن جائے گی۔''

''تمہاری حفاظت میں؟ تمہاری ڈھالوں کے سائے میں؟'' شولا کا نے طنزاً کہا۔ بانترو والوں کے پاس بھی ڈھالیں ہیں اور وہ خود اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ ہمیں نہ تو تمہاری ڈھالوں کی ضرورت ہے اور نہ تمہاری حفاظت کی ضرورت ہے۔ نہ ہی ہمیں تمہاری تہذیب و دانائی درکار ہے۔ تم کہتے ہو کہ جھیل ماتا کا دوسرا کنارہ ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جھیل ماتا کا دوسرا کنارہ نہیں ہے۔

اور بالفرض محال اگر ہو بھی اور تم مجھے وہ کنارہ دکھا بھی دو۔ تب بھی میں اس کا یقین نہ کروں گا۔ ماتا کا دوسرا کنارہ نہیں ہے۔ یہ ہمارے اجداد نے ہمیں بتایا ہے اور ہمارے مذہب نے بھی اور میں اپنے مذہب پر قائم ہوں اور مرتے دم تک رہوں گا۔ تمہاری یہ بندوقیں جو درختوں کے تنوں میں سوراخ کر دیتی ہیں۔ مجھے مرعوب نہیں کر سکتیں۔ تمہیں اپنے خدا کا واسطہ ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ...... اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو......''

''یہ نہیں ہو سکتا شولا کا اور نہ ہوگا۔ ایم سن نے شولا کا کی حب الوطنی سے متاثر ہو کر کہا۔'' افریقہ میں میں اکیلا ہی سفید فام نہیں ہوں۔ اگر میں چلا بھی گیا تو دوسرے آ جائیں گے۔''

''اگر کوئی دوسرے آئے اور ان کے بعد اور دوسرے آئے۔ تو ہم انہیں قتل کر دیں گے اور اگر تم نے ہمارے معاملات میں دخل دینے کی کوشش کی تو اے اجنبی' جان لو کہ تم بھی قتل کر دیئے جاؤ گے۔''

اس سے پہلے کہ ایم سن کوئی جواب دیتا۔ بن یامین نے کہا۔

''کم سے کم ہمیں وہ قیمتی تحائف تو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے دو جو ہم اپنے ساتھ لائے ہیں۔''

''اگر واقعی تم تحائف لائے ہو تو بادشاہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔'' بوڑھے امیر نے کہا۔

''شولا کا تمہیں! ان معاملات میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ عظیم اکبر علی! جھیل ماتا کا بیٹا ہے اور مقدس ہے۔ چنانچہ وہ جان لے گا کہ یہ لوگ یہاں کس ارادے سے آئے ہیں اور یہ کہ انہیں یہاں قیام کرنے کی اجازت دینی چاہئے یا نہیں۔ یہ بادشاہ کا ذاتی معاملہ ہے۔ جس میں تمہیں اور کسی کو بھی دخل نہیں دینا چاہئے۔''

"بے شک بادشاہ عظیم اور مقدس ہے۔ کبھی غلطی نہیں کرسکتا۔" شولاکا کے لہجے میں طنز اور آزردگی کی جھلک تھی۔

تاہم دیوتا کریں کہ بادشاہ ان لعنتی تحائف کو قبول نہ کرے اور ان لوگوں کو بانترو سے نکال دے۔"

بن یامین نے اپنے نقارچیوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے کوچ کا نقارہ بجادیا۔ قافلے کے نقاروں کے ساتھ ہی ساتھ بانترو کا وحشیانہ بینڈ بھی بجنے لگا۔ نقارچیوں اور بانترو کے بانسری والوں کا گروہ آگے آگے چلا اور ان کے پیچھے بانترو کے امراء کے جلو میں بن یامین اور ایم سن مع اپنے قافلے کے آگے بڑھے۔ آمازونی محافظ رسالے کی عورتیں ان کے دائیں بائیں چل رہی تھیں۔

* * *

بن یامین نے جو کچھ کہا تھا۔ اس کے بعد ان عورتوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ چنانچہ ایم سن کبھی کن اکھیوں سے کبھی براہ راست آمازونی رسالے کی عورتوں کو دیکھ لیتا تھا۔ یہ لڑکیاں سیدھے سادے کپڑوں میں ملبوس تھیں۔ ہر عورت درخت کی چھال کے کپڑے کا بنا ہوا سفید سکرٹ پہنے ہوئے تھی۔

ان میں سے کسی ایک کے بدن پر بھی کوئی زیور نہ تھا اور ایم سن نے دیکھا کہ آمازونیوں کو الگ دستوں میں تقسیم کردیا گیا تھا اور ہر دستہ اپنی مخصوص علامتوں اور ہتھیاروں سے پہچانا جاتا تھا۔ زیادہ عمر اور بھاری بدن کی عورتیں جنہیں یورپی شاہی پیادہ فوج کی پہلی رجمنٹ سے نسبت دی جاسکتی تھی۔ پرانے زمانے کی بڑے منہ والی بندوقیں لئے ہوئی تھی۔

اس دستے کی ہر عورت کے پیچھے ایک لونڈی مؤدب چل رہی تھی۔ جو اپنی مالکن کی بندوق کی بارود اور چھرے لئے ہوئے تھی۔ یہ شاہی رجمنٹ زور زور سے پاؤں پٹخ کر زور زور سے چل رہی تھی اور اس رجمنٹ کی ہر عورت کے بشرے سے خشونت اور تندخوئی عیاں تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہ جذبات ان کے چہروں پر منجمد ہو کر رہ گئے ہوں۔

آمازوں کا سب سے اہم دستہ' بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ آمازونی فوج کا 'قلب' نوجوان لڑکیوں پر مشتمل تھا۔ ہر لڑکی کے ہاتھ میں ایک بید کی ڈھال تھی بید کی لچکدار ٹہنیوں کو آپس میں اتنی مہارت اور خوبصورتی سے گوندھا گیا تھا کہ بیچ میں اتنی بھی جگہ نہ تھی کہ ایک بال داخل کیا جاسکے۔ ان کے بھالے بے حد ہلکے معلوم ہوتے تھے۔ یقیناً پھینک کر مارنے کے لئے تھے۔

ہر بھالے کی لمبائی کوئی پانچ فٹ ہوگی۔ پھل پتلے' لانبے اور چمکدار تھے۔ ان لڑکیوں کو بھالا پھینکنے کی مشق بچپن سے ہی کرائی گئی تھی اور ان کے بھالے اٹھانے اور اسے بے پروائی سے ہاتھ میں گھمانے کا انداز دیکھ کر ایم سن کو یہ اندازہ لگاتے دیر نہ لگی کہ ہر لڑکی بھالا پھینکنے میں اپنی مثال آپ تھی۔

چنانچہ ان ماہر نیزہ انداز لڑکیوں کے ہاتھوں میں بھالے بندوقوں سے زیادہ جنہیں شاہی

رجمنٹ کی عورتیں اٹھائے ہوئے تھیں۔ خطرناک اور جان لیوا ثابت ہوسکتے تھے۔

ایم سن کے قریب ہی ایک موٹے بدن اور موٹے ہونٹوں والی عورت سڑک کوٹنے کے انجن کی سی شان سے ''دھپ دھپ'' کرتی چلی آ رہی تھی۔ اس عورت کے جسم پر گولائیوں سے زیادہ مربعے تھے۔ وہ اپنے ایک ہاتھ میں نائیوں کے ڈنڈے کا سا رنگین عصاء لئے ہوئے تھی جو یقیناً اس کے کسی بلند عہدے کی علامت تھا۔ اس کے بدن کی ساخت ایم سن کی سمجھ میں تو آئی نہیں یہ موٹی بوڑھی اور چوکور سی عورت دنیا جہاں سے بیزار معلوم ہوتی تھی۔

اس کی پیشانی پر گہری گہری سلوٹیں تھیں اور بشرے پر غصہ چھایا ہوا تھا۔ ایم سن کے اندازے کے مطابق وہ بے حد چڑچڑی اور جھگڑالو قسم کی عورت تھی۔

ایم سن نے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھنے کے لئے ہیٹ اتاری تو آمازونی عورتیں حیرت سے بھنبھنا اٹھیں۔

ایم سن کے چہرے کی رنگت دھوپ سے جھلسی ہوئی تھی لیکن ماتھے کی جلد جہاں اکثر ہیٹ رہتا تھا سفید تھی۔ اس کے ماتھے پر اس سفید پٹی کو دیکھ کر پہلے تو لڑکیاں حیرت سے سرگوشیاں کرتی رہیں اور پھر ہنسنے لگیں۔ چوکور جسم والی موٹی سی عورت بھینسے کی طرح پھنکار کر لڑکیوں کی طرف گھوم گئی اور اپنی بھدی آواز میں ڈانٹنے لگی۔ دوسرے ہی لمحے ہر لڑکی خاموش تھی۔ لیکن اس کے بعد بھی موٹی عورت بہت دیر تک بڑبڑاتی رہی۔

ایم سن مسکرایا۔ وہ موٹی اور تندخو عورت یقیناً حوالدار تھی۔ ان عہدے داروں کو پہچاننے میں ذرا دیر نہ لگتی...... پھر وہ جنس لطیف سے ہوں یا جنس کرخت سے اس قسم کی بیزاری اور بدمزاجی کا مظاہرہ ایک حوالدار ہی کر سکتا تھا۔

وہ لوگ ڈھلان کی چوٹی پر پہنچ گئے اور وہاں پہنچتے ہی اس نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ وہ چلتے چلتے یوں رک گیا جیسے اس کے سامنے چٹانی دیوار آ گئی ہو۔

دائیں طرف افق تک جھیل پھیلی ہوئی تھی اور دائیں طرف میلوں تک سرسبز و شاداب میدان چلا گیا تھا اور اس میدان کو قطع کرتے ہوئے بہت سے چشمے گزر رہے تھے جو جھیل سے نکلے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے جھیل ایک بہت بڑی ہتھیلی ہو اور چشمے اس کی انگلیاں اور سامنے پانچ ٹیلوں کا جھرمٹ تھا اور ہر ٹیلے کی چوٹی پر ایک گاؤں بسا ہوا تھا۔ ایک ٹیلا دوسرے تمام ٹیلوں سے زیادہ بلند تھا۔ اس کی بلندی دوسرے ٹیلوں سے دگنی ہوگی۔ اس ٹیلے کی چوٹی چپٹی تھی اور اس پر ایک ایسی مرعوب کن افریقی عمارت کھڑی تھی کہ ایم سن مسحور ہو گیا۔

وہ ایک زبردست جھونپڑا تھا۔ تقریباً اسی فٹ بلند اور کوئی ایک ایکڑ کے محیط میں پھیلا ہوا۔ اس

ٹیکری کے چاروں طرف اوپر تلے اور یکے بعد دیگرے پانچ حصار تھے جو اس بلند کو پانچ الگ الگ حصوں میں تقسیم کر رہے تھے اور ہر حصے میں ایک خاص ترتیب سے جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ سب سے نچلے حصے کی جھونپڑیاں سیدھی سادی اور عام سی تھیں۔ اس سے اوپری حصے کی نسبتاً اچھی اور خوبصورت یہاں تک کہ پانچویں حصے کی جو سینٹھوں کے بنے ہوئے اسی فٹ بلند جھونپڑیوں کے مقابلے میں خاصی عظیم الشان تھیں وہ چوڑی اور ہموار شاہراہ جس پر سے پران کا قافلہ گزر رہا تھا۔ اسی بڑے ٹیلے کے قدموں میں پہنچتی تھی۔

''یہ بانترو کا قلب ہے۔''

بن یامین نے اس منظر کو تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سب سے بلند ٹیلا'' ''کراؤن ٹیلا'' کہلاتا ہے۔ اس کی چوٹی پر وہ جو زبردست جھونپڑا ہے ناں۔ وہ بادشاہ کا محل ہے۔ ان پانچ حصاروں کو دیکھ رہے ہو ایم سن......؟''

یہ گویا قلعہ کی پانچ فصلیں ہیں بانترو کے خاص امراء سب سے اوپری حصار میں جو محل کے عین نیچے ہی رہتے ہیں ان سے نیچے درجے کے امراء دوسرے نمبر کے حصار میں اور ان سے بھی نچلے درجے کے تیسرے نمبر کے حصار میں علیٰ ہذالقیاس وہ لوگ جن کا شمار امراء میں نہیں۔ لیکن جو شاہی خاندان سے ہیں بقیہ چار ٹیلوں پر رہتے ہیں۔ کسی بھی کاشتکار کو ان ٹیلوں پر آنے کی اجازت نہیں البتہ غلام آ سکتے ہیں۔ براہ راست حملہ کر کے ان ٹیلوں پر قبضہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو بہت زیادہ دشوار ضرور ہے۔

پانچ ہزار جنگجوؤں کا جن میں عورتوں کی فوج بھی شامل تھی۔ بادشاہ کے خاص نقارچی چند منٹوں میں ہی آس پاس کی بستیوں تک حملے کی خبر پہنچا دیتے ہیں اور دوسری فوج بلوا سکتے ہیں۔

''یقین نہیں آتا کہ افریقہ کے جنگلوں میں بسنے والے وحشی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔'' ایم سن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''شاید یہ لوگ افریقی نہیں ہیں۔ ممکن ہے یہ لوگ ان قدیم مصریوں کی نسل سے ہوں' جنہوں نے جنوب کو آباد کیا تھا۔''

بن یامین مسکرایا۔

''بیٹے...... حیران ہوں کہ خدا کب تمہیں عقل دے گا اور کب تم سیاہ فاموں کو اپنے سے کم رتبہ اور ذلیل نہ سمجھو گے۔ اب رہے بانترو والے تو وہ یقیناً افریقی ہی ہیں۔ حالانکہ حکمران طبقے کی رنگت اور سروں کی ساخت عام افریقیوں سے مختلف ہے۔ ہاں یہ بات البتہ ہے کہ شاہی خاندان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے الگ الگ قبیلوں کی عورتوں سے شادیاں کر کے اپنی نسل اتنی بگاڑ لی ہے کہ ان میں

اور عام افریقیوں میں کوئی فرق نہیں رہ گیا۔ یا اگر فرق ہے تو نامعلوم سا۔"

کراؤن ٹیلے پر سے طبل کی آواز سنائی دی۔

کراؤن طبل بن یامین اور اس کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ باترو کے وحشت ناک جیتڑ کے جلو میں بن یامین کا قافلہ ایک نالے کو عبور کر کے شاہی ٹیلے کی طرف چلا۔

+ + +

وہ لوگ پہلے حصار کے قریب پہنچے تو ایم سن نے دیکھا کہ حصار کے دروازے کے ماتھے پر گھنٹیاں لگی ہوئی تھیں کہ کوئی اچانک شبخون مارے تو ٹیلے والے ہوشیار اور بیدار کیا جا سکے۔ دروازے کے دونوں طرف حصار کے لمبے اور نوک دار بانسوں کے سروں پر ایک درجن کے قریب انسان سر رکھے ہوئے تھے۔ جو دھوپ میں خشک ہو کر اسے سکڑ گئے تھے کہ مصری ممیوں کے سروں کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ ان خشک اور سکڑے ہوئے سروں کے ہونٹوں نے کھنچ کر سفید سفید دانتوں کو نمایاں کر دیا تھا۔

ان سروں کو دیکھ کر ایم سن نے اطمینان کا سانس لیا۔

اس علاقے کی سرسبزی اور یہاں کا تمدن دیکھ کر ایم سن ذرا بے چین ہو گیا۔ اس کے دل میں شک پیدا ہو گیا تھا کہ باترو والے وحشی نہیں ہیں اور ان سے نپٹنا آسان نہیں ہوگا۔ لیکن بانسوں کی نوکوں پر رکھے ہوئے سروں نے اس کا یہ شک دور کر دیا۔

حبشیوں اور جانوروں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ وہ دل میں بولا۔

بربریت کی اس علامت نے اس کی بے چینی دور کر دی تھی اور اس کا احساس برتری عود کر آنے لگا تھا۔

اس نے روحانہ کی آواز سنی۔ وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ ایم سن نے گھوم کر روحانہ اور بن یامین کی طرف دیکھا۔ بن یامین چلتے چلتے رک گیا تھا اور اس کی نظریں قریب کے ایک ٹیلے پر جمی ہوئی تھیں۔ ٹیلے پر سے آدمیوں کا ایک گروہ نیچے اتر رہا تھا۔

آنے والوں میں دو سفید فام عورتیں بھی تھیں جو دور سے ہی پہچانی جا سکتی تھیں۔

"یہ شاید وہی مبلغ عورتیں ہیں جن کا ذکر بن یامین نے کیا تھا۔" ایم سن نے سوچا اور بڑی دلچسپی سے آنے والوں کی طرف دیکھنے لگا۔

ان میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت تھی۔ جو اپنے سر پر بڑے چھجے والی ہیٹ رکھے ہوئے تھی۔ اور بڑے بے ڈھنگے پن سے بطخ کی طرح چل رہی تھی۔ دوسری نوجوان تھی۔ اس کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ وہ سر پیچھے کی طرف جھکائے اور سینہ نکالے چل رہی تھی اور ایم سن نے حیرت سے

دیکھا کہ چند سیاہ فام عورتیں اس لڑکی کی چال کی نقل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس کے بال بے حد خوبصورت تھے۔ سنہری مائل بھورے رنگ کے ریشمی سے جن میں لہریں سی پڑ رہی تھیں اور جو اس کی کمر سے کچھ اوپر تک آئے ہوئے تھے۔ اس کا قد درمیانہ اور بدن سڈول تھا۔ ایم سن جنوبی لڑکیوں کا حسن اور نزاکت دیکھتا آیا تھا۔ چنانچہ یہ لڑکی اسے لڑکی سے زیادہ ایک لڑکا معلوم ہوئی جو حیرت انگیز حد تک حسین ہو۔

جب وہ قریب آئیں تو ایم سن نے دیکھا کہ ادھیڑ عمر کی عورت خوش خلقی سے مسکرا رہی تھی۔ لیکن لڑکی کے بشرے سے کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور چہرہ تجمد سا تھا۔ جیسے اسے کوئی ناگوار فرض انجام دینے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہو۔

جب وہ لوگ قریب آئے تو ایم سن نے بڑی شائستگی سے جھک کر انہیں سلام کیا۔ ادھیڑ عمر کی عورت نے جو بڑی خوش خلق معلوم ہوتی تھی۔ کچھ کہنے کے لئے اپنا منہ کھولا۔ لیکن لڑکی نے اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔

"تم ہمیں لوٹنے اور برباد کرنے آئے ہو؟"

لڑکی نے غصیلی آواز میں کہا۔

لڑکی یقیناً امریکی تھی لیکن امریکہ کے کس حصے سے تعلق رکھتی تھی یہ کہنا ذرا مشکل تھا۔ ایم سن کچھ اندازہ نہ لگا سکا۔

لڑکی کی آواز میں چھپے ہوئے اشتعال نے ایم سن کو حیرت زدہ کر دیا۔ وہ کیسا مذہبی جنون ہوگا جس نے اس لڑکی کو افریقہ کے قلب میں لا پھینکا۔ یا کون ایسا خبطی ہوگا جس نے اسے ان جنگلوں اور وحشیوں میں بھیج دیا؟ ایم سن اس سوال کا جواب حاصل کرنا نہ چاہتا تھا اگر چاہتا بھی تو اسے کوئی جواب نہ ملتا۔

بہر حال اتنا ضرور ہوا ہوگا کہ افریقہ میں آنے کے بعد سے لے کر اب تک لڑکی یہ بات واضح طور پر سمجھ گئی ہوگی کہ کسی بھی طرح افریقیوں کی فطرت نہیں بدل سکتی۔ خدا جانے کتنے برسوں کی سرتوڑ کوشش کے بعد بھی وہ باترو والوں کے اعتقادات میں غالباً ذرا سی بھی تبدیلی نہ کر سکی تھی۔ تاہم وہ اس ماں کے سے غصے اور جوش و خروش سے بولی تھی جو اپنے بچوں کا بچاؤ کر رہی ہو۔ وہ احمق بھی معلوم نہ ہوتی ہو۔ اس کے برخلاف وہ بڑی زیرک، خوددار اور مستقل مزاج معلوم ہوتی تھی۔ اگر اس میں یہ خصوصیات نہ ہوتیں تو اس جنگل اور ان وحشیوں میں زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہ سکتی۔ ایم سن سوچ رہا تھا کہ کون سے جذبے نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا کہ اسے حقیقت نظر نہ آ رہی تھی۔

یہی ہے نا' بانترو کی دولت' جس کی تم حفاظت کرنا چاہتی ہو؟ محترمہ! ہم اسے کیا لوٹیں گے۔"
ایم سن نے حصار کے بانسوں پر رکھے ہوئے انسانی سروں کی طرف اشارہ کیا۔

"تم سمجھے نہیں۔ تم ان لوگوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

لڑکی اپنے جذبات قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔

"بے شک یہ لوگ بڑی ظالمانہ اور لرزہ براندام کر دینے والی حرکتیں کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس کے سوائے کچھ اور سیکھنے کا موقع ہی نہیں۔ لیکن سفید فام بھی تو بربریت پر اتر آتے ہیں۔ حالانکہ وہ مہذب دنیا میں پرورش پاتے ہیں اور پھر ان کے ساتھ صدیوں کی تہذیبی اور تمدنی روایات وابستہ ہیں۔"

بات بڑھتے دیکھ کر ادھیڑ عمر کی عورت نے بڑی شائستگی سے کہا۔

"بھئی یہ کیا مذاق ہے۔ ابھی تعارف تو ہوا نہیں کہ تم دونوں نے بحث شروع کر دی۔ پہلے تعارف ہو جانا چاہئے۔ میں ثلاثیہ ہوں لیکن سب مجھے روبال کہتے ہیں اور یہ ہیں مس نکلسن۔ دو سال پہلے مبلغوں کا جو گروہ یہاں آیا تھا' ان میں سے اب ہم دو عورتیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ دو کمزور عورتیں کیا کر سکتی ہیں؟"

بہرحال ہم اس کمک کے منتظر ہیں جو بوسٹن کے مبلغوں کی جماعت بہت جلد بھیجنے والی ہے۔"
لڑکی نے عجیب جوش و خروش سے کہا۔

"کاش تم اندھے جوش اور جلد بازی کے بجائے صبر سے کام لو۔ مجھے یقین ہے کہ تھوڑے دنوں بعد ہی تم بانترو کو پسند کرنے لگو گے اور اسے لوٹنے اور برباد کرنے کو تمہارا جی نہ چاہے گا۔
یہاں کے لوگ بڑے ملنسار' خلیق اور بھولے ہیں اور بچے بے حد پیارے' صرف وہی شخص انہیں قتل کر سکتا یا غلام بنا سکتا ہے جس کے سینے میں دل کے بجائے برف کا ٹکڑا ہو۔ ان پر حملہ کرنے سے پہلے کیا تم انہیں سمجھنے کی کوشش نہ کرو گے۔"

"حیران ہوں میں مس نکلسن کہ کس طرح تم نے یقین کر لیا کہ ہم بانترو کو لوٹنے اور برباد کرنے آئے ہیں؟"

ایم سن نے کہا اور غور سے لڑکی کی صورت دیکھ رہا تھا۔
نکلسن کے بجائے روبال نے جواب دیا۔

"تم مردوں کے خیال میں عورتیں کم عقل ہوتی ہیں' لیکن شاید ایسا نہیں ہے۔ مان لیا کہ مرد بہت زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں تو عورتیں بھی کچھ کم عقلمند اور ہوشیار نہیں ہوتیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہاں رہتے ہیں تو آنکھیں بند کر کے نہیں رہتے' جو بھی واقعہ ہوتا ہے ہمارے سامنے ہوتا

ہے اور ہم اس واقعے سے ایک حد تک صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ خیر یہ تو ہم پچھلے کئی مہینوں سے دیکھ رہے ہیں کہ بادشاہ بن یامین سے زیادہ باج کو طلب کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بن یامین بادشاہ کے مطالبات اور حرص سے عاجز آ گیا ہے۔ ہم نے بادشاہ کو ہر ممکن طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے' لیکن اس نے ہماری ایک نہ سنی پھر تم آئے۔ ان فرالی وحشیوں' بندوقوں اور توپوں کے ساتھ تم نمودار ہوئے چنانچہ پچھلے واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے دو اور دو کو ملایا تو نتیجہ ظاہر ہو گیا اور تمہاری آمد کا مقصد سمجھتے ہوئے ہمیں دیر نہ لگی۔

"لیکن یہ بہتر نہ ہو گا کہ بانترو والے ایک ہوشیار اور رحم دل آقا کے زیر سایہ ترقی کریں؟"
ایم سن نے نکلسن کا جواب سننے کی غرض سے کہا۔ "کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ بانترو والے ایک رحم دل آقا کے غلام بن کر رہیں؟"

"نہیں......"

نکلسن نے سختی سے کہا۔ وہ سینہ تانے کھڑی تھی اور اس کا سڈول جسم جذبات کے مدوجزر سے آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔ "بانترو ان لوگوں کا وطن ہے اور یہ لوگ کسی اور جگہ خوش نہیں رہ سکتے۔ بانترو ان کی روح ہے اور یہ ٹیلے...... یہ جھیل حتیٰ کہ دلدلیں بھی ان کی زندگی کے اجزاء ہیں۔ اور ان کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ ان کی وحشیانہ رسومات بھی ان کی زندگی کا ایک جزو ہیں۔ بانترو والے ان چیزوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔"

نکلسن اپنے خیالات و جذبات کا اظہار الفاظ میں بخوبی نہ کر سکی تھی۔ لیکن ایم سن نے اس کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ ایم سن کو اس بات کا تجربہ تھا کہ بہت سے غلام اس عجیب و غریب مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جسے "دیار وطن" کا ملال کہتے ہیں۔ جہازوں میں اور بردہ فروشوں کی منڈیوں میں اکثر غلاموں کی موت کا سبب یہ ہی ہوتا ہے۔ نکلسن نے جو کچھ کہا تھا اور خود اس نے اب تک بانترو میں جو کچھ دیکھا تھا' اس کے پیش نظر اسے احساس ہوا کہ افریقیوں کا طریقہ ماندو حیات توقع سے زیادہ الجھا ہوا ہے۔ اتنا الجھا ہوا کہ وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ایک افریقی جسے اپنے ماحول سے جبراً الگ کر دیا گیا ہو۔ صحیح معنوں میں "ملال وطن" کا شکار ہو جاتا ہے۔ اپنے وحشیانہ اور تاریک ماحول سے الگ کیا ہوا۔ افریقی اس مچھلی کی طرح ہوتا ہے جسے پانی سے نکال کر ریت پر ڈال دیا گیا ہو۔

اس افریقی کو نہ صرف اپنے طور طریقوں کو بدلنے بلکہ اپنے خیالات تک کو نئے ماحول کے مطابق ڈھالنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو گرفتار شدہ غلاموں کی احمقانہ خاموشی کا سبب غالباً یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیالات کو نئی ڈگر پر ڈالنے میں کوشاں ہوتے ہیں۔

"یہ بحث کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔

بوڑھا امیر جس کی ٹوپی میں سؤر کے دو دانت لگے ہوئے تھے۔ بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

"یہ موضوع بے حد الجھا ہوا ہونے کے باوجود دلچسپ ہے۔ چنانچہ کبھی فرصت کے وقت ہم اس پر بحث کریں گے۔"

"ایم سن نے مسکرا کر کہا اور حیرت سے سوچا کہ وہ بھی مبلغہ اس چیز کو سمجھنے میں کامیاب ہو گئی۔ جس نے خود ایم سن جیسے تجربہ کار بردہ فروش کو الجھن میں ڈال رکھا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک لڑکی اتنی زیرک ہو سکتی ہے۔ وہ بن یامین کی طرف گھوم گیا۔

"معاف کرنا یامم! میں نے خوامخواہ آپ سب کو روکے رکھا۔ لیکن لڑکی کی باتیں بڑی دلچسپ تھیں۔"

\+ \+ \+

وہ لوگ پہلے حصار کے دروازے پر پہنچے تو پہریداروں نے انہیں روک دیا۔

"تمہارے محافظ قرالی کراوس ٹیلے پر نہیں جا سکتے۔"

بوڑھے امیر نے بن یامین کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھ انہی باربرداروں کو آنے کی اجازت ہے جو ہاگو کے بکس اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہیں اپنے ہتھیار بھی یہیں باہر چھوڑنے پڑیں گے کیونکہ یہی باترو کا قانون ہے اور شاہ عظیم' مقدس جمیل کا بیٹا' قانون ساز اور قانون کا پاسبان ہے۔"

بن یامین نے اپنی پیٹی کھول کر جس میں ہلالی شکل کا خنجر اڑسا ہوا تھا۔ قرالی محافظوں کو دے دی۔ ایم سن نے اپنا پستول اپنے محافظوں کو دے دیا۔ حالانکہ ایسا کرتے وقت دونوں کے چہرے سے ناگواری کے آثار عیاں تھے۔

باترو کے امراء حصار میں داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے ایم سن اور بن یامین تھے اور ان دونوں کے پیچھے روحانہ اور پھر وہ باربرداروں کی قطار میں دونوں مبلغ عورتیں بھی شامل ہو گئی تھیں اور حصار میں داخل ہو رہی تھیں۔ یا تو پہریداروں نے انہیں دیکھا نہیں تھا یا پھر وہ ان کی آمد و رفت کے عادی تھے۔ دوسری بات قرین قیاس تھی۔

وہ لوگ ڈھلان چڑھنے لگے۔ وہ دوسرے حصار کے قریب پہنچے۔ اس کے دروازے بھی کھول دیئے گئے اور دروازوں کے کھلتے ہی اوپر لٹکی ہوئی گھنٹیاں بج اٹھیں۔ وہ لوگ ایک کے بعد دوسرے حصار میں سے گزرتے رہے اور کواڑوں کے ماتھے پر لٹکی ہوئی گھنٹیاں ٹنٹنا کر ان کی آمد کا اعلان کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس آخری حصار کے قریب پہنچ گئے جو ٹیلے کی چوٹی اور شاہی محل کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ آخری دروازہ گھنٹیوں کی ٹنٹناہٹ کے ساتھ کھلا اور اب وہ لوگ شاہی حصار میں تھے۔

ٹیلے کی چوٹی خاص شاہی جائیداد میں تبدیل کر دی گئی تھی۔ چکنے اور سفید پتھروں کی ایک روش شاہی محل تک چلی گئی تھی۔ ایم سن اس روش پر چند قدم ہی چلا تھا کہ ایک بھیانک انکشاف ہوا۔ جس

سے اسے پھریری آ گئی۔ وہ روش پن پتھروں کا نہ تھا۔ جیسا کہ اس کا خیال تھا' بلکہ اس میں پتھروں کی جگہ انسانی کھوپڑیاں جڑی ہوئی تھیں جو ننگے پاؤں کی سالہا سال رگڑ سے چکنی او چمکدار ہوگئی تھیں۔

کھوپڑیوں کی روش کے دونوں کناروں پر گھاس کے تختے اور پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ جن میں رنگ برنگے جنگلی پھول کھل رہے تھے۔

کھجوروں کے ایک جھنڈ میں بادشاہ کی خوابگاہ تھی اور اس کے قریب ہی چھوٹا سا چڑیا گھر۔ بانسوں کی سلاخوں کے پیچھے افریقہ کے جنگلی جانور ٹہل رہے تھے۔

بادشاہ کا وسیع وعریض اور بلند محل سینٹھوں کا بنا ہوا تھا۔ سینٹھے اس طرح گوتھے ہوئے تھے جس طرح تنکوں سے چٹائیاں گونتھی جاتی ہیں۔ محل کی دیواریں کوئی بیس فٹ تک بلند ہوتی چلی گئی تھیں اور پھر اوپر سے ڈھلوان چھت شروع ہوئی تھی۔ جو اوپر جا کر مخروطی کلس میں تبدیل ہوگئی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بہت بڑے ودلکش کلس کو زبردست گول بکس پر اوندھا دیا گیا ہو۔ لیکن اس کے حیران کن حجم اور بانترو کے کاریگروں کی حیرت انگیز اور نفیس کاریگری نے اس کی شان بڑھا دی تھی۔ صدر دروازے کے ماتھے پر سینٹھوں کا چھجہ یا سائبان سا بنا ہوا تھا اور دروازے کے دونوں طرف سنتری آبنوسی مجسموں کی طرح بے حس وحرکت کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی وردی عجیب وغریب ہونے کے باوجود مرعوب کن تھی۔

وہ چکارے کی کھال کے جیسے اور جنگلی طوطوں کے رنگ برنگ پروں کی ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے اور وہ قدیم زمانے کی بندوق سے مسلح تھے۔ ان بندوقوں کا رواج ختم ہو چلا تھا' کیونکہ وہ بہت دور تک مار نہ کرسکتی تھیں اور ان سنتریوں کی بندوقیں تو اتنی پرانی تھیں کہ تقریباً بیکار تھیں۔ دروازے کے قریب کراؤن جھنڈا نصب تھا۔ ایک لمبے اور موٹے بانس پر جنگلی بھینسے کے دو سینگ لگے ہوئے تھے۔ جن کی نوکوں سے سرخ جھنڈیاں بندھی ہوئی تھیں۔

وہ لوگ محل میں داخل ہوئے تو ایم سن کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا۔ افریقہ کی تیز دھوپ میں سے اچانک نیم تاریکی میں آجانے کے باعث ایم سن کو سوائے اندھیرے کے کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ تاہم اس نے محسوس کیا کہ بانترو کے امراء انہیں طول طویل گزرگاہوں میں لئے جا رہے تھے۔

اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ جس گزرگاہ میں سے جا رہے تھے اس میں سے دوسری گزرگاہیں نکل کر محل کے مختلف حصوں کی طرف جا رہی تھیں۔ کیونکہ ہر دس قدم کے بعد وہ اپنے بہت قریب کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف دبی دبی سرگوشیوں کی آوازیں سن رہا تھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ پورے محل کو بہت سے کمروں یا حصوں میں تقسیم کردیا گیا تھا۔ جن کو یہ گزرگاہیں آپس میں جوڑ رہی تھیں اور ہر گزرگاہ کو گھاس کی دیواریں ایک دوسرے سے الگ کر رہی تھیں۔ ایم سن ہاتھ بڑھا کر ان

دیواروں کو اپنے دائیں بائیں چھو سکتا تھا۔ محل کیا تھا ایک بھول بھلیاں تھیں' جہاں کوئی بھی واقعہ ہوسکتا تھا۔

اگر بادشاہ چاہتا تو انہیں اپنے محل کی اندھیری گزرگاہوں میں اتنی خاموشی سے قتل کردیتا کہ کسی کو کان وکان خبر نہ ہوتی۔ حتیٰ کہ ایم سن اور بن یامین کو بھی اس وقت تک کچھ معلوم نہ ہوتا' جب تک کہ کوئی انہیں اچانک پچھاڑ کر ان کے سینے پر سوار نہ ہو جاتا۔

ایم سن کو احساس ہوا اور شدت سے ہوا کہ اس نے پستول ساتھ نہ لے کر سخت غلطی کی تھی۔ وہ اور بن یامین بھول بھلیوں میں پھنس گئے تھے۔ بری طرح پھنس گئے تھے۔ ان کے دائیں بائیں خطرہ بلکہ شدید خطرہ بلکہ ان کی موت جھانک رہی تھی۔

انہیں اپنے سامنے دھندلی اور زرد روشنی نظر آئی۔

اور اب وہ ایک وسیع وعریض کمرے میں تھے جو نیم دائرے کی شکل میں بنا ہوا تھا۔ کمرہ ساٹھ فٹ طویل اور چالیس فٹ عریض تھا اور اس کے عین بیچ میں بڑا سا الاؤ روشن تھا جو روشنی سے زیادہ دھواں پھیلا رہا تھا۔ کھجور کے لمبے سیدھے اور پتلے درختوں پر کمرے کی گنبد نما چھت ٹکی ہوئی تھی۔ چھت میں عین بیچ میں سے کمرے کے انتہائی سرے پر جھکی ہوئی چھت کے نیچے زرد گھاس کے بنے ہوئے تخت پر بیٹھا ہوا اس سلطنت کا حکمران اس نیم تاریک اور وحشت انگیز تصویر کو مکمل کررہا تھا۔

کمرہ دھوئیں سے پر تھا اور یہ دھواں ایم سن کی آنکھوں میں ایسی جلن پیدا کررہا تھا کہ آنکھیں کھلی رکھنے میں اسے بڑی ہی جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کی آنکھیں اندھیرے اور دھوئیں کی عادی ہونے لگیں اور اب وہ کمرے کی ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ کھجور کے ہر دوسرے تنے کے قریب ایک سپاہی پرانے زمانے کی دستی بندوق لئے کھڑا تھا۔ بادشاہ کے تخت کے پیچھے امراء کا ہجوم تھا۔ جو ایک دوسرے سے یوں بھڑے کھڑے تھے جیسے ریوڑ میں بھیڑیں۔

ان لوگوں کی نظریں بادشاہ کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں کہ بادشاہ ہنسے تو وہ بھی ہنسیں۔ اداس ہو تو وہ بھی اداس ہو جائیں۔ غصے ہو تو وہ بھی اس کی تقلید کریں۔ قصہ مختصر وہ بادشاہ کے ہر موڈ کی نقل کرنے کو تیار کھڑے تھے۔ گویا ان کی زندگیوں کا انحصار اسی پر تھا اور ایم سن نے سوچا کہ شاید ایسا ہی ہو۔

بن یامین نے جھک کر بادشاہ کو سلام کیا۔ ایم سن نے بھی قدرے ہچکچاہٹ کے بعد اس کی تقلید کی۔

''ہم نے تمہارا سلام قبول کیا۔ اب تم سیدھے کھڑے ہوسکتے ہو۔''

نوجوان بادشاہ نے کہا۔ اس کی آواز حیرت انگیز حد تک سریلی تھی۔ جو اس کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو مؤثر بنا دیتی تھی۔ "ہمارا دوست بن یامین یہاں کی رسومات سے واقف ہے اور یہ دیکھ کر ہمیں مسرت ہوئی کہ سفید فام اجنبی بھی ان سے بے بہرہ نہیں۔" اس کی سریلی آواز میں قدرے کرختگی آ گئی۔ "کچھ اسی کی نسل کے لوگ ہمارے علاقے سے گزر رہے تھے۔ اتنے مغرور تھے کہ انہوں نے ہمارے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ لیکن بہت جلد انہیں اپنے اس غرور کی سزا مل گئی۔"

نوجوان بادشاہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ عورتوں کے ہراول دستے کو حکم دینے ہی والا تھا کہ ایم سن نے بڑے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"اجازت ہو تو ہم عظیم بادشاہ کی خدمت میں ہانگو پیش کریں؟"

"ہاں...... ہاں...... ہانگو۔"

"بادشاہ عورتوں کے دستوں کو بھول کر بڑے اشتیاق سے آگے جھک گیا۔ بن یامین نے باربرداروں کو آواز دی ایم سن اب تک گویا احترام سے سر جھکائے کھڑا تھا۔ لیکن اب چونکہ بادشاہ ان بکسوں کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا تھا۔ جنہیں کھولا جا رہا تھا۔ اس لئے موقع غنیمت جان کر ایم سن نے باتترو کے بادشاہ کا جائزہ لینا شروع کیا۔

اس کی عمر پچیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ جسم موٹاپے کی طرف مائل اور رنگت چاکلیٹی اس کے نتھنے اور ہونٹ نسبتاً پتلے تھے اور آنکھیں بڑی بڑی۔ اس کے بدن پر چھایا ہوا موٹاپا اور اس کی ہیجانی ادائیں اس کے خاص شاہی خاندان سے ہونے کا پتہ دے رہی تھیں۔

جب باربرداروں نے بکسوں کے ڈھکن کھولے تو بادشاہ ایک بچے کے سے اشتیاق سے اور بھی آگے جھک گیا۔ بادشاہ کو یوں جھکتے دیکھ کر اس کے تخت کے پیچھے کھڑے ہوئے امراء بھی آگے کی طرف جھک گئے اور جب تحائف پیش کئے گئے تو امراء بادشاہ کو خوش کرنے کی غرض سے ایک کورس کی شکل میں "اوہ...... اور...... آہ" کہنے لگے۔

بن یامین وہی تحائف لایا تھا جو ہر وقت لاتا تھا۔ یعنی قیمتی پتھر کے دانے' کپڑے کے تھان' تانبے کے تاروں کے بنڈل اور چار دستی بندوقیں۔ لیکن ایم سن چونکہ ریاست ہائے متحدہ سے ابھی ابھی آیا تھا چنانچہ اس نے ان تحائف میں چند نوادرات کا اضافہ کر دیا تھا۔ ایک شارپ رائفل' ایک ریپیٹر بندوق' سنگینوں والی تین دستی بندوقیں' بارود کی تین پیٹیاں' ایک گھڑی' ایک دوربین' کھانے کی میز کا پورا سیٹ' یعنی چمچے چھریاں اور کانٹے اور ایک باجا بکس۔ ایم سن نے باجا بکس میں کوک بھری اور کمرے میں سریلی موسیقی تیرنے لگی۔ بادشاہ نے ہاتھ ہلا کر بن یامین کے تحائف کو رد کر دیا۔

"بن یامین کے تحائف' سوائے بندوقوں کے میرے غلاموں میں تقسیم کر دو اور اے اجنبی تم کیا

تحائف لائے ہو؟"

بادشاہ کے خصوصی خدمتگاروں نے جو کم عمر لڑکے تھے۔ ایم سن کی لائی ہوئی چیزیں بادشاہ تک پہنچا دیں۔ یہ لڑکے سفید عبائیں پہنے ہوئے تھے۔ ان کے سر منڈے ہوئے تھے۔ البتہ سر کے دونوں طرف کانوں کے اوپر بالوں کے چھوٹے گچھے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ لپکنا اور جھپٹنا ان کی امتیازی خصوصیت تھی۔ چنانچہ وہ تحائف لے کر اس تیزی سے تخت کی طرف لپکے کہ سفید عبائیں پیچھے پھڑپھڑانے لگیں اور ان کے بدن سامنے سے ننگے ہو گئے۔ بادشاہ نے تحائف کا معائنہ شروع کیا اور اپنے امراء کو بھی اس طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا۔ بادشاہ کے بشرے سے اس بچے کی سی خوشی عیاں تھی جو اپنے دوستوں کے درمیان کرسمس کے کھلونوں اور مٹھائیوں کے بکس کھول رہا ہو۔ جب کسی امیر کی مسرت انگیز یا حیرت انگیز یا تعریفی کلمات سے بادشاہ خوش ہوتا تو تعریف کرنے والے کے منہ اور ہاتھوں پر اپنا ہاتھ پھیرتا۔ انہیں تھپتھپاتا اور اس کی ہاتھ کی انگلیوں کو یکے بعد دیگرے یوں دباتا' گویا وہ گائے کا تھن ہو اور وہ دودھ دھو رہا ہو۔

آخر کار بادشاہ کے صبر کا پیمانہ چھلکا اور وہ تحائف بڑی بد دماغی سے ادھر ادھر پھینک کر بولا۔

"میں سن چکا ہوں کہ تمہارے پاس ایسی بندوقیں ہیں جن سے ایک وقت میں کئی گولیاں چلائی جا سکتی ہیں۔ بہتر ہو گا کہ اسی قسم کی ایک ہمارے حضور پیش کرو۔ ورنہ ہم تمہیں اپنے عذاب دہندہ کے سپرد کر دیں گے اور دیکھیں گے کہ تم کتنی زور سے چیخ اور کتنی دیر تک تڑپ سکتے ہو۔"

ایم سن نے ریپیٹر بندوق بادشاہ کی طرف بڑھا دی اور اس میں کارتوس ڈالنے کی ترکیب بھی بتا دی۔ نوجوان بادشاہ بڑے اناڑی پن سے اس کا معائنہ کرنے لگا اور اسے آزمانے لگا۔ یہاں تک کہ کارتوس اس میں بری طرح پھنس گیا۔ ایم سن نے بظاہر بڑے صبر و سکون سے کئی دفعہ بندوق بھر دی حالانکہ وہ اندر ہی اندر کھول رہا تھا۔

دفعتاً کانوں کے پردے پھاڑ دینے والا ایک دھماکہ ہوا۔ کمرے کی دیواریں اور گنبد نما چھت لرز اٹھی۔ بارود کی بدبودار سیاہ دھوئیں کا ایک ستون نمودار ہوا۔ دربار یکایک پاگل خانے میں تبدیل ہو گیا۔ درباری بے تحاشہ چیخنے لگے۔ ایک دوسرے کو دھکیلتے' کچلتے اور کمرے میں لگے ہوئے کھجور کے تنوں سے ٹکراتے اندھا دھند بھاگے۔ بادشاہ سہما ہوا سا بیٹھا تھا۔ وہ احمقوں کی طرح کبھی بندوق کو دیکھتا اور کبھی خوفزدہ درباریوں کو۔

"لیٹ جاؤ......"

بن یامین چیخا اور زمین پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ کیونکہ بندوق کی نالی ان کے سامنے ہی منڈلا رہی تھی۔

ایم سن نے آگے بڑھ کر اپنا ایک ہاتھ نالی کے نیچے رکھ کر اس کا رخ چھت کی طرف کردیا۔ بادشاہ کے اوسان ذرا ٹھکانے آئے تو اسے احساس ہوا کہ وہ بندوق چلانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ فوراً ہی اس کے حلق سے ایک گرجدار قہقہہ پھوٹ پڑا۔ اس نے نالی کا رخ بھاگتے ہوئے درباریوں کی طرف کر کے لبلبی دبادی۔ گولی "زوں" سے چلی اور ایک درباری کی پیٹھ پھاڑتی دوسرے کا کندھا ادھیڑتی اور تیسرے کے جبڑے میں لگی۔

بادشاہ حیرت اور خوشی سے چیخ اٹھا اور تیسری دفعہ فائر کرنے کے لئے چرخی گھمائی۔

"بندوق چھین لو اس سے۔" بن یامین چیخا جو اب تک زمین پر پڑا ہوا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ تخت کی طرف رینگ رہا تھا کہ بادشاہ کی ٹانگیں پکڑ کر اسے تخت پر سے گھسیٹ لے۔

عظیم بادشاہ! کیا اپنے اس خوبصورت اور عظیم الشان محل کو آگ لگادیں گے۔ ایم سن نے کہا اور بندوق کی نالی پھر چھت کی طرف اٹھادی جو عین اس کے سینے پر منڈلا رہی تھی۔ "وہ دیکھئے۔"

اس نے سامنے والی دیوار کے اس بڑے سے سوراخ کی طرف اشارہ کیا۔ جو اب تک دھواں پھینک رہا تھا۔

"ہاں......تم ٹھیک کہتے ہو۔" بادشاہ نے دھواں پھونکتے ہوئے کہا۔

"اے لڑکے۔"

اس نے اپنے کم عمر خدمتگاروں میں سے ایک کو آواز دی۔ جو قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ وہ اپنی روایتی تیزی سے بادشاہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"یہ لو......"

بادشاہ نے اس کے ہاتھ میں بندوق پکڑا دی۔

"جاؤ۔ کسی کو نشانہ نہ بناؤ۔ لیکن یہاں نہیں باہر۔"

لڑکا خوشی سے کڑکڑایا۔ اور حیرت انگیز تحفے کو لئے باہر بھاگ گیا۔

نوجوان بادشاہ اب بے حد خوش تھا۔ اس نے چیخ کر کچھ کہا۔ فوراً ہی ایک بڑا سا پیالا اس کے لئے لایا گیا۔ پیالا کھجور کی شراب سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ اس نے پیالا منہ سے لگا کر ایک گھونٹ راب پی اور پھر پیالہ ایم سن کی طرف بڑھادیا۔ ایم سن نے بھی ایک گھونٹ حلق سے اتارلیا۔

"اب تک یہیں رہو گے۔"

بادشاہ نے کہا اور ایم سن کے چہرے' گردن اور سینے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس سے خوش تھا۔ "یقین ہے کہ تمہارے پاس اور بھی عمدہ تحائف ہوں گے جنہیں تم ہماری خدمت پیش کرنا پسند کرو گے۔"

"جی ہاں میرے پاس اور بھی تحائف ہیں' جنہیں آپ کی خدمت میں پیش کر کے میں فخر محسوس کروں گا۔" ایم سن نے کہا۔ "لیکن عظیم بادشاہ پہلے میں بوما بنانے کی اجازت چاہتا ہوں کہ میرے آدمی رات کو اس میں سو سکیں اور تیندوے' چیتوں اور لگڑبھگوں سے محفوظ رہیں۔"

"تمہیں بوما بنانے کی اجازت ہے جہاں چاہو بناؤ۔" بادشاہ نے بے پروائی سے کہا۔ "اگر غلے کی ضرورت ہو تو ہمارے کاشتکاروں سے لے لو۔ اس کی بھی تمہیں اجازت ہے۔ لیکن تم روزانہ ہمیں نئے نئے تحائف پیش کرو گے جو اس بندوق ہی کی طرح حیرت انگیز ہوں۔"

امراء نے گویا آپس میں شرط بدلی تھی' کہ کون سب سے زیادہ اونچا چڑھتا ہے۔ امراء خوشی و مسرت سے اتنے زور زور سے چیخنے لگے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اکثر درباری ایم سن کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے کے لئے اس کی طرف دوڑ پڑے۔

بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا پیالے سے شراب سڑپ رہا تھا اور مسکرا مسکرا کر اپنے درباریوں کو دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً کمرے کے آخری سرے پر دھکم پیل سی ہوئی اور ایک شخص لوگوں کو دائیں بائیں ہٹاتا ہوا۔ بادشاہ کے تخت کی طرف بڑھا۔ وہ تخت کے سامنے زمین پر اوندھا لیٹ گیا اور دھول میں اپنی ناک رگڑنے لگا۔ یہ شولاکا تھا۔ بادشاہ نے غصے اور بے چینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"دیکھو! یہ ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو میری بہترین رعایا اور میرا وفادار ظاہر کرتا ہے لیکن میرے فیصلوں کی ہمیشہ مخالفت کرتا اور خود مجھے مشورہ دینا ضروری سمجھتا ہے۔ اب یہ چونکہ اتنا عقلمند اور ہوشیار ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ اسے دوسری دنیا میں بھیج دیا جائے کہ ہمارے آباؤ اجداد کی روحوں کو ایک زیرک مشیر کی ضرورت ہوگی۔"

امراء کا ہجوم غصے سے بھنبھنا اٹھا۔ چند امراء شولاکا کو تخت کے سامنے گھسیٹ لے جانے کے لئے دوڑ پڑے۔ شولاکا نے زمین پر پڑے ہی پڑے ان درباریوں پر جو اسے گھسیٹنا چاہتے تھے۔ دولتیاں جھاڑنی شروع کیں اور اس کی اس حرکت نے بادشاہ کو غصے سے دیوانہ کردیا۔

"ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بغیر اپنے سر کے کس طرح کتنی دیر تک لاتیں چلاسکتا ہے۔" بادشاہ گرجا۔

واقعات زندگی کی آخری سانس تک چلتے ہیں۔ سالار کو اپنی فکر تھی۔ وہ اب اس دنیا سے بری طرح اکتا گیا تھا' چنانچہ اس نے ایم سن کی کہانی جو نہ ختم ہونے والی تھی درمیان میں چھوڑ دی اور کاف ڈینیل سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے ایک خفیہ منصوبہ بنایا تھا۔

منصوبے کے تحت سالار نے ڈلوس کی مدد سے بھگت رائے وغیرہ کو تلاش کیا اور ان تمام لوگوں

کو خفیہ طور پر جہاز پر منتقل کر دیا۔ کو نیا تھارم کے بارے میں سالار نے ڈلوس کو مشورہ دیا کہ اگر وہ دونوں قبیلوں کو یکجا کرنا چاہتا ہے تو کو نیا تھارم سے نجات حاصل کرے۔ یہ کام وہ اسیش مینا کے ذریعے کر سکتا ہے۔ سالار نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"میرے ماں باپ اگر مل جائیں تو ان سے کہنا کہ میں اب اس دنیا کا انسان نہیں ہوں۔ اگر یہاں دعاؤں کا دستور ہو تو میرے لئے دعا کریں۔"

غمزدہ ڈلوس نے اپنے بھائی کی پوری مدد کی اور خفیہ طور پر جہاز کو تمام ضرورتوں سے آراستہ کر دیا۔ پھر ایک تاریک رات کاف ڈیسکیل نے جہاز کے لنگر اٹھائے اور اسے طوفانی رفتار سے آگے بڑھا دیا۔

سارے کردار جوں کے توں تھے۔ کچھ کے دلوں میں سالار کے لئے کینہ بھی تھی لیکن سالار نے صاف گوئی سے کہہ دیا کہ اس نے سینا کے لئے اپنی دنیا چھوڑی ہے۔

اس بات پر کسی کو اعتراض نہیں ہوا تھا۔

(تمت بالخیر)